سلسلۂ یوسفیہ                                                    شمارہ (۱)

کلیاتِ

# سلطان محمد قلی قطب شاہ

سنہ ۹۸۸ھ تا سنہ ۱۰۲۰ھ

مرتبہ

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی

پروفیسر اردو جامعہ عثمانیہ

سلسلۂ یوسفیہ                                        شمارہ (۱)

# کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ

گولکنڈہ کے پانچویں تاجدار سلطان محمد قلی قطب شاہ (سنہ ۹۷۳ھ تا سنہ ۱۰۲۰ھ)
کے اردو کلام کا مجموعہ اور حالات و کلام پر تبصرہ

مرتبہ


## ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور

ایم اے۔ پی ایچ ڈی (لندن)



سنہ ۱۳۵۹ھ
۱۹۴۰ء

مطبوعہ مکتبۂ ابراہیمیہ مشین پریس
حیدرآباد دکن

طبع اول تعداد جملہ صفحات مع تصاویر ایک ہزار اڑسٹھ (۱۰۶۸) قیمت [illegible]

سرپرست

## عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر

۱۔ مولوی سید محمد اعظم صاحب ام اے۔ بی ایس سی۔ (کینٹب) پرنسپل سٹی کالج **صدر**

۲۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب ام اے۔ پی ایچ ڈی (ریڈر اردو جامعۂ عثمانیہ) **نائب صدر**

۳۔ مولوی مرزا حسین علی خاں صاحب بی اے (آنرز) پروفیسر انگریزی پروسٹ جامعۂ عثمانیہ **رکن**

۴۔ مولوی عبدالمجید صاحب صدیقی ام اے۔ ال ال بی۔ (لکچرار تاریخ جامعۂ عثمانیہ) 〃

۵۔ مولوی عبدالقادر سروری صاحب ام اے۔ ال ال بی۔ (لکچرار اردو جامعۂ عثمانیہ) 〃

۶۔ مولوی سید محمد صاحب ام اے۔ (لکچرار اردو سٹی کالج) **معتمد**

۷۔ مولوی میر سعادت علی صاحب ام اے۔ **شریک معتمد**
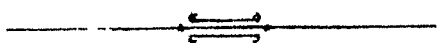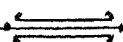
اُردو یا ہندستانی کی ابتدائی تاریخ اور اس کے قدیم شعرا و مصنفین کے حالات و مقالات ایک عرصۂ دراز تک بالکل تاریکی میں رہے اور عام طور پر یہی سمجھا جاتا تھا کہ **ولی** اورنگ آبادی جو گیارہویں صدی ہجری کے رُبع آخر میں گزرے ہیں، اس زبان کے سب سے پہلے شاعر تھے بلکہ بعض متاخر تذکرہ نویسوں نے ان کے کلام کو بھی جس میں قدیم زبان کی بہت زیادہ جھلک پائی جاتی تھی، ٹکسال باہر قرار دے کر **دلّی** کے ان شعرا کو، جنہوں نے ولی کی تقلید میں فارسی کی بجائے اُردو میں شعر کہنا شروع کیا تھا، اُردو کے اولین شعرا قرار دیا ہے۔ لیکن حالیہ تحقیقات نے اس حقیقت کو روز روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ ولی اورنگ آبادی سے کئی سو برس پہلے اُردو زبان کی بُنیاد پڑ چکی تھی، اور دکن کی قدیم اسلامی سلطنت بہمنیہ کے

آخری زمانے میں اور اس کے بعد اس کی جانشین ریاستوں یعنے قطب شاہی اور عادل شاہی کے عہد میں اس زبان نے اس قدر ترقی کرلی تھی کہ نہ صرف عام بول چال اور تبادلۂ خیال کے لیے استعمال کی جاتی تھی بلکہ اس میں نظم و نثر کی متعدد اعلیٰ درجے کی کتابیں بھی لکھی گئیں خصوصاً قطب شاہی اور عادل شاہی خاندانوں کے علم دوست اور سخن گستر بادشاہوں کی خاص سرپرستی نے اس کی ترویج و ترقی کی رفتار بہت ہی تیز کردی، اور ان کی شخصی دلچسپی سے جن میں بعض مثلاً محمدؐ قلی قطبشاہ بانیٔ شہر حیدرآباد خود اعلیٰ درجے کے شاعر تھے، اس زمانے میں بہت سے بلند پایہ شعرا و مصنفین پیدا ہوئے۔ ان ریاستوں کی تباہی کے بعد اُردو زبان کی تیز رفتار ترقی ایک عرصے کے لیے کچھ رُک سی گئی، اور پھر سرکار دربار میں کچھ مدت کے لیے فارسی کا دور دورہ قائم ہوگیا، لیکن باوجود شاہی سرپرستی سے محروم ہونے کے اُردو زبان اپنی فطری موزونیت کے سبب برابر بڑھتی اور ترقی کرتی رہی اور رفتارِ زمانہ کے ساتھ ساتھ اس میں بہت سی تبدیلیاں ہوتی رہیں۔

اگرچہ محققین کی تحقیقاتی مساعی کی بدولت اُردو زبان و ادب کی قدامت مُسلم ہوگئی ہے لیکن ان قدیم شاعروں اور نثر نویسوں کے گراں پایہ ادبی کارنامے جن پر اس زبان کی تمام تر ترقیوں کی بُنیاد قایم ہے اور جن کے مطالعے سے ہم نہ صرف اپنے قدما کے افکار و خیالات اور اسالیب بیان سے لُطف اندوز ہو سکتے ہیں بلکہ

اپنی گزشتہ عظمت سے بھی آگاہی حاصل کر سکتے ہیں، اب تک گوشۂ گمنامی میں پڑے
ہوئے تھے، پیوستہ سال سٹی کالج میں دو صد سالہ جشنِ یادگار وؔلی کے موقع پر "دکن کے
مخطوطات" کی جو نمایش منعقد کی گئی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ کتنے ہی انمول جواہر پارے
ایسے ہیں جن کی اشاعت سے نہ صرف اردو ادب کے ذخیرے میں ایک بیش قیمت
اضافہ ہوگا، بلکہ ان سے اردو ادب کی ابتدائی ترقیوں، اس زبان کی عہد بہ عہد
تبدیلیوں اور عہدِ گزشتہ کی تہذیب و تمدن کے متعلق نہایت کارآمد معلومات حاصل
ہونگی۔ نیز اس عہد کی کتابوں کے مطالعے سے یہ حقیقت بھی آشکار ہوتی ہے کہ ابتدائی
اردو میں عربی اور فارسی کے الفاظ کے ساتھ ہندی کے الفاظ بھی برابر کے شریک
تھے جو بعد کو رفتہ رفتہ زبان سے خارج ہو گئے۔ موجودہ زمانے میں بیرونی زبانوں کے
غیر ضروری الفاظ اردو سے خارج کر کے اس کو خالص ہندستانی بنانے کی جو کوشش
کی جارہی ہے اس کے مدِّ نظر بھی ان کتابوں کی اشاعت بہت ہی کارآمد ثابت ہوگی۔
ان کے مطالعے سے اہلِ ذوق یہ معلوم کر سکینگے کہ کس طرح ہندی اور سنسکرت کے الفاظ
بھی اردو کی خراد پر چڑھ کر اردو یا ہندستانی زبان کا جز بن سکتے ہیں۔

حسنِ اتفاق سے حیدرآباد کے مشہور علم دوست امیر عالیجناب **نواب سالار جنگ بہادر**
مدفیوضہ، نے بھی جو جشن یادگار وؔلی کے صدر نشین تھے اس اہم ضرورت کو محسوس فرمایا

اور اپنے خطبۂ صدارت میں بدیں الفاظ توجہ دلائی :-

"اس اہم اور دلچسپ کام کو اس تقریب کے ساتھ ختم نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ مناسب یہ ہے کہ اس دو صد سالہ جشن ولی کی یادگار میں کوئی مستقل کام آغاز کیا جائے۔ میرے خیال میں اس سے بڑھ کر کوئی اچھا کام نہیں ہو سکتا کہ ولی کے معاصرین اور ان سے پہلے کے شاعروں اور صاحبانِ تصانیف کی اُردو کتابیں مرتب اور شایع کی جائیں۔ ولی سے پہلے بھی ہمارے ملک میں بڑے بڑے شاعر اور انشا پرداز پیدا ہو چکے ہیں۔ خود طبقۂ فرماں روایان میں محمد قلی قطب شاہ اور علی عادل شاہ بلند پایہ شاعر تھے۔ پھر ان کے دربار کے ملک الشعرا وجہی، غواصی، نصرتی، رستمی، وغیرہ ولی سے کم نہ تھے۔ اور چونکہ ولی سے بہت پہلے گزرے ہیں اس لیے ان کے کلام اور بھی زیادہ قابل قدر ہیں۔ بہر حال اس اہم کام کی تکمیل کے لیے ایک جماعت منتخب کر لینی چاہیے۔"

نواب صاحب ممدوح نے قدر شناسی سے یہ بھی فرمایا کہ :-

"مسرت کا مقام ہے کہ خود ہمارے ملک میں اب ایسے اصحاب موجود ہیں کہ ان قدیم کتابوں کے کلام اور زبان کو سمجھ کر ان کو جدید طریقوں پر مرتب کر کے

شایع کر سکتے ہیں۔ میں بھی اس مبارک اور اہم کام میں اس جماعت کا ہاتھ بٹانے تیار ہوں"

چنانچہ نواب صاحب معزّ کی اس علمی سرپرستی اور اعانت سے حسب ارشاد گرامی راقم کی صدارت میں حسب ذیل اصحاب کی ایک کمیٹی "مجلس اشاعت مخطوطات" کے نام سے قائم کی گئی اور قدیم ادبی جواہر پاروں کا ایک تفصیلی جائزہ لے کر ان کی اشاعت کے ابتدائی مراحل طے کیے گئے۔

(۱) ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب زور ام۔ اے۔ پی ایچ ڈی (ریڈر اردو جامعہ عثمانیہ) نائب صدر

(۲) مولوی مرزا حسین علی خاں صاحب بی اے (آنرز) (صدر شعبۂ انگریزی جامعہ عثمانیہ) رکن

(۳) مولوی عبد المجید صاحب صدیقی ام۔ اے۔ ال ال بی۔ (لکچرار تاریخ جامعہ عثمانیہ) "

(۴) مولوی عبد القادر سروری صاحب ام۔ اے ال ال بی۔ (لکچرار اردو جامعہ عثمانیہ) "

(۵) مولوی سیّد محمد صاحب ام۔ اے۔ (لکچرار اردو سٹی کالج)...... معتمد

(۶) مولوی میر سعادت علی صاحب رضوی ام۔ اے۔ ......... شریک معتمد

علمی نقطۂ نظر سے قدیم کتابوں کی اشاعت آسان اور ہر شخص کے بس کا کام نہیں۔ جن لوگوں کو اس سے سابقہ پڑا ہے وہ اچھی طرح اس حقیقت سے واقف ہیں کہ اس کام میں کس قدر دشواریاں پیش آتی ہیں۔ مختلف نسخوں کے باہمی مقابلے اور تصحیح کے علاوہ

بعض دفعہ ایک ایک لفظ کے لیے کئی کئی روز چھان بین کرنی پڑتی ہے، اور بظاہر یہ مثل صادق آتی ہے کہ "کوہ کندن وکاہ برآوردن"۔ نسخے اکثر بدخط اور بعض غلط در غلط بھی ہوتے ہیں۔ ان تمام مراحل کو صبر و سکون اور محنت و ہمت سے طے کرنے کے بعد کتاب قابل اشاعت بن سکتی ہے۔ مجلس ہذا کے مستعد اور علم دوست ارکان نے جس محنت اور توجہ سے اس ہفت خوان ادب کو طے کیا ہے وہ ان کی مساعی کے نتائج سے ظاہر ہے اور توقع ہے کہ وہ ارباب ذوق کی پسندیدگی حاصل کرینگے۔

ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب نے سلطان محمد قلی قطبشاہ کے نہایت ضخیم کلیات کی ترتیب کے صبر آزما کام کو اپنے ذمے لینے کے علاوہ مجلس کا مختلف طریقوں سے جو ہاتھ بٹایا ہے اس کا اعتراف نہایت ضروری ہے۔

یہ پیش لفظ نامکمل رہ جائیگا اگر میں عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر کی فیاضی سے کہیں زیادہ اس ذاتی دلچسپی اور توجہ کا شکریہ ادا نہ کروں جو نواب صاحب ممدوح نے شروع ہی سے مجلس کے کاروبار میں فرمائی ہے فی الحقیقت نواب صاحب کے اس انہماک اور سرپرستی کے بغیر یہ مشکل کام انجام نہیں پاسکتا تھا۔

سید محمد اعظم

# فہرست



## مقدمہ

(صفحات ۱۷ تا ۳۵۲)

# پہلا حصہ

## نظمیں

(صفحات ۱ تا ۳۲۴)

# دوسرا حصہ

## غزلیں

(صفحات ۱ تا ۲۹۶)

# تیسرا حصہ

## دیگر اصناف سخن

(صفحات ۱ تا ۶۴)



## فہرست تصاویر

سلطان محمد قلی قطب شاہ

# عرضِ مرتب

اس کلیات کی ترتیب کا کام مارچ ۱۹۳۷ء میں شروع ہوا، اور مسلسل تین سال کی کوشش اور انتظار کے بعد آج یہ شایع کئے جانے کے قابل ہوا ہے۔ مرتب کو اپنی بے بضاعتی کے احساس کے علاوہ اس امر کا اعتراف بھی ہے کہ اس صبر آزما کام کے اثنا میں اس کو دوسری کتابوں کی ترتیب و تالیف کی طرف بھی متوجہ ہونا پڑا۔ چنانچہ گولکنڈے کے افسانوں کے دوسرے مجموعے "گولکنڈے کے ہیرے" کے علاوہ اس نے "روحِ غالب" اور "مکتوباتِ شاد عظیم آبادی" کا کام بھی اسی اثنا میں شروع اور ختم کیا۔ نیز تاریخ ادب اُردو، ارشاد نامہ، رسائل شاہ برہان، ابراہیم نامہ، اور تاج الحقایق کی ترتیب بھی اسی دوران میں ہوتی رہی۔ اگر یہ سب کام درمیان میں خلل انداز نہ ہوتے تو شاید "کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ" آج سے بہت پیشتر شایع ہو کر منظرِ عام پر آجاتا۔

یہ عظیم الشان کلیات چھپ کر اہلِ اُردو کے ہاتھوں تک نہ پہنچ سکتا اگر دکن کے روشن خیال امیر نواب میر یوسف علی خاں بہادر سالار جنگ کی ذاتی دلچسپی شاملِ حال نہ ہوتی۔ نواب صاحب نے "سلسلۂ یوسفیہ" قایم کر کے دکنی مخطوطات کی اشاعت کی

جو سرپرستی فرمائی ہے اس کی وجہ سے متعدد دکنی شاعروں اور ادیبوں کی علمی و ادبی یادگاریں تلف ہونے سے بچ گئیں "نام نیک رفتگاں" ضایع نہ کرنے کا یہ جذبہ خود نواب صاحب معز کے نام اور ان کے "سلسلۂ یوسفیہ" کو اس وقت تک زندہ رکھے گا جب تک کہ خود اردو زبان موجود ہے۔

آخر میں پنڈت ہری ہر شاستری صاحب پروفیسر سنسکرت و برج بھاشا جامعۂ عثمانیہ کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جنھوں نے بہت سے نامانوس اور متروک الفاظ کے سمجھنے میں مرتب کو قابل قدر مدد دی لیکن افسوس ہے کہ بعض لفظ اور ترکیبیں اب تک مرتب کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔ اور اس امر کے اعتراف میں مرتب کو اس لیے کوئی ندامت نہیں کہ خود محمد قلی قطب شاہ نے اس بارے میں پیشین گوئی کردی تھی کہ میری کتابوں کی شرح کوئی نہیں لکھ سکے گا۔ چنانچہ اس کی اسی پیشین گوئی کے الفاظ پر اس "عرض" کو ختم کیا جاتا ہے ؎

نہ لکھ سکے گا کنے شرح مجھ کتاباں کا
(کوئی بھی)
ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیوں اعجاز
(شل)

رفعت منزل
جون سنہ ۱۹۴۰ء

سید محی الدین قادری زور

# مقدمے کے مآخذ

مقدمہ کلیات محمد قلی قطب شاہ کی ترتیب میں حسب ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

## قلمی

۱۔ تاریخ محمد قطب شاہ کتب خانہ نواب سالارجنگ بہادر

۲۔ حدائق السلاطین " " " " "

۳۔ حدیقۃ السلاطین (جلد دوم) " " " "

۴۔ ماہ نامہ کتب خانہ " " "

۵۔ تذکرۃ الملوک " انڈیا آفس لندن

۶۔ احوال حیدرآباد " برٹش میوزیم "

۷۔ فتوحات عادل شاہی " " " "

۸۔ قطب مشتری " انڈیا آفس "

۹۔ تاریخ نذر چند لال " ادارۂ ادبیات اردو

## مطبوعہ

۱۱۔ حدیقۃ السلاطین ۔ مطبع صدیقی حیدرآباد سنہ ۱۳۵۰ھ

۱۲۔ تاریخ فرشتہ ۔ " نولکشور سنہ ۱۸۸۴ء

۱۳۔ برہان ماثر ۔ " دہلی سنہ ۱۹۳۶ء

۱۴۔ حدیقۃ العالم ۔ " سیدی حیدرآباد سنہ ۱۳۰۹ھ

۱۵۔ گلزار آصفی " محمدی سنہ ۱۳۰۸ھ

۱۶۔ تاریخ ظفرہ " حکیم برہم گورکھپور سنہ ۱۹۲۷ء

۱۷۔ ماثر دکن " جامعہ عثمانیہ سنہ ۱۹۲۴ء

۱۸۔ تاریخ دکن حصہ دوم سلسلہ آصفیہ مطبع مفید عام آگرہ

۱۹۔ تاریخ دربار آصف ۔ " افضل المطابع حیدرآباد

۲۰۔ تاریخ قندھار دکن امانت پریس حیدرآباد سنہ ۱۳۲۱ھ

۲۱۔ تاریخ گولکنڈہ ۔ مطبع مکتبۂ ابراہیمیہ سنہ ۱۹۳۹ء

۲۲۔ محبوب الزمن ۔ " رحمانی سنہ ۱۳۲۹ھ

۲۳۔ بہار و خزان حیدرآباد ۔ " مشیر دکن سنہ ۱۹۰۸ء

۲۴۔ کلام الملوک " معین دکن سنہ ۱۳۵۶ھ

۲۵۔ وقائع سیر و سیاست ڈاکٹر برنیئر مطبع گلزار ابراہیم مراد آباد سنہ ۱۸۸۸ء

۲۶۔ سیاحت نامہ تھیونو " مفید عام آگرہ سنہ ۱۸۹۷ء

۲۷۔ ہندوستان عہد مغلیہ میں (منوچی) " آریہ سٹیم پریس لاہور

کلیات محمد قلی قطب شاہ کے مرتب سلطان محمد قطب شاہ ظل اللہ نے اپنے چچا اور پیشرو بادشاہ و شاعر کے متعلق سنہ ۱۰۲۵ء میں جو طویل منظوم دیباچہ لکھ کر کلیات کے آغاز میں درج کیا تھا اس کے چند اشعار تبرک کے طور پر ہم اپنے مقدمے سے پہلے شامل کرتے ہیں۔

# عبارت سرلوح

کلیاتِ اشعار فصاحت آثارِ جنت مکانی فردوس آشیانی
مغفرت پناہ عمی عالی حضرت محمد قلی قطب شاہ نور مرقدہٗ
تمام شد در کتاب خانۂ مبارک بخط محی الدین کاتب تاریخ
اوائل شہر رجب المرجب خمس عشرین اعنی بعد الف من الہجریہ
فی دار السلطنۃ حیدر آباد حرس اللہ عن الاضداد
کتبہٗ عبد الخالص لمولاہٗ سلطان محمد قطب شاہ بلغہ اللہ تعالےٰ فیما ینبا

---

مُہر۔ مہر سلیمان زحق گشتہ میسر مرا گشتہ ز نقش نگیں حیدر صفدر مرا
العبد السلطان محمد قطب شاہ

سلطان محمد قطب شاہ

# خطبۂ کلّیاتِ محمد قلی قطب شاہ

کتا ہوں سنو اب کتنک بین میں — کہ تا ہوئے روشن کہ یو سب کتیں

محبت شہنشاہ کا دل میں آن — رتن کا اپس جو تھے کھول کھان

نچھل نرمل ہر یک بچن خاص لیا — دکھا تس منے دھات اخلاص کا

جتا کچ بیان کرنے منگتا ہوں میں — شہنشاہ کی اس شفقت کے تئیں

کہ شہزاد پر وو اپے شہریار — جو کس دھات دھرتے تھے پیار اپار

سو کچ شرح میں وو نہ آتا اہے — لکھن کے تو لکھیا نہ جاتا اہے

سو کچ مہر تھے اس کروں لیا بیاں — جو جگ دل اپر ہور ہے یو عیاں

محبت یو شہ کا پچھانے اچھیں — کہ تا سب شفقت یو جانے اچھیں

جو کس دھات شہزاد کوں شاہ وو — محبت دیا آپ دھرتے تھے سو

---

لہ۔ افسوس ہے کہ اس خطبے کے صرف جستہ جستہ اشعار ہی دستیاب ہوئے اگر پورا خطبہ مل جاتا تو کلیات کے متعلق اور تفصیلی معلومات حاصل ہو سکتیں۔

کہ آرام تھا نال شہنشاہ دل / کہ بن دیکھے شہزاد کوں ٹک نہ ل

وہی دل وہی جیو وہے دم انتھا / وہی ٹک وہی عیش انند جم انتھا

. . . . . . . . . . . . . . . . . . . .

بجد ہو کے لطف الٰہی نول / پڑے شعر نا پائیں کر حفظ سکل

اِس دل میں کر فکر سب ایک رات / کئے خطبہ کہہ مستعد کلیات

جو الحق سنے کوئی اگر یو زباں / تو در حال کیں مرحبا بے گماں

سو کچ شاعری بیچ شہ دہر کمال / بچن کہہ کے موتیاں نمن صدف ڈھال

کہے نیں ہیں شعر میں وصف اِس / جو اچ شعر کے فن میں اِتنا سرس

جو بھی کوئی اچھے شاعر اس دھادو / تو بن وصف اِس کے نہ رے سات

اگر کم تو پچاس میں بیت چار / کہے باج اِس وصف سیتے سنگار

رہیا جائے نا شاعراں من منیں / بن آکے صفت شعر کے فن منیں

جو خاصا ہے یو شاعراں کا ہر یک / نہ ریں بن کہے وصف بنا کتنک

مگر شاہ کہے بیت پچاس ہزار / دھرے وصف اِس سو کہن بہت عار

دنا شعر کہہ بیت میں ٹیک بات / کہے نیں لکھیں آپنے وصف سات

کہ یو عین اچھے نشہ ائے اولیا / جو دھرتے انھے وصف اِس کا روا

جو مقطع میں ہر یک اپس شعر کے — لئے بن سو حضرت علی ناؤں اپے

نہ کرتے تھے ہرگز سو ختم کلام — بغیر اُن علی کا لیے باج نام

کہے وصف شہ کا اگر توں جتا — تو ہے وصف میں شاہ کے کم وتا

تو اب ختم خطبے کوں ظل الہ

کئے منگ علی ولی تھے پناہ

٭

ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری نے لکھا تھا کہ ہندوستان کی الہامی کتابیں دو
ہیں، وید مقدس اور دیوانِ غالب لیکن اگر وہ عرش آشیانی محمد قلی قطب شاہ
معانی کی کلیات دیکھ پاتے تو اس قطعیت کے ساتھ دعویٰ کرنے کی جراءت نہ کرتے
واقعہ یہ ہے کہ آج سے ٹھیک ساڑھے تین سو سال پیشتر اردو زبان ایک ایسے رفیع المرتبت
شاعر کے نغموں سے مالا مال ہو رہی تھی جس کا لاثانی کلام بجنوری مرحوم کے نقطۂ نظر
سے صحیح معنوں میں الہامی کہا جا سکتا ہے۔

محمد قلی قطب شاہ کی شاعری اکتسابی نہ تھی۔ قدرت نے اس کو شاعری کا
ایک ایسا عجیب و غریب ملکہ عطا کیا تھا کہ شاید ہی دنیا کے معدودے چند شاعر اس

نعمت غیر مترقبہ سے بہرہ ور ہوئے ہوں۔ وہ ایک عظیم الشان سلطنت کا مطلق العنان بادشاہ تھا وہ کوئی پیشہ ور شاعر نہ تھا لیکن اس کا کلام کسی ملک الشعراء کے شعری کارنامو سے بھی کسی طرح کم نہیں، اور پھر وہ صرف اردو ہی کا شاعر نہ تھا۔ فارسی اور تلنگی میں بھی اس نے ہزاروں شعر لکھے۔ وہ **مغل اعظم** جلال الدین اکبر کا ہم عصر تھا اور اس کا دربار بھی عالموں اور فاضلوں اور صاحب کمالوں سے معمور تھا۔ اس کے عالی شان ایوان امیر و غریب ہر ایک کے لئے کھلے رہتے۔ اس کا **نعمت خانہ** سو گز سے زیادہ طویل تھا جہاں اس کے دسترخوان پر کبھی دس ہزار آدمی سے کم نہ ہوتے۔ سچ تو یہ ہے کہ شاہوں اور شاہنشاہوں کی تاریخ میں ایسا تاج دار شاید ہی نظر سے گزرے جو عوام کی زندگی سے اس قدر قریب تھا۔ اس نے غریبوں اور محتاجوں کی شنوائی کے لئے ہندوستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ ایک عالی شان **داد محل** کی تعمیر کی جس کے دروازے بازار کے رُخ رکھے گئے اور جہاں ہر بیکس و بینوا بغیر چوب داروں اور دربانوں کی مزاحمت کے خود بادشاہ تک پہنچ سکتا۔ اس نے اپنی غریب رعایا کو قتل و خون اور جنگ و جدال سے بچانے کے لئے اپنی بتیس[۳۲] سال کی حکومت کے دوران میں کبھی لڑائی کا اقدام نہیں کیا۔

**محمد قلی اعظم** کی زندگی کے حالات اور اس کے عہد حکومت کے واقعات سے

دکن کی کوئی تاریخ خالی نہیں۔ اس ہستی کا نام جس نے حیدرآباد جیسا فرخندہ بنیاد شہر بسایا ہو دنیا کی تاریخ کے صفحات سے کبھی محو نہ ہو سکے گا یہ اس صاحب ذوق بادشاہ کی حسن نیت کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے کہ جس شہر کا اس نے سنگ بنیاد رکھا وہ آج تک آباد اور اس میں بسنے والے دل شاد ہیں۔ گزشتہ ساڑھے تین سو سال سے اس شہر کی زیب و زینت روز افزوں ترقی پر ہے۔ حضرت آصفجاہ اول نے اس کو مستحکم کیا اور اس کے اطراف فصیل کی تکمیل کی۔ حضرت آصفجاہ ثانی نے اس کو اورنگ آباد کی جگہ دولت آصفی کا پایۂ تخت قرار دیا۔ عظیم الشان خانوادۂ آصفی کے دوسرے فرماں روا بھی اپنے اپنے زمانہ میں اس کی زیب و زینت میں اضافہ کرتے رہے۔ اور اعہد حضرت **سلطان العلوم** آصف جاہ سابع میں یہ مسعود و مبارک شہر جنت ارضی کی شکل میں منتقل ہوتا جا رہا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ اس خوش قسمت بلدہ کا سنگ بنیاد جس علمی و ادبی فضا میں رکھا گیا تھا وہ کسی زمانہ میں بھی مفقود نہ ہونے پائی اور اب تو حضرت سلطان العلوم کی مسیحا نفسیوں نے اس کے اس امتیاز میں چار چاند لگا دئے ہیں اور اس طرح عہد حاضر میں محمد قلی قطب شاہ معانی کی یہ پریم نگری صحیح معنوں میں **مَدِینَۃُ العِلم** بن چکی ہے اور اس کی علمی و ادبی فضا معراج کمال کو پہنچ رہی ہے۔

محمد قلی کا اردو کلام پچاس ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ کوئی صنف سخن ایسی نہیں یا جس میں اس نے اپنا کمال نہ دکھایا ہو اور نہ کوئی ایسا موضوع ہو گا جس پر اس نے طبع آزمائی نہ کی ہو۔ قصیدے اور مثنویاں، مرثیے اور رباعیاں، غزلیں اور قطعات غرض ہر صنف سخن کے وافر نمونے محمد قلی اعظم کی کلیات میں موجود ہیں۔ عاشقانہ مضامین عارفانہ نکات، شاہی لوازم، درباری شان و شکوہ، محلات کی رنگینیاں، باغوں کی سرسبزی و شادابی کے ساتھ ساتھ اس عظیم الشان شاعر کے کلام میں غریبوں کی زندگی عوام کے معتقدات، عیدوں اور تہواروں، کھیل کود اور تماشوں، بازاروں اور بیوپاروں اور ہندوؤں اور مسلمانوں کے عام رسموں اور رواجوں کی جھلکیں بھی جگہ جگہ نظر سے گزرتی ہیں۔ اس نے ایسے ایسے موضوع پر بھی قلم اٹھایا ہے جن پر عام شاعروں کی نظر تک نہیں پڑتی وہ ایسی پتہ پتہ کی باتیں لکھ جاتا ہے کہ پڑھنے والے حیران رہ جاتے ہیں کہ اس قدر قدیم زمانہ میں ایک بادشاہ کا مشاہدہ اتنا وسیع اور گہرا کیسے ہو سکتا تھا۔ اسی لئے تو محمد قلی عرش آشیانی کا کلام الہامی سمجھا جا سکتا ہے۔ وہ ایسی ایسی خصوصیتوں کا بھی حامل ہے جو گزشتہ تین سو سال سے متروک رہیں اور اب پھر اردو ادب میں رواج پا رہی ہیں۔ نیچرل شاعری کے متعدد بیش بہا نمونے اس خزانہ میں موجود ہیں مستقل موضوعوں پر اس بادشاہ

شاعر نے سیکڑوں دلچسپ اور بلند پایہ نظمیں لکھیں۔ اس کی زبان میں ایسی شیرینی اور حلاوت ہے کہ اصل میں اگر کوئی زبان ہندوستانی کہلائی جا سکتی ہے تو وہ اس شاعر اعظم کی زبان ہے۔ اس میں نہ عربی و فارسی کا عنصر زیادہ ہے اور نہ سنسکرت کا اس کا اسلوب اتنا سادہ، سلیس اور رنگین ہے کہ ہر شخص اس کے کلام کو پڑھ کر محظوظ ہو سکتا ہے۔ اگر چند ایسے لفظ بدل دیئے جائیں جو اب اردو میں مستعمل نہیں ہیں یا جن کی شکلیں مرور ایام کے ساتھ بدلتی گئی ہیں تو پھر محمد قلی کا کلام باوجود تین سو پچاس برس قبل کی تخلیق ہونے کے مستقبل کی ہندوستانی شاعری کے لئے بہترین نمونہ کا کام دے سکتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عہد حاضر میں ہندوستان کے ارباب سیاست جس مشترک زبان کی تشکیل میں کوشاں ہیں اس کو صدیوں قبل ہی محمد قلی لکھ گیا ہے اور کوئی تعجب نہیں اگر اس بادشاہ شاعر کی بیش بہا کلیات کو مستقبل قریب میں ناگری حروف میں بھی منتقل کر لیا جائے جس طرح ایران میں فردوسی کی زبان اور خصوصیات کا احیا کیا جا رہا ہے۔ ہندوستان میں محمد قلی عرش آشیانی کی زبان اور شاعری پھر سے اپنی جگہ حاصل کر رہی ہے۔ اگر محمد قلی کے پیدا کردہ رجحانات شعر و سخن اور زبان و ادب کا نہج بعد کے زمانہ میں بھی جاری رہتا تو عہد حاضر میں اردو اور ہندی کا یہ افسوسناک جھگڑا پیدا ہی نہ ہو سکتا اور

آج اردو بلا شرکت غیرے تمام ہندوستان کی مشترکہ زبان ہوتی۔

اردو کے اس شاعرِ اعظم کی پیدائش ایک ایسے زمانہ میں ہوئی ہے جب کہ تمام ہندستان مسلمانوں کے زیر نگیں تھا اور یہاں کی اسلامی سلطنتیں اپنے تمدنی اور سیاسی عروج کو پہنچ چکی تھیں۔ فاتحوں کے کشور کشائی اور جنگ و جدال کے ولولے دب چکے تھے اور وہ اس مُلک کے باشندے بن کر ایک مشترکہ تہذیب و معاشرت کے بنانے میں سرگرم تھے۔ ہندستان کی سرزمین نے تاتاریوں، مغلوں، افغانیوں، ایرانیوں اور ترکوں کو اس طرح اپنا بنا لیا تھا کہ یہ پردیسی اس کو اپنا وطن سمجھنے لگے اور ہندستان سے باہر ان کے لئے کوئی موہنی باقی نہ رہی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ **محمد قلی** اور اس کے معاصرین **جلال الدین اکبر** بادشاہ اور **ابراہیم عادل شاہ** نورس ہندستانیت کی طرف اتنے مائل ہوئے کہ یہاں کی تہذیب و معاشرت تک اختیار کرلی اور ایک ہندلمانی (ہندو + مسلمان) ثقافت کے بانی ہوئے جو ان کی زندگیوں تک پورے عروج پر رہی۔

**محمد قلی** کا باپ گولکنڈہ کا مشہور تعمیر کار **ابراہیم قلی** تھا جس نے اپنا عنفوانِ شباب بیجانگر کی ہندو راج دھانی میں ایک شاہی پناہ گزین کی

حیثیت سے گذارا تھا۔ وہ اپنے باپ سلطان قلی قطب شاہ کے مارے جانے کے بعد سنہ ۹۵۰ھ (۱۵۴۳ء) میں اپنی جان بچا کر گولکنڈہ سے بھاگا اور اپنے ظالم بھائی جمشید قلی قطب شاہ کی وفات تک بیجانگر ہی میں رہا۔ آخر کار ۹۵۷ھ میں واپس آ کر گولکنڈہ پر قبضہ کیا اور قطب شاہی سلطنت کے استحکام میں تیئیس[۲۳] سال تک مصروف رہا۔ اس زمانہ میں اس نے تلنگانہ کے ہندوؤں کے ساتھ اتنے اچھے تعلقات پیدا کئے کہ وہ لوگ قطب شاہی سلطنت کو اپنی سلطنت اور گولکنڈہ کو اپنی راج دہانی سمجھنے لگے۔ خود تلنگی زبان میں اب تک ایسے کتبے اور کتابیں موجود ہیں جن میں ابراہیم کی تعریف کی گئی ہے اور اس کو تلنگی ادب اور شاعری کا سرپرست بتایا گیا ہے۔ کیا تعجب ہے کہ ابراہیم قلی خود بھی تلنگی سمجھتا اور بولتا ہو اور اس کا فرزند محمد قلی تو تلنگی کا ایک بہت بڑا شاعر بھی تھا۔

ابراہیم کی اس ہندو دوستی کے پیش نظر یہ امر قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی کی ماں بھاگ رتی ایک تلنگن ہی ہو جیسا کہ تاریخ ماہ نامہ میں لکھا ہے۔ موجودہ قطب شاہی تاریخیں اس بارے میں ساکت ہیں۔ افسوس ہے کہ مولف ماہ نامہ نے اپنا ماخذ نہیں بتایا۔ لیکن اتنا ضرور

یقینی ہے کہ اِس مبسوط تاریخ کے لکھنے وقت یعنے آصفی دور کے اوائل ہیں حیدرآباد میں متعدد ایسی قدیم تاریخیں اور معلومات کے ذریعے موجود تھے جو آج ناپید ہیں۔ کیونکہ **آصف جاہِ اول** اور **آصف جاہِ ثانی** کا زمانہ قطب شاہی عہد سے بالکل قریب تھا۔

ابراہیم قلی قطب شاہ نے بیجانگر کے قیام کے زمانے میں ہندوؤں سے اچھا خلا ملا پیدا کر لیا تھا اور کوئی تعجب نہیں اگر اُس کے محل میں مسلمان بیگمات کے ساتھ ہندو حرم بھی ہو۔ بہرحال ماہ نامہ کی اس روایت کے علاوہ خود محمد قلی کی طرز معاشرت اور تلنگی شاعری سے خیال پیدا ہوتا ہے کہ شاید اُس کی ماں بھاگ رتی ہی ہو۔ محمد قلی اپنے خاندان میں پہلا شخص تھا جس نے بالکل ہندوانی طرز کا لباس اختیار کیا اس کے آبا و اجداد محمد قلی، جمشید قلی، اور ابراہیم قلی تینوں کی تصویریں ایرانی اور ترکی لباس میں ملتی ہیں اور محمد قلی کی جتنی تصویریں بھی ملی ہیں سب میں ہندستانی لباس اور اوڑھنی موجود ہے۔

محمد قلی قطب شاہ ۹۷۳ھ میں پیدا ہوا۔ اور اپنے باپ کی وفات کے بعد ۹۸۸ھ میں صرف پندرہ سال کی عمر میں گولکنڈہ کے

تخت و تاج کا مالک بنا۔ ابتدا میں اس کو جنگ و جدل سے سابقہ پڑا کیونکہ جنگ تالیکوٹ کے بعد دکن کی مسلمان سلطنتیں خود آپس میں دست و گریباں ہو گئی تھیں اور سلطان ابراہیم اپنی مصلحت کوشیوں کے باوجود آخر عمر تک لڑائیوں میں مصروف رہا۔ محمد قلی قطب شاہ طبعاً صلح جو اور امن پسند واقع ہوا تھا۔ اس نے کشور ستانی اور معرکہ آرائی سے زیادہ صلح و آشتی اور بزم آرائی سے کام لیا ہے۔ اتفاق سے ابراہیم قطب شاہ کے ساتھ علی عادل شاہ کا بھی اسی زمانہ میں انتقال ہوا تھا جو بڑا جنگجو تھا۔ اور اس کا جانشین ابراہیم عادل شاہ نورس بھی محمد قلی کی طرح امن پسند اور علم و ادب کا دلدادہ تھا اس لئے دکن کی طوائف الملوکی رک گئی اور ان دونوں بادشاہوں نے دکن میں ایک مشترکہ تمدن کی تعمیر اور علوم و فنون کی ترقی میں بے حد حصہ لیا۔

**محمد قلی قطب شاہ کے سب سے بڑے کارنامے :۔**

۱ ۔ سلطنت قطب شاہیہ کا استحکام

۲ ۔ شہر حیدرآباد کی بنا ۔ اور

۳ ۔ اردو زبان و ادب کی سرپرستی ۔ ہیں ۔

اس کی زندگی کے واقعات اس قابل ہیں کہ ان پر ایک مبسوط کتاب لکھی جائے۔

اور اِن محدود صفحات میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ مختلف تاریخوں سے مواد اخذ کرکے اس بطل عظیم کی شایان شان سوانح حیات درج کی جائے۔ اسلئے ان صفحات میں صرف وہی معلومات پیش کی جائیں گی جو اس کے عظیم الشان کلیات کے مطالعہ سے حاصل ہوئی ہیں اور جو آئندہ اس کی سوانحعمری لکھنے اور قطب شاہی تاریخ کی تحقیق کرنے والوں کے لئے مفید اور اہم مواد کا کام دینگی۔

یہ اتفاق کی بات ہے کہ سلطان محمد قلی اپنی شاعری کے ذریعہ سے ایسی ایسی معلومات کو محفوظ کر گیا ہے جن کو قلمبند کرنا کسی مورخ کے بس کی بات نہ تھی۔ تاریخیں بالعموم خارجی حالات اور ظاہری واقعات پر زور دیتی ہیں۔ اور خاصکر ہماری فارسی تاریخیں اور تذکرے مطالب و معانی سے زیادہ الفاظ کے شان و شکوہ اور اسلوب کی رنگارنگی سے مالامال ہوتے ہیں۔ ہمارے مورخ بادشاہوں کو انسان سمجھکر نہیں دیکھتے۔ وہ زیادہ تر اُن کے شاہانہ جاہ و جلال یا سپہدانہ کر و فر کے قلمبند کرنے میں اپنی ساری قوتیں صرف کردیتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ کسی فرمانروا کے شاہی طمطراق، درباری رعب داب اور زرق برق لباس کے اندر ایک سچ مچ انسان کا دل متحرک ہے جو معمولی انسانوں کی طرح خوشی اور غم سے متاثر ہوتا ہے۔ جس کے سینہ میں سمندر کی

موجوں کی طرح جذبات متلاطم رہتے ہیں، اور جس کی گھریلو اور جذباتی زندگی بھی دوسرے انسانوں کی طرح ضرور قابل مطالعہ ہوتی ہے۔

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ نے اپنے کلام کے ذریعہ سے اپنی ذات اور اپنے عہد کے متعلق ایسا مواد چھوڑا ہے جو تاریخوں کی تمام نقائص اور کمی کی تلافی کر دیتا ہے۔

ہم آئندہ صفحات میں اس امر کی کوشش کریں گے کہ خود محمد قلی کے کلام کے ذریعہ سے اس کی حیات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے۔

---

(۳)

# نام اور تخلص

محمد قلی نے اپنے نام اور تخلصوں کو اپنے کلام میں جگہ جگہ اور طرح طرح سے استعمال کیا ہے۔ اس کو فخر تھا کہ وہ ازل سے **محمد** کا قلی یا غلام ہے۔ اور اسی غلامی کی وجہ سے وہ دنیا میں سُرخرو ہوا۔ اسی امتیاز اور فخر کے اظہار سے پورا کلیات بھرا پڑا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دوسرے بادشاہ اپنی سلطنت اور مال و دولت پر فخر کرتے ہیں لیکن میں صرف **محمد** کے نام اور اُن کا غلام ہونے پر فخر کرتا ہوں۔ کیونکہ محض اسی وجہ سے میں بچپن سے کامیاب ہوں اور آج ایک اقبال مند بادشاہ ہوں۔ اس کے چند شعر یہ ہیں ؎

بادشاہاں کرتے ہیں اپ مال پر جگ میں بڑائی ۔۔۔ مجھ محمد ناؤں تھے ہی تاج و دولت و خسروانی

اسم محمد تھے اہے جگ میں سو خاقانی مجھے ۔۔۔ بندۂ نبی کا جم اہے سہتی ہے سلطانی مجھے

محمد کی غلامی تھے محمد قطب شہ شہ ہے ۔۔۔ اسی برکت تھے دایم سب خراج کوں بلا دیتا

نبی کی غلامی میں ہیں قطب شہ ۔۔۔ صفت اس کے ہی ناؤں کی چاروں کھنڈ

محمدؐ کا غلامی منج خطاب سربلندی ہے

سورج کرناں سوں باندے سایہ باں ہم عیدؐ ہم نوروز

کرتا ہے شاہی قطب محمدؐ کے نانو تھے
نام سے
تو داس ہور ہیا ہی محمدؐ کے گھرا کا ہیں

اسی طرح کے چند مصرعے یہ ہیں ع

نبیؐ کا نانوں ہے تیرا محمد قطب شہ ناڈر

محمدؐ نانوں دل میں رکھ محبت سوں محمد توں

محمد بال پن تھے ہے محمدؐ کے غلاماں میں

سدا ہے داس محمد قلی محمدؐ کا

نبیؐ صدقے میں ہوں محمد غلام

تج محمد نانوں تھے سہتا ہے تاج احمدی

اپنے نام پر فخر کرنے اور اس کو باعث برکت سمجھنے کے ساتھ ہی اس کو اس بات کی بھی ہمت ہے کہ وہ ابراہیم (قلی قطب شاہ) کا تیسرا فرزند ہے اور جسطرح ابراہیمؑ کے فرزند اسمٰعیلؑ کی خدائے تعالیٰ نے نگہبانی کی اور قربان ہونے سے بچا لیا اسی طرح اس کو بھی ہر آفت و مصیبت سے بچا لیگا۔ چنانچہ عید قرباں کے موقع پر ایک نظم میں ابراہیمؑ کے فرزند ہونے اور محمدؐ کے ہم نام ہونیکی سعادتوں کو

اس حسن و خوبی سے بیان کیا ہے ؎

توں ابراہیم کا فرزند تجھے تج دوستاں سوں مل

جوں اسمٰعیل کوں حق پیار سوں دایم نگھہ واں ہے

جو کوئی تج سات یک چت نیں سو دشمن ہے محمد کا

جو دشمن ہے محمدؐ کا سدا خوار ہور (اور) پریشاں ہے

دوسرے شعر کے پہلے مصرعہ میں محمد سے خود یعنی محمد قلی مراد لیا ہے اور دوسرے مصرعے کے محمد سے آنحضرتؐ پیغمبر اسلام۔ یہ محمد قلی کا شاعرانہ کمال ہے۔

اصل نام کے علاوہ سلطان محمد قلی نے اپنے کلام میں اپنے نام کی وہ تمام شکلیں بطور تخلص قلمبند کر دی ہیں جو اس کی زندگی میں اس کے لئے مستعمل ہو سکتی تھیں۔ یہ ظاہر ہے کہ کسی شخص کو مخاطب کرنے والے مختلف حیثیتوں کے لوگ ہوتے ہیں اور ہر شخص کا طریقۂ تخاطب جداگانہ ہوتا ہے۔ بڑے اور بزرگ ایک طرح سے نام لیتے ہیں۔ برابر کے لوگ دوسری طرح سے پکارتے ہیں اور کم رتبہ کے لوگوں کا مخاطب کرنے کا طریقہ اور ہی ہوتا ہے۔ بے تکلف دوستوں اور معشوقوں کے طریقہ تخاطب کی نسبت تو کچھ لکھا ہی نہیں جا سکتا۔ بہر حال معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی نے ہر ایک کے طریقۂ تخاطب کا لحاظ رکھا اور جس جس

نام سے مختلف لوگ اس کو پکارتے تھے ان سب ناموں کو اپنے کلام میں تخلص کے طور پر لکھ ڈالا۔ شاید ہی کسی زبان کا کوئی شاعر ہو جس نے اپنے کلام میں اپنے نام یا تخلص کو اتنی طرح سے استعمال کیا ہے! کلیات محمد قلی میں حسب ذیل ۱۷ تخلص ملتے ہیں:۔

۱۔ محمد ۲۔ محمد شاہ ۳۔ محمد قلی ۴۔ محمد قطب ۵۔ قطب
۶۔ قطب زماں ۷۔ قطب شہ ۸۔ محمد قطب شہ ۹۔ محمد قطب شہ غازی
۱۰۔ محمد قطب شہ راجہ ۱۱۔ محمد قطب شہ سلطان ۱۲۔ قطب شہ نواب
۱۳۔ معانی ۱۴۔ قطب معنی ۱۵۔ قطب معنا ۱۶۔ قطب معانی
۱۷۔ ترکمان ۔

ان میں سب سے زیادہ معانی، قطب، قطب شہ اور ترکمان استعمال ہوئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سلطان محمد قلی نے اصل میں اردو شاعری کے لئے معانی، فارسی کے لئے قطب شہ، اور تلنگی کے لئے ترکمان تخلص اختیار کئے تھے۔ کیونکہ اسکے قدیم ترین اردو دیوان میں تقریباً ہر غزل کے مقطع میں معانی تخلص موجود ہے۔ فارسی دیوان چونکہ دستیاب نہیں ہوا اس لئے وثوق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے فارسی شاعری میں کونسا تخلص زیادہ استعمال کیا ہے۔ اسی طرح

تلنگی دیوان بھی دستیاب نہیں ہوا لیکن لفظ ترکمان چونکہ تلنگی ہے جس کے معنیٰ مسلمان کے ہیں اس لئے یقینی ہے کہ یہ لفظ تلنگی شاعری میں تخلص کے طور پر اختیار کیا گیا ہے۔ اگر ماہ نامہ کی روایت صحیح ہے کہ محمد قلی کی ماں بھاگ رتی تھی تو بہت ممکن ہے کہ یہ تلنگن مہ جبیں اپنے بچہ کو محبت سے ترکمان پکارتی ہو اور اس بچہ نے بڑا ہو کر اسی عرف کو تخلص قرار دے لیا۔ بہرحال فارسی اور تلنگی کے تخلص اُسوقت تک تحقیق طلب رہیں گے جب تک کہ سلطان محمد قلی کے فارسی اور تلنگی دیوان نہ مل جائیں۔

اردو کلام میں محمد قلی نے صرف آٹھ دس جگہوں پر لفظ ترکمان بطور تخلص استعمال کیا ہے۔ ایک نظم میں اپنے سہرا باندھنے کا ذکر کرتے ہوئے پہلے ایک شعر میں نام لکھا ہے اور آخری شعر یا مقطع میں تخلص۔ وہ شعر یہ ہیں ؎

محمد قطب شاہ راجہ اپن سر  محمد تانوں (نام) لے باندیا ہے سہرا
نبی صدقے سدا کہتا ترکماں  کہ مُنج سرتاج ہے حضرت امیرا[۴]

اور ایک نظم میں اسی طرح دونوں تخلص استعمال کئے ہیں ؎

بندا تمارا ترکماں تج داس ہے دونوں جہاں
منگتا سدا امن و اماں تمنا تھے (تم سے) قطبا یا علیؑ

میلاد النبی کی ایک نظم میں اپنا پورا لقب اور تخلص ترکماں ساتھ ساتھ استعمال کرتا ہے ؎

گنائے نبی کے جو مولود انداں   ہمایوں محمد قطب شہ ترکماں

دوسری مختلف نظموں اور غزلوں کے مقطعے یہ ہیں ؎

نبی صدقے ہے ترکماں داس امام   ہوا او جگت میں سوال و جواب

---

نبیؐ صدقے گنایا ہے ترکماں آج میزوانی   علیؑ صدقے سے دو جگ میں بلند اسکے ستائے ہیں

---

صدقے نبیؐ ترکماں جم راج کرتوں عیشاں

شاہ علی نبی تھے منگ تج شہی ولایا

---

جب نبی صدقے ہوا ہے داس قنبر کا قطب

دو جگت میں ہیں ترکماں لاقیت محمود کا

---

دوسرے تخلصوں اور خاصکر معانی اور قطب شہ کے متعلق تفصیلی بحث آئندہ ایک عنوان "کلیات کے نسخے" کے تحت درج ہے۔

(۴)

# تعلیم و تربیت اور عاشق مزاجی

معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی اپنے دوسرے بھائیوں سے تعلیم میں کم درجہ تھا۔ اس کے بڑے بھائی شاہ عبدالقادر کے متعلق وضاحت سے تو معلوم نہ ہو سکا اتنا ضرور معلوم ہے کہ وہ علم و فضل سے بہرہ ور تھا اور انہی خصوصیات کی وجہ سے بیدر کے مشہور و معزز مشائخ خاندان میں اس کی شادی کی گئی تھی۔ نیز وہ اپنے مذہبی تقدس کی وجہ سے شاہ صاحب کے عرف سے معروف تھا۔

محمد قلی کے دوسرے بھائی حسین قلی کی نسبت مورخین کی رائے ہے کہ:-

"بہ زیورِ علم و فضل آراستہ و از علم و حکمت بہرہ تمام داشت"

اس کے ایک اور بھائی عبدالفتاح کی نسبت مشہور ہے کہ وہ فن قرأت کا بڑا ماہر اور استاد تھا۔ لیکن محمد قلی کے علم و فضل کی تعریف کسی مورخ نے نہیں کی ہے اور چونکہ وہ بادشاہ ہو گیا تھا اس لئے صرف اتنا لکھ کر اس کو دوسروں پر ترجیح دی ہے کہ:-

"از برادراں بہ جمیع صفات صوری و معنوی ممتاز بود"

مورخوں کا یہ سکوت حق بجانب بھی تھا۔ کیونکہ محمد قلی بچپن ہی سے آزادہ رو اور
عاشق مزاج تھا اور بادشاہ ہونے کے بعد بھی بچپن کی طبیعت باقی تھی۔ وہ اپنے
کلام میں اپنی طبیعت کے اس انداز کے زبردست ثبوت چھوڑ گیا ہے۔ وہ
اپنے اشعار میں صاف صاف اس امر کا اعتراف کرتا ہے کہ میرے استاد مجھے
علم و ہنر کی تعلیم دینا چاہتے ہیں حالانکہ میں تو ازل سے عشق کے لئے پیدا کیا
گیا ہوں۔ اگر میں علم و ہنر سیکھنا بھی چاہوں تو علما مجھے کیا سکھائیں گے؟ میں نے
تو اپنے دل میں صرف اپنے معشوق کے نام کے حروف بٹھالئے ہیں۔ لوگ مجھے
اُمّی سمجھتے ہیں۔ میں اِس حد تک خود کو امی کہہ سکتا ہوں کہ تیرے اوصاف منہ زبانی
یاد نہیں رہے اور میرا قلم اُن کی وضاحت میں عاجز آ گیا۔ جب میں عشق عاشقی
کے مکتب ہی کے ذریعہ سے علم و کمال حاصل کر لینے لگا تو علما بھی کبھی کبھی میری
تعریف کرنے لگے۔

علما و فقہا خود حقیقی علم سے ناواقف ہیں وہ خود "ا" کے معنی نہیں جانتے
اور مجھ سے کہتے ہیں کہ ب پڑھو۔ علمِ عاشقی میں ا ہی کے معنی سمجھنا بہت
مشکل ہے۔ اور پھر ظاہری علم و فضل سے سوائے غرور و تمکنت کے حاصل ہی

کیا ہوتا ہے۔ عالم لوگ اپنی بغلوں میں کتابیں رکھ کر ان کے بل بوتے پر
غرور کرتے ہیں، حالانکہ ہمارے ہر مشام سے عشق عاشقی کی خوشبو مہکتی ہے۔
سچ تو یہ ہے کہ یہ علم اور یہ کتب ہر کسی سے نہیں پڑھی جاسکتیں۔ عالموں نے علم
عاشقی کی کٹھن راہیں دیکھ کر راہ فرار اختیار کی اور میں نے نہ صرف اس میں
کمال پیدا کیا بلکہ جذبۂ عشق میں کتابیں لکھ ڈالیں اور زندۂ جاوید ہوگیا۔ یہ
خیالات جن اشعار میں بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں :-

عالم منجے تعلیم کریں علم و ہنر کا ۔۔۔ لکھے ہیں ازل تھے ہمنا عشق قرارا

ازل تھے عشق کے پلڑے کے تئیں کئی منج یٹ
فقیہ و زاہداں میاں نے منجے کئے ہیں سراج

عالم مجے سکھائیں گے کیا آپتا علم ۔۔۔ وہ نانوں کے حروف ہمن دل میں ہیں کلام

میں اُمی کر گنتے ہیں سب امیاں تو علم میں
مو زبانی کا قلم تجہ وصف لکھ نا سک تھکیا

میں طفل ہو تمارے مکتب تھے علم بوجھیا ۔۔۔ تو دیوے عالماں سب شاباشی مجکوں گاہ گاہ

سب فقیہاں مل الف ناپڑک کہتے ہے پڑو
میرے دل کے شہر کوں دایم رکھے معمور توں

کہیں معانی کوں یعنو او عاقلاں سارے  ہجے پیرا پہ ابجد کے کرتے سر تھے یاد
پھر سے

عالم اپنے علم کا کرتے ہیں سب لوگاں میں لاف

تو نین کے جام کا ہے پیکے پڑتا او حدیث
تیرے

کرتے غروری اپنے بغل میں یو رکھ کتاب  وہ نہہ کا سو باس نکلتا ہے ہم مشام

یے علم ہور یے کتب ہور کس سے بوجھیا جائے تا

عالماں بیچارے دکھ کر اسکی تک میں رہی بھگیا
یہ اور یہ

عشق کی کتاباں کیا عشق سوں  قطب شہ نبی صدقے جاوید ہے

اور یہ سچ ہے کہ محمد قلی نے عشق عاشقی کے بیان میں دفتر کے دفتر لکھ ڈالے
کہا

اور ایسے ایسے مضامین بیان کئے کہ ان کی شرح کرنا آسان کام نہیں ہے۔

خود اس نے اِسکی بھی پیشین گوئی کر دی تھی کہ ؎

نہ لکھ سکے گا کنے شرح منج کتاباں کا
کوئی بھی میری

ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیوں اعجاز

(۵)

عشق عاشقی کی وجہ سے سلطان محمد قلی کو بچپن ہی سے شعر و شاعری سے بھی دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ جس کی بنا پر اس نے اردو اور فارسی شعرا کے کلام کا بھی مطالعہ کیا۔ یوں تو کلیات میں اکثر شاعروں کے نام نظر سے گذرتے ہیں لیکن اس کو سب سے زیادہ خواجہ حافظ کے کلام سے لگاؤ تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ انہی کے رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ خواجہ حافظ کی شاعری اس کی طبیعت کے مناسب تھی۔ اسی لئے وہ دیوانِ حافظ کا گویا حافظ تھا۔ غزلیات حافظ کے ترجموں کے علاوہ کلیات محمد قلی میں سیکڑوں شعر حافظ ہی کی طرز میں موجود ہیں۔

حافظ کے بعد کلیات محمد قلی میں انوری، خاقانی، نظامی، عنصری، ظہیر، محمود اور فیروز کے نام ملتے ہیں۔ افسوس ہے کہ محمد قلی کے طویل قصیدے اور مثنویاں دستیاب نہیں ہوئیں ورنہ یہ معلوم ہوتا کہ اس پر ایران کے کس

قصیدہ گو شاعر کا رنگ غالب ہے۔ اور مثنویوں میں اس نے کس کی تقلید کی ہے۔ البتہ ایک قصیدہ بسنت میں اس نے اپنے شعر کو خاقانی کا شعر قرار دیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاید وہ خاقانی کے رنگ کو پسند کرتا تھا وہ کہتا ہے کہ ؂

نزاکت شعر کے فن میں خدا بخشا ہے تو یوں تجکو    معانی شعر تیرا ہے کہ یا ہی شعر خاقانی

محمود اور فیروز گولکنڈہ ہی کے دو شاعر ہیں جن کا تذکرہ آئندہ آئیگا۔ ان شعرا کے کارناموں کے علاوہ محمد قلی نے فارسی بزمیہ مثنویوں کا بھی اپنے عشق و عاشقی کے سلسلہ میں مطالعہ کیا ہوگا کیونکہ شاہنامہ کے علاوہ وہ اکثر عشقیہ قصوں مثلاً لیلیٰ مجنوں، شیریں خسرو، یوسف زلیخا وغیرہ کا ذکر کرتا ہے اور یہ سب کلام اس نے علم حاصل کرنے کی خاطر نہیں پڑھا بلکہ اپنی شاعری کے شوق میں۔ اور شاعری کا یہ شوق محض عشق عاشقی کی خاطر تھا۔ کیونکہ وہ جگہ جگہ اس کا ذکر کرتا ہے اور اعتراف کرتا ہے کہ میں نے شعر گوئی میں جو کچھ ترقی کی یا شاعری میں کمال پیدا کیا وہ صرف اپنے معشوق کے حسن و خوبی کی تعریف و توصیف کرنے کے سلسلہ میں حاصل ہوا۔ حسینوں نے مجھے شعر گوئی کی طرف راغب کیا اور چونکہ بادشاہ ہونے کی وجہ سے زیادہ مہ جبینوں سے

سابقہ پڑتا تھا اس لئے شعرگوئی کے نئے نئے مہیجات اور اسباب پیدا ہوتے جاتے تھے۔ وہ خود کہتا ہے ؎

باتاں گہریاں نرملیاں واریا جو تیرے ناؤں پر
سوجائے کر اسمان پر ہر اک بچن تارا ہوا

تمہارے وصف کہتے تھے ہوا مج شعر نورانی
او شعراں کوں پڑیں سب شاعراں ہم عید ہم نوروز

ہوا سر تھے غزل کہتے ہوس اس پوتلی خاطر
رتن ہے شعر بوجھو جو ہریاں ہم عید و ہم نوروز

لکھیا تج ناؤں دل میں جب ہوا مقصود جیو کا تب
تدھاں تھے شعر میرا سب ہوا ہے گوہر رنگیں

شعر معانی ان بندے موتی ہیں جگ میں حسن کے
ہر وے صدف موتی جمیا اپ وار تیرے نام پر

یہ تو شاعری میں کمال حاصل کرنے کے اسباب تھے۔ اب وہ اپنی عشق عاشقی کا اثر اپنی شاعری پر ظاہر کرتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ اس کا درد دل اس کے اشعار میں بھی نمایاں رہتا ہے اگرچہ محبت کا میٹھا میٹھا درد عاشقوں کو اپنی جان سے

زیادہ عزیز ہوتا ہے لیکن بے صبری اور اضطراب بھی تو عشق ہی کی خصوصیتیں ہیں جن کی وجہ سے ہر گھڑی عاشق کے داغہائے سینہ پر نمک پاشی ہوتی رہتی ہے۔ تاہم عاشق کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اپنی زبان سے کوئی سخن تلخ نہ نکلے اسی وجہ سے اس کے کلام میں لوچ اور شیرینی پیدا ہونے لگتی ہے۔ عشقیہ شاعری کی سب سے بڑی خصوصیت اس کی سادگی اور شیرینی ہی ہے۔ اور یہ دونوں خصوصیتیں محمد قلی کے کلام میں نمایاں ہیں وہ اپنی اس خصوصیت کا ذکر یوں کرتا ہے ؎

جے (جو) چاکھے کہے ہے نمک سوں شکر — معانی کے باتاں تھے (سے) جھڑتا نمک

دسے (دیکھے) سب شعر میں میٹھائی افزوں — معانی کے بچن تے (سے) پنجے (آگئے) تا بات

لے معانی سے کے بولاں دھرتے ہیں شکر و لیکن

بات تیری پھول (کی طرح) تمنے اس نمک شکر خداداد

(۶)

# تصوّف و عرفاں اور حافظؔ کا اثر

عشق عاشقی کے سلسلہ میں سلطان محمد قلی نے جہاں شاعری میں کمال حاصل کیا ساتھ ہی تصوف کا بھی چسکہ پیدا کر لیا۔ اس کی فطری آزادہ روی اور ظاہر پرستی کے تنفر نے اس کو واقعی ایک پختہ کار صوفی مشرب بنا دیا تھا۔ سمجھا جاتا ہے کہ عشق مجازی عشق حقیقی کا زینہ ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو ہمارے خیال میں سلطان محمد قلی سب سے زیادہ عشق حقیقی کے مراتب حاصل کرنے کا مستحق تھا، کیونکہ اس کی ساری زندگی عشق مجازی کی رنگ رلیوں اور طے منازل میں گذری۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے بعض شعر واقعی صوفیانہ شاعری کی بہترین مثال کے طور پر پیش کئے جا سکتے ہیں، اگرچہ محمد قلی قطب شاہ کی صوفیانہ شاعری بجائے خود ایک جداگانہ مضمون کا موضوع بن سکتی ہے لیکن یہاں اس کے صرف چند ایسے اشعار کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن میں اس نے صاف صاف تصوف کے مضامین باندھے اور

اپنے صوفی صافی ہونے کا ادعا کیا ہے۔

وہ کہتا ہے کہ میرے عشق مجازی کو دیکھ کر نقاش ازل نے مجھ پر رحم کیا۔ مجھے استاد نے ایک اور ہی تعلیم دی۔ اور میں نے کچھ دیکھ کر زنار باندھا ہے میرے دل میں جو درد ہے اس کو اغیار نہیں سمجھ سکتے۔ میں اپنے عشق حقیقی کو کب تک چھپاؤں جب کہ منصور سا عاشق بھی اس کو چھپا نہ سکا۔ اگرچہ تجھے ہر آنکھ نہیں دیکھ سکتی لیکن دیکھنے والوں کے لئے دنیا تیرے حسن کا ایک عکس نظر آتی ہے۔ اس دنیا کو حکما اپنے علم و فضل و حکمت کے زور سے نہیں سمجھ سکتے اس لئے اب کو سمجھنے کی کوشش کرنے کی بجائے پیا کے نام کا ترانۂ عشق گانا بہتر ہے۔ کیونکہ جو لوگ دنیا کی طرف سے توجہ ہٹا کر راست خدا کا راستہ پکڑتے ہیں وہی خوش قسمت ہیں۔ میں تیری خاطر سب مذہبوں کا بھیس اختیار کر کے دیکھتا ہوں کہ شاید تو کسی طرح میرا ہو جائے۔ کوئی مجھے قبلہ کا سچا راستہ نہیں دکھاتا اس لئے میں چاروں طرف قبلہ سمجھتا ہوں تیرے ہی لئے ہندو اور مسلمان سب کوشاں ہیں اگرچہ تیرا بازار گرم ہے لیکن یہ نہیں معلوم کہ تو کس طریقہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ میں نے عشق میں "جیت" حاصل کی ہے تو وہ خام ہے۔ عشق میں کامیابی کا اعلان کرنے کی جگہ

محبت میں پختگی حاصل کرنی چاہئے اور جو اپنے عشق کو کامل کر لیتا ہے وہی غنی ہے اور وہ دنیا میں کسی چیز کا محتاج نہیں رہتا کیونکہ وہ اصل تک پہنچ جاتا ہے۔ قطب شاہ نے نبی کے صدقے میں محبت کی تکمیل کر لی اور اسکو محبت کی وجہ سے بقا کا پیالہ پینا نصیب ہوا۔ اب اس کو فنا نہیں۔ اس نے عشق و مستی کے عالم میں ایسی کتابیں لکھیں جن کی وجہ سے وہ زندۂ جاوید ہو گیا اور یہ کتابیں چونکہ عام عالموں کی کتابوں کی طرح نہیں ہیں اس لئے ان کی شرح کوئی نہیں لکھ سکیگا۔ اس قسم کے مضامین سے اس کا دیوان معمور ہے۔ ہم یہاں صرف چند اشعار جگہ جگہ سے نقل کرتے ہیں ؎

قطب دل کے صحیفے پر اول تیرا لکھیا صورت
کیا منج پر کرم آخر دیا سوں وو اول نقاش

معانی اس تمیں کیا بوجھیں اے میخوار ال — تماری بزم میں کرتا ہے شمع بات مجاز
سکی کا حسن کیتا جذب مولود — اسی تے مج ہے مجذوباں سو آنند
معانی کوں تمن غمزیاں تھی نیں ہوش — پنجل صوفی بندا ہے نار کھو رنج
دیا استاد منج تعلیم کچھ ہور — ہمیں کچھ دیکھ کر باندھی ہیں زنار
درد جانے حکیم خوب دانا — ہمارا درد کیا بوجھیں گے اغیار

عشق کے منارے اوپر چڑھو دل سوں | معانی کہے بانگ اللہ اکبر

میں فاش کیوں نا ہوں سکی تجہ عشق تھے دو جگ میہے | منصور سا عاشق ہوا اگر سو تیرے اسرار فاش

دیکھے نہیں کوئی نین تج توں سب نین تھے ہے چھپیا | تیرے سو نیکے حسن کا دستا ہے سنسار نقش

ذرے سکل جگ بھر رہیں تجہ عشق کے رے گو دوں | تو نور تھے ذرہ معانی ظاہر ہے انوار سوں

معشوق ہور عاشق ہیں مل کے دونوں ہیں | نا آ دو تن ہمن منے تیرا ہے رنگ یس

دنیا کا حکمت نا بوجھیں ہرگز حکیماں علم سوں | گاؤ ترانہ عشق کا ہر دم پیا کے نام پر

دنیا کو ہیچ کرے جو کوئی خدا کی باٹ پکڑے ہیں | او نوا فضل میں یاریاں ہیں ان کا یے بدل طالع

سب یہاں کی بھیس لیجاتا ہوا اس سوں ہیٹنے | دل دیتے نیں ہے منج تو دلدار پکڑے ہور روش

قبلہ کا یہ تھہ نہ کوئی دکھاؤ باج | منج کوں چو سر نماز یک قرار

تجہ دیکھکر بھولے ہیں سب کافر و مسلماں | نا جانوں دنیا کیا ہے اس کا ہے گرم بازار

جہاں تو واں ہوں میں پیارے منجے کیا کام کس سوں | نہ بت خانہ کا منج پروا نہ مسجد کا خبر منجکوں

جنت ہو دوزخ ہور اعراف کچ نیں ہے مرے لیکھے | جدھر توں واں مرا جنت جدھر نیں واں سقر منجکو

جنت کوں ہور دوزخ کوں سو مسجد بت خانہ کیا | کسے نا جانوں میں معلوم نیں کوئی تج بغیر منجکوں

معانی عشق جیتا ہوں کر نہ کہہ | جنے عشق جیتا کہے او ہے خام

جنے کامل کیا ہے پیم اپنا | غنی ہے دو جگت میں نیں وو محتاج

نبیؐ صدقے فنا نا جانے قطبا — محبت میں بقا پیالہ پیا ہے

عشق کی کتاباں کہا عشق سوں — قطب شہ نبیؐ صدقے جاوید ہے

نہ لکھ سکیگا کنے شرح منج کتاباں کا — ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیوں اعجاز

ان متفرق اشعار کے علاوہ محمد قلی کی متعدد غزلیں بالجملہ صوفیانہ مضامین پر مشتمل ہیں۔ مثال کے طور پر اس کی غزل نمبر ۲۴۰ (صفحہ ۲۳۷) ملاحظہ کیجا سکتی ہے جس کا مقطع ہے :۔

عشق سوں علیؑ لیا غزل حضرت نبیؐ صدقے قطب — صافی کے اوصاف میں لکھے صوفی کی شرب منجے

محمد قلی کے کلام میں تصوف کی چاشنی پیدا ہونے کا ایک اور سبب خواجہ حافظ شیرازی کا مطالعہ اس کی شاعری کی تقلید اور اردو ترجمہ کی کوشش ہے۔ محمد قلی کی شاعری پر سب سے زیادہ حافظ کا رنگ مسلط ہے۔ اس نے سیکڑوں غزلیں اسی رنگ میں لکھیں اور حافظ کی پچاسوں غزلوں کا اردو میں ترجمہ کیا۔ اور یہ ترجمہ نہایت کامیاب سمجھا جا سکتا ہے، جب یہ خیال پیش نظر رہتا ہے کہ اس زمانہ میں اردو کو اتنی وسعت اور پختگی حاصل نہیں ہوی تھی جتنی اب ہے۔ لیکن یہ محمد قلی کی زبردست شاعرانہ قوت اور غیر معمولی موزونی طبع کی دلیل ہے کہ اس نے حافظ کے جملہ مشکل سے مشکل مضامین کو اردو میں

منتقل کر لیا۔ وہ حافظ کا پہلا مترجم ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حافظ کے رنگ کو جس خوبی سے اس نے اپنے کلام میں نبھایا ہے شاید ہی اردو کے کسی اور شاعر کو یہ سعادت نصیب ہوئی ہو۔ آخر میں مثال کے طور پر ہم حافظ کی چار غزلیں اور ان کے ترجمے ایک دوسرے کے مقابل پیش کرتے ہیں تاکہ اندازہ ہو سکے کہ محمد قلی نے کتنے قدیم زمانہ میں کیسے کامیاب ترجمے کئے تھے:۔

## حافظ

بعزم توبہ سحر گفتم استخارہ کنم
بہار توبہ شکن می رسد چہ چارہ کنم
سخن درست بگویم نمے توانم دید
کہ میخورند حریفاں و من نظارہ کنم
ز روی دوست مرا چوں گل مراد شگفت
حوالہ سر دشمن بسنگ خارہ کنم
گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی بیں
کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم

## محمد قلی

منگیا جو توبہ کے تئیں صبح استخارہ کروں
ہنگام توبہ توڑن آیا کیا میں چارہ کروں
درست بات کتا ہوں نہ جاسے منجہ تے دیکھیا
شراب پیوں حریفاں و میں نظارہ کروں
سجن کے مکھ تے کھلے ہیں امید پھول مرے
ونڈے کے سر کوں پتھر پٹ پھاڑ پارہ کروں
شراب خانہ کا مسکیں ہوں دیکھ مستی میں
کہ لاڑ انبر پہ کروں حکم تل سو تارہ کروں

## حافظ

مرا کہ نیست رہ و رسم لقمہ پرہیزی
چرا مذمت رندِ شراب خوارہ کنم
بہ تختِ گل بنشانم بتی چو سلطانی
ز سنبل و سمنش ساز طوق و یارہ کنم

## محمد قلی

جو منج میں نیں اہیں پرہیزگاری کے کاماں
شرابخور کوں اہانت سوں کیوں اشارہ کروں
پھولاں کے تخت پہ بیلاؤ میرے سلطاں کوں
سنبل سمن کوں گلے ہانس کر سنگارہ کروں

(۲)

گل بے رُخِ یار خوش نباشد
بے بادہ بہار خوش نباشد
طرف چمن و طواف بُستاں
بے لالہ عذار خوش نباشد
رقصیدن سرو و حالت گل
بے صوتِ ہزار خوش نباشد
با یار شکر لب گل اندام
بے بوس و کنار خوش نباشد

پھُول بن رخ یار خوش نہ دیسے
بن مد پھلی جھاڑ خوش نہ دیسے
گشت چمن و ہوائے کلیاں
بن پیالہ کنار خوش نہ دیسے
ناچے و ناسرداب سو حالت
بن نادھزار خوش نہ دیسے
مو یار شکر لب و چنپا رنگ
بن چُمن یار خوش نہ دیسے

## حافظ

(۳)

یوسف گم گشتہ باز آید بہ کنعاں غم مخور
کلبۂ احزاں شود روزی گلستاں غم مخور

اے دلِ غم دیدہ حالت بہ شود دل بد مکن
ویں سرِ شوریدہ باز آید بساماں غم مخور

گر بہار عمر باشد باز بر تخت چمن
چتر گل بر سر کشی اے مرغ شب خواں غم مخور

ہاں مشو نومید چوں واقف نۂ از سرِ غیب
باشد اندر پردہ بازیہائے پنہاں غم مخور

در بیاباں گر ز شوق کعبہ خواہی زد قدم
سرزنش ہا گر کند خار مغیلاں غم مخور

اے دل از سیل فنا بنیاد ہستی بر کند
چوں ترا نوح است کشتی باں ز طوفاں غم مخور

گرچہ منزل بس خطرناک است و مقصد ناپدید

## محمد قلی

یوسف گم سو پھر آگا اب بہ کنعاں غم نہ کھا
گھر ترا امید کا ہوگا گلستاں غم نہ کھا

اے ہیا نیہ دکھ دکھیا سو خوب ہوگا حال تجھ (دل)
من کا چنتا ہویگا پھر آکہ جاناں غم نہ کھا

جم بہار عمر تج ہے پھر کہ آگا باغ میں
چتر پھل کا کھلک رنگیں مرغ خوشخواں غم نہ کھا

ہاں تو نا امید تا ہو کوئی نہ جانے سرِ غیب
کیا اچھیگا پردہ او کھیل کھیلیاں غم نہ کھا

او جنگل میں شوق سوں اب کعبہ خاطر رکھ قدم
تج اگر بولیں چبیں کانٹے مغیلاں غم نہ کھا

اے ہیا یو جاں تھی ناڈر من کا بھاتا ہویگا
تو تجھے ہی نوح کشتی بان طوفاں غم نہ کھا

باٹ تیرا دور اگر ہے عشق نینھ دکھلائیگا (راہ)

### حافظ

ہیچ راہی نیست کاں را نیست پایاں غم مخور
حال ما در فرقت جاناں و ابرام رقیب
جملہ می داند خدائے حال گرداں غم مخور
حافظا در کنج فقر و خلوت شبہائے تار
تا بود وردت دعا و درس قرآں غم مخور

### محمد قلی

شاہِ رایاں توں ہی رایاں ہیں رایاں غم نہ کھا
حال میرا دوری ناداں ہور کوپ رقیب
سب توں بوجھیا ہی خدا ہو شاہ مرداں غم نہ کھا
قطب شہ اس کنج فکر و خلوت دینی منے
تا اچھے وردِ دعا و درس قرآں غم نہ کھا

(۴)

(دو نسخے)

### حافظ

آنکس کہ بدست جام دارد
سلطانی جم مدام دارد
آبی کہ خضر حیات ازو یافت
در میکدہ جو کہ جام دارد
بر سینہ ریش دردمنداں
لعلت نمکی تمام دارد

### محمد قلی

جے کو کہ ہتیلی جام لیتا
سلطانی جسم مدام لیتا
پانی کہ خضر حیات پایا
مد گھر تھے .... جام لیتا
مو سینہ داغ درد دوکھوں
روپوں نمکی تمام لیتا

### محمد قلی

جے کو کہ ہتا میں جام لیئے
سلطانی جم مدام کیئے
پانی کہ خضر حیات پایا
مد گھر تھے تمک سو جام پیئے
مو سینہ داغ درد دوکھوں
تج مکھ نمکی تمام دیئے

### حافظ

بیرون ز لب تو ساقیا نیست
در دور کسے کہ کام دارد
نرگس ہمہ شیوہ ہائے مستی
از چشم خوش تو وام دارد
ذکر رخ و زلف تو دلم را
دردیست کہ صبح و شام دارد
در چاہ ذقن چو حافظ ایجان
حسن تو دو صد غلام دارد

### محمد قلی

یا ہر تو ادہر تھے ساقیا تا
اس دور کنے کہ کام لییا
لوچن ترے شیوہ ہائے مستی
ادو دشت چنچل تے وام لییا
ذکر مکھ و زلف تج ہمن دل
پوجن سو صبح و شام لییا
او چاہ ٹھڈی معانی کی جان
تو حسن دو سو غلام لییا

### محمد قلی

یا ہر تو ادہر تے ساقیا تا
اس دور منے کوئی کام جھی ئے
لوچن ترے شیوہ ہائے مستی
ادو دشت چنچل تے وام لی ئے
ذکر مکھ و زلف تج ہمن دل
پوجن تھے صبح و شام جی ئے
او چاہ ٹھڈی معانی کی جان
تو حسن دو سو غلام کی ئے

(۷)

# کمالِ سُخن اور شاعرانہ تعلّی

موزونیِ طبع، قوتِ مشاہدہ، بلندیِ تخیّل اور مسلسل مشق، وہ خوبیاں ہیں
جو کسی شاعر کو عروجِ کمال تک پہنچانے کی ضامن ہوتی ہیں۔ اور خوش قسمتی
سے محمد قلی میں یہ سب اور ان سے زیادہ خوبیاں جمع ہو گئی تھیں۔ اس کا
دربار بڑے بڑے شاعروں سے معمور تھا۔ اس میں مشاہدہ اور تخیّل کی کمی نہ تھی
اور ان سب سے بڑھکر عیش و عشرت کی زندگی نے اس کی شاعری کے پروان
چڑھنے میں مدد دی۔ مے و معشوق کے ساتھ نغمہ بھی ضروری ہے اور اسی نغمہ
کی خاطر اس نے بہت سی نظمیں اور غزلیں لکھ ڈالیں۔ اس کے اشعار میں
اس امر کے صاف صاف اشارے موجود ہیں کہ اس کا کلام اس کے دربار اور
حرم سراؤں میں شوق سے گایا جاتا تھا۔ اور اس کے درباری شاعروں اور صاحب
ذوق امیروں کے علاوہ، رقاصانِ بزم اور مہ جبینانِ حرم بھی اس کو خوش
کرنے اور اس کے فیضان سے لطف اندوز ہونے کی خاطر اس کا کلام دست بدست

لکھ لیتے اور گاتے رہتے تھے۔ شاعر اسی کے کلام کا دم بھرتے اور اس کی تقلید میں یا اُسی کی زمینوں میں غزلیں لکھنے کی کوشش کرتے۔ یہ سب امور خود اس کے اشعار سے ظاہر ہوتے ہیں جو آئندہ صفحہ پر پیش کئے جا رہے ہیں۔

ان حالات کے پیش نظر ضروری تھا کہ وہ روز کچھ نہ کچھ کہتا۔ ضرورت ہمیشہ ایجاد کا باعث رہی ہے۔ اور محمد قلی نے اپنے ماحول کو اپنے کلام کا اتنا حاجت مند بنا دیا تھا کہ اس کو ہر روز شعر و سخن سے دلچسپی لینا پڑتا۔ وہ ایک شعر میں کہتا ہے کہ

قطب شہ ہر روز اُسی طرح بے تکلف شعر کہتا ہے جس طرح دریا میں روز موجیں اٹھتی ہیں لیکن نہ تو دریا کی روانی میں فرق آتا ہے اور نہ موجوں کا طوفان کم ہوتا ہے۔ اس کا شعر ہے ؎

صدقے نبیؐ قطب شہ یوں شعر بولے ہر دن
دریا کو روز جوں ہے موجاب کا طلوع

اس روزانہ کی مسلسل مشق نے اگر محمد قلی کو ایک بلند پایہ شاعر بنا دیا تو کون تعجب کی بات ہے۔ یہ تو اردو زبان کی خوش قسمتی تھی کہ محمد قلی جیسا بادشاہ اسکی سرپرستی میں رات اور دن منہمک ہو گیا۔

اس کے کلام میں شیرینی اور سادگی پیدا ہو جانے کا سبب پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ یہی شیرینی اور سادگی اس کی مقبولیت عامہ کا بہت بڑا باعث تھی۔ یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ محض بادشاہ ہونے کی وجہ سے اس کے زمانہ کے لوگوں نے اس کے کلام کی غیر معمولی قدر و منزلت کی۔ اسلوب کی فطری شیرینی کے علاوہ ایک اور سبب اس کی شاعری کی مقبولیت کا خود محمد قلی کی نظر میں موجود تھا اور وہ مذہبی موضوعوں پر شعر لکھنا ہے۔ عشق عاشقی کے بعض نہایت عریاں مضامین کے ساتھ صوفیانہ مسائل کی ترجمانی اور خاص کر نبیؐ و آلِ نبیؐ کی مدحت و منقبت میں محمد قلی نے جو کمال حاصل کیا ہے وہ اردو شاعروں میں اسی کے لئے مخصوص ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ وہ کس طرح ہر رنگ میں اعلیٰ درجہ کی شاعری کر سکتا تھا۔ اس کی معاملہ بندی دیکھنے کے بعد یہ خیال تک نہیں پیدا ہوتا کہ ایسا رند مشرب اور بے باک آزاد رو شاعر بیسیوں پاک مذہبی نظمیں بھی لکھ سکے گا اور بزرگوں کی مدح سرائی کے وقت اتنا محتاط اور جوشِ عقیدت سے لبریز ہو جائے گا۔ اس خوبی کی وجہ سے بھی اس کی شاعری کو غیر معمولی مقبولیت اور وسعت حاصل ہو گئی اور خود اس کو بھی اس اہمیت کا احساس ہے ؎

سدا تو مدح نبیؐ و علیؑ کی کہتا ہے      قطب شہ شعر ترا تو لکھے ہیں وست بدست (تبہی)

شعر تیرا معانی صدقے نبی        لکھ لیتے ہاتے ہات گاتے پلات
(پلاتے)

صدقے نبی قطب زماں عیسی نمن بولے بچن        چوندھر تھے جیون کے بدل عالم اُپر چھاویں بیت
(کیطرح)        (بادل)

نبی صدقے کہا ہے قطب میعت کا غزل روشن
کہ اس کی تازگی ہور روشنی تھے ہے جہاں روشن
(اور)

شاعراں پڑتے معانی شعر لیک        شعر حضرت کی ناچ پر پڑتا ہوں
(لیکن)

محمد صدقے قطبا کی غزل سوری کی پوری سُن
سکیاں متیاں ہویاں لیو جو شرابا پی غیوراں کے

سبھی راگاں محمد قطب شہ کوں جم سہائے تھے        نبی دولت شعر میرا شکر نمنے جگاتی ہے
(کیطرح)

محمد قلی بھی اکثر باکمالوں کی طرح اپنے کمال کی قدر و منزلت چاہتا ہے لیکن وہ خود بادشاہ تھا اور دوسرے باکمالوں کی قدر و منزلت کرتا تھا اسلئے وہ اپنی قدر و منزلت میں زر و جواہر کی جگہ سچی تعریف و تنقید مانگتا ہے۔ وہ اپنے کلام کے سچے خریداروں کا خواہشمند ہے اور کہتا ہے کہ دو گھڑے موتیوں سے میرا ایک دُردانہ زیادہ قیمتی ہے۔ اس کی قدر و قیمت معمولی شاعر اور سخن فہم نہیں کر سکتے۔ اگرچہ وہ ایک بڑا بادشاہ تھا لیکن شاعر بھی بہت بڑا تھا اس لئے بادشاہت اس کو شاعرانہ فخر و تعلی سے محروم نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے اپنی

نزاکت بیانی، جدت آفرینی، جودت طبع، اور استادی و صاحب کمالی کا اکثر شعروں میں دعویٰ کیا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا دعویٰ بہت کچھ حق بجانب بھی تھا۔ اس قبیل کے چند شعر یہ ہیں ؎

رتن قطبا کے ہیں نرمول نہیں کس شہر میں مول اس
لیکر آوؤں جو بکھرا ہوئے اس کا شہر حیدر میں

معانی کے پرکھنے پر ہنساں کیا کام کرتے ہیں
نکو لیا دو کھڑوں موتی، مو یک دردانہ ہے یا عش

شعر تیرا در و گوہر ہے معانی سب میں
شعر حافظ کے سراو پر اہے تاج پرویز

نبی صدقے قطب کو ندیا بچن اچھے ثریا سے
فلک پر یو غزل سن سن کے ہووے مشتری بیہوش

یا تاں کی یہ نزاکت ہیں شاعراں نہ بوجھیں
دیتا خدا قطب کوں گفتار کا متاع

قطب شہ نبی صدقے آپی کیا ہے
نوا طرح جگ میں بچن کوں مرصع

نبی صدقے قطب کے شعر کی بحراں میں سب بازی
اگرچہ شاعراں باندے ہیں شعراں لے کے بحوراں میں

کرتے ہیں دعوے شعر کے سب اپنی طبع سوں
بخشیا فصیح شعر معانی کے تیں خدا

یہ واقعہ ہے کہ محمد قلی قطب شاہ نے اردو شاعری کو بالکل نئی طرح سے مرصع کر دیا ہے اس سے قبل زیادہ تر مذہبی نظمیں لکھی جاتی تھیں۔ اس نے ہر قسم کے موضوعوں پر پوری قدرت کے ساتھ طبع آزمائی کی اور اردو شاعروں کے لئے

نئے نئے میدان عمل پیدا کر گیا۔ ابھی ایک شعر میں اس نے اپنے اشعار کو حافظ کے اشعار پر ترجیح دی ہے لیکن وہ اس پر قانع نہیں ہے۔ وہ آگے بڑھ کر عام دعویٰ استادی کرتا ہے اور خود کو نہ صرف اپنے زمانہ کے شاعروں کا استاد بلکہ خاقانی و نظامی کا بھی استاد سمجھتا ہے۔ وہ کہتا ہے ؎

قطبِ زماں سب شاعراں کا شعر میں شاگرد ہے ‌ ‌ صدقے نبیؐ پایا دیا کمر جیوں لشکریاں میں لشکری

خاقانی و نظامی کا قطب شہ ہے شاگرد[1] جس طرح

شہناے کی کہانیاں ہر تھے سناتی منجکوں

ایک قصیدے میں اس نے خود کو اپنے زمانہ کا انوری قرار دیا ہے اور پھر سے مجھے مختلف جگہوں پر اپنے زمانہ کا شاعر یعنے شاعرِ دوراں لکھا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ وہ اپنے زمانہ کا سچا شاعر تھا۔ کیونکہ اس نے اپنے عہد کی جتنی صحیح اور کامل ترجمانی کی ہے اس دور کے کسی شاعر نے نہیں کی۔

---

[1] شاگرد کے لفظی معنی شاہ کے گرد رہنے والے۔ اس لفظ سے استاد کا مفہوم لیا جاتا تھا۔

(۸)

# عیش و عشرت کی فراوانی

سلاطین قطب شاہیہ میں محمد قلی قطب شاہ ہی ایک ایسا بادشاہ ہے جس کا زمانہ زیادہ سے زیادہ امن و امان اور راحت و آرام سے گذرا۔ اور جس نے اپنی تمام زندگی عیش و عشرت اور بہجت و کامرانی میں گذار دی مغل مورخوں نے قطب شاہیوں کے آخری یادگار ابو الحسن تانا شاہ کو بدنام کرنے اور شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی فتوحات کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے تانا شاہ کو بڑا عیاش اور رند بدمست مشہور کر رکھا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ سلطان محمد قلی کو عیاشی کے جو موقعے حاصل ہوئے تانا شاہ کو ان کا عشرِ عشیر بھی نصیب نہ ہو سکتا تھا۔

محمد قلی نے بچپن سے محل کے ناز و نعم میں پرورش پائی اور اگر وہ بھاگ متی والا قصہ صحیح ہے (جس کی رو سے بھاگ متی کی خاطر اس نے زبردست طغیانی

کے باوجود رود موسیٰ میں اپنا گھوڑا ڈال دیا اور بعد کو اس جرأت کی پاداش میں
محل سرا میں نظر بند کر دیا گیا اور وہاں کئی ملک کی حسین دوشیزاؤں کو اس کے ساتھ
چھوڑ دیا گیا تاکہ اس کا دل بہلائیں اور رقاصہ چھلیم کا خیال اس کے دل سے
دور کر دیں) تو ظاہر ہے کہ عنفوان شباب کے ساتھ ہی وہ مہ جبینوں کے
ماحول میں رہنے لگا جن میں سے ہر ایک اس پر جان و دل فدا کرنے تیار تھی۔

اس حسین و رنگین ماحول کے ثبوت خود محمد قلی کے کلام سے بھی دستیاب
ہوتے ہیں۔ ہر تقریب میں اس کے اطراف خوبرویوں کا جمگھٹا رہتا اور رمضان
اور محرم کے مہینوں کے سوا اس کی زندگی کے بہت کم لمحے ایسے ہوں گے جب
شاہد و شراب و نغمہ اس سے دور رہتے ہوں۔ اتنا ضرور ہے کہ رمضان اور
محرم میں وہ شراب قطعاً ترک کر دیتا تھا اور عیش و عشرت چھوڑ کر ایسا زاہد
مرتاض اور متقی و پرہیزگار بن جاتا تھا کہ اس کے رندِ شاہد باز ہونے پر شاید شبہ
ہونے لگتا۔ یہ اس کی طبیعت کا استقلال اور تربیت کی خوبی تھی۔

بھاگ متی کے متعلق تفصیل سے آئندہ لکھا جائے گا لیکن اس کے علاوہ
سلطان محمد قلی کی بیسیوں اور معشوقائیں تھیں جن میں سے حسب ذیل کے نام یا
عرف اس کے کلیات میں بار بار دستیاب ہوتے ہیں:۔

(۱) ننھی (۲) ساونلی (۳) کونلی (۴) پیاری (۵) گوری (۶) چھبیلی
(۷) لالا (۸) لالن (۹) موہن (۱۰) محبوب (۱۱) بلقیس زمانی (۱۲) حاتم
(۱۳) ہندی چھوری (۱۴) پدمنی (۱۵) سندر (۱۶) سجن (۱۷) رنگیلی (۱۸) مشتری
(۱۹) حیدر محل۔

ان بیسوں مہ جبینوں میں بارہ ایسی ہیں جو خاص طور پر اس کی منظور نظر تھیں۔ کیونکہ محمد قلی بارہ اماموں کی رعایت سے ہر چیز میں بارہ کے عدد کا لحاظ رکھتا تھا چنانچہ جب اس نے حیدر آباد کے جانب جنوب کی خوش منظر پہاڑی پر (جہاں اب قصر فلک نما واقع ہے) ایک عالی شان قصر "محل کوہ طور" کی تعمیر کی تو اس میں انہی دوازدہ ائمہ معصومین کی رعایت سے بارہ برج بنائے تھے چنانچہ اس محل سے متعلق اس نے ایک نظم بھی لکھی ہے جس میں ان برجوں کا ذکر اس طرح کرتا ہے:۔

"چونکہ ان بارہ برجوں پر بارہ اماموں کی نظر عنایت ہے اسی لئے ان پر ایمان کی تجلی جھلکتی رہتی ہے۔"

اس کا شعر ہے ؎

بارہ بروج پر ہے بارہ امام دِٹی نظر     تو اس اُپر جھلکتا ایمان کا اُجالا

بارہ پیاریوں کی تخصیص کے متعلق بھی اس کے کلام سے مستند شہادت ملتی ہے۔

شہر حیدرآباد کی تعمیر کے وقت محمد قلی نے کئی عالیشان قصر تعمیر کیے تھے اور خاص کر اپنے لئے ایک رفیع الشان محل بنوایا تھا جس کا نام خداداد محل رکھا تھا۔ اس محل کی آرائش وزیبائش کے متعلق اس کی ایک نظم اسکے کلیات میں موجود ہے (دیکھو صفحہ ۲۱) اس نظم سے معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ اس محل میں آکر رہا تو اپنے ساتھ صرف اُن بارہ پیاریوں کو لے آیا تھا جو اُس وقت اُس کی منظورِ نظر تھیں۔ اس نظم کا ایک شعر ہے ؎

نبیؐ صدقے بارا اماماں کرم تھے ۔۔۔ کرو عیش جم بارہ پیاریاں سوں پیارے
(سے) (کے ساتھ)

اسی طرح عید میلاد النبی کی ایک نظم (دیکھو صفحہ ۳۹) میں بھی اس نے ان بارہ مہ جبینوں کا پھر بارہ اماموں ہی کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے ؎

مُبارک منج اچھو یو عید یو رمولود پیغمبرؐ ۔۔۔ ملے ہیں قطب سوں بارہ اماماں ہور نگاراں خوش
(ہو) (اور) (سے) (اور)

ان بارہ پیاریوں میں سے چند کی خصوصیتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں سب سے پہلے ننھی قابل ذکر ہے۔ اس کی تعریف میں محمد قلی نے کئی نظمیں لکھی ہیں اور اکثر نظموں اور غزلوں میں اس کا ذکر بھی کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ:-

ننھی کی جیسی حسین تو آسمانوں میں بھی نہیں۔ سرو اس کے قد کے مقابل کبھی نہیں آسکتا۔ اس نے مدن پھول کے رنگ کی ساڑی باندھی ہے جس کے کنارے عجیب و غریب موتی ٹنکے ہوئے ہیں۔ اس کی یاد کی مستی قطب شہ کو چڑھی ہوئی ہے اور وہ اس کو ریجھانے کی خاطر دوتارے پر عجیب تان بجاتا ہے۔

ایک دوسری نظم میں کہتا ہے :۔

اے سکھیو! میں ننھی کے پریم میں موتی بکھیر رہا ہوں تم سمیٹ کر ان کو خوشی سے گوندھو۔ ننھی میرے ساتھ عشق کا داؤ کھیلتی ہے اور اپنے چاند سے چہرے پر نئی بہار دکھاتی ہے۔ اے ننھی میں تیرے جسم کی خوشبو کا ذکر کروں یا تیرے راز کی کہانی بیان کروں۔ کیونکہ تیری خوشبو کی مہکاٹ عاشق کی روح کو مہکا دیتی ہے، خوشبو تیرے جسم سے اسی طرح مہکتی ہے جیسے سانت کی بارش سے مہکتی ہو، تیری آنکھوں کی چمک میں کاجل بہت سہانا نظر آتا ہے اور یہ تو اس لئے لگاتی ہے کہ رقیبوں کے منتر تجھ پر کام نہ کریں۔

ایک نظم میں ننھی کے ہنستے کھیلتے اور ڈولتے ہوئے پیالہ پلانے کا ذکر کیا ہے۔ معلوم

ہوتا ہے کہ وہ بڑی ہنس مکھ، ظریف اور حاضر جواب تھی۔ وہ شراب کی صراحی ہاتھ میں لیئے یا قطب شہ کو پیالہ بھر بھر کر دینے کو پسند نہیں کرتی تھی اور چاہتی تھی کہ قطب شاہ زیادہ شراب نہ پیئے اس لئے طرح طرح سے ٹالتی رہتی تھی۔ اس کا ذکر سالگرہ کی ایک نظم میں بھی کیا ہے (دیکھو صفحہ ۱۵۸) یہ تو بعد کے اوصاف تھے ابتدا میں ننھی کی کیا حالت تھی اور بادشاہ نے اس کو ننھی کا لقب کیوں دیا تھا۔ اس کا علم اُن دو نظموں سے ہوتا ہے جو صفحات ۲۲۸ تا ۲۳۱ میں درج ہیں جنمیں وہ کہتا ہے کہ :—

اے نازک ننھی تو ابھی محبت سے ناواقف ہے۔ تیری آنکھیں کاجل کی وجہ سے چمکتی ہیں لیکن تو نہیں جانتی کہ یہ کیا جادو جگا رہی ہیں تیرا دل عشق و عاشقی کی طرف بھی مائل نہیں، نہ تو شیشہ و پیالہ میں شراب بھرتی ہے اور نہ میری عرض مانتی ہے۔ لیکن مجھے تجھ سے آس ہے۔ اگرچہ تو دل لگانے کے طریقوں سے ناواقف ہے لیکن میرا معشوق تو ہے۔ تجھے اپنے بچپن کے کھیلوں کا مول نہیں معلوم نہ یہ جانتی ہے کہ تیرے ہونٹوں میں آبِ حیات ہے۔ اس لئے تو منہ سے صاف صاف بات نہیں کرتی سچ تو یہ ہے کہ تجھے ابھی اپنی قیمت معلوم نہیں۔ تجھے چاہئے کہ قطب زماں کو

جانے، محبت کی باتوں کو پہچانے اور عشق کی سیوا کرے تو کب تک
اِسی طرح اپنے کو کھینچتی رہے گی ۔

ایک اور نظم میں محمد قلی نے ننھی کے متعلق لکھا ہے کہ :۔

جب چمن میں ننھی محوِ خرام ہوتی ہے تو شرم کے مارے آنچل ڈال لیتی ہے ۔ معلوم نہیں کہ اس ننھی ڈالی پر ابھی سے شباب کے پھل کیوں لگ گئے ! جب وہ غصہ یا ناز سے خط سرمہ کے اشارہ سے بات کرتی ہے اور اس کے ہونٹ عرق آلود ہو جاتے ہیں تو دل چاہتا ہے کہ اس کو مگن دیکھوں میری محبت کے نونہالوں میں سے ایک کو اچھے پھل رتن لگے ہیں ۔ اے خدا وہ میرے باغ کا ایک سرو ہے اس کی حفاظت کر ۔ اس کی بہشتی خوشبو سے جگ کے تمام پھول کھلتے ہیں ۔ اس کی خوشبو ختا اور ختن بھی نہیں پاسکتے اے ننھی تیرے چہرے سے سب خوبرویوں کو روشنی ملی ۔ تیرے چہرے کو زیور و جواہر کی کیا ضرورت ! جب تو چاندنی میں نکلتی ہے تو چاند چھپ جاتا ہے اور تارے آسمان پر سے تجھ پر نثار ہونے کے لئے آتے ہیں ۔ میں نہیں جانتا کہ تو کیسے نور سے پیدا ہوئی ہے ۔ سب پرند تیری چکاچوند روشنی کے لئے اپنا اپنا وطن چھوڑ آئے ہیں ۔ تو غصہ سے کیوں میری طرف

بھوُں کی کمان چڑھا کر دیکھتی ہے۔ تجھے تو چاہیے کہ ناز و غمزے کے ساتھ مجھے اپنے ہونٹوں کا بوسہ دے۔

---

کلیات میں ننھی کے بعد سانولی کا ذکر زیادہ ملتا ہے۔ اس کے متعلق محمد قلی نے لکھا ہے کہ :-

میری سانولی من کی پیاری نظر آتی ہے کیونکہ وہ رنگ روپ میں بالکل کونلی عورت ہے۔ سب سہیلیوں میں اس کا قد ایسا بالا ہے کہ معلوم ہوتا ہے سروکو اُس پر سے نثار کر دیا گیا ہے۔ جب وہ سکھیوں کے ساتھ عشق کا کھیل کھیلتی ہے تو اس کے چہرہ کی روشنی میں چاند ذلیل و خوار نظر آتا ہے۔ کوئل اسکے بولوں کے مقابلے میں ہاری ہوئی نظر آتی ہے۔ اس کی اچھی چال سب کے دل کو بھاتی ہے اور وہ اپنی ساتھیوں میں ایک نادر پھول نظر آتی ہے۔ اگرچہ سکھیوں نے اپنے چہرہ کو طرح طرح سے غازہ لگایا اور اپنے جسم کو رنگین بنایا لیکن اس کے قدرتی رنگ کی بات کسی عورت میں نہیں آتی۔

دوسری نظم میں لکھا ہے :-

سانولی پیاری نے اپنے سبز رنگ میں نزاکت دکھا کر ہمارے دل کو موہ لیا

اس کے ہونٹوں پر پان کی رنگیلی دھڑی ایسی سہانی معلوم ہوتی ہے کہ دنیا کی تمام رنگیلیاں اس پر نچھاور ہو جاتی ہیں۔ جب وہ ہنستی ہے تو اس کے کنول جیسے منہ سے موتی جھڑتے ہیں اور ان موتیوں سے عالم چمکنے لگتا ہے۔

تیسری نظم میں لکھتا ہے کہ :—

جب سے اے سانولی تجھ پر نظر ہے ہوش و حواس گم ہیں اور بے خبر ہو گیا ہوں۔ جب تو اپنی شوخ آنکھوں سے ناز و غمزہ کرتی ہے تو میرا رواں رواں اس سے متاثر ہو جاتا ہے۔ جب تو ناز سے ہنستی ہے تو تیرے دانتوں کی چمک چاند کی طرح جھلکتی ہے۔ تیرا سرو جیسا قد جب محو خرام ہوتا ہے تو تیرے بالوں کا لمبا جوڑا چتور کا کام کرنے لگتا ہے۔ جب تو لباس پہن کر صحن میں نکل آتی ہے تو تیرے چمکدار کپڑوں سے آسمان روشن ہو جاتا ہے۔ جب تو موتی کے رنگ کی نیم تنی پہنتی ہے تو تجھے ایک بہشتی حور نظر آتی ہے۔ قطب شہ تیری نزاکت سے ناواقف نہیں۔

---

سانولی کے بعد محمد قلی کونلی کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔ وہ لکھتا ہے :—

کونلی اپنے ہاتھ میں پیالہ لے کر کھڑی ہے اور اتنی دبلی پتلی ہے کہ

ہوا سے ہل رہی ہے۔ وہ بالوں میں پھول جماتی ہے اور چوٹی میں دونا و
بالا باندھتی ہے اپنے کونلائے ہوئے چہرہ پر وہ اپنی بھوؤں کو اس طرح
چڑھاتی ہے کہ نورانی معلوم ہونے لگتی ہے۔ اگرچہ بظاہر شرم وناز سے
کھنچی کھچاتی کھڑی ہے لیکن آنچل کے اندر سے اپنی آنکھوں کی چنچل تیلیوں
کو نچا رہی ہے۔ اس کے جسم کے رنگ سے نورتن کو روشنی ملی ہے۔ اور
اس کے گلے میں چاند سورج کے حمائل بنا کر ڈالے گئے ہیں۔

دوسری نظم میں لکھتا ہے کہ :-

اے کونلی تیرا قد دیکھ کر چمن کے سرو اشارے کرنے لگتے ہیں تیرا
قد باغ فردوس کے لئے بھی باعث زینت ہے۔ میں نے اپنی پلکوں کو
تکیے بنا کر رکھا ہے تاکہ اے ہندی تپلی تو میری آنکھ میں آکر آرام کرے
تیرے دونوں ہونٹ ایسے رنگیلے ہیں کہ یاقوت نے ان سے رنگ مانگا
اور عقیقوں نے یمن میں ان سے بھیک لی۔ تیری باریک کمر کے عشق میں
میں بال کی طرح باریک ہو گیا ہوں۔ یہ اتنی باریک ہے کہ پیرہن کا کوئی تار
اتنا باریک نہ ہوگا۔ دکھن کی اس کونلی سکھی کو دیکھ کر میری جتنی کالی اور گوری
سہیلیاں تھیں، میں اُن سب کو بھول گیا۔

تیسری نظم میں لکھتا ہے کہ :—

اے اچھی پیاری جب تو نظر بازی کرنے کے لئے آنکھ سے آنکھ ملا کر کھڑی ہوتی ہے تو میرے لئے نظر ٹکانا دشوار ہو جاتا ہے۔ تو کندنی رنگ کی ایک پُتلی ہے۔ جس کا روپ کو نلا ہے۔ تیری گلابی آنکھوں میں سمندر موجیں مارتا رہتا ہے۔ اور تیرے سورج سے گالوں میں دانت نورتن کی طرح جڑے ہوئے ہیں، تو بالے بال زنگار رنگ اور چنچل ہے۔ خوبرویوں پر راج کرنا تجھے سجتا ہے، اے گلابی آنکھ والی سہیلی تو میرے دل کی پیاری ہے۔

ایک اور نظم میں لکھتا ہے کہ :—

یہ شگفتہ چنچل پھر میرے یہاں سبز آنچل اوڑھے اور پھولوں کی کلغی لگائی ہوئی آئی۔ اس کی الھڑ چال سے شراب کا خمار اور آنکھوں میں رنگ کے ڈورے نظر آ رہے ہیں۔ اس حسین کی محبت اور اس کے پاؤں کی جھنکار دل کے لئے امید، تن کے لئے عیش اور کان کے لئے ذوق کا باعث ہے۔ وہ گالی دیتی ہے اور دکھ سے کاری ہو کر گھات کرتی اور لاکھ خوشامد اور لوچ سے دروازے میں میرے آڑے آتی ہے۔ یہ سب میں ہوشیار عورت ہے، کیونکہ بھید کو جانتی عشق کو پہچانتی اور

اپنے گھر میں تخت پر بیٹھتی ہے ۔

---

پیاری بھی محمد قلی کی نہایت چہیتی تھی لیکن وہ اپنے حسن و نزاکت پر اتنی مغرور تھی کہ ہمیشہ محمد قلی کو ترساتی اور ستاتی رہتی تھی اور وہ ہمیشہ اس کو منانے کی فکر میں رہتا چنانچہ کہتا ہے کہ :-

اے سکیو تم آج جاکر پیاری کو سمجھا منا کر لے آؤ کیونکہ تمام عشوہ طرازوں کا تاج اُسی کے سر سجتا ہے ۔ اس سے کہو کہ قطب شہ نے اپنے مکان کو بہت ہی زیبائش و آرائش سے سنوارا ہے لیکن تیرے بغیر گذارنا مشکل ہے اگر تجھے عشق ستاتا ہے تو آ اور دیوانہ بنا لے کیونکہ یہاں تیرا ہی راج ہے تیرا لباسِ حسن ایسا عجیب ہے کہ اس کے ساتھ یہ عشوے تجھے زیب دیتے ہیں ۔ تو اپنے روپ کی وجہ سے شاہِ خوباں ہے اس لئے سب تجھے خراجِ عشق ادا کرتے ہیں ۔ جس وقت میں تیرے چہرہ کا نور دیکھتا ہوں تو وہ ایک لمحہ میرے لئے سو برس کی عشرت کے برابر ہے ۔

دوسری نظم میں کہتا ہے :-

اے پیاری تو مجھ سے غرور نہ کر ۔ جب یہ جوانی چلی جائے گی تو خمیدہ

ہو جائے گی۔ یقین جان کہ یہ بات دنیا میں مشہور ہے کہ ٹوٹے ہوئے موتی
کا مول کم ہو جاتا ہے۔ جوانی اور جوبن اسی لئے ہے کہ اپنے سائیں کیلئے
باعث عیش ہو۔ تو اپنے دل میں سائیں کی محبت قائم رکھ کیونکہ تیری ہی
وجہ سے اس کا عیش ہے۔ جب تو عشوہ و ناز کے ساتھ سنگھار کر کے آتی ہے
تو تیرے چہرے پر پسینہ کی بوندیں اسی طرح بھلی معلوم ہوتی ہیں جس طرح
پھول پر شبنم۔ تو اپنی شراب حسن سے سکیوں کو فیض یاب کرتی ہے اور تمام
خوبرویوں میں اپنا علم سرفرازی بلند رکھتی ہے۔

دوسری نظم میں یوں لکھا ہے :۔

اے پیاری تیرے بچھڑنے کی وجہ سے مجھے راتوں کو نیند نہیں آتی
تجھے قدرت نے ایسا اچھا گھڑا ہے کہ تیرے بغیر مجھے ایک گھڑی بھی محبت
نہیں بھاتی۔ جو دل سے تیرا عاشق ہے اس کو رات اور دن کچھ بھی سجھائی
نہیں دیتا۔ تیری یاد کچھ اس طرح لگی ہوئی ہے کہ پھر کچھ بھی یاد نہیں آتا۔
تیرے بیمار محبت کا علاج لقمان بھی نہیں کر سکتا۔ جب تک تو اپنے ہونٹوں کا
شربت نہ چکائے گی تیرے عاشق کو کیونکر صحت ہو گی؟ یہ سچ ہے کہ تیرے
ساتھ ایک رات رہنا میرے لئے سو راتوں کے برابر ہے۔ تو ہی کہہ جب تو

مجھے اپنے سیج پر نہ بلائے تو میں پھر کس کے سیج پر رہوں۔ تیری اس فرقت کی آگ میں میرا دل موم کی بتی کی طرح پگھل رہا ہے۔ لیکن تو مصری کی طرح سخت اور گھٹ ہے اور خود کو ذرا بھی نہیں پگھلاتی۔

تیری رفتار، تیری گفتار، تیرے تیور طرح طرح کے ہیں۔ تو جو کچھ بُرا بھلا کہنا چاہتی ہے کہہ لے لیکن مجھے ناامید نہ کر۔ تجھ کو خدا نے اتنی قدرت دی ہے کہ تو قطب شاہ کو سمجھا لے سکتی ہے۔

ایک اور نظم میں لکھتا ہے :—

اے پیاری تیرا بول مجھے مارے ڈالتا ہے۔ تیری ہر بات مجھے کٹاری نظر آتی ہے۔ تیری چوٹی ناگ کی طرح ہے، جس کا زہر کڑوا ہوتا ہے۔ تو کھیلتے وقت اپنی اس ناگ جیسی چوٹی کی وجہ سے سچ مچ سنپیرا معلوم ہوتی ہے۔ میں بھنورے کی طرح تیرے اطراف پھر پھر کر تیری خوشبو لیتا ہوں کیونکہ اس خوشبو میں نرگس کی طرح خمار نہیں ہے۔ تیرے جسم سے صندل اور مشک کی خوشبو نکلتی رہتی ہے۔ تو کانچ کی چوڑیاں پہنی ہوئی ہے اور ہاتھ میں اچھری باندھی ہے۔ ٹھیکری اور کانچ میں وہ ہندوی گنوار کیا فرق کر سکتی ہے (پھر بگڑ کر لکھتا ہے) تیرے بول میں نمک اور تیرے ہونٹوں میں

رس نہیں ہے۔ تیری چولی کسی ہوئی نہیں ہے اور تیری چوٹی اندھیرا ہے۔

---

محمد قلی کی بارہ پیاریوں میں ایک گوری بھی ہے۔ اس کی نسبت ایک نظم میں لکھتا ہے:۔

گوری کا چہرہ حسن کی وجہ سے اس قدر سہانا معلوم ہوتا ہے کہ اس چاند سے چہرہ سے شرما کر خود چاند نقاب پوش ہو جاتا ہے۔ وہ سرو جیسا قد نہیں بلکہ ایک کندنی درخت ہے جس سے سورج جیسی روشنی نکلتی ہے۔ اے گوری تو رنگ اور رس کے باغ کی کلی ہے اس لئے تیرے چہرہ سے زندگانی کا پانی ٹپکتا ہے۔ تیرے رسیلے ہونٹوں میں شراب بھری ہے۔ یہ عاشقوں کے دل کو جلا کر کباب بنا دیتے ہیں۔

ان کو میں زلفیں کہوں یا تازہ سنبل جو تیرے پھول جیسے چہرہ پر اس طرح بکھرتی ہیں جیسے چاند پر ابر۔

تیری مستانہ چال سے ہاتھی شرماتے ہیں کیونکہ ان میں یہ ناز اور شوخی نہیں۔ اے قطب نبیؐ کے صدقے میں تجھے گوری ملی ہے تو اس کے گلے میں باہیں ڈال اور اس کے ساتھ شراب پی۔

دوسری نظم میں کہتا ہے :-

گوری عشق کی ایک رنگیلی پتلی ہے جو تمام خوبرویوں میں چھبیلی نظر آتی ہے۔ تجھے پدمنیوں کے چہروں کی بزم آرائیاں زیب دیتی ہیں۔ کیونکہ تو چاند جیسی صورت رکھنے والیوں میں سب سے زیادہ رسیلی ہے سولہ[16] سنگار صرف تیرے جسم کی سج دھج کو دیکھ کر بنائے گئے ہیں کیونکہ تمام مہ جبینوں میں تو ہی سب سے زیادہ حسین ہے۔ تیرے سر پر نور کا جلوہ برستا ہے۔ تیری جیسی سندر سہیلی اور کوئی نظر نہیں آئی۔ نبی کے صدقے میں قطب شاہ سے ایسی پیاری حسن کا پیراوا پہن کر آملی۔

تیسری نظم میں کہتا ہے :-

اے عشق کی پتلی تو میرے دل میں کھڑی ہوئی ہے۔ اور عشق کی وجہ سے تجھے تو پر لگ گئے ہیں۔ اس پتلی کو عشق و محبت پر ناز کرنا زیب دیتا ہے۔ وہ عشق بازی کے لئے کمر باندھ کر تیار اور جوبن کے پیالے اپنے ہاتھ میں لے کر کھڑی ہوئی ہے۔ اے پریم کی سہیلیو بتاؤ کہ پریم کے باغ میں یہ پیاری سجتی ہے کہ نہیں، اے گوری تیرے جسم پر سر تا قدم پھول ہی پھول ہیں۔ تو اپنی پرستش کرانے کے لئے کھڑی ہے۔ تو مجھے عشق کی صحبتوں میں

پیالہ پلا۔ مجھ پر تیرے عشق کی بھٹی کی مستی چڑھی ہوئی ہے۔ نبیؐ کے صدقے میں مجھے ایسی گوری ملی ہے کہ سورج اور مشتری جس کے عکس ہیں۔

اسی طرح بارہ پیاریوں میں سے ہر ایک پر کئی کئی نظمیں لکھی ہیں جو کلیات کے صفحات ۲۲۴ تا ۲۶۴ پر درج ہیں اور ان خاص پیاریوں کے علاوہ اور دوسری پیاریوں پر بھی اس کی نظمیں موجود ہیں جو کلیات کے صفحات ۲۶۵ تا ۲۸۱ پر شائع ہوئی ہیں۔

ان سب پیاریوں کی نظموں کے خاکے یا خلاصے پیش کرنا موجب طوالت ہے اس لئے ہم یہاں اس کی صرف خاص خاص پیاریوں کے سراپا اسی کی نظموں سے اخذ کر کے نہایت مجمل الفاظ میں پیش کر دیتے ہیں :—

**۱۔ ننھی** | بالا قد۔ چاند سا روشن چہرہ۔ چمکدار آنکھیں۔ جسم میں ایک خاص خوشبو۔ ابتدا میں نہایت شرمیلی اور سیدھی سادھی لڑکی تھی جو بہت جلد عنفوانِ شباب کو پہنچ گئی۔ ملنے اور بات کرنے سے جھجکتی تھی، شراب سے نفرت کرتی تھی اور شراب کی صراحی اور پیالہ ہاتھ میں لینے اور پینے پلانے سے ہمیشہ بچتی تھی۔ آنکھوں میں کاجل لگاتی اور خطِ سرمہ کھینچتی تھی۔ بدن پھول کے رنگ کی ساری باندھتی جس کے کنارے عجیب و غریب موتی

ٹنکے ہوتے۔ وہ بعد کو بڑی ہنس مکھ، ظریف، اور حاضر جواب ہو گئی تھی۔

**۲۔ساؤنلی** بلند و بالا قد۔ دلفریب ساونلا سلونا رنگ جس کی وجہ سے وہ بہت نازک اور کونلی معلوم ہوتی تھی۔ خوش آواز۔ خوش خرام۔ موتی کی طرح دانت۔ شوخ آنکھیں۔ زرق برق لباس پہننے والی۔ موتی کے رنگ کی نیم تنی زیب بر کرتی۔

**۳۔ کونلی** ایسی دُبلی پتلی کہ ہوا سے ہلنے والی۔ جسم کو شرم و ناز سے اتنا چرائے رکھتی کہ کمر کے ہونے نہ ہونے کا شبہ ہوتا۔ دکنی تہ جبیں کندنی رنگ۔ گلابی آنکھیں جو رنگین ڈوروں کی وجہ سے ہمیشہ خماری نظر آتیں چڑھی ہوئی بھویں، یاقوت اور عقیق یمن کو شرمانے والے ہونٹ۔ چمکدار رخسار نورتن جیسے دانت۔ سرتا پا زنگار رنگ اور چنچل۔ سبز آنچل اوڑھتی۔ بالوں کو پھولوں سے سجاتی۔ بہت ہی ہوشیار۔

**۴۔پیاری** ہمیشہ روٹھنے اور بگڑنے والی۔ بہت ہی خوبصورت اور اپنے حسن پر بہت مغرور۔ روشن چہرہ۔ جب بن سنور کر نکلتی تو چہرہ پر پسینہ کی بوندیں ایسی بھلی لگتیں جیسے پھول پر شبنم۔ تندمزاج اور تلخ گفتگو کرنے والی۔ ناگ کی طرح سیاہ بل کھائی ہوئی لانبی چوٹی۔ خوشبودار

جسم - کانچ کی چوڑیاں پہنتی اور ہاتھ میں اچھری باندھتی - بیحد عشوہ طراز -

**۵ - گوری** | چاند سا چمکتا چہرہ - روشن پیشانی - پراگندہ زلفیں - رسیلے ہونٹ - مستانہ چال - اُبھرا ہوا سینہ - تیلی جیسا خوبصورت اور پھولوں کی طرح نرم و نازک اور شگفتہ جسم -

**۶ - چھبیلی** | رخسار پر تل - ژولیدہ زلفیں شکاری آنکھیں - خط سُر کھنچا ہوا -

**۷ - لالا** | ہونٹوں میں آب حیات - گلابی پھولوں کی طرح دانت - سر پستاں سے جوانی ٹپکتی ہوئی - مست کرنے والی چال ہنسی سے رات کو دن بنانے والی - عشق و محبت کی پیاسی - غمزدۂ فراق -

**۸ - لالن** | لعل جیسے ہونٹ - ہنس جیسی چال - پھول کی کلی سے نازک کم عمر اور ناداں -

**۹ - موہن** | جادو سے بھری ہوئی آنکھیں - عشوہ طراز اور گُن والی چہرہ پر عیش وصال کی کیفیت نمایاں - آنکھیں رات کی خماری سے متوالی - سہانی سبز ساری جس پر شفق رنگ کی کناری لگی ہوئی - محبت میں دیوانی -

**۱۰۔ محبوب** | گلاب کے پھول ایسے گال۔ باریک کمر۔ زریں ٹپکہ کسی ہوئی یوسف سے زیادہ حسین۔

**۱۱۔ مشتری**
**۱۲۔ حیدر محل** } ان دونوں کا تذکرہ آئندہ تفصیل سے آئے گا۔

ان پیاریوں کے علاوہ محمد قلی نے متعدد نظمیں ایسی بھی لکھی ہیں جو اُس کی عیش و عشرت کی ترجمان ہیں اور عشق عاشقی کی زندگی کی دلچسپ داستانوں کا کام دیتی ہیں۔ ان نظموں میں بعض بہت عُریاں ہیں جن میں اس نے وصال کے پُرکیف مرقعے پیش کئے ہیں۔ اور بعض نظمیں اس کی جوانی کی راتوں اور مرادوں کے دنوں کے تفصیلی اور دلچسپ نظام العمل ہیں۔ حسن و عشق کے راز و نیاز کا شاید ہی کوئی موضوع ہو جو چھوٹ گیا ہو۔ شباب کی رنگا رنگیوں اور جذبات کی جولانیوں کے اظہار میں اس کا قلم غیر معمولی قدرت رکھتا تھا۔ اور یہ قدرت تخیلی یا فرضی عشق عاشقی سے نہیں پیدا ہو سکتی۔ محمد قلی صحیح معنوں میں اِس میدان کا مرد تھا۔ اس کے رفیع الشّان محل نہ تھے بلکہ اصل میں بین قومی حسن و نغمہ کی وسیع اور آراستہ و پیراستہ نمایش گاہیں تھیں۔ ان میں کئی ملکوں اور کئی مذہبوں اور ہر وضع و قطع کی نازنینیں آزادی اور بے تکلّفی کے ساتھ اپنے حسن و جمال کی

آرائش وزیبائش میں مصروف ومنہمک، اور عشق ومستی کی عجیب وغریب کیفیتوں اور جوانی ورعنائی کے بے پناہ جذبات کے مظاہرے کرتی رہتی تھیں۔

(۹)

# بھاگ متی یا حیدر محل

تعجب ہے کہ قطب شاہی تاریخوں کے علاوہ کلیات محمد قلی سے بھاگ متی کے واقعہ کے متعلق کوئی تفصیلی معلومات حاصل نہیں ہوتیں۔ محمدؐ قلی قطب شاہ نے اپنے اشعار میں اپنے متعدد محبوبوں کے نام لئے ہیں اور ان میں سے بعض کی تعریف و توصیف میں کئی کئی نظمیں بھی لکھی ہیں لیکن بھاگ متی کا نام کہیں نظر سے نہیں گذرتا۔ بعض شعروں سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ:۔

"قطب شاہ اپنے اس بخت پر نازاں ہے کہ اُس کا معشوق اس کی محفل میں رقاص بنا جس کے شکرانہ میں وہ اس کے طاق ابرو میں سجدہ کرنا چاہتا ہے"

ایک اور شعر میں لکھا ہے:۔

"قطب شاہ کو ایک ایسا بے بہا دُر مل گیا جو اپنے رقص میں کامل الفن ہے"

ایک اور جگہ لکھا ہے کہ:۔

"نبیؐ کے صدقے میں اے معشوق میں اُس شہر میں رہتا ہوں جو تیری

محبت میں آباد ہوا ہے اور جس کے مقابلہ میں مجھے کوئی شہر پسند نہیں آتا۔"

بھاگ کا لفظ اس نے کئی اشعار میں استعمال کیا ہے لیکن اس کے معنی حصہ یا قسمت کے ہیں، اور اکثر جگہ یہ لفظ اپنے لغوی معنوں کے لحاظ سے ٹھیک بیٹھتا ہے اس لئے یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ بھاگ متی ہی کیلئے ہوگا۔ اس سلسلہ میں محمد قلی کے حسب ذیل شعر قابل ذکر ہیں :-

ٹیلا سوتج پیشانی انت بھاگ کی نشانی ‏ ‏ ‏ کن موتی ہے نورانی زہرا و مشتری کا

نبیؐ صدقے تج نیہہ شہر ہے قطب ‏ ‏ ‏ نہیں کوئی شہر اس شہر تھے الذ

بھواں کے طاق میں سجدا کروں میں ‏ ‏ ‏ ہوئے سائیں مری محفل میں رقاص

قطب شہ پائیا ہے بہادر ‏ ‏ ‏ ہوی اب ناچ تجھے کال میں رقاص

شب برات کے موضوع پر سلطان محمد قلی نے متعدد نظمیں لکھی ہیں جن میں ایک نظم بھاگ متی سے متعلق معلوم ہوتی ہے۔ اس میں وہ لکھتا ہے کہ :-

شب برات کی سہانی تقریب میں میری محبوبہ ایک اور بار میرے گھر آ رہی ہے۔ اور اپنے زرق برق کپڑوں کی وجہ سے اپنے ساتھ آسمان کے چاند اور سورج سے زیادہ روشنی والے لاکھوں چاند اور سورج لے آ رہی ہے جس کی وجہ سے کیا تعجب کہ زمین آسمان پر طعنہ زنی کرے، کیونکہ میری پیاری نے

زمین کو صاف و شفاف آسمان کی طرح جھلکا دیا ہے۔ اور میری سکھیوں کو اپنے چین اور سکھ کے لیے
جن جن چیزوں کی آرزو تھی ان سب کو اس نے ان کی خواہش کے مطابق مہیا کر دیا ہے۔
دنیا سال بھر سے اس کے درشن کی مشتاق تھی اس لئے اس نے اپنا دیدار دکھا کر میری دنیا کو آباد و تازہ بنا لیا۔
اس نے پھول جیسے جسم کو عروسی خوشبوؤں سے خوب مہکا لیا ہے تاکہ میں لطف کے ساتھ اس سے بغلگیر ہو سکوں۔
اے قطب شاہ نبی کے صدقے میں بھاگ متی سے مل کر تو اپنے ہوس کے یا ہوس کے مطابق وصال کے مزے
اڑا کیونکہ وہ خود کو قطب شاہ کی داسی سمجھ کر خوب سج سجا کر آئی ہے۔"

بھاگ متی کے ساتھ عشق عاشقی کا تذکرہ سب سے پہلے خود محمد قلی قطب شاہ ہی کی زندگی میں تاریخ فرشتہ اور قطب مشتری دو کتابوں میں لکھا گیا۔ قطب مشتری کے مصنف نے تو اس واقعہ کو استعارہ کے پیرایہ میں بیان کیا لیکن مورخ فرشتہ نے صاف صاف لکھ دیا ہے کہ:۔

"وآں قطب فلک اجلال در اوائل پادشاہی بر فاحشہ بھاگ متی عاشق شدہ ہزار سوار ملازم او گردانیدہ تا بطریق امرائے کبار بہ دربار آمد و شد می نمودہ باشند۔ و در آں ایام چوں از زبونی آب و ہوائے گولکنڈہ خلایق متنفر و رنجیدہ بودند قطب شاہ در چہار کروہے بلدہ مذکور شہرے ......... ساختہ موسوم بہ بھاگ نگر گردانیدہ۔ و در آخر از آں نام پشیمان گشتہ موسوم بہ حیدرآباد ساختہ لیکن درمیان خلایق مشہور بہ بھاگ نگر است نہ حیدرآباد۔"
(صفحہ ۱۷۳)

محمد قلی قطب شاہ کی وفات کے بعد گولکنڈہ میں جو تاریخیں لکھی گئیں ان میں بھاگ متی کا حال درج نہیں ہے۔ البتہ بعد کی تاریخوں مثلاً حدیقۃ العالم، تاریخ قطب شاہی (قادر خاں)، اور گلزار آصفی میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ موخر الذکر تاریخ میں ابراہیم قطب شاہ کے بیان میں لکھا ہے:۔

"پل دریائے موسیٰ بسبب تعشق شہزادہ مرزا محمد قلی کہ بر حسن جانفزائے بھاگ متی طوایف میلے کلی داشت تیار گردید۔ حقیقت آں این کہ شہزادۂ مذکور بر طبق عادت معہود کہ بہ اصلت حقیہ لذت بسیار میدہد ہموارہ بوقت شب از قلعہ محمد نگر بخانۂ طوایف مذکورہ در موضع چچلم کہ آبادی بلدہ حیدرآباد برزمین ہموں موضع واقع است آمد و شد می داشت۔ روزے موسم باراں موافق معمول خود بوقت شب قصد نمودہ چوں بر سر دریائے موسیٰ رسید دید کہ طغیانی آب از حد زیادہ است کہ فیل نہ دستی کوہ پیکر نمی تواند قدم اندروں گذارد فوراً

"رجذبہ عشق و محبت اسپ سواری خود را بے اندیشہ در تلاطم تموج آب انداخت و بہ زور حفظ حقیقی بسلامت برآمد" (صفحات ۱۴ و ۱۵)۔

یہ واقعہ حیدرآباد میں زبان زد خاص و عام ہے اور راقم الحروف نے اس تاریخی واقعہ کو افسانے کی شکل میں پیش کر کے "چیچلم کی رقاصہ" کے عنوان کے تحت کتاب سیر گولکنڈہ میں شامل کیا ہے۔

گلزار آصفی سے تقریباً پچاس سال قبل حیدرآباد میں ایک اور تاریخ حدیقۃ العالم لکھی گئی تھی اس میں بھی بھاگ متی کا ذکر موجود ہے کہ:-

"بادشاہ درآں ایام بزمانہ بھاگ متی نام تعلق خاطر داشت۔ چنانچہ ہزار سوار ملازم او گردانید تا بجلوادائے کبار بدربار آمد و شد می نمودہ باشد۔ لہٰذا نخست آں شہر حیدرآباد را بہ بھاگ نگر موسوم ساخت و مستقر سریر سلطنت خود گردانید۔ و بعد چندے کہ بھاگ متی ازیں جہاں درگذشت تنبہ شدہ تبدیل آں نام بحیدرآباد نمود" (صفحہ ۲۱۵)

ان شہادتوں کے مقابلے میں ماہ نامہ کی یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی کہ محمد قلی قطب شاہ نے شہر حیدرآباد کا نام اپنی ماں بھاگیہ رتی کے نام پر بھاگ نگر رکھا تھا۔ کیونکہ ماہ نامے سے تقریباً دو سو سال قبل فرشتہ نے اور پھر ماہ نامہ کی کم و بیش معاصر تاریخوں (حدیقۃ العالم، تاریخ قطب شاہی، قادر خاں، اور گلزار آصفی) میں بھی بھاگ متی محبوبہ محمد قلی کے نام پر اس شہر کا موسوم ہونا ظاہر کیا گیا ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ اس محبوبہ بھاگ متی کے علاوہ محمد قلی کی ماں کے نام بھاگیہ رتی میں بھی لفظ بھاگ شامل ہو۔

---

[1] بھاگ متی کا ذکر مولوی سید علی اصغر صاحب۔ بلگرامی نے بھی اپنی کتاب مآثر دکن صفحات ۹۵ اور ۱۰۶ پر کیا ہے

غرض اس طرح دو ناموں کے لحاظ سے اس شہر کا نام بھاگ نگر رکھ دیا گیا ہوگا اگرچہ یہ بات یقینی نہیں ہے کہ محمد قلی کی ماں کا نام بھاگیہ رتی تھا بھی یا نہیں۔

بہرحال موجودہ معلومات کی بنا پر اتنا یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ محمد قلی عنفوان شباب ہی میں (یعنی ۱۴ سال کی عمر میں) بھاگ متی پر عاشق ہوا اور اس کی خاطر طغیانی رود موسیٰ میں اپنا گھوڑا ڈال دیا۔ جب اس خطرناک جرات کی خبر اس کے باپ ابراہیم قطب شاہ کو ہوئی تو اس نے ندی پر پل بنوا دیا۔ اس کے کچھ دن بعد ہی ابراہیم کا انتقال ہو گیا اور محمد قلی نے تخت نشین ہوتے ہی اپنی محبوبہ کے اعزاز و اکرام میں اضافہ کی خاطر ہزار سوار اس کے یہاں متعین کر دیئے جو ہر وقت اس کے جلوس میں رہتے اور وہ اسی شان و شوکت کے ساتھ موضع چچلم سے گولکنڈہ آیا کرتی تھی اور خود محمد قلی بھی اس کے یہاں جایا کرتا۔ اسی اثناء میں اس نے اپنی محبوبہ کے گاؤں کو ایک عظیم الشان شہر میں تبدیل کرنے کی ٹھانی اور جب یہ شہر بن گیا تو اسی کے نام پر اس کا نام بھاگ نگر رکھا۔

حیدرآباد میں خود دولت خانہ عالی اور دیگر محلات کے بن جانے کے ساتھ ہی محمد قلی نے بھاگ متی کو اپنے حرم میں داخل کر لیا۔ اور شادی کے بعد مشتری اور بعد کو حیدر محل کا خطاب دیا۔ اور اس کے لئے ایک خاص محل بھی بنوا دیا جس کا نام حیدر محل یا حیدر شنڈوہ رکھا گیا۔ پھر اس خطاب کی مناسبت سے بھاگ نگر کا نام بھی حیدرآباد میں تبدیل کر دیا گیا۔ بعض مورخین کا یہ خیال صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ محمد قلی نے بھاگ متی کے انتقال کے بعد پشیمان ہو کر

شہر کا نام بدل دیا کیونکہ اس نے خود اپنی نظموں میں اپنی محبوبہ حیدر محل کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ خطاب بھاگ متی ہی کو دیا جا سکتا تھا جو آخر وقت تک جملہ مورخین کے قول کے مطابق اس کی چہیتی محبوبہ تھی۔ اتنا ضرور ہے کہ حیدر محل کا خطاب دینے کے بعد محمد قلی نے اس امر کی کوشش کی تھی کہ بھاگ متی اور بھاگ نگر کا نام لوگوں کے ذہن سے محو ہو جائے اور حیدر محل اور حیدر آباد رائج ہو جائیں۔ چنانچہ جب وجہی نے بھاگ متی سے عشق عاشقی کا قصہ لکھا تو اس میں بھی اس نام کو چھپائے رکھا اور خود محمد قلی نے بھی اپنے کلیات میں اس نام کے بجائے جگہ جگہ حیدر محل کا نام لکھا ہے۔ ورنہ لازمی تھا کہ جب وجہی مشتری کے سامنے محمد قلی کی معشوقاؤں کا تذکرہ کراتا ہے تو بھاگ متی کا بھی ضرور ذکر کرتا لیکن اس نے تو خود بھاگ متی ہی کو مشتری کے نام سے ظاہر کیا ہے۔ اور اس مشتری یا بھاگ متی کے متعلق محمد قلی نے اپنے کلیات میں دو نظمیں اور مختلف جگہوں پر اشعار لکھے ہیں۔

یہ نظمیں کلیات کے صفحہ ۲۶۲ تا ۲۶۴ پر درج ہیں۔ ایک نظم میں وہ مشتری کو اپنی آنکھ کی پتلی کہتا ہے اور اس کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے کہ:۔۔۔

"سب کو تیرے جوبن سے عشق ہے۔ تیرے ہونٹ کوثر کا پیالہ پلاتے ہیں۔ ان پر محبت کا نشان ہے اور ان کے چومنے سے نبات شرما جاتی ہے ہوشیار سے ہوشیار عورتوں میں تو ہوشیار ہے اسی لئے میں تجھے منا کر اپنے دل میں بٹھاتا ہوں وغیرہ۔"

ایک دوسری نظم میں وہ کہتا ہے:۔۔۔

اے قطب شاہ تو اپنے معشوق کی سلامتی کے لئے دعا کر کیونکہ اس کے جینے سے

تمام دنیا پر تیری فرمانروائی ہے۔ زندگی اسی کا نام ہے کہ جسم میں دل ہو۔ اور ہمارا دل ہمارا معشوق ہے جس میں عشق کی مستی ہے جس کی وجہ سے وہ ہمارے دل میں عرصے سے جگہ پائے ہوئے ہے جہاں اس کا نور سورج کی شعاعوں سے زیادہ خوشنما اور روشن ہے۔ زحل نے بہت سے دشمنوں کے طالعوں کو میٹ دیا ہے اور مشتری کے طالع کی وجہ سے ہمارے طالع کو بقا حاصل ہے۔ اس لئے اے خدا قطب شاہ کے اس تارے کو اپنی عنایت سے سرافراز رکھ۔"

ان نظموں کے علاوہ محمد قلی نے مختلف جگہوں پر حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے کہ:-

اے قطب شاہ تو شادی و خوشی کر کہ تیرا رشتہ اس کے رشتے سے بندھا ہوا ہے اور مشتری تیرے لیے باعث برکت ثابت ہو رہی ہے۔

تو ثانی سلیمان ہے اور فتح و فیروزی تیرے ہی لئے ہے۔ اور تو نے اپنا منظور نظر بنا کر مشتری کو بھی شرف یاب کر دیا۔

اس کے شعر ہیں ؎

شادی و خوشی کر کہ اہے مشتری نج راس ۔۔۔ رشتہ ترا اس رشتہ سوں ہے بند معانی

مشتری پایا شرف تیری نظر منظور ~~تھے~~ مجھے ۔۔۔ توں سلیمان ثانی و تج برج فیروزی و فتح

بعض شعروں میں وہ مشتری کو اپنی بزم میں رقص کناں ظاہر کرتا ہے جس سے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ بھاگ متی ہی کا پہلا خطاب تھا۔

ع کرے مشتری رقص مجہ بزم میں نت ۔۔۔ ع زہرہ و مشتری سوں پاتر نیھار چاؤ

ندی روما دلی موتیاں کی آرتی بھر کر ۔۔۔ سو زہرہ مشتری کے ہت (ہاتھ) پلا ڈلا ئے آج

اسی طرح حیدر محل یا حیدر پیاری کے متعلق بھی اس کے کلیات میں تین نظمیں اور مختلف

اشعار دستیاب ہوتے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حیدر محل فن موسیقی کی ماہر تھی اور محمد قلی کی خاص معشوقہ وہ ایک نظم میں کہتا ہے کہ :۔

حیدر محل محبت سے کنبات گھولتی اور روز بروز عیش و عشرت کے ساتھ عشق کے طبل بجاتی ہے۔ اس کے سرو جیسے قد پر نورتن کا جلوہ نظر آتا ہے اور سب معشوقائیں اس کو دیکھ کر شرماتی ہیں۔ وہ اپنی پیشانی پر عشق کا ٹیکا (قشقہ) لگاتی ہے اور چاروں طرف نورتن کے تار ریجتے ہیں وہ عشق کی چادر اوڑکر بیر بہوٹی کی طرح سرخ نظر آتی ہے۔
اے قطب شہ تو شکر کر کہ حیدر کی غلامی کی وجہ سے تجھ کو یہ منہ جبیں ملی جس کی وجہ سے تیرے سر تاج سجتا ہے۔ (دیکھو صفحہ ۲۵۰)

ایک دوسری نظم میں لکھتا ہے کہ :۔

نبی کے صدقے میں حیدر پیاری ملی ہے جس نے اپنے مختلف انداز سے میرے دل کو اپنے دل سے باندھ لیا ہے۔ وہ عشق کے پراسرار راگ گاتی ہے، اس کے بال میں کنول کی تازگی اور آفتاب کی چمک ہے وہ اپنی بھوؤں میں کاجل لگاتی ہے۔ جسم میں نارنجی رنگ کی تنگ چولی پہنتی ہے۔ اور آنکھوں کے خط سرمہ کے ذریعے سے میرے دل پر حملہ کرتی ہے۔ (دیکھو صفحہ ۲۵۰)

ایک دوسری نظم میں جو نامکمل دستیاب ہوئی ہے لکھا ہے کہ :۔

حیدر محل محبت و عشق کا جلوہ دکھائے اور یزدانی نغمہ بجائے۔ اس نے اپنے ہاتھ میں جلوے کے لئے کنگن پہن رکھا ہے، وہ اپنی آنکھوں کی پتلیوں کو تیلیوں کی طرح نچائے وغیرہ (دیکھو صفحہ ۲۵۰)

محمد قلی نے اس حیدر محل یا حیدر پیاری کے لئے ایک محل بھی بنا دیا تھا جس کا نام حیدر محل یا حیدر منڈوہ رکھا تھا اس کا ذکر آئندہ کیا جائے گا۔ اس نظم میں لکھا ہے:۔

حیدر محل میں حیدر پیاری کا جلوہ گاؤ اور اس خوشی میں زمین آسمان اور عرش پر فتح و نصرت کے طبل بجاؤ۔ اے ساقی سیم ساق میری بزم میں صراحی لے آ۔ اور پیالے کی

روشنی میں مجھے اپنے سائیں کی صورت دکھا۔ (یہ قاعدہ ہے کہ جلوہ کے وقت آئینہ میں دولھا کو دلہن کی صورت دکھاتے ہیں) اور سورج کے طبق سے لے کر نقلِ شراب اپنے رخساروں میں رکھ لو اور پیاری کی محبت کے ہار پیارے کے گلے میں ڈالو۔ اس نیک ساعت میں تینوں پرپستانیں زیب دیتا ہیں۔ دودھ اور مصری سے آبحیات کے اِن گھڑوں کو بھر دو۔

اس جلوے کے وقت بادشاہ اتنا اچھا نظر آتا ہے کہ پدمنیاں اور چتنیاں سب شاہ کے روپ کی دیوانی ہوگئی ہیں۔ اے سکھیو ان کے ہاتھ سے قول کا بیڑا اٹھا کر شہ کو کھلاؤ۔ نبیؐ کے صدقے میں آج قطب شاہ کو جلوے میں بیٹھنا نصیب ہوا ہے اس لئے حوروں اور پریوں کو چاہئے کہ شہ پر سے خود کو واریں۔" (صفحہ ۲۱۷)

معلوم ہوتا ہے کہ یہ نظم حیدر محل کے ساتھ شادی کرنے کی تقریب میں لکھی گئی ہے۔ اور بھاگ متی کو نکاح کے وقت ہی حیدر محل کا خطاب دیا گیا تھا۔ اور بعد کو اسی کے خطاب کے لحاظ سے بھاگ نگر کا نام حیدرآباد میں تبدیل کر دیا گیا۔

بھاگ متی نے محمد قلی کی زندگی میں ۱۰۱۷ھ سے قبل چالیس بیالیس سال ہی کی عمر میں وفات پائی۔ کیونکہ تاریخ فرشتہ اور قطب مشتری دونوں کی تصنیف کے وقت اس کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس کے زمانۂ وفات کا یہ اندازہ اس وجہ سے صحیح نکلتا ہے کہ

بعض مورخوں نے شہر کے نام کی تبدیلی کو بھاگ متی کی وفات سے لازم وملزوم قرار دے کر بتایا ہے کہ تعمیر کے سترہ سال بعد اس کا نام حیدرآباد رکھا گیا۔[1] گویا اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ۱۰۱۶ھ کے لگ بھگ گولکنڈہ کی یہ مشہور مہ جبیں اپنے عاشق جانباز کو داغ مفارقت دے گئی۔

---

[1] تاریخ قطب شاہی مولفہ قادر خاں بیدری ۱۲۴۹ھ میں لکھا ہے:۔

"بعد ہفدہ سال بہ حیدرآباد موسوم گردید" (صفحہ ۱۶)

(۱۰)

# مذہبی میلان اور مخالفتیں

کلام کے مطالعہ سے محمد قلی قطب شاہ کے مذہبی شغف اور دینداری کے متعلق
جو تفصیلی معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ نہایت بیش بہا اور مفید ہیں۔ نہ صرف
اس لئے کہ اُس نے مذہبی معاملات میں ایک اجتہادی شان پیدا کرلی تھی بلکہ اسکے
معتقدات کی پختگی اور اہل بیت نبیؐ و ائمہ معصومینؑ کے ساتھ دلی اور مستحکم ارادت
کی وجہ سے اس کو بعض دفعہ مشکلات اور بغاوتوں کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ اور یہ
وہ واقعات ہیں جن کے متعلق تاریخوں سے زیادہ علم حاصل نہیں ہوتا۔ محمد قلی کی
امن وامان اور عیش وعشرت کی زندگی میں اگر کہیں کوئی خلل نظر آتا ہے تو وہ
اِنہی مذہبی اعتقادات کے اختلاف کا اندیشہ ہے جو کبھی کبھی اس کو سخت پریشان
کردیا کرتا تھا۔ لیکن اس میں اُس نے ہمیشہ کامیابی حاصل کی۔ اور ہر کامیابی کے
وقت وہ خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا۔ وہ ہر موقع پر فتح ونصرت کی طویل اور
بلند آہنگ نظمیں لکھتا اور اپنے ہم مشربوں کو مبارکباد اور مخالفوں کو بددعا یا

دشنام دیتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بیجاپور یا احمد نگر سے مقابلہ کرتے وقت
اس کو اتنی تشویش اور فکر نہ ہوتی تھی جتنی اپنے عقاید کے خلاف آواز بلند کرنیوالوں
اور بغاوت کی دھمکی دینے والوں سے ہوتی تھی۔ محمد قلی اپنی اس فکر و تشویش میں
حق بجانب بھی تھا کیونکہ ہمسایہ سلطنتوں کے ساتھ جب اس کو مقابلہ کرنا پڑتا تو
یہ اس کی ذات کا کوئی سوال نہ ہوتا۔ ایسی صورت میں فتح و شکست کا اثر سلطنت
پر پڑتا اور شکست کے موقع پر زیادہ سے زیادہ اس کا ایک قطعۂ ملک غنیم کے قبضہ
میں چلا جاتا۔ لیکن جب خود اس کی رعایا کا ایک حصہ مذہبی اختلاف کی بنا پر
اس کے خلاف ہو جاتا اور اس کے بھائیوں میں سے کسی کو تخت نشین کرنے کی
سازش کرتا تو خود اس کی بادشاہت بلکہ زندگی خطرے میں پڑ جاتی تھی۔

تاریخ کے مطالعہ سے ہم کو صرف اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اس کے خلاف
دو وقت خاص اہتمام کے ساتھ علمِ بغاوت بلند کیا گیا۔ لیکن نہ معلوم ایسی اور
کتنی دفعہ ناکام کوششیں کی گئیں جو تاریخ میں درج ہونے کے قابل نہ تھیں۔
جن دو باغیانہ کوششوں کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے اُن میں سے ایک وہ ہے جو
۱۰۰۰ھ میں اس کے بڑے بھائی عبدالقادر عرف شاہ صاحب کے نام سے
کی گئی۔ اور غالباً دعویٰ کیا گیا کہ بڑا بھائی زندہ ہوتے ہوئے چھوٹے کو

تخت نشین کرنا انصاف کے خلاف ہے اور دوسری باغیانہ سازش محمد قلی کے حقیقی بھائی خدا بندہ کی بغاوت[1] ہے جو ۱۰۰۱ھ کا واقعہ ہے۔ ان دونوں بغاوتوں کے تفصیلی حالات تاریخوں میں درج نہیں۔ اتنا ضرور معلوم ہے کہ بیدر کے مشائخین اور گولکنڈہ کے بعض عمایدین نے محمد قلی قطب شاہ کے مقابلہ میں ایک دعویدار سلطنت کو کھڑا کر دیا جو سمجھا جاتا تھا کہ اس کا بڑا بھائی عبدالقادر عرف شاہ صاحب تھا جو اپنے باپ کی زندگی میں ۹۸۷ھ میں مورد عتاب ہوا تھا اور باغیانہ مقابلہ میں جان بچا کر فرار ہو گیا تھا۔ قطب شاہی تاریخیں لکھتی ہیں کہ وہ لڑائی ہی میں مارا گیا۔ لیکن محمد قلی کی اس دلی تشویش سے جو کلیات کے بعض اشعار سے ظاہر ہوتی ہے شبہ ہوتا ہے کہ شاید محمد قلی بھی اپنے اس رقیب کو زندہ ہی سمجھتا تھا اور اس لئے اسے ہر وقت خطرہ لگا رہتا تھا۔ اور یہ خطرہ اس وجہ سے اہمیت رکھتا تھا کہ شاید وہ ڈرتا رہتا تھا کہ کہیں دکن کے طاقتور سنّی امرا اس کے شیعہ ہونے کی وجہ سے اس کے خلاف متحد کوشش نہ کریں جس طرح اس سے قبل یوسف عادل شاہ کے خلاف کی گئی تھی۔ چنانچہ جس خطرہ کو وہ محسوس کرتا تھا وہ واقعہ بن کر اس کے سامنے پیش بھی ہوا۔ یعنی جب اس کے بڑے بھائی شاہ عبدالقادر کے نام سے

---

[1] اس بغاوت میں شاہ راجو صاحب اور اُن کے اکثر معتقدین مثلاً عبدالکریم حوالدار، انور خاں، فتح الملک حوالدار، داؤد حسن علی وغیرہ نے حصہ لیا۔ لیکن محمد قلی نے جملہ اہل سازش کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ شاہ راجو صاحب تو ہاتھ نہ آسکے لیکن خدا بندہ معہ زن و فرزند اسیر ہو کر تمام فوائد دنیوی سے محروم ہو گیا۔

علم بغاوت بلند کیا گیا تو ملک و بیرون ملک کے اکثر امرا و عمائدین و مشائخین کو اس نئے دعویدار سلطنت سے ہمدردی پیدا ہوگئی۔ یہ سمجھ میں نہ آیا کہ سنّی امرا و مشائخین مثلاً خداوند خاں حبشی، خیرات خاں پسر دلاور خاں، اور شاہ نعمت اللہ کے اہل خاندان محمد قلی سے کیوں ناراض ہوگئے تھے۔ تاریخ سے اس بارے میں کوئی معلومات حاصل نہیں ہوتیں البتہ کلیات محمد قلی سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنی شیعیت پر بہت زور دیتا تھا اور ساتھ ہی بعض جگہ سنیّوں کو خارجی کے نام سے یاد کرکے برا بھلا بھی کہتا تھا[1]۔ لیکن یہ سب ممکن ہے ان کی بغاوت کی وجہ سے ظہور پذیر ہوا ہوگا۔ سنیّوں کی مخالفت کے آغاز کی جو وجہ سمجھ میں آسکتی ہے وہ یہی ہے کہ محمد قلی تخت نشین ہونے کے ساتھ ہی اپنی شیعیت پر فخر و مباہات کرنے کے ساتھ شیعہ عقاید کی ترویج و اشاعت پر زور دینے لگا ہوگا اور یہ چیز گولکنڈہ کے لئے نئی تھی۔ کیونکہ محمد قلی سے قبل کے حکمران ابراہیم قلی، جمشید قلی، اور سلطان قلی، تینوں میں سے کسی نے اس امر پر زور نہیں دیا تھا[2]۔ اور خاص کر

---

[1] اس بارے میں دیکھو حصۂ قصائد اور خاصکر قصیدۂ میلاد نبی صفحہ ۱۱ تا ۱۳ اور قصیدہ بسنت صفحہ ۳۶۔

[2] قطب شاہی تاریخوں میں جہاں یوم عزا کا ذکر ہے ماہ محرم کے جملہ رسوم و لوازم کے آغاز کا سہرا سلطان محمد قلی ہی کے سر باندھا جاتا ہے۔ چنانچہ حدیقۃ السلاطین میں ذکر ماتم و تعزیہ داشتن کے سلسلہ میں "خصوصاً از زمان خاقان جنت بارگاہ محمد قلی قطب شاہ طاب ثراہ" لکھا ہے۔

ابراہیم قلی نے تو ایک ایسی بین قومی فضا پیدا کر دی تھی کہ کسی کو شکایت کی گنجائش ہی باقی نہ رہی تھی۔ اس دیرینہ خاموش فضا کو شاید محمد قلی کے مذہبی جوش نے متحرک کر دیا تھا جس کی وجہ سے سوئے ہوئے فتنے جاگ اٹھے۔

شبہ ہوتا ہے کہ محمد قلی بھی بچپن سے شیعہ عقائد کا پیرو نہیں تھا۔ اور جیسا کہ ہم نے ابھی کہا کہ اس کے باپ ابراہیم قلی کو کسی خاص عقیدے سے دلچسپی ہونے کا ثبوت نہیں ملتا۔ چونکہ اس نے محض اپنی ذاتی مقبولیت اور ہندو اور مسلمان دوستوں کی مدد سے بادشاہت حاصل کی تھی اسلئے وہ عمر بھر وسیع المشرب رہا۔ سنیوں، شیعوں اور ہندوؤں سب کو برابر کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اور اس کی بیگمات میں بھی ہر مذہب کی عورتیں شامل تھیں۔ چنانچہ ماہ نامہ کی روایت کے مطابق محمد قلی کی ماں بھاگ رتی ایک ہندو عورت تھی۔ اسی طرح شاہ عبدالقادر کی ماں گلبرگہ کی مشائخ زادی تھی۔ یہ ابراہیم کی وسیع المشربی ہی کا ثبوت ہے کہ اس نے اپنے ایک لڑکے کا نام عبدالقادر رکھا اور اپنی لڑکیاں سنی عمائدین اور مشائخین مثلاً حسین شاہ ولی، شاہ قطب الدین وغیرہ کو بیاہ دیں۔ ان حالات کے پیش نظر یہ امر ممکن ہے کہ محمد قلی بھی بچپن میں شیعہ عقیدہ نہ رکھتا ہو اور اس شبہ میں اس وجہ سے بھی تقویت پیدا ہوتی ہے کہ اس نے اپنے کلام میں بعض ایسے شعر چھوڑے ہیں جو اس قیاس کو یقین کی طرف مائل کرتے ہیں

وہ عید مولود علیؑ سے متعلق ایک نظم میں حضرت علیؑ کی ولادت اور اس کی خصوصیتوں کے ذکر کے سلسلہ میں صاف صاف لکھتا ہے :۔

میں نے اپنا دین چھوڑ کر اس دین کا راستہ پکڑا ہے ورنہ میں آج تک ایک ہندو ہوتا۔ چونکہ میں نے آپ (حضرت علیؑ) سے میل پیدا کر لیا ہے اس لئے خوشی و خرمی کی طرف میلان ہے۔ (پھر رقیبوں سے کہتا ہے کہ) اے رقیبو تم اپنی بُرائی اپنی حد تک ہی رکھو کیونکہ خدا نے قطب شاہ کو نیک خصلت عطا کر دی ہے۔ اس کے شعر یہ ہیں ؎

تولد ہوئے آج کے دن امامؑ ۔۔۔ دیسے جیوں تو اچند ابروئے فرخ

میں اپ دین چھوڑ پکڑیا اس دین کا مارگ ۔۔۔ تیا تے اجھوں مو کو ہندوئے فرخ

ہمن میل باندے تمن میل سیتی ۔۔۔ اُسی تھے ہمن میل ہے سوئے فرخ

رقیباں بُرائی تمن تم اچھونت ۔۔۔ دیا حق معانی کے تئیں خوئے فرخ

اسی طرح ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ :۔

اے قطب شاہ تجھ پر ہزاروں رحمتیں ہوں کہ تو نے حیدر کرارؑ کا دامن پکڑا ہے اور اس وجہ سے تجھے دونوں عالم میں سرفرازی ہے۔

ہزاراں رحمت ہی تجھ پر جو حیدر کا دھریا دامن ۔۔۔ قطب شہ دو جگت میں سروری ہی تجھ وہ سرورسے تھے تجھے اُس

ایک اور شعر میں لکھتا ہے کہ :—

قطب شاہ نے علیؑ کا دامن پکڑ لیا ہے کیونکہ وہ ہر جگہ کے رہبر اور

چھڑانے والے ہیں ؎

نبیؐ صدقے قطبشہ نے علیؑ کا پکڑیا ہے دامن — کہ او منجکوں چھڑاون ہار ہور سب ٹھار رہبر ہے

ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ :—

میں ایک جان اور ایک دل کے ساتھ حیدر پر ایمان لایا ہوں

یک دھیان ایک چت سوں دل ہور جیو میرا — حیدرؑ سوں صدق لایا صلوات بر محمدؐ

بارہ امام پنجتن کا جھر جم ہما ہو — منج سیس چھاؤں چھایا صلوات بر محمدؐ

اوپر ایک جگہ اس نے جو ذکر کیا ہے کہ اگر میں اس راستہ پر نہ پڑتا تو اب تک ہندو ہوتا اس سے یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ وہ پہلے ہندو تھا۔ ممکن ہے کہ ہندو ماں کے بطن سے ہونے کی وجہ سے وہ ایسا کہتا ہو یا شاید سنی ہونے کو وہ ہندو ہونے کے برابر سمجھتا ہو[1]۔ اکثر شعروں میں اس نے خود کو ابتدا سے مسلمان ظاہر کیا ہے۔ عید غدیر کی ایک نظم میں وہ کہتا ہے کہ :—

اگرچہ میں ازل سے مسلمان اور غلامِ مصطفےٰؐ ہوں یعنی میرا نام محمد قلی

[1] ایک آدھ شعر میں اس نے سنی کے ساتھ کافر کا لفظ بھی استعمال کیا ہے (دیکھو صفحہ ۱۱ قصائد)۔

یا غلامِ محمدؐ ہے لیکن میں اب آپ کا بندہ ہو گیا ہوں اس لئے اے امیرؑ آپ میرا ہاتھ پکڑیں۔

اس کا شعر ہے ؎

از ازل تھے ہی غلامِ مصطفےؐ قطب زماں   مج غلام کمترین کو دست پکڑو یا امیرؑ

اس امر کا امکان ہے کہ ابتدا میں اس کو شیعہ عقائد کی نشر و اشاعت کرتا دیکھکر سنی امراو علمانے اس کو اہل سنت کے عقائد کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی ہو اور اس کا میلان نہ پاکر اس کو مخالفت کا ڈر بھی بتایا ہو چنانچہ وہ عید غدیری کی نظم میں ایک جگہ کہتا ہے ؎

رکھ مجھی حضرت کے صدقے یا الٰہی امن میں   ہور رکھ ایماں درست دو جگ میں ہو و منجہ نصیر

ساتھ ہی اپنے امامیہ ہونے کے اعلان، ترک مذہب نہ کرنے کی طرف اشارہ اور سنیوں کی دشمنی کا ذکر بھی کر دیتا ہے۔ اس کے چند شعر ہیں ؎

ہے محمدؐ قطب شہ بارہ اماماں کا غلام   مین جو عاجز داس تیرا یا علیؑ مینج دستگیر

منجے پایا ہیں بھن بن کھوتے اس چاہ زنخداں میں   کریں کیوں ترک اے مذہب ازل تھی پایا ہوں ملت

ہمیں ہیں شیعہ کر کرتے خوارج دشمنی سب لا   علیؑ ابن ابی طالب ان کوں مارو ہے ضربت

یہاں یہ امر واضح رہے کہ دکن میں خارجیوں کے وجود کا کبھی پتہ نہیں چلتا۔

اس لئے محمد قلی کے کلیات میں جہاں خارجی کا ذکر ہے وہاں غالباً سنی ہی مراد ہے
چنانچہ بعض شعروں میں اس نے دونوں لفظ اس طرح استعمال کئے ہیں کہ ان کے
مخاطب ایک ہی سمجھے جا سکتے ہیں۔ مثلاً ؎

سنی کافر کے تجنانے ٹوٹے ہیں اس گھڑی سب — سو معجز تجھے خواج کوں ہے ہیبت گرپڑی کا

محمد قلی نے اپنے کلام میں بار بار اس امر پر زور دیا ہے کہ (دوسرے بھائیوں
کی موجودگی میں) اس کو جو بادشاہت نصیب ہوی وہ محض شیعہ ہونے کی وجہ سے۔
اس کے اس قسم کے چند اشعار یہ ہیں ؎

پایا ہوں اماماں کی دعا تاج شہانی — مج تاج میں ہے نور الٰہی جھلکارا
حق کی نظر تھے قطبا تیرا ابڑا ہے رتبا — صدقے نبی علی ہے تج باعث ہور بانی
بارہ امام پنجتن کا مہر جسم ہما ہو — تج سیس چھانو چھایا صلوات بر محمد
سدا بارہ اماماں میرے نگہ دار ہیں — ہوا ہوں ان کی غلامی تھی قطب راج دھیراج
قطب شہ ہے تج غلاماں میں غلام کمتریں — دیو میرا ہت پکڑ جلوا مکل شاہاں ستیں
اماماں میا ہے محمد قطب پر — نبی ہور علی کی دیا سوں سہایا
خدا قطب شہ کوں شہنشاہ کر کر — سو سارے جگت میں و راہی پھرایا
محمد قطب شہ کے سارے دندیاں کوں — سو نا بود کر جگت تھے گنوایا

پایا ہوں ملک کوٹ ان پیار تھی ہیں ۔۔۔ منج کوں ہی سدا حیدر کرارؑ معاذ

محمد بال پن تھے ہے محمد کے غلاماں میں ۔۔۔ تو جیتیا داؤ میں نپتھاں سوں سارے سنیاں سیتیں

نبی کا ناؤں ہی تیرا محمد قطب شہ ناڈر ۔۔۔ قصہ موسیٰ و فرعون شتیہ کن ہے رہبر کیا

نبی صدقے قطب جم کاج کرتا ہے کہ پنجتن کے ۔۔۔ سکل شاہاں کا سو سرتاج ہو مشہور دستا ہی
نظر آتا

نبی ہور آل کے صدقے علی کا داس ہی قطبیا

تو جگ میں پایا رتبہ سو جم خاقاں سکندر کا

جب نبی صدقے ہوا ہی داس قنبر کا قطب ۔۔۔ دو جگت میں ہیں ترکما عاقبت محمود کا

اس آخری شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شاید پہلے قنبر کا غلام نہیں تھا جب سے غلام قنبر ہوا ہے اس کی عاقبت محمود ہو گئی۔ اور اسی طرح وہ کہتا ہے کہ جو کوئی عید میلاد علیؑ کرتا ہے اس کے طالع مسعود ہیں ع جن کرے یہ عید ہے وہ طالع مسعود کا

ایک اور شعر ہے ؎

صدقے نبی کے قطب شہ جم جم کرو مولود تم ۔۔۔ حیدر کی برکت تھی سدا سب جگ اُپر فرماں کرو

غرض نہ صرف حکومت کو بلکہ زندگی اور دولت اور عروج ہر چیز کو وہ حضرت علیؑ اور پنجتن اور بارہ اماموں پر عقیدت رکھنے اور ان کی نظر عنایت کا ثمرہ سمجھتا ہے ؎

دعائے اماماں تھے منج راج قایم ۔۔۔ خدا زندگانی کا پانی پلایا
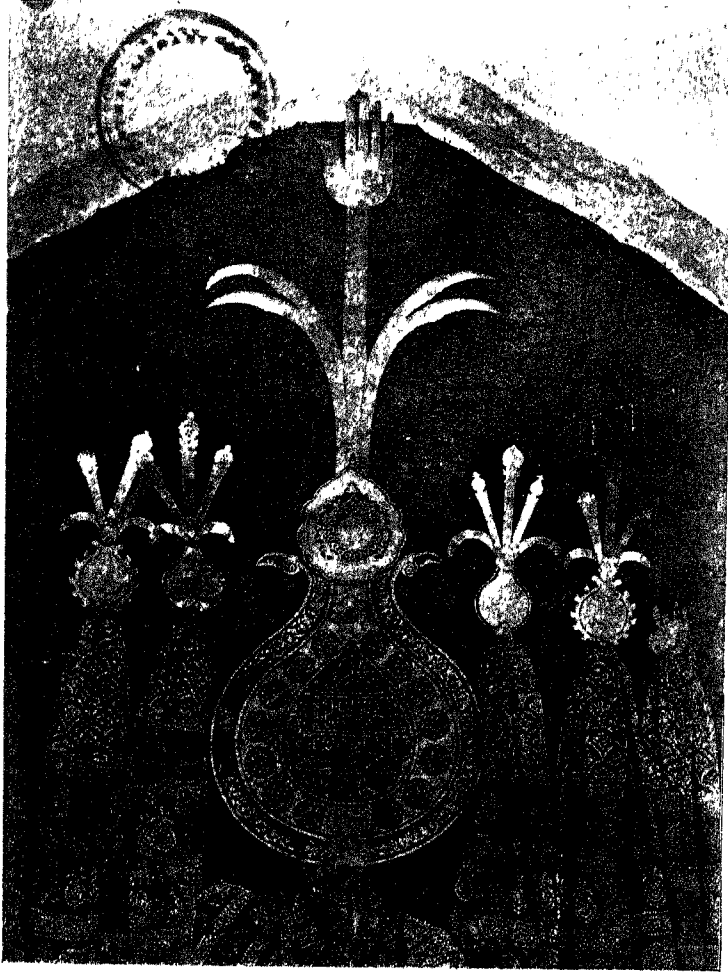
حسینی علم (گولکنڈہ)

سب سے پہلا علم جس پر محمدؐ قلی قطب شاہ کا نام اور تاریخ درج ہے

قطب شہ کوں میا کر دیا سوں پنجتن دائم　　حیات ہور بخت دولت سوں خضر سے بقا تیئے

آخر میں ایک شعر اور درج کر دیا جاتا ہے جس میں وہ شیعیت کو قبول کرنے کی طرف ایک اور دفعہ اشارہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ :-

اپنی وجہ سے میری عیش کی انگوٹھی میں چاند اور سورج کو نگینہ کی طرح جڑ دیا گیا ہے ۔

قطب پنجتن کی غلامی قبولیا　　تو اس عیش انگوٹھی میں چند سور یائے

محمد قلی نے اپنے شیعہ عقائد کی تبلیغ سنہ ۱۰۰۱ھ میں مکمل کی جب کہ اس نے گولکنڈہ میں پہلی دفعہ دوازدہ ائمہ معصومین کے نام کا علم استاد کیا، یہ شاندار تاریخی علم اب تک موجود اور حسینی علم کے نام سے مشہور ہے اور ہر سال محرم میں گولکنڈہ کے قدیم عاشور خانہ میں استاد کیا جاتا ہے اس علم پر و بشر المومنین نصر من اللہ فتح قریب کے نیچے غلام علی محمد قلی قطب شاہ اور سنہ احدی و الف منقوش ہے۔ اور اس درمیانی طغرے کے اطراف پندرہ تختیوں میں پنجتن اور دوازدہ ائمہ کے اسماء منقوش ہیں۔

شیعہ عقاید کے قبولنے یا اُن پر زور دینے کی وجہ سے اسکو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ان میں سب سے اہم اس کے مخالفوں کی لگائی ہوئی آگ کو بجھانا اور

اپنے رقیبانِ سلطنت کے فتنہ کو کچل دیا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے دیوان کو اسی واقعہ کے اظہار سے شروع کرتا ہے۔ پہلی ہی غزل اس کی ان سیاسی پریشانیوں کا آئینہ ہے جس میں وہ خدا سے توقع رکھتا ہے کہ :۔

وہی مجھے کامیاب کرے گا اور میرے مرادوں کے جاموں کو بھر دیگا خوارج کی لگائی ہوئی آگ کو اپنے قہر کے پانی سے بجھائے گا۔ مجھکو ابراہیم کی طرح اس آگ میں بھی سکھ اور آرام بخشے گا اور جس دل میں علیؑ اور آلِ علی کی محبت نہیں اُسے خونِ جگر پلائے گا۔ اے قطب شاہ تو زمانہ کی مخالفت کا غم نہ کھا، خدا تجھے کامیاب کرے گا اور ہر پستی میں سے تجھکو بلند کرے گا۔ اے قطب شاہ تو رقیبوں کے دکھ دینے سے غم نہ کھا خدا تیرے سارے رقیبوں کے گلے میں پھانسی ڈال دے گا۔

اسکی غزل کے چند شعر ہیں :۔

دلا منگ خدا کن کہ خدا کام دویگا — تمن من کے مراداں کے بھرے جام دویگا

خوارج کی اگن قہر کے پانی سو بجھاگا — براہیم تمن مجکوں سکھ آرام دویگا

جے دل میں محبت علی و آل علی ماہ — اُسے خون جگر دار و ئے ناکام دویگا

نہ کھا غم توں زمانے کا ترا کام خداسوں — جو ہر اک پستی منے تجکوں بلند نام دویگا

رقیباں کے دکھوں سینے قطب شہ توں کر غم     خدا سارے رقیباں کے گلے دام دیگا

ان دشمنوں کے خطرے کا اظہار اس نے اپنے اکثر اشعار میں کیا ہے۔ جب وہ آسمان پر نیا چاند دیکھتا ہے تو اس کو خنجر کی تشبیہ سجھائی دیتی ہے اور اس کے دل کا خطرہ فوراً اس شعر میں ظاہر ہوتا ہے ؎

نبی صدقے قطب کے دشمناں کوں کاٹنے گھنس جوں     نوا چند کابلی خنجر پکڑ کر رہت میں آیا ہے

یعنی قطب شاہ کے دشمنوں کو گھانس کی طرح کاٹنے کے لئے نیا چاند کابلی خنجر ہاتھ میں لے کر آیا ہے۔

ایک نظم میں جناب امیرؑ سے خوارج کے اس فتنے اور بغاوت کے خلاف مدد مانگتا ہے ؎

کھا نشتراں دل رگ منے جلتے خوارج اگ منے     منجکوں سوں دونوں جگ منے تج بن نہیں کوئی یا علی

اپ پیا تھے اب جم مجھے غم تھے سو کر بے غم مجھے     توں ہے مدد ہر دم منجے تج بن نہیں کوئی یا علی

وہ اس قدر راسخ العقیدہ تھا کہ اسکو یقین تھا کہ دشمن اگر میرے ساتھ دشمنی پر اتر آئینگے تو حضرت علی کی تلوار ان کے گھر بار کو تباہ کردے گی، وہ کہتا ہے ؎

دشمن اپنے پر کرے گا دشمنی کی جب نظر
مرتضیٰ کے کھرگ تھے گھر بار اس ہوگا تباہ

معلوم ہوتا ہے کہ دشمنوں پر اس نے ماہ گرما میں فتح حاصل کی تھی اور جب گرمی کے ختم پر برسات کا آغاز ہوا اور مرگ لگا تو وہ معمول کے مطابق اس سال بھی برسات کا استقبال ایک نظم سے کرتا ہے، لیکن اس دفعہ اسکو دونی خوشی تھی ایک تو آمد بہار کی اور دوسرے دشمنوں پر فتحیابی کی۔ چنانچہ وہ اس نظم میں اپنی اس خوشی کا اظہار یوں کرتا ہے کہ :۔

آج پھر مرگ، سلطانی ستارہ بن کر آیا ہے۔ اور سب درخت پھر سے سرسبز ہو کر سروں پر لال تاج رکھنے لگے۔ اس موقعہ پر لعل کے پہاڑ پر بھی لال رنگ زیب دینے لگا کیونکہ اس رنگ سے سورج شرما کر ہر رات منھ چھپا لیتا ہے۔

اے قطب شاہ تیرے چہرہ پر بادشاہانہ کروفر جھلک رہا ہے اس وجہ سے ترکستان کے بادشاہ بھی تجھے خراج دیں تو کیا تعجب۔ تیری تلوار سے آج تیغ رستم بھی پست ہے۔ تو تمام رستموں میں شجاعت و بہادری کا چراغ نظر آتا ہے۔ تیری تلوار کی چمک بجلی ہو کر آسمان پر چمکے تو عجب نہیں۔ کیونکہ اُسکے کڑکنے کی آواز سے سب دشمنوں پر تیرا راج قائم ہے۔

اے محمد قطب شاہ تو اپنی دعاؤں سے ناامید سا ہونے لگا تھا لیکن اب تیری دعا با مدعا ثابت ہوئی ہے اور تو محمد کی طرح اب کامیاب حکومت کر۔

اس نظم کے چند شعر یہ ہیں ؎

مرگ سلطانی ستارہ جگ میں آیا پھر کر آج ۔۔۔ رُکھ سکل سر سبز ہو کر سر تھے کھلئے لعل تاج
(رُکھ: درخت)

لال رنگ کھلیا ہے مکھ پر لال کے لعل بدخش ۔۔۔ تو سرج اس رنگ تھے ہر رات جاوے لاج لاج

تیرے مکھ پر خسروی فر منور دیپتا ۔۔۔ تو ہی ترکستاں کے شاہاں دیوتے تجکوں خراج

تج کھرگ تھے تیغ رستم پست ہے عالم منے ۔۔۔ رستماں میں تجکوں گنتے ہیں شجاعت کا سراج

وو کھرگ جھلکا ز بجلی ہو کے جھلکے کھن منے ۔۔۔ کڑکڑ ابر کڑکیا ہے سب ہی دشمن کوں براج

اے قطب شہ توں دعا تھے ہو رہیا تھا ناامید ۔۔۔ تج دعا با مدعا ہے کر **محمد** نمنے راج
(نمنے: مانند)

اسی طرح کی ایک اور نظم میں لکھتا ہے کہ:—

اب کے بارش انند اور اطمینان سے آئی ہے کیونکہ دشمن پامال ہو چکے ہیں اور عزیز خوشحال ہیں۔ آسمان کے کنارے یہ شفق کا رنگ نہیں ہے بلکہ دشمنوں کے مارے جانیکی وجہ سے ان کا خون اچھل کر جا لگا ہے۔ آسمان پر یہ گرج کی آواز نہیں ہے بلکہ ہاتھی مست ہو کر چنگھاڑ رہا ہے کہ بادشاہ کے رہے سہے دشمنوں کو بھی پامال کر دوں۔

انکی مدافعت کی مجھے ضرورت نہیں کیونکہ وہ خود اب ساتویں پاتال کے نیچے جا چھپے ہیں
یہ قوس قزح نہیں ہے بلکہ مجھے سلطنت دینے اور دشمنوں کو مارنے کیلئے کمان تانی
گئی ہے۔ چونکہ بادشاہ نے سب دشمنوں پر فتح پائی ہے اسلئے زہرہ خوشی سے نغمہ زن ہے
اے قطب شاہ اب تو کوئی غم نہ کر کیونکہ علیؑ اور ان کی آل ہمیشہ تیری حفاظت کرتی رہیگی
جس نظم میں یہ خیالات ظاہر کئے گئے ہیں وہ حسب ذیل ہے ؎

انندان بیتے بھی آیا مرگ سال — وندیاں پامال عزیزاں ہے ہو خوشحال
کنارے آسماں کے نیں شفق رنگ — وندیاں مارے گئے اچھلیا رگت لال
فلک نیں گڑ گڑاتا مست ہو ہت — کہ شہ کے درجناں کو کرتے پامال
ان کے دفعہ تیں کچھ نیں مجے کام — کہ آپی سب چھپے اس سپت پاتال
کماں قوس قزح دینے ملک کوں — وندیاں مارن کوں لا محور کے تس بھال
ظفر شہ پائے کر سب درجناں پر — خوشی سوں گاوے زہرہ فتح بر مال
نبیؐ صدقے نکو کر غم توں قطبا — علیؑ ہور آل دایم تیرے رکھوال

یوں تو کلیات محمد قلی میں متعدد نظمیں اور بیسیوں شعر ایسے ملتے ہیں جنمیں
فتح و نصرت کی خوشی کے دمامے بجائے گئے ہیں لیکن یہاں انہی اشعار اور نظموں کا ذکر کیا
گیا جو اس موقع سے کچھ نہ کچھ تعلق رکھتی ہیں ۔

(۱۰)

# بھاگ نگر یا حیدر آباد

# اور

# اسکی زیبائش و آرائش

شہر حیدر آباد کی تعمیر و تزئین سلطان محمد قلی قطب شاہ کا ایک زندہ جاوید کارنامہ ہے لیکن تعجب ہے کہ جس طرح بھاگ متی کے متعلق زیادہ معلومات حاصل نہیں ہوتیں بھاگ نگر یا حیدر آباد کی بنا کے متعلق بھی محمد قلی کے موجودہ کلام سے بہت کم علم حاصل ہوتا ہے۔ خاص کر بھاگ نگر کا تو محمد قلی قطب شاہ نے کہیں نام[1] بھی نہیں لیا۔ البتہ ایک جگہ "شہر حیدر" کا ذکر کیا ہے گویا حیدر آباد کا۔ وہ کہتا ہے کہ قطب کے اشعار

---

[1] سلطان محمد قلی کے علاوہ قطب شاہی تاریخوں میں بھی بھاگ نگر کا نام نہیں ملتا۔ البتہ اس دور کی دوسری تاریخوں میں حیدر آباد کو بھاگ نگر بھی لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو قطب شاہیوں نے کوشش کی کہ اس شہر کا نام حیدر آباد مشہور ہو جائے۔ لیکن بیجا پوری اور مغل تاریخوں نے اس نام کو مٹنے نہ دیا۔

بے بہا ہیں۔ کسی شہر میں ان کا مول نہ ہوگا، اس لئے اگر فروخت کی توقع ہو تو حیدرآباد میں لے آؤں ۔

رتن قطبا کے ہیں یہ مول نہیں کس شہر میں مول اس لے کر آؤں جو بھرا ہوئے اس کا شہر حیدر میں

یہ شہر حیدر یا حیدرآباد سلطنت قطب شاہیہ کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے لحاظ سے دسویں صدی ہجری کے اواخر میں خود بخود آباد ہونے لگا تھا۔ کیونکہ اس سلطنت کے پایہ تخت گولکنڈہ میں مزید آبادی کی گنجائش نہ رہی تھی اور سب سے پہلے وہاں کے امرائے اس قلعہ کے اطراف و جوانب میں اپنے لئے باغ اور شبستان تعمیر کرنے شروع کر دئے تھے۔ خاص کر قلعہ کے جانبِ مشرق موسیٰ ندی کے کنارے کنارے یہ آبادی بڑھنے لگی یہاں تک کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ نے سنہ میں سرکاری طور پر ایک عالیشان شہر کا سنگ بنیاد رکھا۔ اگرچہ حیدرآباد جیسے وسیع شہر کی زد میں کئی قصبے اور گاؤں آگئے ہوں[1] گے لیکن جس جگہ اب چارمنار واقع ہے وہاں وہ موضع چچلم واقع تھا جس میں

---

[1] شہر حیدرآباد کی وسعت اور شادابی کا اندازہ تاریخ ظفرہ کے حسب ذیل بیان سے ہو سکتا ہے:۔

کثرت خلائق و وفور بدائع مواضع و فراوانی باغ و بساتین بدرجہ انجامید کہ

ساحتِ کوہ و دشت سمت تضائق پذیرفت۔ چنانچہ از دارالسلطنت حیدرآباد تا

بعض تاریخوں کے بیان اور مشہور روایتوں کے مطابق بھاگ متی رہا کرتی تھی۔

اس موقعہ پر یہ امر واضح کر دینا ضروری ہے کہ ماہ نامہ کے مصنف نے بھاگ متی کے قصہ کو غلط بتا کر یہ لکھا ہے کہ اصل میں محمد قلی قطب شاہ کی والدہ کا نام بھاگ رتی تھا اور اُس نے اسی کے نام پر شہر بھاگ نگر آباد کیا۔ اس اختلافِ روایت کا تصفیہ اُسی وقت ہو سکے گا جب چند اور قطب شاہی تاریخیں دستیاب ہوں گی اور محمد قلی کا مکمل کلام مل جائے گا۔ بحالت موجودہ اتنا تو یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ماں ہو یا محبوب، بھاگ رتی ہو یا بھاگ متی، محمد قلی نے اپنی محبت کی یادگار کے طور پر بھاگ نگر کو بسایا تھا۔ اُس نے سب سے پہلے شہر کے وسط میں چار منار کا سنگ بنیاد رکھا۔ یہ عمارت ۱۸۹ فیٹ بلند ہے۔ اور اس کے اوپر ایک مسجد اور مسجد کے ساتھ ایک حوض بنایا گیا تھا جس میں تالاب جل پلی سے پانی پہنچایا گیا۔ اوپر کا یہ حوض اس وقت باقی نہیں ہے لیکن یہ ۱۱۸۵ھ تک موجود تھا۔ چنانچہ تاریخ ظفرہ میں لکھا ہے کہ :-

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) قصبہ نرکھوڑہ ابراہیم پٹن و بھونگیر و پٹن چرو کہ در چہار جہت واقع است و مساحت بقدر دہ فرسنگ است مجموعۂ فضائے دشت و صحرا باغ و بستاں شدہ و کثرت احداثِ مساجد و بقاع و سرائے دلکش و نزاہت ریاض فردوس وش غیرت افزائے سپہر اخضر گردید (ص۱۰)۔

حوضے است در غایت لطافت و صفا۔ آب نہر تالاب جلیلی دراں بیرد" (ص۱۱)

اس بالائی حوض کے علاوہ نیچے بھی ایک گول حوض بنایا گیا جس میں ایک بہت بڑا فوارہ پتھر میں تیار کیا گیا جس میں دو ہاتھی اور دو شرزے (جو پتھر کے تراشے گئے تھے) ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ایک دوسرے پر پانی پھینکتے تھے[1]۔ یہ فوارہ مغل قبضہ کے بعد بت پرستی کی علامت سمجھ کر توڑ دیا گیا اور ان ہاتھیوں اور شرزوں کے شکستہ پتھر عہدِ آصفجاہ ثانی تک چارمنار کے قریب (جہاں اب پولس کا ٹھانہ ہے) پڑے ہوئے تھے۔

چارمنار کی تعمیر میں ایک روایت کی رو سے تین لاکھ اور دوسری کے مطابق دو لاکھ باون ہزار روپیہ خرچ ہوا۔ **یاحافظ** سے اسکی تاریخ نکلتی ہے۔

چارمنار کے ساتھ ہی شہر میں چار بازار ترتیب دیئے گئے جن میں چودہ ہزار دکانیں بنائی گئیں۔ گلزار آصفی میں لکھا ہے کہ:-

"امر فرمود کہ دست بدست بنائے شہر مشتمل بر چہار بازار و بر سر ہر بازار طاق و رواق با چہار دہ ہزار دکاکین و ایوان و سائبان و دوازدہ ہزار محلہ متساوی الاضلاع باحداث درآرند" (ص۱۹)

---

[1] گلزار آصفیہ صفحہ ۲۱۔
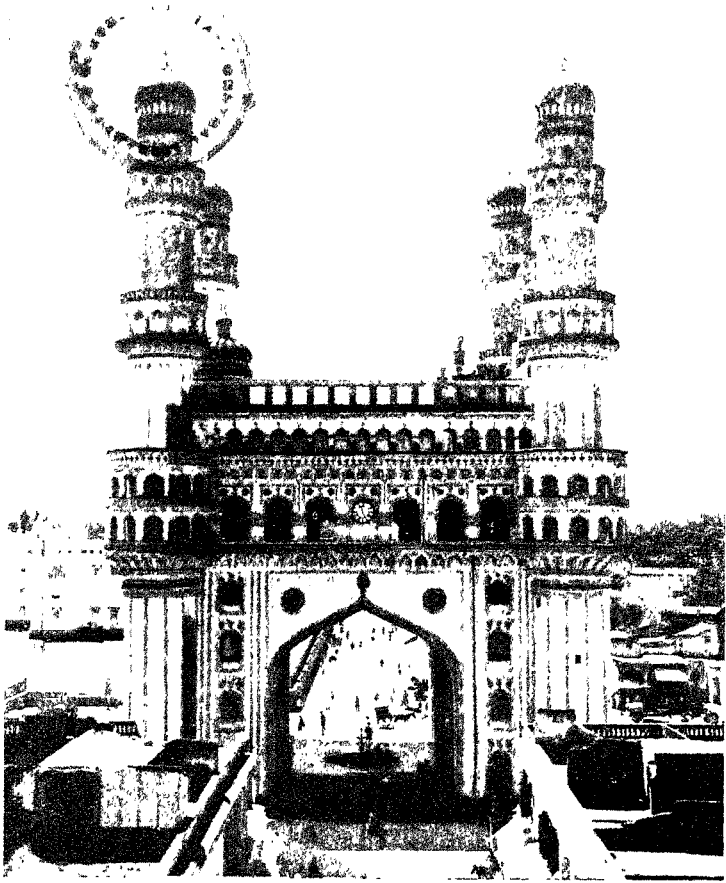
چار مینار۔ جسکو محمدؐ قلی قطب شاہ نے شہر حیدر آباد کے ساتھ تعمیر کیا تھا

ایک ایسے عظیم الشان شہر کی تعمیر جس ولولہ اور بے تابانہ شوق سے ہوئی اور
اس کی جلد سے جلد تکمیل و آبادی کے لئے جو کوششیں کی گئیں اس کا اندازہ خود محمد قلی کے
کلام سے ہوتا ہے چنانچہ وہ ایک جگہ مناجات میں خدائے تعالےٰ سے جہاں بہت سی
باتوں کی التجا کرتا ہے اپنے شہر کی معموری کے لئے بھی دعا کرتا ہے جس سے معلوم
ہوتا ہے کہ اُس کو اپنے آباد کئے ہوئے شہر سے کتنی محبت تھی اور وہ اسکی آبادی
اور آرائش و زیبائش کے لئے کتنا بے چین تھا۔ وہ کہتا ہے کہ :-

اے خدا تو میرے شہر کو لوگوں سے اُسی طرح معمور کر دے جس طرح
تو نے سمندر میں مچھلیاں بھر دی ہیں۔

بڑی اچھی مناجات لکھی ہے جس کے چند شعر ہیں ؎

مناجات میرا تو سُن یا سمیع — مُنجے خوش توں رکھ رات دن یا سمیع
مرے دوستاں کوں تو نت دے جنت — مرے دشمناں کوں اگن یا سمیع
اباداں کر ملک میرا سو توں — بسا سو توں دے میرا سن یا سمیع
سکل تخت پر میرا یوں تخت کر — انگوٹھی پہ جوں ہے نگین یا سمیع
مرا شہر لوگاں سوں معمور کر — رکھیا جوں توں دریا میں من یا سمیع
مرادات کا جم ترنگ سار قطب — اُسے سار ہت دے عنین یا سمیع

عید میلاد النبی کے سلسلہ میں محمد قلی نے کئی نظمیں لکھی ہیں جن میں سے ایک میں وہ بازاروں، محلوں اور قصروں کی زیبائش و آرائش کا ذکر کرتا ہے وہ کہتا ہے ؎

سنوارے جگت سب جنت تھوں جڑت سوں نگاڑے سو بازار قصراں محلاں

بازار اور محلے جس شوق سے تعمیر کئے گئے اس کا ذکر تو گذر چکا ہے اب قصروں کی تعمیر کے سلسلہ میں اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ سب سے پہلے چار منار کے جانب شمال مغرب دولت خانۂ عالی بنایا گیا جس کے جلو خانہ میں چاروں طرف چار بلند کمانیں کھڑی کی گئیں اور وسط جلو خانہ میں ایک ہشت پہلو حوض، تاکہ فوجیوں اوران کے جانوروں کو ہر وقت کافی پانی میسر آسکے۔ اس جلو خانہ کے مغرب کی طرف محلاتِ شاہی کی بنیاد رکھی گئی۔ چنانچہ اس طرف کی کمان دروازۂ دولت خانہ یا دروازۂ شیرِ علی کہلاتی تھی۔ اس کمان میں ۶۰ فیٹ بلند اور ۶ فیٹ چوڑے یشب کی طرح سیاہ و مصفا دو سنگ خارا کھڑا کرکے اور انکے اوپر ۳۶ فیٹ کا ایک اور پتھر رکھ کر بابِ عالی کی چوکھٹ بنائی گئی۔ اس چوکھٹ میں صندل، ہاتھی دانت، اور سونے کا ایک دروازہ لگایا گیا۔ اس دروازے سے اندر داخل ہوتے تو ایک وسیع فضا میں کئی قصر نظر آتے۔ یہاں جنوب کی طرف دفتر خانۂ شاہی اور مغرب کی طرف جامدار خانہ

اور کارخانہائے عامرہ وغیرہ بنائے گئے۔ اس وسیع فضا میں جانب شمال ایک دوسرا دروازہ لگایا گیا تھا جس میں داخل ہونے کے بعد ایک اور وسیع میدان ملتا جس کے چاروں طرف لشکریوں، حوالداروں، شب نویسوں اور سلحداروں کے لئے بڑے بڑے ہال یا ایوان بنے ہوئے تھے۔

ان سے گذرنے کے بعد چندن محل تھا جو ایک "عمارتِ رفیع و دلکشا" تھی۔ اس محل میں بھی چند سلحدار نوبت بہ نوبت جمع رہتے۔ چندن محل کے آگے گلگن محل تھا جو نہایت وسیع تھا اور اس میں خاص ترک، عرب اور دکنی سلحدار حاضر رہتے اس کے بعد صدر صفہ تھا جس میں مقرب و معتبر ملازمانِ قدیم ہی ٹھہر سکتے تھے۔ صدر صفہ کے بعد صحن محل تھا جو نہایت خوبصورت اور عالیشان عمارتوں پر مشتمل تھا جن میں اعیان و فضلا مقام کرتے تھے۔ اس محل کے جانبِ مشرق تین سو فیٹ طویل ایک ہال تھا جس میں رات اور دن مطبخ شاہی سے ہر قسم کے کھانے پک کر آتے اور تقریباً دس ہزار مجلسی، سادات، علما، فضلا اور امرا ہر روز اس شاہی دسترخوان پر کھانا کھاتے۔

یہ تو دولت خانۂ عالی کی بیرونی عمارتیں ہوئیں۔ اصل شاہی قیام گاہ خداداد محل تھا جس کے متعلق محمد قلی کی ایک نظم دستیاب ہوئی ہے اس لئے بعد کو اس کا

ذکر کیا جائے گا۔ دولت خانۂ عالی کی عمارتوں کے علاوہ محمد قلی نے ایک دادمحل بھی بنایا تھا جو انہی محلات کی پشت پر یعنی مغرب اور جنوب کی طرف بنایا گیا تھا اور قلعہ گولکنڈہ سے جو سڑک چار منار کو آتی ہے اس کی طرف اس کا رخ رکھا گیا تھا۔ حیدرآباد کے موجودہ محلۂ چوک و شاہ گنج و محبوب گنج کی جگہ قطب شاہی دور میں ایک وسیع میدان تھا جس کے درمیان ایک عالیشان حوض ۱۰۰ فیٹ طویل اور ۱۲۰ فیٹ عریض بنایا گیا تھا اور اس میدان کے اطراف بازار بنائے گئے تھے۔

دادمحل کا رخ اسی میدان اور بازاروں کی طرف رکھا گیا چنانچہ اس کے وسیع ایوانوں کے دروازے اسی طرف کھول دئے گئے تھے تاکہ مظلوموں اور آفت رسیدوں کو بلا روک ٹوک بادشاہ کی نظروں کے سامنے پہنچنے میں سہولت ہو۔ اور وہ اعیان و اکابر و دربانانِ شاہی کے توسط کے بغیر راست سلطان محمد قلی کی بارگاہ میں پہنچکر اپنا دکھڑا بیان کر سکیں اور بادشاہ اکثر اسی کے بیرونی جھروکے میں بیٹھا رہتا تھا۔

دادمحل چار منزلہ تھا اور اس طرح بنایا گیا تھا کہ سامنے سے چار جدا جدا محل نظر آتے تھے۔

دادمحل کے سامنے جو تالاب نما حوض بنایا گیا تھا اس کی تعریف میں اس

زمانہ کے سیاح اور مورخین خاص طور پر رطب اللسان ہیں۔ چنانچہ فزونی استرابادی اُسی زمانہ میں حیدرآباد آیا تھا اور وہ اپنی تاریخ فتوحات عادل شاہی میں نورسپور کی تعریف کے سلسلہ میں دوسرے شہروں کی عجائبات کا بھی تذکرہ کرتا ہے اور حیدرآباد کے سلسلہ میں لکھتا ہے کہ:—

"دریاچہ کہ در برابر دولت محل قرار دادہ اند بنوعے کہ فیلے از طلا ساختہ اند چنانچہ آب از خرطوم فیل مثل فوارہ لاینقطع در دریاچہ می ریزد کہ بر ہوا ساختہ اند نوعے کہ طاقہا زدہ اند کہ حوضے بدیں بزرگی را کہ زیر او خالی ست و محل مرور مردم است پرداختہ اند۔ دراں عمارات و مواضع اعجوبہ کارال را وقت بسیار بکار رفتہ" (نسخہ برٹش میوزیم ورق ۲۱۷)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حوض سطح زمین سے کافی بلندی پر بنایا گیا تھا اور اس کے نیچے بلند کمانیں بنا دی گئی تھیں جن میں سے لوگ گذرتے تھے۔

یہ محل زوال سلطنت تک باقی تھا اور مغلوں کے قبضہ کے بعد توڑ دیا گیا چنانچہ لچھمی ناراین شفیق نے اپنی کتاب احوال حیدرآباد میں (جو ۱۲۱۴ھ کی تالیف ہے) جہاں اس روایت کو نقل کر دیا ہے کہ شہنشاہ اورنگ زیب کی نظر جب دادمحل پر پڑی تو اس کی زبان سے نکلا:—

"ایں بلند بلند چیست"؟

نعمت خاں عالی نے عرض کیا:۔ "داد محل است"

اورنگ زیب نے کہا:۔ "آرے شداد محل است"

داد محل کے توڑنے کا بھی واقعہ ان الفاظ میں درج کیا ہے:۔

"ہر گاہ داد محل را شکستند، در عرصۂ سی سال بشکست رسید..... اکثر عمارات عمدۂ شہر تباہ شد و ہنوز تہ خانہ ہائے آں بعضے جا قایم"

غرض محمد قلی قطب شاہ کے بنائے ہوئے جن محلوں کا اب تک ذکر کیا گیا وہ سرکاری محل تھے۔ لیکن اس نے کئی ایسے محل بھی بنائے تھے جو خود اس کی خانگی ضرورتوں اور ذوق کی تکمیل کی خاطر وجود میں آئے تھے۔ انہی میں "ندی محل" بھی شامل تھا جو موسیٰ ندی کے کنارے پانی کا نظارہ کرنے اور خانگی تفریح کی خاطر بنایا گیا تھا۔ اس کے علاوہ "محل کوہ طور" بھی ایک خانگی محل تھا جس کا ذکر آگے آئیگا۔

افسوس ہے کہ محمد قلی قطب شاہ کے طویل قصیدے، مثنویاں اور ترجیع بند دستیاب نہ ہو سکے ورنہ اس موضوع کے تحت ہم اور کچھ لکھ سکتے۔ کیونکہ اس نے اپنے محلوں، باغوں، اور دیگر عمارتوں پر تفصیل سے قصیدے اور مثنویاں لکھی ہیں۔ اس وقت اس کے کلام سے جو مواد ہمیں مل سکا ہے وہ صرف چھ سات محلوں

(یعنی خداداد محل، سجن محل، اعلیٰ محل، حیدر محل، محل کوہ طور، قطب مندر اور حناں محل)
اور ایک باغِ محمد شاہی کی تعمیر و آرایش سے متعلق ہے۔ لیکن ان میں بھی صرف تین کے
متعلق اُس نے تفصیل سے لکھا ہے اور باقی کی نسبت بہت ہی کم لکھا ہے۔ اتنا ضرور
معلوم ہوتا ہے کہ سجن محل، اعلیٰ محل، حیدر محل، حناں محل اور قطب مندر پانچوں اسکی
رہائش گاہیں تھیں۔ اور غالباً ان میں سے اکثر (سوائے قطب مندر کے) ایک
ایک بیگم کے لئے مخصوص تھے۔ البتہ قطب مندر ایک ایسا مقام تھا جہاں خود بادشاہ
رہتا تھا اور جہاں بڑی بڑی محفلیں اور تقریبیں انجام پاتی تھیں لیکن یہ محفلیں
اور بزم آرائیاں بھی زنانہ ہوا کرتی تھیں۔ مردوں کی محفلوں اور دربار آرائی کیلئے جو
مقام مقرر تھے وہ دوسرے ہی تھے جن کا ذکر گذر چکا ہے اور جن پر کوئی نظم افسوس ہے
اس وقت تک دستیاب نہ ہوسکی۔

خداداد محل اور محل کوہ طور کی زیبائش و آرائش کے بارے میں محمد قلی کے
کلام سے نہایت مستند اور مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ باغِ محمد شاہی پر جو قصیدہ
محمد قلی نے لکھا تھا وہ بھی نامکمل دستیاب ہوا ہے۔ اسی طرح اور باغوں اور محلوں پر
بھی اُس نے لکھا ہے لیکن افسوس ہے کہ اس کا مکمل کلیات کتب خانہ آصفیہ میں اسوقت
موجود نہیں ہے۔

**خداداد محل** محمد قلی کے کلام میں سب سے پہلے نظم خداداد محل قابل ذکر ہے۔ یہ حیدرآباد کا سب سے بڑا اور عظیم الشان آٹھ منزلہ محل تھا۔ اس محل کے بارے میں مورخین لکھتے ہیں :—

معماران نادرہ کار متصل بہ عمارت "داد محل" طرح منزل عالی افگندہ در اندک زمانے سقف عالیش از ایوان کیوان گذرانیدہ بذروۂ لامکاں رسانیدند۔ از زیر تا بالا ہفت طبقہ...... مشتمل بر قصرہائے مقرنس و غرفہ ہائے عالی حسن زینت پذیرفت مجموع ایں طبقات بہ "خداداد محل" موسوم گردید...... ہریک ازیں طبقات را بہ ایں وجہ موسوم ساختند طبقہ ہفتم کہ پہلو از عرش می زد بخطاب الٰہی محل مشرف گردید۔ طبقۂ ششم بہ لقب "محمدی محل"...... طبقہ پنجم بہ حیدر محل...... طبقات چہارم و سیوم...... یعنے حسنی محل و حسینی محل...... طبقہ دوم جعفری محل و طبقہ اول موسوی محل نامزد شد۔ چوں ایں قصر عالی اتمام یافت شاہ کامگار بادل شاد جشن شاہانہ آراستہ ارکان دولت و خاص و عام سلطنت را از احسان و انعام سرفراز گردانید۔ درآں مجلس میرک معین سبزداری حاجب نظام شاہ کہ در سخنوری دست رسا داشت تاریخ تازہ بعرض رسانیدہ صلۂ گراں مایہ

یافت۔ رباعی تاریخ ؎

این قصر کہ ہست رشک فرمائے بہشت　　ایام بآب زندگانیش سرشت

تاریخ مرتب شدنش کلک قضا　　بر لوحِ بقا بنائے جاں بخش نوشت

(تاریخ ظفرہ ص۱۶)

مشہور قطب شاہی تاریخ حدیقۃ السلاطین میں لکھا ہے کہ:۔

"قصرہائے الٰہی محل و محمدی محل و حید رمحل و توابع و لواحق آں کہ بہفت طبقہ خاقان جنت مکان سلطان محمد قلی قطب شاہ ساختہ بودند و چند لک ہون خرچ آں شدہ بود و مثل آں قصرہا بر روے زمیں بنا نہ شدہ۔" (مطبوعہ ص۲۲)

اس عجیب و غریب محل کے متعلق خود اس کے بانی نے جو لکھا ہے اس سے زیادہ معتبر و مستند کسی مورخ کا بیان نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ کلیات محمد قلی قطب شاہ میں جو نظم خداداد محل کے متعلق موجود ہے اُس میں قطب شاہ لکھتا ہے کہ:۔

محمدؐ نے خداداد محل کو سنوارا اور اس میں جنت سے حسینوں کو لا کر رکھا تاکہ محل کی آرائش ہو۔ اس محل کی بلندی آسمان جیسی ہے جس کی وجہ سے سورج چاند اور تاروں کی رونق بڑھ گئی ہے۔ روئے زمین پر ایسا محل کسی نے نہ دیکھا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید اس کو بھی قدسیوں نے زمین پر

لاکر رکھ دیا ہے۔ اسکی آٹھ منزلیں آٹھوں بہشتوں کی طرح ہیں جن میں
آب حیات کے چشمے بہتے رہتے ہیں۔ یہ محل اتنا ہوادار ہے کہ اسکی آٹھوں
منزلوں میں دم عیسیٰ جیسی ہوائیں چلتی رہتی ہیں تاکہ دنیا کو زندگی بخشیں۔
اس محل میں جو نازنینیں رہتی ہیں اُن کے رُخسار لعل بدخشاں کی برابری
کرتے ہیں اور وہ سورج اور چاند جیسے پیالوں میں آب حیات بھر کر پلاتی
ہیں۔ ان کے چہرے یمن ہیں تو ان کے ہونٹ عقیقِ یمن۔ اور ان کا
مکھڑا سہیلِ یمن کی طرح روشنی پھیلاتا ہے۔

یہ ساری خوبرویاں جنت کی حوریں ہیں کیونکہ ہوا سے زیادہ نازک
اور پانی سے زیادہ پتلی (لطیف) ہیں۔

جب یہ نغمہ زن ہوتی ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سے زہرہ
زمین پر گانے بجانے کے لئے اتر آئی ہے۔ جب یہ نازنینیں ہاتھوں
اور آنکھوں سے ارت دکھاتی ہیں تو فرشتے ان کا نظارہ کرنے کے لئے
آسمان کی کھڑکیاں کھول کر جھانکنے لگتے ہیں۔

یہ چھبیلیاں آسمانی[1] ڈوپٹے یا ساڑیاں باندھتی ہیں جن کے کنارے

---

[1] آسمانی رنگ قطب شاہیوں کا شاہی رنگ تھا اور محمد قلی اپنے کلام میں اس کا خاص طور پر کئی جگہ ذکر کرتا ہے۔

سورج کی کرنوں کی طرح جھلمل کرتے رہتے ہیں۔ ان کی بھویں آسمانی کمان

کا کام کرکے رقیبوں کے دلوں کو ہدف بنا کر گھائل کرتی ہیں۔

اے قطب شاہ نبیؐ کے صدقے میں اور بارہ اماموں کے کرم سے تم

اس محل میں اپنی بارہ پیاریوں کے ساتھ ہمیشہ عیش کرتے رہو۔"

اس نظم سے ایک چیز نئی یہ معلوم ہوتی ہے کہ خداداد محل آٹھ منزلہ تھا نہ کہ سات منزلہ جیسا کہ تاریخوں میں لکھا ہے۔ البتہ یہ نہ معلوم ہوسکا کہ آٹھویں محل کا نام کیا تھا؟ ایک چیز اور قابل ذکر ہے وہ ہر ایک منزل کا نہایت ہوادار اور کافی بلند ہونا۔ اس خصوصیت پر محمد قلی نے بہت زور دیا ہے اور تاریخیں ساکت ہیں۔

افسوس ہے کہ ایسا عجیب و غریب محل محمد قلی کے جانشین سلطان محمد کے عہد میں عین اُس روز جل گیا جب کہ سلطان محمد کے یہاں اس کی دوسری بیوی (جو ابراہیم عادل شاہ کی دختر تھی) کے بطن سے شاہزادہ ابراہیم مرزا پیدا ہوا تھا۔ اسکے متعلق مورخ لکھتا ہے کہ:—

"شعلہائے آں بفلک اثیر رسید و مدت چند روز کہ می سوخت احدے

را میسر نبود کہ ہزار قدم و دو ہزار قدم راہ بحوالی آں گذار نماید و ایں قضیہ

از قضایائے عجیبۂ غریبۂ روزگار بود۔" (حدیقۃ السلاطین ص۲۲)

خداداد محل کے ساتھ نہ معلوم فنون لطیفہ کے کیا کیا خزانے جل گئے کیونکہ اسکی ہر منزل بجائے خود کسی نہ کسی آرٹ کی نمایش گاہ تھی۔ ایک میں کتب خانہ تھا، ایک میں مصوروں اور نقاشوں کے کمالات جمع تھے، اور ایک میں جلد سازوں اور کاغذ کو صاف اور مزین کرنے والوں کی نشست تھی۔ یہی وجہ ہے کہ محمد قلی کے عہد اور اُس سے قبل کی اردو کتابیں بھی ہمیں دستیاب نہیں ہو رہی ہیں۔ بعد کو اس نقصان عظیم کی تلافی کرنے کی کوشش کی گئی چنانچہ اس محل کی جگہ پر سلطان محمد نے بجائے ہشت منزلہ عمارت کے صرف چہار منزلہ عمارت بنادی۔ لیکن یہ قصر بھی زوال گولکنڈہ کے بعد تباہ و تاراج ہو گیا۔ اور آج خداداد محل کا نام و نشان بھی حیدرآباد میں باقی نہیں۔

**محل کوہ طور** یہ بھی حیدرآباد کے عظیم الشان محلوں میں سے تھا اور اسی جگہ بنایا گیا تھا جہاں اب قصرِ فلک نما واقع ہے جو جدید حیدرآباد کا سب سے بہتر محل سمجھا جاتا ہے۔ محلِ کوہ طور سہ منزلہ تھا۔ اس محل کے متعلق تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے:۔

درجانبِ جنوب کوہے مانند کوہ طور پر فیض و سرور بود خسرو زماں
فرمود کہ برآں کوہ والاشکوہ عمارتے شاہانہ ترتیب دادہ اطراف و جوانب
آں انہار و آبشار حوضہائے فوارہ وار و اسمار بے شمار تیار سازند۔
ہنرمندانِ ماہر بموجب اشارہ بمین اہتمام شہریار جہاں باتمام رسانند۔

نشیمنِ کوہ بریں و گلگشتِ آں سرزمیں بفرِ قدوم و جلوسِ خسروِ نو آئیں بغایت مطبوع و شیریں می نمود۔ اکثر مجالس شربِ مدام مدام در آں مکان می بود

(تاریخ ظفرہ ص ۱۰)

اس محل کے متعلق سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد کی تاریخ حدیقۃ السلاطین میں ذرا تفصیل سے لکھا ہے کہ:۔

جانبِ جنوب متصل بدروازۂ دار السلطنت کوہے واقع ست کہ بنائے خلقت اورا از روز ازل باجزائے عشرت و سرور نمودہ اند۔ و احجار و طینِ اورا بزلال خرمی و شادی تخمر و متجمد ساختہ اند، ہموارہ فیوضات نا متناہی از مہبطِ انوار الٰہی بر فراز آں کوہ نازل، و غایت فرح و نہایت شادمانی از سیرِ آں نزہت گاہ خاقانِ جہاں را حاصل، و سلطانِ علیین بارگاہ محمد قلی قطب شاہ طاب ثراہ بر بالائے آں کوہ عمارت و قصرے بغایت رفیع مشتمل بر سہ طبقہ و ایوانہائے وسیع، و شاہ نشینہا و غرفہا بہ تکلفاتِ گوناگوں و تصرفات موزوں ساختہ اند۔ و پیش آں قصر فلک منظر طاقہائے بلند ساختہ و فضائے وسیع محاذی آں از آہک و سنگ ترتیب دادہ اند و بزیر آں حوضے بطول پنجاہ گز و عرض سی گز بستہ اند و در اندرون آں قصر و ایوان ہا

وشاہ نشینہا حوضہا ساختہ بجرہائے ثقیل آب را از نشیب آں کوہ بفراز بردہ

جمیع حوضہا را از آب مملو ساختہ فوارہائے بلند را ازاں زلال کوثر مثال

جوشندہ وچوں ابر مطیر در فضائے ہوا وسطح آب بارندہ گردانیدہ اند دردامنہ

کوہ فلک شکوہ مشابہ بروج عمارات دیگر کہ تجملات سلطنت واثاثۂ پادشاہی

دراں گنجد جابجا بنا نمودہ اند واں جبل پر صفا و نور را مسمٰی بہ کوہ طور گردانیدہ

اند۔ (ص۵)

مطلب یہ کہ کوہ طور بہت پر فضا جگہ تھی۔ وہاں کی سرسبزی وشادابی کو دیکھکر محمد قلی قطب شاہ نے وہاں ایک سہ منزلہ محل بنوایا جس کے ایوان وسیع، اور شاہ نشیں اور کمرے نہایت پرتکلف تھے۔ اس محل کے سامنے اونچی اونچی کمانیں بنا کر سامنے کے صحن کو پتھر اور چونے سے ترتیب دیا۔ اس کے نیچے ایک بہت بڑا حوض ۱۵۰ فیٹ لانبا اور ۹۰ فیٹ چوڑا بنایا گیا۔ اس محل میں اور اس کے جملہ ایوانوں اور شاہ نشینوں میں ہر جگہ حوض اور فوارے بنائے گئے۔ اور نیچے سے پانی اوپر اس طرح پہنچایا گیا کہ تمام فوارے بادل کی طرح فضا میں پانی برساتے رہتے تھے۔ پہاڑ کے دامن میں بھی برجوں کی طرح عمارتیں بنائی گئیں تاکہ دوسری شاہی ضرورتوں کے کام آئیں۔

تاریخ محمد قطب شاہی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس محل کے شاہ نشیں کا طول ۹۰ فٹ

اور عرض ۶۰ فیٹ تھا۔ اور اس کا حوض ۱۳۵ فیٹ لانبا اور ۹۰ فیٹ چوڑا تھا

اور اس کی عمارت میں چار ایوان تھے۔ (نسخہ نواب سالار جنگ بہادر صفحہ ۲۶۹)

محمد قلی قطب شاہ نے جو نظم محل کوہ طور، لکھی ہے اس میں اس نے حسب ذیل

باتیں بیان کی ہیں :-

چونکہ کوہ طور پر ہمیشہ خدائے تعالیٰ کی تجلی نظر آتی ہے اسلئے خلق

خدا اس کو دیکھنے آتی ہے اور اسکی روشنی سرمہ بنکر لوگوں کی آنکھوں

کو روشن کرتی ہے۔

اس طور کا منظر ہشت بہشت کے مانند ہے۔ آسمان کی روشنی

اس کے نور کے تلے چھپ جاتی ہے۔

اس محل کو دیکھ کر سب لوگ اپنی بھوک پیاس بھول جاتے ہیں

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس پر شاہ مرداں کی تجلی جھلک رہی ہے۔

اس کے بارہ برجوں پر بارہ اماموں کی نظر عنایت ہے اسی وجہ سے

اس محل پر ایمان کی روشنی چمکتی رہتی ہے۔

اس محل کا ہر ایک کنگورا اتنا بلند ہے کہ اس پر چڑھنے سے اسطرح

تمام عالم نظر آتا ہے جس طرح جام جہاں نما سے نظر آتا تھا۔ اس کے ہر

مناروں پر شاہِ کنعاں کا حسن جھلکتا رہتا ہے۔

یہ محل اپنی بلندی اور روشنی کی وجہ سے ساتویں آسمان کا قطب تارا معلوم ہوتا ہے۔ اور تختِ سلیمان اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے جو فرامین نکلتے ہیں وہ اُجالے کی طرح تمام عالم میں جاری ہو جاتے ہیں۔

اس محل کا صحن آئینہ سکندر ہے جس میں ایران و توران کی روشنی بھی منعکس نظر آتی ہے۔

اس محل کے اطراف جو میدان ہے وہ اتنا نورانی اور بارونق ہے کہ اس کے مقابلہ میں چاند اور سورج بھی خود کو بے رونق سمجھ کر اسکو دیکھنے کے لئے روزانہ بیتاب ہو کر آتے ہیں۔

ساتوں اقلیموں میں اس محل کی نظیر نہیں۔ اس کی روشنی کے آگے سورج کا اجالا تارے کی روشنی نظر آتا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت سے چاند اور سورج کو لیکر اس محل کی بنیاد میں رکھ دیا گیا ہے اسی لئے یہ روشنی کی ایک کان نظر آتا ہے جسکی روشنی جواہرات کی تمام کانوں میں بھی جھلکتی رہتی ہے۔

اس محل کے کنگورے اتنے بلند ہیں کہ عرش کے قدم سے جا لگے ہیں۔

اسی لئے اس جگہ کا اجالا تمام دنیا کے لئے قبلہ گاہ بن گیا ہے۔

اس محل کے ہر شہ نشیں میں اور ہر برج پر بادشاہ کے حکم سے ہر روز مہ جبینوں کی مجلس آرائیوں کی وجہ سے روشنی چمکتی رہتی ہے۔

اے قطب شاہ نبیؐ کے صدقے میں تو اس محل میں آرام و اطمینان سے زندگی بسر کر کیونکہ اس میں شیر یزداںؑ کی تجلی بھی جھلکتی رہتی ہے۔

اس نظم سے ظاہر ہوتا ہے کہ محل کوہ طور اصل میں ایک شبستان کا کام دیتا تھا۔ جہاں بادشاہ اپنی پیاریوں کو لے کر اپنی زندگی عیش و نشاط کے ساتھ بسر کرنے جاتا تھا۔ ایسی اچھی تفریح کا مقام شاید پوری سلطنت میں کوئی نہ تھا۔ کیونکہ وہاں سے نہ صرف شہر حیدر آباد اور گولکنڈہ کی آبادی نظر آتی تھی بلکہ اطراف واکناف کے باغوں اور محلوں کی اور رات کے وقت پورے پایہ تخت کی روشنی پیش نظر ہو جاتی تھی۔ اس مقام کی ان خصوصیتوں کی طرف قطب شاہی مورخ نظام الدین احمد نے بھی خاص طور پر توجہ کی ہے اور اُس کی حسب ذیل فارسی عبارت محمد قلی قطب شاہ کی اردو نظم کا بعینہٖ ترجمہ ہے۔ کیا تعجب ہے کہ یہ عبارت لکھتے وقت مورخ کے پیش نظر بانیٔ محل کی اصل نظم بھی ہو! مورخ لکھتا ہے:۔

"بر بالائے آں کوہ و عمارتِ فلک شکوہ برآمدہ جہاں بین و خرم سواد

عمارات و حضرتِ بساتین و باغات چند انکہ حس بصر مشاہدہ نماید از اطراف بنظر در آوردہ از غایتِ فرح و نشاطِ عیش و عشرتِ انبساط فرمودند و ماہرویانِ زہرہ جبیں و شاہدانِ حور العین بہ اطراف اورنگ شہریار خسرو آئیں حلقہ زدہ بخدمت قیام نمودند۔ و صراحی ہائے راح ارغوانی چوں آفتاب نورانی بر فراز آں کوہ تجلی نمود۔ و جاجہا چوں بدر منیر از آب آتش انگیز لبریز شد۔ صلائے نوشا نوش بہ محبوبان بادہ نوش در دادند" (ص ۵۸)

یہ محل اور اس کے باغ کی سرسبزی و شادابی سلطان عبد اللہ قطب شاہ کے عہد میں بھی اسی طرح بہار پر تھی اور وہ اسی طرح استعمال ہوتا تھا۔ چنانچہ سلطان عبد اللہ نے ۱۰۳۷ھ کے موسم برسات میں وہاں ایک مہینہ تک قیام کیا اور اپنے نانا محمد قلی کی سنت کو (بقول حدیقۃ السلاطین "دراں عشرت سرا روز و شب بہ عیش و عشرت و طرب اشتغال نمودند") پورا کیا۔

قطب شاہی سلطنت کے خاتمہ کے بعد یہ محل بھی ختم ہوگیا اور اسی کے کھنڈروں پر بعد کو قصر فلک نما بنایا گیا۔ نواب شمس الامرا کا قصرِ جہاں نما بھی محلِ کوہ طور ہی کے احاطہ میں تھا۔ اور امرا کی فرودگاہ کے کام آتا تھا۔ ان ہی

کھنڈروں پر جہاں نما بھی آباد ہوا ہے۔

خداداد محل اور محلِ کوہِ طور کے بعد سجن محل کا ذکر ملتا ہے ۔ یہ اُن مجموعۂ محلات میں سے ایک تھا جو شہر کے وسط میں تعمیر کئے گئے تھے اور جنکو دولت خانۂ عالی کہتے تھے اور جنکی تعمیر اور خصوصیتوں کی تفصیل کا بیان اوپر گذر چکا ہے۔

سجن محل کے بارے میں مورخین لکھتے ہیں کہ :-

"درگاہ ہفتم سجن محل است۔ عمارتِ عالی مقدار باصفاکہ بہ رشکِ فردوسِ بریں بروئے زمین تزئیں یافتہ جمعے از اعیان و فضلاء آں مکان مقام دارند" (تاریخ ظفرہ ص ۱۴)

اسی سجن محل سے متصل جانب مشرق ۳۰۰ فیٹ لانبا وہ مشہور و معروف ہال تھا جہاں صبح و شام مطبخ شاہی سے ہر قسم کے کھانے پک کر آتے اور دس ہزار اشخاص (جن میں زیادہ تر سادات، علما، فضلا، امرا اور مجلسی شریک تھے) ہر وقت شاہی دسترخوان سے بہرہ مند ہوتے۔

سجن محل کے متعلق محمد قلی نے جو نظم لکھی ہے اس میں محل سے زیادہ اس نازنین کا تذکرہ کیا ہے جو اس محل میں اس کے دل پر قابض ہوگئی تھی۔ اس نظم کے مطالعہ سے مورخوں کی وہ توضیح مشتبہ ثابت ہوتی ہے کہ اس محل میں اعیانُ

فصت[illegible] ٹھہرا کرتے تھے۔ یہ محل اصل میں شاہی زنانہ محل تھا جیسا کہ خود نام سے بھی ظاہر ہے۔ اس کا ثبوت خود یہ نظم ہے جس میں بادشاہ لکھتا ہے کہ:-

میری پیاری سجن محل میں بن سنور کر ناز و غمزہ کے ساتھ آئی۔ اور میری بال بال بن کر اس نے مجھے زندگی کا پیالا پلایا۔ اس کا اثر میرے سر میں پھر سے چڑھ گیا ہے۔ کیونکہ پھر اس نے اپنی خماری آنکھوں کی بھٹی ناز سے چڑائی ہے۔

اس نے اپنے بالوں میں چاند اور سورج اور تاروں کی طرح پھول گوندھے ہیں۔ ان پھولوں اور ان بالوں سے مجھے ایک دوسرا آسمان نظر آنے لگا۔

بھووں میں گرہ ڈالکر مجھ سے کہتی ہے کہ پیالا پیو اور اپنے ہونٹوں کے نقل کے ساتھ مجھ کو ملائی کھلاتی ہے۔

اپنے گلابی گالوں پر اس نے پھولوں کا طرہ گوندھ کر لگایا ہے، اپنے گلے میں نورتن کے ہار ڈالے ہیں اور اپنے آنچل کی چمک میں ہزاروں بجلیوں کا منظر پیدا کر دیا ہے۔

سجن محل اس وقت لٹ گیا جب سلطان عبداللہ کے عہد میں مغلوں نے حیدرآباد پر اچانک

حملہ کیا اور بادشاہ کو یکایک محلات چھوڑ کر قلعہ گولکنڈہ میں پناہ لینی پڑی اور حملہ آوروں نے حیدرآباد کے شاہی محلات کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔

اعلی محل اور حیدر محل[1] کی نظموں میں بھی بجائے محل کی زیب و زینت اور خصوصیات کا بیان کرنے کے اعلی بکی اور حیدر پیاری کی تعریف کے گن گائے ہیں اسی طرح قطب مندر کی نظم میں بھی زیادہ تر اپنے محبوبوں کی تعریف اور اپنی محفلوں کی رونق کا ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ " اس کے محلوں میں ہر جگہ آئینے لگے ہوئے تھے اور موتیوں کا فرش رہتا تھا۔ اور اس کی بیگمات راتوں کو چاند کی طرح چمکتیں اور باتوں باتوں میں شراب کے پیالے پی جاتیں۔ اُن کی آنکھوں کی ضیاء آسمان تک پہنچ جاتی اور یہ آنکھیں باغ فردوس کو قطب مندر کے مقابلہ میں ہیچ دیکھ کر ہنسنے لگتیں۔ جواہرات ان کے نورتن جیسے جسموں پر رہکر خوشیاں مناتے" اور اسی طرح کے مضامین مسلسل کئی اشعار میں باندھتا چلا گیا ہے۔

یہ تو محلات شاہی سے متعلق نظموں کا ذکر تھا۔ ان محلات کے علاوہ عید قرباں کی ایک نظم میں ایک اور محل کا ذکر کیا ہے اور وہ حنا محل ہے معلوم ہوتا ہے کہ محل میں بھی وہ ایک عرصہ تک فروکش رہا تھا۔ اور بقر عید کی محفل اسی میں سجائی

---

[1] حیدر محل کا نام حیدر منڈوہ بھی تھا اور یہ بھی سیر تماشا و تفریح کیلئے کام آتا تھا (گلزار آصفیہ صفحہ ۲۰)
یہ خداداد محل کا پانچواں طبقہ "حیدری محل" نہیں بلکہ ایک بالکل دوسرا محل تھا۔

تھی۔ وہ عید قرباں کی نظم کے آخر میں کہتا ہے :۔

اے قطب شاہ تو نے نبی کے صدقے میں حناں محل میں عشرت کو

پکڑ کر بسا دیا ہے۔

اس کا شعر ہے ؎

صدقے نبی کے قطبا حنّاں محل میانے　　عشرت پکڑ بسایا صلوات بر محمدؐ

حناں محل اصل میں حنا محل ہے۔ یہ نہ معلوم ہو سکا کہ بادشاہ نے لفظ حنا کو تشدید کے ساتھ حنّا کیوں استعمال کیا ہے۔ یہ محل اُس جگہ بنایا گیا جہاں اب سرکاری زنانہ دواخانہ یا زچگی خانہ واقع ہے۔ یہ اصل میں محمد قلی کے سپہ سالار ملک امین الملک کا باغ تھا اور اسی لئے امین باغ کے نام سے کئی سو سال سے مشہور رہے۔ اور اب بھی بعض پرانے لوگ اس کو امین باغ ہی کہتے ہیں۔ ملک امین الملک کا باغ ندی کے کنارے سے لیکر خدا داد محل اور دولت خانۂ عالی تک پھیلا ہوا تھا۔ غالباً ملک امین الملک کے انتقال کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ اس باغ میں ایک **حنا محل** بنایا جائے چنانچہ ایک مہینہ کے اندر ایک مکمل عمارت تیار کر دی گئی۔ اس کے متعلق لکھا ہے :۔

معماران در مدت یک ماہ قصر مکمل "حنا محل" را در حسن تقطیع بغایت

وسیع اساس نہادہ غیرت افزائے فردوس بریں و رشک پیرائے

نگار خانۂ چیں ساختند۔

## قطعہ

زاں رفیع آمد چو قصر چرخ ایں عالیمقام / کز علو قدر بانی بازمی گوید بنا

از ہوائے او صبا بوے گرفت و میدہد / خاک را پیرانہ سر بوئے جوانی از جنا

اہل دولت را فضائے دلکشائے او بود / در لطافت ہمچو جنت دلفروز و جانفزا (تاریخ ظفرہ)[19]

نوٹ۔ بعض تاریخوں میں محمد قلی کے ایک جناں محل کا بھی ذکر ہے۔ معلوم نہیں کہ محمد قلی نے نظم جنان محل خدا محل سے متعلق لکھی تھی یا جناں محل سے متعلق یا یہ کسی اور محل سے متعلق ہے جس کا ذکر تاریخوں میں درج نہیں۔

---

محلات شاہی کے بعد ہیں کلیات محمد قلی میں **باغ محمد شاہی** سے متعلق ایک نظم ملتی ہے جس کے مطالعہ سے اُس زمانہ کے باغوں، درختوں، پھلوں اور پھولوں کے متعلق دلچسپ علم حاصل ہوتا ہے۔ افسوس ہے کہ یہ نظم بھی مکمل نہیں معلوم ہوتی ورنہ آج سے ساڑھے تین سو سال قبل کے دکنی باغوں کی تفصیل عہد حاضر کے صاحبانِ ذوق کی چمن بندیوں میں مفید ثابت ہوتی۔

محمد قلی قطب شاہ کا ذوق کتنا پختہ تھا کہ اُس نے کشادہ بازاروں، نفیس حماموں اور عالیشان محلوں کے ساتھ حیدرآباد کے شایان شان باغ بھی تعمیر کئے تھے۔ اس کی اس نظم سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ یہ ہیں کہ اس زمانہ میں

باغوں کے اطراف چار دیواری ہوتی تھی جو زیادہ بلند نہ ہوتی۔ کیونکہ اس پر سے تمام درخت اور ان کے پھل اور پھول نظر آتے تھے۔ چار دیواری کے ساتھ ساتھ سڑک بنائی جاتی جہاں سے باغ کے مناظر دکھائی دیتے تھے' اور جس پر اس کے پھولوں کی خوشبو مہکتی رہتی۔ پھولوں میں اُس نے چنپا کلی کا خاص کر ذکر کیا ہے۔ اور پھلوں میں انگور' انار' کھجور' سپیاری' ناریل' جامن' اور محمد پھل کا۔ محمد پھل سے مراد غالباً بادام ہے کیونکہ اس سے آنکھوں کو تشبیہہ دی ہے۔ تعجب ہے کہ محمد قلی نے آم اور جام ( امرود ) کا ذکر نہیں کیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آم ہی کو محمد پھل کہا ہو۔ انگور اور کھجور عہد حاضر کے حیدر آبادی باغوں میں کم نظر آتے ہیں۔

باغ محمد شاہی کا محل وقوع تاریخوں سے اُس جگہ معلوم ہوتا ہے جہاں اب ہیہ عالم کی بارہ دری' نئے پل کا دروازہ' یوسف گنج اور چھتہ واقع ہے۔ یعنی دلی دروازہ کے جانبِ مغرب تو ملک امین الملک کا باغ تھا اور جانب مشرق باغ محمد شاہی۔ یہ باغ ندی سے لیکر بلدیہ اور دار الشفا کی عمارت' پرانی حویلی اور دیوان ڈیوڑھی تک پھیلا ہوا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ دار الشفائے شاہی اور ندی کے درمیان کوئی عمارت نہ تھی بلکہ باغ ہی باغ تھا کہ مریضوں کو کھلی اور صاف ہوا ملے۔ اس باغ میں ایک طرف کو ایک محل بھی بنایا گیا تھا۔ یہ محل غالباً اُسی جگہ واقع ہوگا جہاں

اب نواب میر عالم کی مشہور و معروف بارہ دری کھڑی ہے۔ اس باغ کے متعلق تاریخ ظفرہ میں لکھا ہے :۔

"باغ و بستاں در اطراف آں قصر ہویداست۔ رشک افزائے خلد بریں و میوہ ہایش چوں عناقد پرویں۔ مثنوی

خاکش از نیکوئی عبیر سرشت ‏ ‏ میوہ ہایش چوں میوہ ہائے بہشت

تاک انگور کج نہادہ کلاہ ‏ ‏ دیدہ در حکم خود سفید و سیاہ

شاخ نارنج و برگ تازہ ترنج ‏ ‏ نخلبندے کشادہ بر سر گنج

شاہ جم جاہ اکثر اوقات دریں باغ فردوس صفات با پری پیکراں دل ربا و اسیران ماہ لقا نہال طرب در چمن لہو و لعب نشاندہ جرعہ شادکامی بر عالم فانی می افشاند"

باغ محمد شاہی پر جو نظم لکھی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔ اس کے مطالعہ سے واضح ہوگا محمد قلی کس پایہ کا شاعر تھا اور وہ درختوں، پھولوں اور پھلوں پر کیسی نظم لکھ سکتا تھا :۔

محمد قلی کا یہ تمام چمن محمد کے نام سے سرسبز و شاداب ہو رہا ہے۔ اسی وجہ سے اپنے طوبیٰ جیسے درختوں کی وجہ سے یہ چمن جنت کی طرح سہانا

معلوم ہوتا ہے۔

جس طرح فانوس کے اندر سے چراغوں کی روشنی خوبصورت نظر آتی ہے اسی طرح دیواروں کے پیچھے سے میووں اور پھولوں کے جسم نظر آرہے ہیں۔

پھول لگانے کے لئے اس چمن کی ہوا دمِ عیسیٰ کا کام کرتی ہے اور سبز نہالوں کی خبر بشارت کی طرح لوگوں تک پہنچاتی ہے تاکہ لوگ آکر ان کی بہار دیکھیں۔

سڑک سے جب میں باغ کو دیکھتا ہوں تو خوشی سے میرے دل کی کلی کھل جاتی ہے اور اس کی خوشبو سے دنیا مہکنے لگتی ہے۔

چمن میں پھولوں کو کھلتا ہوا دیکھ کر سکیوں کا منہ یاد آتا ہے اور [illegible] کی آنکھیں زیب دیتی ہیں۔

چنپا کی کلی ناک کی طرح نظر آرہی تھی جس کی دو پتیاں دو پہلوؤں کی طرح ہیں اور اس جگہ بھنورے کو تل کی طرح دیکھ کر سب کا دل حیران ہوگیا۔

لاکھوں انگوروں کے خوشے ثریا اور سنبلہ کی طرح دکھائی دیتے ہیں

اور اس انگور کے منڈوے کی تازگی کے سامنے آسمان پرانا نظر آتا ہے۔

انار وں میں دانے ایسے ہی معلوم ہوتے ہیں جیسے یاقوت پتلیاں ہیں۔ اور کھجوروں کے خوشے مرجان کے بیجوں کی طرح نظر آتے ہیں اور سپیاروں کے لال خوشے دن اور رات کی طرح سیاہ و سفید نظر آتے ہیں

ناریل کے پھل زمرد کے مرتبانوں کی طرح دکھائی دیتے ہیں اور اسکے تاج کو اہل دکن پیالہ کہتے ہیں۔

جامن کے پھل بن میں سالم نیلم کی طرح نظر آتے ہیں اور اس کو اس لئے رکھا ہے کہ دوسرے میووں کو نظر نہ لگے۔

اس باغ کی تعریف و توصیف کے لئے سوسن نے بھی دس زباں کھولی ہیں اور دکن اپنی سب سندریوں اور حسینوں کی وجہ سے کھلی ہوئی نرگس کی طرح بارونق ہو گیا ہے۔

چمن کا شہرہ سن کر بلبل سب آپس میں خوشی سے الاپ رہے ہیں اور ان کی آواز سن کر جنت کی حوریں رقص کر رہی ہیں۔ جس کو دیکھ کر درخت مست ہو رہے ہیں اور اپنے پتوں جیسے ہاتھوں سے تالیاں بجا رہے ہیں۔ ڈالیاں پھولوں کی شراب جیسی خوشبو سے مست ہو کر ڈول رہی ہیں۔

شغلِ یہ شبنم کی شراب ہے یا کسی کے ہونٹوں کے عرق کا پیالہ۔ یہ بھی اچھا ہے اور وہ بھی اچھی بشرطیکہ اے محبوب تیرے ساتھ ملکر پینے کا موقع ملے۔"

باغ محمد شاہی کے ذکر کے ساتھ ہی اس واقعہ کا اظہار بھی ضروری ہے کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ کو سرسبزی وشادابی سے خاص دلچسپی تھی۔ وہ برسات اور پانی کا دیوانہ تھا۔ جہاں جہاں پانی مل سکتا تھا وہاں اس نے محل، باغ اور عمارتیں بنادیں اور جہاں پانی نہیں پہنچ سکتا تھا وہاں تک پانی لانے کی جرثقیل وغیرہ کے ذریعہ سے ایسی ایسی ترکیبیں کیں کہ آج عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ ایسے قدیم زمانہ میں یہ کیونکر ممکن تھا۔

چارمنار اور کوہ طور جیسی بلندیوں پر حوض بناکر ان میں پانی پہنچانے کا تذکرہ گذر چکا ہے۔ اس کے علاوہ داد محل، دولت خانۂ عالی اور محل کوہ طور کے عجیب وغریب حوضوں اور فواروں کے احوال بھی درج ہو چکے ہیں۔ اسیطرح بہتے ہوئے پانی سے لطف اٹھانے کیلئے اس نے موسی ندی کے کنارے ایک ندی محل بھی بنایا تھا جس کی تعریف میں مورخین[۱] رطب اللساں ہیں۔ شاہی محلات کے علاوہ محمد قلی نے عوام کے لئے بھی بازاروں میں پانی کی نہریں دوڑادی تھیں اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ شاہ جہان آباد اور نہر چاندنی چوک کی تعمیر میں

[۱] تاریخ ظفرہ ص۱۵ و ص۱۶ ۔ اور تاریخ قطب شاہی نسخہ سالار جنگ بہادر ص۲۵۲

ابھی نصف صدی سے زیادہ زمانہ باقی تھا۔

حیدرآباد کے اکثر بازاروں میں دونوں طرف پانی کی نہریں بہتی رہتی تھیں[1] اور ان کے کنارے سایہ دار درخت لگائے گئے تھے۔ ایک مغربی سیاح ولیم میتھولڈ لکھتا ہے کہ :۔

"شہر حیدرآباد اپنی خوشگوار آب و ہوا اور پانی کی بہتات کی بدولت ہندوستان کا بہترین شہر ہے" (گولکنڈے کے تعلقات ص۹)

عہد اورنگ زیب کے مورخ خافی خاں نے لکھا ہے کہ :۔

"خوبیہائے آں شہر لطافت و آب و ہوائے آں سرزمین و حسن ہائے نمکین آں سبز فام، و سیر حاصلی آں مرزبوم اگر پردازم از سر رشتۂ سخن بازمی مانم" منتخب اللباب جلد دوم ص۳۶۸۔

اسی طرح شہنشاہ اورنگ زیب کے خاص مورخ محمد ساقی نے بھی جو فتح گولکنڈہ کے وقت ہم رکاب تھا حیدرآباد کی اس خصوصیت کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے :۔

"رطوبت ہوا، و عذوبت روانی چشمہا، شادابی سبزہ بہ مرتبہ کہ

---

[1] حدیقۃ العالم مقالہ اول ص۲۱۵ مطبوعہ مطبع سیدی حیدرآباد دکن۔

پنداری گل وسبزۂ ایں سرزمین را آب ورنگِ زمرد ولعل است " (ماثر عالمگیری[۳۲])

افسوس ہے کہ محمد قلی کے بنائے ہوئے محل آج حیدر آباد میں باقی نہیں ہیں لیکن جو محل قلعہ گولکنڈہ میں اب تک شکستہ و بوسیدہ حالت میں موجود ہیں ان کے دیکھنے سے ثابت ہو جاتا ہے کہ چھ چھ سات سات منزلہ عمارتوں میں بھی اوپر تک پانی پہنچانے کے انتظامات موجود تھے اور بعض محلوں کی چھتوں پر اب تک حوض موجود ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام قطب شاہی سلاطین پانی کے بے حد دلدادہ تھے اور ان میں بھی محمد قلی کو تو خاص طور پر اس سے دلچسپی تھی۔ جس کا مزید ثبوت اُس عنوان کے تحت ملے گا جو محمد قلی کی مصروفیتوں اور آغازِ باراں سے متعلق آئندہ صفحات میں درج ہے۔

حوضوں اور نہروں کے علاوہ محمد قلی نے متعدد حمام، مسجدیں، عاشور خانے، لنگر خانے، مدرسے، مہمان خانے، کارواں سرائیں، اور دواخانے بھی بنائے تھے۔ جن میں سے چند حماموں، اکثر مسجدوں اور عاشور خانوں، متعدد کارواں سراؤں اور شاہی دارالشفا کی عمارتیں یا اُن کے آثار اب تک باقی ہیں۔ اور اس شکستہ حالت میں بھی ظاہر کرتے ہیں کہ محمد قلی کس اعلیٰ ذوق اور شان و شوکت کا بادشاہ تھا۔ وہ نزاکتوں سے زیادہ شکوہ اور بڑائی کا دلدادہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ
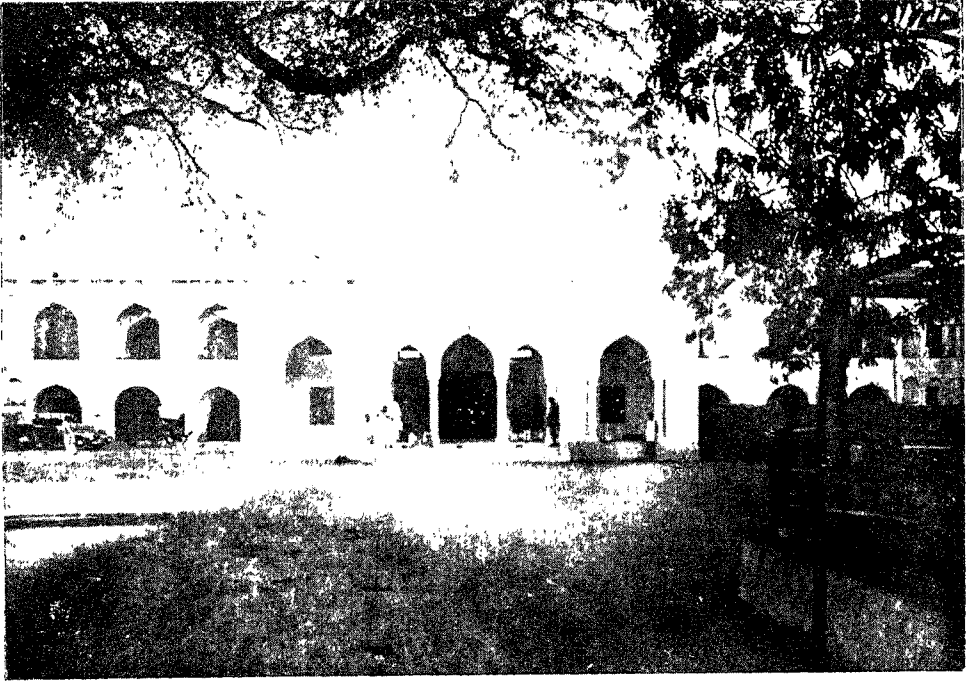
دارالشفا - حیدرآباد کا قدیم ترین دواخانہ جو محمد قلی قطب شاہ نے
شہر حیدرآباد کی آبادی اور تعمیر کے بعد بنایا تھا -

حیدرآباد اور گولکنڈہ کی اکثر عمارتیں جسامت مضبوطی، اور بلندی کی وجہ سے ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔ لیکن اس مضبوطی اور بلندی کے ساتھ ساتھ خوبصورتی اور لطافت کا بھی خاص طور پر خیال رکھا گیا تھا۔ چنانچہ ابوالقاسم فرشتہ جس نے اکبر اعظم کے بنائے ہوئے آگرہ، لاہور اور فتح پور سیکری جیسے عظیم الشان مغلیہ شہروں میں بود و باش کی تھی حیدرآباد کے متعلق لکھتا ہے :۔

"شہرے کہ در تمامی ہندوستان شرقاً و غرباً شمالاً و جنوباً مثل آں در لطافت و صفا ہرگز یافت نمی شود" (تاریخ فرشتہ مقالہ سوم ص۱۷۳)

موسیو ٹیورنیر فرانس کا رہنے والا تھا جس کا پایہ تخت پیرس قدیم زمانہ ہی سے عروس البلاد سمجھا جاتا ہے۔ یہ جب حیدرآباد آتا ہے تو اپنے سیاحت نامہ میں لکھتا ہے کہ :۔

"شہر نہایت سلیقہ سے بنایا گیا ہے اور اس میں بڑے بڑے راستے ہیں...... چار پانچ کاروان سرائیں موجود ہیں جو دو منزلہ ہیں......" (جلد اول ص۱۲۳)

آخر میں حدیقۃ العالم کا ایک بیان نقل کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جس کے مطالعہ سے سلطان محمد قلی کے ذوق تعمیر اور شہر حیدرآباد کی ابتدائی حالت کا اندازہ

ہو سکتا ہے :—

"در ہر بازارے چند چہار سو کہ بہ ہندی چوراہا گویند متساوی الاضلاع وسوائے آں بازار ہائے دیگر۔ ...... دکاکین چہاردہ ہزار گفتہ اند در پیش ہر دکان ایوانے، و ماورائے ایں از محلہ ہا و حمام ہا و خانقاہ و مدرسہ و مسجد و لنگر و مہمان خانہا۔ دو دہ ہزار مکان بر لوح عمارت کشیدند۔ ...... جموع عمارات کوچہ و بازار و غیرہ را از سنگ و آہک بہ تکلف ہر چہ تمام تر برآوردند۔ و منازل پادشاہی بہ نوعے ساختند کہ مسافرانِ اقالیم سبعہ نظیرِ آں در ہیچ ملک نشان نمی دہند۔"

(مقالہ اول ص ۲۱۵)

# عیدوں اور تہواروں کی ترویج

سلطان محمد قلی قطب شاہ کو خدا نے قلب و دماغ کی نہایت اعلیٰ قوتیں ودیعت کی تھیں وہ نہ صرف ایک بہت بڑا بادشاہ تھا بلکہ ایک زبردست صناع تعمیر کار اور شاعر بھی تھا۔ ساتھ ہی ایک بلند مرتبہ مصلح قوم، مجتہد وقت، وضعدار، رعایا پرور اور فیاض و رحمدل بھی تھا۔ اس نے اپنے عہد حکومت میں کسی کو سزائے موت نہیں دی۔ اس کے دسترخوان پر کسی وقت ایک ہزار سے کم آدمی نہ ہوتے اور اس کے دسترخوان کی طرح اس کے دربار اور داد محل کے دروازے بھی ہر وقت ہر کس و ناکس کے لئے کھلے رہتے۔ مشہور مورخ ابو القاسم فرشتہ نے اگر دوسرے بادشاہوں کے مقابلہ میں اس کو حلیم الروف لکھا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اس میں خدا نے ایسی ایسی عجیب و غریب اور متضاد و مختلف خصوصیتیں یک جا کر دی تھیں کہ تاریخ میں ایسی مستجمع الصفات شخصیت بہت کم نظر سے گذرتی ہے۔

ابھی ہم نے اس کے عظیم الشان شہر حیدر آباد کی تعمیر و آرائش و زیبائش کے متعلق لکھا ہے اور اب ہم اس کی تنظیمی قابلیت اور ثقافتی ذوق کے متعلق چند معلومات فراہم کریں گے۔ یہ ہم کو معلوم ہے کہ اس کے عہد میں کبھی کبھی کچھ لڑائیاں اور بغاوتیں ہوئیں لیکن اس نے اپنی طبعی صلح پسندی کی وجہ سے ان کو بڑھنے نہ دیا اور کشور کشائی کے مقابلہ میں صلح و آشتی کو ترجیح دی اور آخر کار ایسے کام کئے کہ رعایا کے دلوں کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اسی سلسلہ میں اس نے متعدد عیدوں اور تہواروں کو رائج کیا تاکہ اس کا ملک عمرانی اور سماجی نقطہ نظر سے بھی ایک خاص سطح پر پہنچ جائے۔ اور اہل ملک کو سال بھر میں مختلف مواقع ایسے حاصل ہو سکیں جن میں وہ دل کھول کر اپنے انسانی جذبات کا اظہار کر سکیں۔ ایسے مواقع یوں تو سال میں کئی دفعہ آتے ہوں گے۔ لیکن محمد قلی کے کلیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بارہ چودہ ایسی اہم تقریبیں مقرر کر دی تھیں جو خاص اہتمام سے منائی جاتیں۔ اور عوام کے علاوہ خود بادشاہ بھی ان میں ذاتی دلچسپی لیتا۔ یہ تقریبیں حسب ذیل ہیں :۔

۱۔ محرم ۲۔ عید میلاد نبیؐ ۳۔ عید بعثت نبیؐ ۴۔ عید سوری ۵۔ عید مولود علیؑ ۶۔ عید غدیر ۷۔ شب برات ۸۔ عید رمضان ۹۔ بقر عید ۱۰۔ نوروز ۱۱۔ بسنت ۱۲۔ سالگرہ بادشاہ ۱۳۔ مرگ سال (آغاز برسات) ۱۴۔ شب معراج۔

ان میں چار ایسی تھیں جو بین قومی سمجھی جاتیں اور جن میں ہندو اور مسلمان سب شریک ہوتے، یعنے :- ۱۔ سالگرہ بادشاہ ۲۔ آمد برسات ۳۔ نوروز اور ۴۔ محرم۔

محرم کی نسبت خود محمد قلی کے موجودہ کلام سے کچھ زیادہ معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اُس کے صرف چند ہی مرثیے ملے ہیں۔ حالانکہ اُس نے بیسیوں مرثیے لکھے تھے جو اس کے مکمل دیوان (کتب خانہ آصفیہ) میں موجود تھے۔ اور جملہ تاریخوں میں یہ امر وضاحت کے ساتھ درج ہے کہ حیدرآباد میں محرم کی تقریبوں کا آغاز سلطان محمد قلی قطب شاہ ہی نے کیا تھا۔ تعزیہ داری اور مجلسیں اسی کی قایم کی ہوئی ہیں جو آج تک جاری ہیں۔ حیدرآباد میں سب سے پہلا علم اس کا بٹھایا ہوا ہے جو اب تک موجود ہے اور جس کا ذکر گذر چکا ہے۔

محرم کے مراسم کو محمد قلی نے اس خوبی سے رائج کیا کہ شیعوں کے علاوہ سنیوں اور ہندوؤں نے بھی ان ایام کو خاص اہتمام سے منانا شروع کیا اور خاص کر محرم کے ابتدائی دس بارہ روز تک تو ایسی مصروفیتیں رائج ہوگئیں جن میں سلطنت قطب شاہیہ کا ہر متنفس (خواہ وہ کسی مذہب وملت سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو) حصہ لیتا تھا۔

اس کے متعلق مورخین لکھتے ہیں کہ :-

"قطب شاہی سلطنت کا قدیم طریقہ ہے اور خاص کر محمد قلی قطب شاہ کے

زمانہ سے یہ رواج ہے کہ محرم کا چاند دیکھتے ہی خود بادشاہ بھی اورنگ زرنگار سے اتر جاتے اور لباس شاہی کو جامۂ عزا سے تبدیل کر دیتے ہیں۔ اور تمام ممالک محروسہ میں حکم نافذ ہے کہ کہیں کوس، نقارہ، طبل یا دمامہ نہ بجے، اور گانے بجانے والے بھی اپنے آلات کو غلافوں میں رکھ دیتے ہیں شاہی اور عام باورچی خانوں میں گوشت کی آمد بند ہو جاتی ہے۔ تاڑی، سیندھی، بھنگ اور دیگر نشہ آور چیزوں کی دکانیں بند کر دی جاتی ہیں، نہ قصاب لوگ گوشت بیچتے ہیں اور نہ تنبولی پان۔ اسی طرح شہر کے حماموں میں حجام بھی اپنا کام بند کر دیتے ہیں۔ " واحکام مذکور بر جمیع مسلم و کافر طبقات انام دریں ایام غم انجام در ممالک محروسہ جاری می دارند " (حدیقۃ السلاطین قطب شاہی[۴۲])

ایام محرم میں محمد قلی قطب شاہ کی دریا دلی میں اور اضافہ ہو جاتا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ :۔

بارہ اماموں کے لنگر میں ۶۰ ہزار ہون مجاوروں اور خادموں کے وظیفوں اور دیگر امور میں صرف ہوتے۔ اور محرم کے بعد بارہ ہزار ہون اور خرچ کیا جاتا جو زرِ عاشوری کہلاتا۔ اس کے علاوہ نجفِ اشرف، کربلائے معلیٰ اور دیگر مقامات کو ہر سال ایک لاکھ ہون تقسیم کے لئے
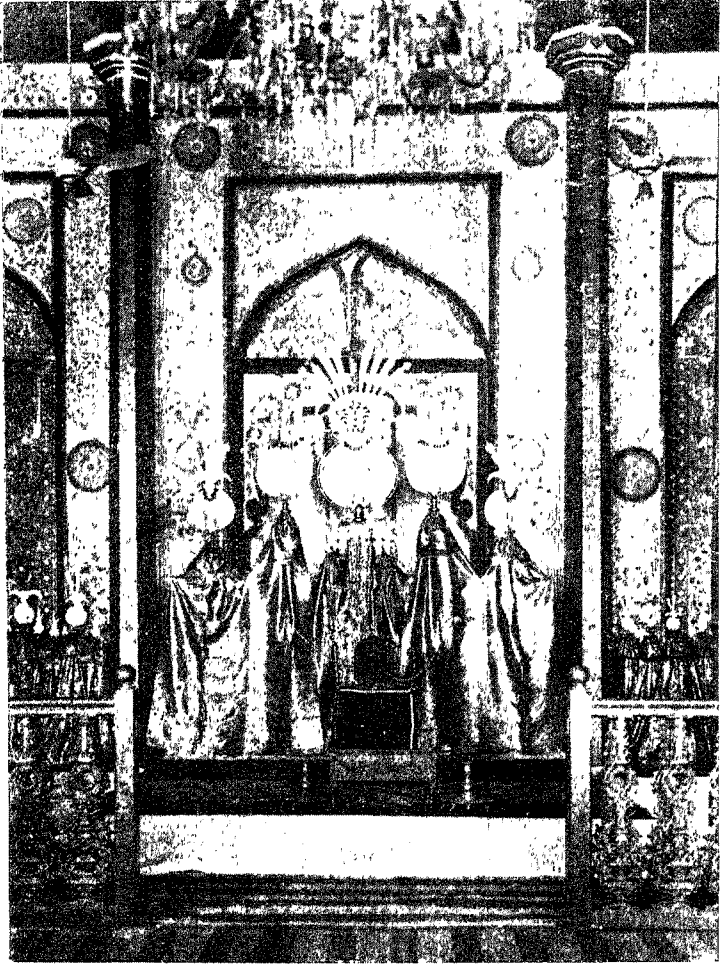
بادشاہی عاشور خانہ جسکی دیواروں پر محمدؐ قلی قطب شاہ نے کارکاشی
کا نہایت نفیس کام کرایا ہے ۔

روانہ کئے جاتے۔ (تاریخ ظفرہ ص۲۱)

عزاداری کو شایانِ شان طریقہ پر منانے کے لئے محمد قلی نے محل کے عاشور خانہ کے علاوہ ۱۰۰۳ھ میں ایک بادشاہی عاشور خانہ بھی تعمیر کرایا جس میں ساٹھ ہزار روپیہ صرف ہوئے[۱] یہ عمارت بارہ گز (یعنے ۳۶ فیٹ) بلند رکھی گئی اور اب تک موجود ہے اس میں چودہ معصوموں کے نام کے ۱۴ علَم استادہ کئے گئے۔ ان علموں کو استادان نادر اور ہنر مندان ماہر نے اپنے اپنے کارناموں کے طور پر بنایا ہے اور چودہ گز کے زربفتی تھان جن میں شاہی شعر بافوں نے قرآنی آیتیں اور ادعیۂ ماثورہ نہایت کمال کے ساتھ بُن دی ہیں، ان علموں کو پہنائے جاتے ہیں اور عاشور خانہ کے صحن میں طاقچوں کی دس صفیں ایک دوسرے کی متوازی بنادی گئی ہیں اور ہر صف میں تقریباً ایک ہزار طاقچے ہیں تاکہ اتنے ہی چراغ روشن ہوں۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ پہلی شب میں پہلی صف روشن کی جاتی ہے، اور دوسری میں پہلی اور دوسری۔ اسی طرح دسویں کی رات کو پوری دس صفیں روشن ہوجاتی ہیں اور دس ہزار چراغوں کی روشنی سے عاشور خانہ بقعۂ نور بن جاتا ہے۔ ان کے علاوہ بڑے بڑے چراغدان بھی بصورت اشجار پُر شاخ بنائے گئے جن میں سے ہر ایک میں ایک سو بیس ۱۲۰ شمعوں اور چراغوں کی روشنی کا انتظام

---

[۱] تاریخ گلزار آصفی ص۲۵۔

کیا گیا اور ان بیتلی جھاڑوں کو عاشور خانہ کے دالانوں کے برابر رکھا جاتا ہے۔ اور خود ایوان میں اور حوض کے اطراف قد آدم سے بھی بلند کافوری شمعیں ہر رات روشن کی جاتی ہیں۔[1]

عاشور خانہ میں سیاہ پوش عزاداروں کا صبح و شام اژدہام رہتا تھا۔ خوش آواز ذاکر اور خوش خواں نغمہ پرداز دلسوز مرثیئے اور غم انداز اشعار اس درد و اثر سے پڑھتے رہتے کہ سننے والوں پر بے اختیار رقت طاری ہو جاتی۔ عصر کے وقت خود بادشاہ بنفشئی رنگ کا لباس پہن کر آہستہ رفتار سواری میں یا سیاہ مخمل کے سنگاسن میں بیٹھکر جملہ سیاہ پوش مقربوں، مجلسیوں، امیروں اور وزیروں کے ساتھ الاوہ میں آتا اور دو خوش آواز ذاکر شاہی سنگاسن کے دونوں طرف خود بادشاہ کے مصنفہ مرثیے پڑھتے ہوئے آتے۔ جب بادشاہ عاشور خانہ کے دروازہ میں داخل ہوتا تو سواری سے اتر کر برہنہ پا آتا اور اپنے ہاتھ سے علموں پر پھول چڑھاتا اور شام کے وقت تمام کافوری شمعوں اور ایوان کے برابر کے چراغوں کو بھی اپنے ہاتھ ہی سے روشن کرتا۔ اسوقت مرثیہ خوانی ہوتی رہتی اور ائمہ معصومین کی مدحیں پڑھی جاتیں۔ چراغ روشن کرنے کے بعد ایک فصیح و بلیغ خطیب کھڑے ہو کر شہدائے کربلا کی ارواح کے لئے بآواز بلند

---

[1] حدیقۃ السلاطین ص ۴۳۔

فاتحہ پڑھتا۔ جس کے بعد بادشاہ دولت خانۂ عالی کی طرف واپس ہو جاتا اور وہاں کے عاشور خانہ میں امرا و وزرا کے ساتھ آدھی رات تک ماتم و مرثیہ خوانی میں بسر کرتا۔ یہاں کندوری جو بغیر گوشت کے قسم قسم کے تکلفات سے تیار کی جاتی اور شربت اور نمک مک وغیرہ کی تقسیم عمل میں آتی۔ (حدیقہ ص۴۴)

یہ اوقات حدیقۃ السلاطین میں دراصل سلطان عبداللہ قطب شاہ کے متعلق درج ہیں۔ لیکن اس بیان کی ابتدا میں صاف صاف لکھدیا ہے کہ یہ دستور محمد قلی قطب شاہ کے زمانہ سے جاری ہے۔ اس لئے سلطان محمد قلی بھی کم و بیش اسی طرح عمل کرتا ہوگا۔ کیونکہ سلطان عبداللہ کے متعلق جملہ تاریخوں میں یہی لکھا ہے کہ وہ اپنے باپ سے زیادہ اپنے نانا محمد قلی کی پیروی کرتا تھا اور کوئی تعجب نہیں کہ محرم کے جملہ مراسم میں اُس نے اپنے نانا ہی کی پیروی کی ہو۔

اس تفصیل سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ خود بادشاہ کے مرثیے بھی ایام محرم میں پڑھے جاتے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ سلطان محمد قلی نے بیسیوں مرثیے لکھے تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس کے جملہ مرثیئے دستیاب نہ ہوسکے۔ لیکن جو ملے ہیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ محرم کے آغاز کے ساتھ ہی مرثیہ نگاری شروع کر دیتا تھا۔ چنانچہ دیوان کے پہلے مرثیہ میں لکھتا ہے :-

محرم کے مہینے میں اماموں کا غم پھر سے آیا ہے جس کی وجہ سے زمین اور آسمان میں دوبارہ رنج و الم کا دور دورہ ہو گیا۔

زمین پر اس ستم و بلا کی وجہ سے اتنا شور و غوغا پیدا ہوا اور دلوں میں اتنا دکھ بھر گیا کہ سانس اندر جانے کے بعد باہر نکلتے ڈرتی ہے۔

سورج اماموں کے غم میں جل جل کر آگ کا شعلہ بن گیا ہے اور پونم کے چاند نے اس غم میں خود کو کوئلے کی طرح جلا دیا ہے۔

اے مسلمانو اپنے آنسوؤں سے ندیاں بہاؤ کیونکہ اماموں پر ستم اور بلا پھر سے آئی ہے۔

اے مسلمانو تم کبھی محرم کا نام نہ لینا کیونکہ اس مہینہ نے قیامت بن کر علم قیامت کو بلند کیا ہے۔

حوروں کو جنت میں کوئی دکھ درد نہ تھا لیکن حسینؑ کا غم کرنے کیلئے وہ دوسرا جنم لیتی ہیں۔

یہ مرثیہ ناقص الآخر ہے۔ لیکن اس کے ابتدائی اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ گذشتہ محرم میں بھی کوئی مرثیہ لکھ چکا ہے۔ دیوان کا مندرجہ دوسرا مرثیہ ناقص الاول دستیاب ہوا ہے۔ اس میں محمد قلی لکھتا ہے :—

بی بی فاطمہؑ حسینؑ کے لئے لہو روتی ہیں اور اس لہو کی سرخی ساتوں آسمانوں پر شفق بن کر چھا گئی ہے۔

اے مسلمانو اماموں پر جو دکھ ہوا ہے اس کا حال نہ پوچھو کیونکہ ہر ایک امام پر طرح طرح کے دکھ اور ظلم ہوئے ہیں۔

افسوس کہ دنیا میں ان پر کیسا ظلم ہوا! اور یہ سب ظلم و بلا صرف فاطمہ کیلئے تھا!

اے محرم تو گیارہ مہینوں کی طرح کیوں نہیں ہے؟ سب مہینوں میں خوشیاں کرتے ہیں لیکن تو آ کر دلوں میں دکھ بسا دیتا ہے۔

اے محرم تو نے اماموں کی ایسی مہمانی کی کہ کربلا کے جنگل میں اُن کے لئے تمام بلاؤں کو جمع کر دیا مسلمانوں کے لئے اس مصیبت سے بڑھکر کوئی نہیں کیونکہ اس میں آنسوؤں کے لہو سے پیالے بھر کر پینا پڑتا ہے۔

بدبخت شامی کافروں نے امام سے قول طلب کیا اور خود بے ایمان تھے اس لئے خدا نے ان کے لئے دوزخ بنائی ہے۔

اس مہینے میں مومنین حسنؑ کے زہر کی وجہ سے ہرے لباس پہنتے ہیں جنکی چھاؤں آسمان پر رنگ بھر دیتی ہے۔

اے خدا تو اماموں کی حرمت میں قطب شاہ کو بخش دے کیونکہ انکی حاجت کا

حلقۂ غلامی اُس کے کانوں میں زیب دیتا ہے۔

اگرچہ فرشتے امام کی مدد کرنے آئے تھے مگر انھوں نے قبول نہ کی سورج ان کا ماتم کرنے والوں کی آہ سے ہر روز جلتا رہتا ہے اور چاند اس شرم کے مارے گل کر اپنا سر نیچے جھکا لیتا ہے۔

یزیدیوں کے ظلم کا قصہ کوئی بیان نہیں کر سکتا کیونکہ شیطان نے بچپن سے انہی کے یہاں جا کر تعلیم پائی ہے۔ یزید اور شمر جیسے کام شیطان بھی نہ کر سکیگا۔ اس شخص پر ہزاروں لعنتیں جسکے ایسا لڑکا پیدا ہوا"

تیسرا مرثیہ ناقص الاول ہے۔ نہ معلوم کس طرح ابتدا کی تھی؟ اس میں لکھا ہے کہ:—

ظالموں نے اپنے ظلم کی وجہ سے بارہ اماموں کو اتنا دکھ دیا کہ فاطمہ کا چہرا اس لہو سے دھل گیا۔ یتیم پیاس پیاس پکارتے ہوئے حل کر رتے رہے اور اس دکھ درد کے آنسوؤں نے ان کے حلق کو سکھا دیا۔

زندگی کو تو ایک چراغ سمجھ جو اس غم کی وجہ سے جل رہا ہو۔ اسی غم میں پریاں اور حوریں بھی اپنی آنکھوں سے لہو کے آنسو ٹپکاتی ہیں۔

اماموں کا قصہ بیان کرنے کی زبان میں بھی طاقت نہیں کیونکہ شہیدوں کے

غم کی وجہ سے درد وغم کے بادل تمام عالم پر چھائے ہوئے ہیں۔

اے خدا تو ان ظالموں سے باز پرس کر اور ہماری آہ و فریاد کو سن

کیونکہ انھوں نے بن باپ دادا کے یتیموں پر جفا اور ستم توڑا ہے۔

اے مسلمانو اگر تم اپنے ایمان کے دعوے کرتے ہو تو دم بدم روتے جاؤ

کیونکہ یہی دوزخ کی آگ سے بچنے کا ذریعہ ہے۔

اے خدا اماموں کی وجہ سے قطب شاہ کو تو شفا دے کیونکہ شہیدوں کی

دوستی کی وجہ سے تمام بادشاہوں میں اسکی تعریف ہوتی ہے"۔

اس مرثیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک محرم میں بادشاہ کی طبیعت ناساز تھی۔ اس ناسازی مزاج کا اس نے دوسری نظموں میں بھی ذکر کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اکثر بیمار رہا کرتا تھا۔ اسکی تصویر سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دوسرے قطب شاہوں کے مقابلہ میں نحیف تھا۔ اس موضوع پر آئندہ بحث کی جائے گی۔

چوتھے مرثیے میں محمد قلی لکھتا ہے :-

اے ماتمیو آؤ ہم سب مل کر اس غم میں لہو روئیں اور وا اماما یا امام کے

ورد میں اپنے دل کھو دیں۔ آہ ہمارے درد سے دریا کو بھی جوش آتا ہے

اور ماتمیوں کے لہو کی بوندوں سے سب آگ بجھ جاتی ہے۔

سب دکھوں کی حد ہوتی ہے لیکن اس دکھ کی کوئی حد نہیں کیونکہ فرزند فاطمہؑ کے بغیر اس دنیا میں کہیں نور نہیں ہے۔ فاطمہؑ کے دکھ میں عرش و کرسی بھی غم کے آنسو روتے ہیں اور ساتوں آسمانوں اور زمینوں میں آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ مصطفےٰؐ کے باغ کے پھولوں کو پانی نہ دیکر سکھا دیا گیا اور مصطفےٰؐ و مرتضیٰؑ و فاطمہؑ کے دل کو دکھایا۔

تمام پیغمبروں نے اس غم میں نیل کے کپڑے پہن لئے ہیں۔ کیونکہ جسطرح نبیوں میں مصطفےٰ ہیں، اماموں میں حسینؑ ہیں جنھوں نے کفر کو توڑ کر اسلام کو رائج کیا۔"

یہ مرثیہ بھی ناقص الآخر ہے۔ محمد قلی کا ایک اور مرثیہ خاص کر قابل ذکر ہے یہ نہایت طویل اور مکمل ہے اور اس میں اُس نے نوحہ کے طرز میں اس امر کو ثابت کیا ہے کہ تمام دنیا اماموں کا غم کرتی ہے۔ اس میں وہ لکھتا ہے کہ :-

دو جگ کے اماموں کے غم میں سب کے دل آہ وزاری کرتے ہیں اور سب کے جسموں کا رواں رواں جلتا ہے۔ ساتوں آسمان، آٹھوں جنتیں، ساتوں سمندر، اور ساتوں اقلیمیں ایک سے بڑھکر ایک اس غم سے متاثر ہیں۔

کعبہ نے بھی اس غم میں سیاہ پوشی اختیار کر لی ہے اور ظلمات بھی اسی

دکھ میں سیاہ و تاریک ہے۔

لوح و قلم، عرش و کرسی، قدسی اور غلمان سب اسی غم میں ہیں۔ اور بادل اور بجلی بھی ساری رات اسی لئے پکارتے اور روتے پلاتے رہتے ہیں۔

آسمان کا چھجا جل گیا اور خورشید کو آگ لگ گئی۔ چاند پر بھی جلنے کی وجہ سے سیاہ دھبہ پڑ گیا۔ پرندوں نے اپنے سب پر جھڑا دیئے اور گھر بار چھوڑ کر نکل گئے، اور سمندر روتے روتے بھرپور ہو گئے۔

پھول اس دکھ میں سوکھ گئے اور بلبلیں خاموش ہیں، اور حسین کوئل اسی غم میں بن بن پکارتی پھرتی ہے۔ اے انسانو دیکھو کہ پرندوں نے غم کے مارے دانہ چگنا چھوڑ دیا ہے۔ تمام دنیا نے ماتم کی ایک دوکان کھول دی ہے۔ دونوں جگ خراب و خستہ ہو گئے، حیوان رنج و غم میں کباب بن گئے، اور سمندروں نے سراب بن کر موج زنی ترک کر دی۔

اس غم کی آگ سے دنیا بن کی طرح جل رہی ہے اور آسمان اور زمین ہل رہے ہیں، اور بہشت میں فرشتے بے اختیار ہو کر تڑپ رہے ہیں۔

اس کے بعد امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی خصوصیات و مناقب تفصیل سے بیان کئے ہیں اور آخر میں اپنے لئے دعا کی ہے۔ یہ مرثیہ نہایت اہم اور سب سے بہتر ہے۔

علوئے تخیل اور خوبی اسلوب کے لحاظ سے محمد قلی قطب شاہ کی بہترین نظموں میں سمجھا جاسکتا ہے۔ محمد قلی کے ایک فارسی مرثیئے کے چھ بند اور ایک فارسی نوحہ بھی موجود ہے[1]

ان تمام مرثیوں کے مضامین اس لئے پیش کر دئے گئے کہ یہ اُردو زبان کے پہلے مرثیئے ہیں اور ان میں محمد قلی کے وہ خیالات ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئے ہیں جن کو اس نے اپنی زندگی ہی میں اپنے ملک میں رائج کر دیا اور نہ صرف اپنے ہم خیالوں بلکہ تمام اہل ملک کو محرم کی تعظیم و تکریم اور شہدائے کرام کے غم و الم میں حصہ لینے کی طرف راغب کر دیا۔

محمد قلی نے ان مرثیوں اور تعزیہ داری کے علاوہ محرم میں ایسی دلچسپ تقریبیں بھی رائج کیں کہ تمام اہل ملک اُن میں حصہ لینے لگے۔ مثلاً روشنی کپڑوں کھانوں سبیلوں وغیرہ کی عام تقسیم اور چھٹی محرم کو داد محل کے سامنے کا عظیم الشان منظر (جو رفتہ رفتہ ایک میلے کی شکل میں منتقل ہو گیا) ایسی چیزیں تھیں جنہوں نے محرم کو سلطنت قطب شاہی کا ایک ناقابل فراموش عنصر بنا دیا۔ چنانچہ جملہ سیاح اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں قطب شاہی تاریخ حدیقۃ السلاطین سے داد محل کے سامنے کے عظیم الشان منظر کی نسبت کچھ معلومات بھی لکھ دی جاتی ہیں۔

"چھٹی محرم کو علاوہ بیرون دولت خانہ کے علم (جن کا اہتمام کوتوال کے ذمہ رہتا ہے)

---

[1] یہ فارسی ترکیب بند اور نوحہ کلام الملوک میں شایع ہوا ہے (دیکھو صفحات ۵۴ تا ۵۵)۔

میدان[1] دلکشائے وسیع الفضائے دادمحل میں لاتے ہیں۔ اور اس میدان کے اطراف و اکناف کے بازاروں اور راستوں میں چراغاں کئے جاتے ہیں اور تابوت اور گنبدوں (یعنی تعزیوں) کو بہترین زیب و زینت اور قسم قسم کی نقاشی اور تکلفات سے آراستہ کرکے اور ان کے اندر اور باہر بہت سی شمعیں روشن کرکے لے آتے ہیں۔ اور لکڑی سے بڑے بڑے درخت اور عظیم الشان ہیکلیں بنا کر اُن میں بھی روشنی کرتے ہیں۔ فانوسوں، مشعلوں، اور چراغوں کا ایک انبوہ علموں کے سامنے چلا آتا ہے۔ اور کثیر تعداد میں عربی اور عجمی لوگ اور شیعیان و محبانِ ائمہ مطہر ہاتوں میں شمعیں لئے ہوئے دونوں طرف اور ان کے درمیان ذاکران و مداحان مرثئے اور مدح پڑھتے ہوئے دادمحل کے میدان میں آتے ہیں۔ دادمحل کے نیچے دو طرفہ چراغ روشن رہتے ہیں اور علم درمیان میں جن کے اطراف تمام سیاہ پوش عزاداران و ذاکران وغیرہ کھڑے ہوتے ہیں۔

دادمحل کی چوتھی منزل پر سے جب بادشاہ اس "چراغ زار" پر نظر ڈالتا ہے جو ماتمیوں کے پُرداغ سینے کے مشابہ ہے تو عزاداروں کے شور وشیون سے اس پر بھی رقت طاری ہو جاتی ہے اور وہ سیاہ پوشانِ دلفگار کے لئے اپنے یہاں سے نازیزہ کے خوان روانہ کرتا ہے۔ اور کوتوال تمام مجمع کے ساتھ بادشاہ اور سلطنت کی بقا کے لئے دعا کرتا ہے۔

---

[1] اس جگہ اب چوک کی مسجد، گھڑی، محبوب مارکٹ اور عزاخانہ عامرہ واقع ہے۔

اسی طرح ایام عاشورہ کے ختم تک شہر کے جملہ محلوں کے علم اس میدان میں آتے رہتے ہیں۔

ساتویں محرم کی صبح میں بادشاہ ندی محل میں برآمد ہوتا ہے، شاہ نشین میں کھڑا رہتا ہے اور ایران اور ہندوستان کے حاجب طلب کئے جاتے ہیں۔ اور جملہ مجلسی امیر وزیر مقرب اور ہر طبقہ کے ملازمین سیہ پوش ہو کر حاضر ہوتے ہیں اور اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس وقت تمام شہر و مضافات کے علم طلب کئے جاتے ہیں اور علموں کے ساتھ شہر کی تمام مخلوق دروازۂ بارہ امام میں سے داخل ہوتی ہے۔ ہندو اور مسلمان سب کو داخلہ کا اذن عام دیا جاتا ہے اور یہ مجمع ندی محل کی فضا میں روزِ محشر کا انبوہ نظر آتا ہے۔ علموں کو ترتیب کے ساتھ بادشاہ کے سامنے سے لیجاتے ہیں اور اس وقت سیاہ پوشوں کا ماتم اور شور و شیون اتنا بلند ہو جاتا ہے کہ عرش اعظم تک پہنچتا ہے۔ اسوقت علموں، تابوتوں کندوں اور تعزیوں کو دیکھ کر میدانِ کربلا میں اہل بیت کی گرفتاری اور پریشانی کا منظر دیکھنے والوں کی آنکھوں میں پھر جاتا ہے اور وہ بے اختیار رونے لگتے ہیں۔ بادشاہ بھی متاثر ہوتا ہے اس کی طرف سے ہر علم کو ایک ابریشمی ڈھٹی باندھی جاتی ہے اور خادموں کو ایک خریطۂ زر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ظہر کے وقت تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔

نویں محرم کی رات میں دولت خانۂ عالیہ کے اندرونی الاوہ کے علموں کو میدان دربار خسروی (یعنے چار کمان کے میدان) میں لے آتے ہیں۔ اس رات بادشاہ پھول

چڑھانے اور علموں کو آراستہ کرنے کے بعد خاصہ کی کافوری شمعیں جملہ محلیوں، مقربوں، اور حجاب عظیم الشان کو اپنے ہاتھ سے تقسیم کرتا ہے اور شاہی سپہ سالار کے ہاتھ سے کل سلحداروں اور عساکر میں تقسیم عمل میں آتی ہے۔ سرخیل شاہی کے ہاتھ میں شمشیر خاصہ دیجاتی ہے اور تمام محلسی سردار اعیان واکابر اور دولت خانۂ شاہی کے جملہ چھوٹے بڑے ملازم ہاتھوں میں شمعیں لئے ہوئے نکلتے ہیں اور دروازۂ الاوہ میں سے میدانِ دریا (چار کمان) میں بے شمار مشعلوں، چراغوں اور فانوسوں کے ساتھ علموں کو لے آتے ہیں۔ میدان کے ایوانوں کے سامنے چالیس پینتالیس فٹ بلند ہاتھی شیر اور درخت سرو وغیرہ کی عجب دلپذیر شکلیں بنا کر روشن کی جاتی ہیں اور اس میدان کی چاروں کمانوں پر سر سے پاؤں تک طاقوں، محرابوں اور طرح طرح کے درختوں کے نقشے آثار کر ان میں روشنی کیجاتی ہے۔ اور تمام میدان میں بھی لکڑیاں باندھکر چراغ لگائے جاتے ہیں۔

محل کی اس چوڑی دیوار پر جس کے برابر سے علموں کو میدان میں لیجاتے ہیں بادشاہ تقریباً پانسو قدم علموں کے ساتھ جاتا ہے اور آخر کار اس کمان پر جو چار مینار کے مقابل (اب بھی موجود) ہے پہنچ جاتا ہے۔ وہاں سے تمام میدان اور دوسری کمانوں کا منظر سرتاپا چراغاں نظر آتا ہے۔ اور بے حد و حساب مخلوق خدا جس میں شریف وضیع چھوٹے بڑے، عورت مرد، سب ہی شامل ہوتے ہیں اس وسیع میدان میں جمع ہو کر اس چراغاں

اور آتشی گلستاں کا تماشا دیکھتے ہیں۔

علموں کو بیچ میدان میں لانے کے ساتھ ہی ذاکر اور مداح حلقوں میں تقسیم ہو کر ذکر و مدح پڑھتے ہیں اور دو گھنٹے کے بعد بادشاہ اُسی کمان اور دیوار پر سے چلتا ہوا علموں کے ساتھ واپس ہوتا ہے اور سب لوگ دعا و فاتحہ کے بعد واپس ہو جاتے ہیں۔

دسویں کی صبح کو بادشاہ پورا سیاہ پوش اور پابرہنہ ہو جاتا اور جب اس کے سیاہ پوش امیر، مقرب، وزیر، ملازم اور خاص غلام زاری و شیون کرتے اور مرثیے پڑھتے ہوئے علموں کے آگے الاوۂ حضور کی طرف آتے ہیں تو بادشاہ بھی ماتم کرتا ہوا ایوانِ الاوہ کے قریب کی مسجد میں پہنچتا ہے۔ وہاں "قصۂ شہادت اور گرفتاری حرم محترم" سنتا ہے جس سے دل خوناب اور آنکھیں سیلاب بن جاتی ہیں۔ ذاکر کے بعد خطیب نہایت فصاحت کے ساتھ باآواز بلند شہدا کے لئے فاتحہ اور شاہ کے لئے دعا پڑھتا ہے، اور بادشاہ دولت خانہ کو مراجعت کرتا ہے جہاں زیارت حضرتِ سید الشہدا اور روزِ عزا کی نماز پڑھ کر خاص و عام کو کندوری تقسیم کرتا اور حکم دیتا ہے کہ دو سو یتیم سیدزادوں کو پیش کریں، جن کو نفیس لباس اور رقم دی جاتی ہے۔[1]

اگرچہ یہ تمام تفصیل سلطان عبد اللہ قطب شاہ کے اوقاتِ محرم کی ہے لیکن ان کا آغاز محمد قلی ہی نے کیا تھا اور یہی باتیں کم و بیش اس کی تمام زندگی میں جاری رہیں۔

---

[1] حدیقۃ السلاطین صفحات ۴۱ تا ۵۰۔

ہم کو یہ معلوم ہے کہ سلطان عبداللہ اپنے نانا کے قدم بقدم چلتا تھا اسی لئے اس نے وہ تمام باتیں دوبارہ رائج کر دیں جو اس کے باپ کے زمانہ میں موقوف ہو گئی تھیں یہی وجہ تھی کہ مورخوں اور شاعروں نے اس کو "محمد قلی کا سچا جانشین اور نمونہ" ثابت کیا ہے۔ چنانچہ غواصی نے اپنی مشہور کتاب طوطی نامہ میں سلطان عبداللہ سے مخاطب ہو کر لکھا ہے کہ تیرے حالات وواقعات دیکھ کر لوگ کہتے ہیں کہ پھر دنیا میں محمد قلی آ گیا ہے۔ اس کے شعر ہیں ؎

مہاراج سلطان عبداللہ ناؤں ثریا کے تارک پہ اس کا ہے پاؤں

شرافت میں گرد اس کے نعلین کا ہے سرمہ چندر سور کے نین کا

دیکھت زور ور طالع اس راج کے صفادار روشن ولاں آج کے

کہیں یوں بحق علیؑ ولی کہ پھر جگ میں آیا محمد قلی

سچیں آج اے خسروِ نیک نام ہیں اس کچ آثار تجہ میں تمام

. . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . .

ڈوبے تھے ہنرمند سو پھیر کے نکل آئے تج دور میں تیر کے

دیا جیو پھر راگ ہور رنگ کوں کیا دور سینیاں پو کے زنگ کوں

(طوطی نامہ مطبوعہ صفحہ ۶ تا ۹)

**عید میلاد نبیؐ** ایام عزا کی طرح سلطان محمد نے محمد قلی کے انتقال کے بعد عید میلاد نبی کی دھوم دھام اور نمایشوں کو بھی ختم کر دیا تھا اور اس کے اخراجات میں جتنی رقم صرف ہوتی تھی وہ علما و فضلا و صلحا و اتقیا میں تقسیم کر دی جاتی تھی اس کے متعلق حدیقۃ السلاطین میں لکھا ہے کہ :-

"در زمان سلطنت خاقان جنت مکان علیین بارگاہ سلطان محمد قطب شاہ ...... میزبانی و سور مولود حضرت سید اولادِ آدم ..... موقوف متروک بود و خلایق ازایں عیش و عشرت مہجور و محروم بودند و وجہ (این کہ) اخراجات آں را بہ علما و فضلا و صلحا و اتقیا قسمت می نمودند"[1]

اور جب سلطان عبد اللہ تخت نشیں ہوا تو اس نے فرمان دیا کہ :-

"تہیۂ جشن و سور و میزبانی و استعداد آئین بندی مولود برگزیدہ حضرت ...... چناں کہ در سنوات سابق بود باز دواید و لواحق ...... و تکلفاتِ دیگر اضعافاً مضاعفۃً بکنند"[2]

اس کے بعد کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی قطب شاہ عید میلاد نبی کی بزم آرائی اور آئین بندی فضائے دلکشائے میدانِ دادمحل میں کیا کرتا تھا۔ یہ میدان محل کے جانب جنوب نہایت وسیع مربع مستطیل تھا۔ اس کے تینوں طرف جواہر و نفائس کی

---

۱و۲ حدیقۃ السلاطین ص ۵۰ ۔

دوکانیں تھیں۔ اور اس کے مشرقی اور مغربی پہلوؤں میں دو رفیع چہار منزلہ عمارتیں ایک دوسرے کے مقابل بنائی گئی تھیں جن میں سے ایک چاوڑی تھانہ اور دوسری کوتوال خانہ کہلاتی تھی۔ ان دونوں کے آگے نہایت بلند منڈوے یا دالان بنائے گئے تھے اور ہر ایک میں خاص نشیمن یا نشست گاہیں بھی ترتیب دی گئی تھیں۔ ان دونوں عمارتوں کو نیچے سے اوپر تک اور میدان کے اطراف کی دوکانوں کو بھی بڑے تکلف سے سجایا جاتا تھا اور میدان کے بیچ میں داد محل کے عین سامنے چالیس ستونوں اور چار سو طنابوں کا ایک خیمہ کھڑا کیا جاتا تھا۔ اس کا وسطی حصہ مخمل و اطلس سے اور اطراف کا زردوزی نقش و نگار سے مزین ہوتا تھا۔

عید میلاد النبی کی آمد سے بہت قبل ہی صناع ہنر مند اور استادان صنعت و حرفت ان دونوں عمارتوں کے سامنے اپنے عجیب و غریب کمالات کی پیش کشی میں مشغول ہو جاتے اور آخر کار جب روز مولود یعنی ربیع الاول کی سترھویں[1] تاریخ آجاتی تو کوسوں، دماموں، نقاروں، نفیریوں اور قرناؤں کی آوازوں سے میدان داد محل گونج اٹھتا۔ تمام شہر اور اطراف کے لوگ اس میدان میں جمع ہوتے اور صنعت و حرفت کے کرشموں کا تماشا دیکھتے۔ اور ان دو[2] دلکشا قصروں کی تصویروں کی سیر کرتے۔ ان

---

[1] محمد قلی قطب شاہ نے ۱۷ ربیع الاول کو صحیح ترین تاریخ پیدائش آنحضرت صلعم قرار دیا تھا۔

دونوں قصروں کی دیواروں پر تصویریں اتاری گئی تھیں۔ درمیان میں خود قطب شاہ کے دربار کی تصویر تھی جس میں مقربانِ سریر، نزدیکانِ تخت، مجلسیانِ عظام، بزرگانِ رفیع اور امرا و وزرا کو اپنی اپنی جگہ بتایا گیا تھا۔ اس کی دائیں طرف خسرو ایران کے دربار اور بائیں طرف شہنشاہ مغلیہ کے دربار کی تصویریں بھی اسی اہتمام سے بنائی گئی تھیں۔ ان عظیم الشان تصویروں کے علاوہ مذہبی اور تاریخی واقعات کو بھی بذریعہ رنگ کاری پیش کیا گیا تھا[۱]۔ ان تصویروں کی خصوصیتیں اور مناظر کی تفصیل حدیقۃ السلاطین میں درج ہے اور اگرچہ یہ تاریخ سلطان عبداللہ کے عہد میں لکھی گئی لیکن جشن میلاد نبی کے احیا کا تذکرہ ۱۰۳۶ھ کے واقعات کے ساتھ درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تصویریں سلطان محمد قلی ہی کی بنوائی ہوئی تھیں کیونکہ اس وقت سلطان عبداللہ کی عمر صرف ۱۵ سال کی تھی اور اس کو تخت نشیں ہوئے صرف دو سال ہوئے تھے۔ اور یہ عرصہ ایسی عظیم الشان تصویروں کی تیاری کے لئے ناکافی تھا۔ اس کے علاوہ سلطان محمد جیسے زاہد تو اس کی

---

[۱] حیدرآباد کی یہی تصویریں تھیں جن کی تقلید میں بعد کو سلطان حیدر علی اور ٹیپو سلطان نے اپنے قصر دریا دولت باغ کی دیواروں کو تصویروں سے آراستہ کیا تھا۔ اور اب مہاراجہ میسور اپنے محل کو مصور بنا کر ٹیپو سلطان کی تقلید کر رہے ہیں۔

توقع ہی نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ محلوں کی دیواروں پر تصویریں اتروائے گا۔ اسلئے یہ تصویریں سلطان محمد قلی ہی کی بنوائی ہوئی ہوں گی۔ البتہ سلطان عبداللہ نے اس میں ضرور اضافہ کیا ہوگا جس طرح بادشاہی عاشور خانہ کے نقش و نگار میں اضافہ کیا تھا جس کے ثبوت اب تک موجود ہیں۔

اس قصر مصور کی چھت پر بھی طرح طرح کے نقوش بنائے گئے تھے جن میں فرشتوں کی صورتیں اور طبقہ ہائے نور کی دلفریبیاں قابل ذکر ہیں۔ اس قصر کے ستونوں کو طلائی اور لاجوردی نقاشی سے مرصع کیا گیا تھا اور خود عمارت میں جگہ جگہ تمام روئے زمین کے بادشاہوں کی محفلوں اور مجلسوں کو اُن ہی کے خاص لباسوں اور مخصوص رسم و رواج کے مطابق سجایا گیا تھا۔ اور قطب شاہی بادشاہ کی سواری کے نقشے بھی اُتارے گئے تھے جن میں بادشاہ کہیں ہاتھی پر اور کہیں عربی گھوڑے پر اپنے خیل و حشم و لشکر و خدام کے ساتھ جاتا دکھائی دیتا تھا۔

ایک جگہ شکار گاہ کا منظر تھا۔ شیروں، ببروں، چرندوں، پرندوں، اور سوار اور پیادہ شکاریوں اور دوڑتے ہوئے اور گرتے ہوئے شکار کی تصویریں بھی کھینچی گئی تھیں۔ غرض یہ عجیب و غریب تصویریں نقوشِ اجنٹہ سے کم قابل قدر نہ تھیں اور بہترین صناعی کا نمونہ تھیں۔ ہم یہاں باقی ماندہ تصویروں کی فہرست بھی

اصل قطب شاہی تاریخ سے نقل کر دیتے ہیں :-

۱۔ مجلس سلیمان و مجمع دیوان و آدمیان، و وحوش و طیور۔

۲۔ معراج حضرت نبی جلیل، و صعود براق و جبرئیل، و افواج ملایک۔

۳۔ مجلس زلیخا، زنانِ مصر، و طشت و آفتابہ در دستِ یوسف، و بریدن زنان ترنج با کف دست۔

۴۔ شیریں با زنان در میان آب، و رسیدن خسرو پرویز، و او را در میان آب دیدن۔

۵۔ مجنون در صحرا و ہامون، و الفت او با آہوان مطبوع موزون، و آمدن لیلیٰ بدیدن او۔

۶۔ جنگ رستم با دیو سفید، در غار، و با اشکبوس در معرکۂ کارزار۔

اس کے بعد مورخ لکھتا ہے کہ :-

"و امثال ذلک بے حد و نہایت در ایں دو عمارات تصویر نمودہ اند، و ہیاکل عظیمہ و صور جسیمہ فیل و شیر و آدم و اسپ و چندیں صور مختلفۂ الہیات در ہر ضلع از اضلاع آں ابداع و اختراع نمودہ اند۔" (ص ۵۲)

عید مولود نبیؐ میں عوام ان تمام تصویروں کو دیکھنے جمع ہوتے تھے۔ ان مصور و منقوش

قصروں کے سامنے میدان میں اس تقریب سعید کے لئے جو خیمہ کھڑا کیا جاتا تھا اسکے وسط میں ایک شامیانہ باندھا جاتا جس میں تختِ شاہی رکھا جاتا تھا جو تمام و کمال سونے کا تھا اور قیمتی جواہر سے مرصع۔ اس کے اطراف شاہی تجمل و لوازم کے مناسب زیب و زینت کی جاتی اور اس طرح مذکورۂ بالا دونوں مصور و منقوش عمارتوں کے ایوانوں میں بھی صفۂ بادشاہی آراستہ کئے جاتے اور گانے اور ناچنے والیاں اطراف سلطنت سے جمع ہوکر اپنا اپنا کمالِ فن دکھاتیں۔ ان دونوں ایوانوں اور خیمہ کے صفہ ہائے شاہی کے سامنے کوئی ایک ہزار رقاصائیں اور حسینانِ نغمہ طراز اپنے اپنے گانوں اور ناچ سے مجلس عشرت و انبساط کو گرم کرتی رہتیں۔ اِن صاحبانِ حسن و جمال کے علاوہ تمام ملک کے دوسرے صاحبان کمال مثلاً بازیگر، رسیاں باز، لعبت باز، حقہ باز، مقلد، اہل ہزل، مسخرے اور شب باز وغیرہ اس موقع پر حیدرآباد میں جمع ہوجاتے تھے اور میدانِ وسیع الفضا و دلکشائے داد محل میں اپنے اپنے کرتب دکھاتے رہتے۔ جن کے حیرت انگیز کرشموں کو دیکھنے کے لئے شہر کی تمام مخلوق رات اور دن اس میدان میں جمع رہتی۔ حیدرآباد میں رنگ اور ناچ کے جو جلسے عہد سلطان العلوم آصف جاہ سابع کے آغاز تک محرم میں ہوا کرتے تھے وہ دراصل عہد قطب شاہی کے ان ہی عید میلاد نبی کے

جلسوں اور رنگ رلیوں کی یادگار رہتے۔

میدانِ دلکشائے وادمحل کے علاوہ عید میلاد النبی کی خوشی میں میدان عالم پہنائے دروازۂ شیر علی (یعنی میدانِ چار کمان) میں بھی آسمان کی طرح بلند اطلسی خیمہ کھڑا کیا جاتا تھا۔ اور چبوترہ پر مسند ترتیب دے کر بڑے بڑے عہدہ دار بیٹھے رہتے اور یہاں بھی رقص وسرود کی محفلیں سجائی جاتیں۔

اسی طرح محل خاص، ہشت محل، چہار صفہ، لعل محل، گگن محل، چندن محل، صد صفہ، اور صحن محل وغیرہ میں بھی ڈیرے اور شامیانے لگائے جاتے۔ پر تکلف مسندیں بچھائی جاتیں۔ اور ہر جگہ بڑے بڑے سلحدار اور حوالدار مجلس آرائیاں کرتے۔ ان تمام خیموں، محلوں اور صفوں میں زعفران، صندل اور مشک وغیرہ کو طلائی و نقروی بادیوں میں بھر کر ہر روز ایک ایک طبق پان خاصہ کے ساتھ تقسیم کرتے۔ جو ہر محل میں سو ہزار سے زیادہ صرف ہوتے۔ ساتھ ہی ہر روز قسم قسم کے کھانوں کے دستر خوان بچھائے جاتے اور تمام خاص و عام کو شاہی کندوری سے فیض یاب ہونے کا موقع ملتا۔

یہ تو بیرونی محلات اور خیموں کی مجلس آرائیاں تھیں۔ خاص شاہی محل میں مخصوص اور منتخب و مہ جمال رقاصائیں اور "استادان خوانندہ و سازندہ ملک ایران و ہندوستان" ہی بار پا سکتے تھے۔

اس ماہ جشن و میزبانی کے آخر میں بادشاہ کی سواری نکلتی تھی تا کہ دونوں میدانوں اور عمارتوں کی آئین بندی اور آرائش و زیبائش کی سیر کی جائے۔ اس موقع کے لئے مخصوص فیلبان پانچ گز کے خاص شاہی ہاتھی کو زعفران اور صندل سے دھو کر طلائی زنجیروں، موتیوں کی جھول، مرصع کلغی، اور دوسرے زیوروں سے آراستہ کر کے لے آتے تھے عصر کے وقت بادشاہ اس ہاتھی پر سوار ہو کر میدان کی طرف نکلتا اور جملہ ارکان دولت مقربانِ تخت، سردارانِ عالی شان، وزیرانِ رفیع مکان، حوالہ دار، سلحدار، لشکری اور ہر طبقہ کے بے شمار ملازمین اس شاہی ہاتھی کے اطراف پیادہ چلتے۔ اندرونی و بیرونی محلوں کی طوائفیں اور سب گانے بجانے والے ایک خاص سرخ لباس پہنکر جو اس تقریب میں بادشاہ کی طرف سے ان تمام کو عطا کیا جاتا تھا شاہی ہاتھی کے آگے آگے رقص کرتے اور گاتے ہوئے نکلتے تھے۔

اس سواری کی دھوم دھام اور بادشاہ کو دیکھنے کے لئے تمام شہر و اطراف کی مخلوق جمع ہوجاتی اور بازاروں، دوکانوں، مکانوں، اور چھتوں پر سوائے انسانی سروں کے اور کچھ نظر نہ آتا۔ خاص کر میدان میں ایک عظیم الشان مجمع رہتا۔ جب ان لوگوں کی نگاہیں بادشاہ پر پڑتیں تو وہ بے ساختہ دعائیں دینے لگتے اور تعریف کرتے۔ اسطرح میدان چارکمان سے نکلکر یہ سواری چارمنار سے ہوتی ہوئی داد محل کے میدانِ دلکشا میں

پہنچتی تھی جہاں چاوڑی تھانہ وکوتوال خانہ کے پاس تھوڑی دیر کے لئے شاہی ہاتھی ٹھیرایا جاتا۔ اس وقت عہدہ دار زر و جواہر کے طبق بادشاہ پر سے نثار کرتے اور نذر گزرانتے تھے۔ میدان کے اطراف و اکناف کے سوداگر اور تجار بھی (جو اس موقعہ پر اپنی اپنی حیثیت کے شایان شان اپنی دوکانوں کو آراستہ و پیراستہ کرتے تھے) بادشاہ کی بارگاہ میں اچھے اچھے تمغے پیش کرکے تشریف و انعام سے سرفراز ہوتے تھے۔

اس تقریب کی آخری رات میں میدان وادمحل ایک تناول خانۂ عام کی صورت میں منتقل کردیا جاتا تھا اور گروہ در گروہ لوگ ان دسترخوانوں پر کھانا کھاتے تھے۔ اسوقت میدان میں چاروں طرف چراغاں کئے جاتے اور دولت خانۂ شاہی کے اندر اور باہر بے حد آتشبازی جلائی جاتی۔ غرض صبح تک کھانے' گانے' بجانے اور تماشہ کرنے کا سلسلہ جاری رہتا۔ میلاد نبیؐ کی خوشی کا یہ جشن بارہ روز تک دن اور رات جاری رہتا تھا اور اس میں تیئس[۳] ہزار ہون خرچ ہوتے تھے۔ (تفصیل کے لئے دیکھو حدیقۃ السلاطین قطب شاہی صفحات ۴۹ تا ۵۶)۔

یہ تو تاریخوں کا بیان تھا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ خود سلطان محمد قلی ان کے بارے میں کیا معلومات چھوڑ گیا ہے۔ اس کے کلام میں چھ[۶] نظمیں ایسی ملی ہیں جو اس عید کے موقعہ پر لکھی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ ایک عالیشان قصیدہ بھی اسی تقریب سے

متعلق موجود ہے۔ اس طرح گویا سات سال کی عید میلاد کے متعلق اس کے خیالات معلوم ہو سکتے ہیں۔ اس عید کی تقریب میں اُس نے ہر سال ایک نہ ایک نظم ضرور لکھی اس طرح جملہ تینتیس[۳۳] نظمیں لکھی ہوں گی۔ افسوس ہے کہ بقیہ نظمیں دستیاب نہ ہو سکیں۔ جو نظمیں ملی ہیں ان کے خلاصے یہاں درج کئے جاتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ وہ خود اس عید کو کیا سمجھتا تھا اور اس میں کس طرح مصروف رہتا تھا۔ عید میلاد النبی کی ایک نظم میں وہ لکھتا ہے :—

"آنحضرتؐ کی ولادت کی خوشی میں عرش و کرسی کو سنوارا جاتا ہے اور فرشتے ساتوں جنتوں کو ستاروں سے سجاتے ہیں۔ عرش پر عشرت کے طبل بجنے لگتے ہیں اور تمام دنیا والے اپنی اپنی مرادیں پانے کے لئے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ دنیا خوشی کے مارے اپنے پیرہن میں نہیں سماتی۔ اور تینوں جگ اپنا تن من آنحضرتؐ پر سے نثار کرتے ہیں۔ چونکہ محمد قلی قطب شاہ نہایت اہتمام سے مولود کراتا ہے اس لئے لوگ صف در صف جمع ہو کر اس کی عمر و دولت کی ترقی کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ اور فرشتے اور جن بھی صدق دل سے دعا کرنے کے علاوہ اعتراف کرتے ہیں کہ ایسا بادشاہ دین اور دنیا میں بھی نہیں ہے۔ اسی خلوص کی وجہ سے بادشاہ نے اپنا نام دونوں دنیاؤں میں

بلند کر لیا ہے۔ اور حوریں نور کے طبق لے کر بادشاہ پر نثار کرتی ہیں۔ چونکہ

نبیؐ کے صدقے میں محمد قلی قطب شاہ نے آج دعوت کی ہے اس لئے علیؑ کے

صدقے میں اس کے ستارے دونوں عالموں میں بلند ہیں"

ثابت ہوا کہ وہ وسیع پیمانہ پر دعوتِ عام کرتا تھا اور لوگ صف در صف جمع ہو کر اس کے لئے دعائیں مانگتے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب ہر روز دسترخوان پر ہزار آدمی سے کم نہ ہوتے تو اس دعوتِ عام میں کتنے لوگ جمع ہوتے ہوں گے اس لئے اس کو فرشتوں اور جنوں کے شریک ہونے کا بھی خیال پیدا ہوا ہوگا۔ بادشاہ ایک دوسری نظم میں حسب ذیل خیالات کا اظہار کرتا ہے:۔

"ہر گھڑی خوشی اور رونق ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا پر چاروں طرف سے خوشی و خرمی کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ روشنی سے تمام ملک جگمگانے لگتا ہے اور ہر طرف شادی و خوشی کا غل سنائی دیتا ہے چونکہ آج گنہگاروں کے بخشانے والے کی پیدائش کا دن ہے اس لئے فقیر و بادشاہ سب مل کر اپنی بخشایش کی دعا کرتے ہیں۔

لوگ دوسری عیدوں میں بھی خوشیاں مناتے ہیں لیکن اس عید کی خوشی کے برابر کوئی خوشی نہیں"

خود بادشاہ اس عید کی دعوت کے اہتمام کا یوں ذکر کرتا ہے کہ :۔

"جب ہمایوں محمد قطب شاہ ترکمان عید مولودِ نبیؐ مناتا ہے تو تمام زمین جنت کی طرح سجائی جاتی ہے۔ بازار، قصر اور محل سب دلہن بن جاتے ہیں اور خوبصورت عورتیں بن سنور کر حوروں کی طرح ہر طرف سے جمع ہونے لگتی ہیں۔ شاہ کی نازنینیں شراب محبت کی متوالی ہو کر لاکھوں عشوہ و انداز کے ساتھ شامیانے کے نیچے ہوا کی طرح سبک رفتار چلی آتی ہیں۔ ان کے جوبن سونے کے ایسے گرہ دکھائی دیتے ہیں جن کو دیکھ کر لوگ حیران ہو جائیں۔ ان ہنس مکھ سہیلیوں کی چال ڈھال اور بات چیت پر ہنس اور کویلیں اپنے دلوں کو بطور تحفہ پیش کر دیں تو کوئی تعجب نہیں۔ جب بادشاہ اس تقریب میلاد میں آسمان کی طرح سرائی چتر کے نیچے بیٹھتا ہے تو اس کے آگے بڑے بڑے مدبرین وقت اور ہرے اور لال چتر والے ملوک زمیں بوس ہوتے ہیں۔ جب بادشاہ اِن ملوکوں کے ساتھ مجلس آرائی کرتے ہیں تو راستہ کے دونوں طرف ہندو راجا ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ جب حوض خانے میں لعل بدخشاں کے رنگ کی شراب بھری جاتی ہے تو اس کی روشنی سے جام اور شیشے بھی رخشاں نظر آتے ہیں۔ عجب نہیں جو

شراب کا نام سن کر آسمان کا جی بھی للچائے اور مستوں کو مے پیتا دیکھ کر وہ بھی پیالے پینے لگے۔

شاہ کی اس بزم کا تماشا دیکھنے کے لئے آسمان سے لاکھوں فرشتے خوشی خوشی چلے آئیں اور شہ کے عیش و عشرت کو دیکھ کر کہیں کہ اے قطب شاہ تمہارے دن اور رات اسی طرح چین سے گذریں اور نبیؐ کی مہربانی سے قیامت تک تم نبیؐ کے لاکھوں مولود کو او۔"

معلوم ہوتا ہے کہ دعوتِ عام کے علاوہ دربار عام بھی کیا جاتا تھا جس میں دوسرے ملکوں کے نمائندے اور کبھی کبھی بیجا پور اور احمد نگر کے سلاطین اور اطراف کے ہندو راجا بھی شریک ہوتے تھے جس طرح گولکنڈہ کا شاہی رنگ آسمانی تھا بیجا پور کا سبز اور احمد نگر کا سرخ تھا۔ اس نظم میں محمد قلی نے تینوں سلطنتوں کے شاہی رنگوں کا ذکر کر دیا ہے۔ ایک اور نظم کے آغاز میں وہ اس امر کی طرف بھی اشارہ کر دیتا ہے کہ وہ ہر سال عید مناتا اور اس سے متعلق نظمیں لکھتا ہے۔ اس کا بیان ہے:-

"اب کے پھر حضرت نبیؐ کی عید ولادت اپنے ساتھ عیش اور انند لے آئی ہے۔ اس یوم مسعود کی وجہ سے تمام عالم میں پھر عیش و عشرت کا دور دورہ ہو گیا۔ گھر گھر میں تیاری اور اس کاج کے لئے زیبائش و آرائش

ہو رہی ہے، آج کے دن کے لئے بہت ہی سجاوٹ کی ضرورت ہے کیونکہ دنیا پر چاروں طرف عیش و آرام بادل بن کر چھا گیا ہے۔ اس تقریب میں خود خوشی و مسرت خوش ہیں، عیش متوالا ہو گیا ہے اور عشرت بھی آنند کے الاپ سن کر ناچنے لگی ہے۔

ہم جس طرح کا آرام و راحت چاہتے تھے پروردگار نے ہم کو اس سے لاکھ درجہ بڑھ کر مسرت و عیش عنایت کیا۔

چمن کے تمام درخت آج کی خوشی میں ہمارے شریک ہو کر مستی سے جھول رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس عید کی خوشی نے ان کو لالوں کے پیالے بھر بھر کر ہوا کی شراب پلا دی ہے۔

میرے من کی مرادیں اور مقصود کے غنچے عید مولود نبیؐ کی وجہ سے کھل کر پھول بن گئے ہیں۔ کیونکہ اس عید کی مسرت نے امیدوں کی برسات کی جھڑی لگا دی ہے۔

ہماری قسمتوں کے بنانے والے نے جس روز ہر ایک کا حصہ تقسیم کیا اسی دن سے اے قطب شاہ تمہاری قسمت میں یہ عیش اور انند بھی آ گیا۔

---

# دوسری عیدیں

محرم اور عید میلاد النبی کے متعلق تاریخوں سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں ویسی کوئی معلومات دوسری عیدوں کے بارے میں نہیں ملتیں۔ ان کے متعلق ہماری واقفیت کا واحد ذریعہ محمد قلی قطب شاہ کا کلام ہی ہے جس میں اتفاق سے بعض بے حد دلچسپ اور ضروری معلومات محفوظ ہو گئی ہیں۔ یوں تو محمد قلی نے کئی عیدوں پر نظمیں لکھی ہیں لیکن ان تقریبوں میں اس نے حسب ذیل چار پر خاص کر زور دیا ہے۔

۱۔ عید بعثت نبیؐ ۲۔ عید میلاد علیؑ ۳۔ عید غدیر ۴۔ شب برات

اب ہم خود بادشاہ ہی کے بیان سے ان عیدوں کے متعلق معلومات قلمبند کرتے ہیں۔

## عید بعثت نبیؐ

اس موضوع پر پانچ نظمیں کلیات میں موجود ہیں۔ ان سب کا خلاصہ خود محمد قلی ہی کی زبان میں درج ہے :-

اے موالیو خوشیاں کرو کہ عید مبعث رسول آئی ہے اور اپنے ساتھ طرح طرح کے عیش و آرام لے آئی ہے۔

"پہلی عید شب برات، دوسری عید رمضان، تیسری عید قرباں اور قطب شاہ موالی جس کا رتبہ شاہوں میں عالی ہے خاص اہتمام سے مبعث رسول کی عید بھی مناتا ہے۔ اور خوان خلیل کا احسان اپنے عہد میں دکھا کر دنیا و دین کو رُجھا لیتا ہے۔

اس عید کے زمانہ میں ایسی خوشی منائی جاتی ہے کہ غم کا نشان کہیں ڈھونڈھنے پر بھی نہیں ملتا کیونکہ آج ہی کے دن سے دین اور ایمان آشکارا ہوئے اور اسی دن کے فیض نے تمام امت کے دل و جان کو روشن کر دیا۔

عید بعثت کی خوشی حوریں بھی مناتی ہیں جس کی وجہ سے جنت کی خوشبو تمام عالم کو مہکا دیتی ہے۔

عالم میں خدا کا نور پھیل جاتا ہے اور اس کی رحمت کی چھاؤں چھا جاتی ہے کیونکہ اسی وقت جبرئیل خدا کے یہاں سے اُس کے حبیب کے پاس وحی لائے تھے اور بڑی خوشی سے کہا تھا کہ اے بھائی خوشی سے ہونٹ کھولو اور دو حرف بولو کیونکہ یہ بعثت کا دن ہے اور خدا نے تم کو سب نبیوں میں سروری بخشی۔ تم تمام انبیا کے خاتم ہو اس لئے اقراء پڑھو۔ عرش نے تمہارے پانچ گوہروں (پنجتن) کی وجہ سے روشنی پائی۔ اور اب فرشتوں کو تمہارے

سوا کسی اور نبی پر درود پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔

جب حضرتؐ تختِ پیغمبری پر جلوہ گر ہوئے تو نو آسمان شمس والضحیٰ کے قدم چومنے لگے۔ فرشتوں نے خوشی کا چتر سر پر تان لیا اور دنیا خوشی و خرمی سے باغِ فردوس کے ہم سر ہو گئی۔ اسی لئے شاہ اور گدا انسان اور فرشتہ سب کا دل آج خورسند رہتا ہے۔ اس تقریب میں عالم منور ہو گیا اور کائنات آئینہ کی طرح روشن ہو گئی اور تمام ستارے چاند اور سورج کی طرح چمکنے لگے۔

بعثت مصطفیٰ کے دن خوشیوں کی عید ہوتی ہے اور آنحضرتؐ کے صدقے میں تمام شیعہ گھر گھر عیش و عشرت مناتے ہیں کیوں کہ اسی روز جبرئیل نے جناب پیغمبر سے یہ بھی کہا کہ "روز ازل سے مرتضیٰ علیؑ کو تمہارا نائب بنا دیا گیا ہے تاکہ اُن کی ذوالفقار سے کافروں کو مار کر ان سے خراج لیا جائے۔ جبرئیل تمہاری پوری صفت نہیں بیان کر سکتا اور اس طرح اُس سے خدمت میں چوک ہو گئی اور اسی لئے وہ سب خدمتگاروں سے زیادہ شرمندہ ہے۔

جو شخص بعثت نبیؐ کی عید یکسوئی اور صدق دل سے مناتا ہے اس کے دل پر طٰہٰ کا بیان روشن ہو جاتا ہے۔ جب قطب شاہ بعثت رسول کی یہ خوشی مناتا ہے تو اس تقریب میں سکھیاں خوشی و خرمی کے لاکھوں قمر دکھائی دیتی ہیں۔

**عید میلاد علیؑ** اس موضوع پر نو نظمیں کلیات اردو میں موجود ہیں۔ چونکہ شاعر کو حضرت علیؑ سے خاص عقیدت تھی اس لئے ان نظموں میں بڑے خلوص اور جوش کا اظہار کیا گیا ہے۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ :-

مصطفےٰ اور مرتضےٰ دونوں کی پیدائش کا دن ایک ہی سا ہے۔ اسلئے یہ عید منانا طالع مسعود ہونے کی دلیل سمجھا جاتا ہے کیوں کہ جس دن یہ ابر رحمت عالم پر فیض بار ہوا وہ روز شیعوں کے لئے روز بہبود تھا۔ چونکہ حضرتؑ کعبہ میں پیدا ہوئے اس لئے کعبہ کو دنیا میں شرف حاصل ہوا۔ اور اس لئے مومنوں کو اس روز دل و سر سے اس طرف سجدہ کرنا چاہئے کیونکہ یہ طاہروں کی عید کا دن ہے۔ کعبہ میں پیدائش کا شرف کسی نبی کو بھی حاصل نہیں ہوا۔ آپ کی پیدائش کے بعد جب آں حضرتؐ آپ کو دیکھنے آئے تو آپ کی والدہ حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ بچہ نادانی سے آپ پر ہاتھ مار رہا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ نہیں مجھ پر نہیں۔ اگر یہ ہاتھ ماریں گے تو کافر بادشاہوں پر ماریں گے۔ ان کی پیدائش سے میرا دین قوت پا گیا اور اب مجھے کفار کے کاموں سے کوئی ڈر باقی نہیں رہا۔ اس ولادت کی وجہ سے خدا کا عرش زیادہ جھلکنے لگا۔ اور آسمان و زمین میں چاند سورج سے زیادہ روشنی پھیل گئی

دنیا جنت سے زیادہ آراستہ ہوگئی۔ اور ساتوں آسمانوں سے نور کی بارش

ہونے لگی۔ حضرت علیؑ کی پیدائش کیا ہوئی کہ باری تعالیٰ کا نور عرش سے

کعبہ میں اتر آیا اور اس دن ساتوں آسمانوں کے فرشتے اس کا طواف

کرنے کے لئے جمع ہوگئے۔

اس روز سے مومنوں کے دلوں نے اسی طرح تجلی پائی جس طرح

صبح صادق آفتاب سے روشنی پاتی ہے اس خوشی کے دن ہر طرف خوشی کی

آوازیں بلند ہوں۔ اس روز خوشیاں میری مہمان رہیں۔ ملہار کی خوشبو

پھیلے۔ لوگ خوشی سے رنگ ڈالیں۔ اور مولودِ علی زور زور سے لحن

داؤدی کے ساتھ گائیں تاکہ اس گانے کی آواز تارا منڈل کی گرج کی طرح

ساتوں آسمانوں میں گونج اٹھے۔

**عیدِ غدیر** اس موضوع پر آٹھ نظمیں موجود ہیں جن میں شاعر لکھتا ہے کہ:۔

اس کو خلافتِ علی کا دن سمجھا جاتا ہے کیونکہ رسول نے خود ہی جناب

امیرؑ کو اپنی خلافت دے کر ان کی شرافت کا تذکرہ کیا۔ اس روز فرشتوں نے

مل کر اونٹ کے زینوں کے ساتھ آسمان کے منبر کو بھی سنوارا کیونکہ پیغمبرؐ کو

منبر پر چڑھ کر دادِ فصاحت دینی تھی۔ چنانچہ دو جگ کے شاہ نے مرتضیٰؑ کو

**من کنت مولاہ** کہا اور نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ آپ کے رتبہ کو ظاہر کیا۔ اس خوشی میں فرشتے منگل گاتے اور عرش منڈل بناتے ہیں کیونکہ شاہ نے اپنا فیض عنایت کر کے حضرت علیؑ کو سب میں افضل کیا۔

حق نے نبیؐ سے کہا کہ علی کی یاد **نادعلی** کے ذریعہ سے کر کیونکہ **علی** میری قدرت کا بے بہا مظہر ہے۔ قطب زماں نبیؐ کے صدقے سے علی کی منقبت لکھا کرتا ہے کیونکہ دنیا و دین میں یہی اُس کی سعادت کی نشانی ہے۔

عید غدیر شیعوں کے لئے عید کبیر ہے اور خوارج کے لئے باعث غم۔ اس کو مل کر خوشیاں منانی چاہئیں۔ اس خوشی کے آگے دوسری تمام خوشیاں چھوٹی نظر آتی ہیں۔ تمام مومن شہانی کسوت زیب تن کرتے ہیں۔ اس عید میں ایک عالم کی میزبانی کی جاتی۔ مطرب گاتے اور محفل میں عبیر لائی جاتی۔ سب مومن اس عید میں بھائی پن کے صیغے پڑھتے۔ اور تمام عیدوں کی خوشی اس ایک عید میں بھرپور نظر آتی۔ اس عید کے طبل ساتوں جنتوں میں بجتے۔ اور چاند سورج اسی لئے جگ کو روشنی

پہنچاتے ہیں۔ اس حیدر کے دونوں کے سوا کوئی ان دنیا کے قابل نہیں۔ اپنی دعا کرتا ہے کہ الٰہی مجھ کو امن میں رکھ اور میرا ایمان درست رکھ اور دونوں عالم میں میری مدد کر۔

ایک نظم میں لکھتا ہے :-

نبیؐ نے خلافت دے کر کہا کہ میرے بعد حیدر رہیں جو تمام مومنوں اور مسلمانوں کے لئے دو نو عالم میں رہبر ہیں۔

آج علی کے لئے خدا نے اپنی عنایت سے خلافت بھیجی جس کا اعلان عرش و کرسی اور نو آسمانوں کے منبر سے کیا گیا۔

علی کفر کے توڑنے والے تھے اس لئے دین کی بنیاد ٹک گئی۔ اگر محمدؐ دین کے گھر ہیں تو علی اس گھر کے نگہبان ہیں۔

سب اولیا ایک دل سے آپ کے معتقد ہو کر کہتے ہیں کہ ہم سبھوں کے سر پر ولایت علی کا چھتر سایہ بان ہے۔

اس طرح جملہ آٹھ نظموں میں حضرت علی کی منقبت اور ان کی فضیلت کو قلمبند کیا ہے۔

**شب برات** یہ ان موضوعوں میں سے ہے جن پر محمد قلی قطب شاہ نے دل کھول کر اپنی طبیعت کی جولانی دکھائی ہے۔ چنانچہ کلیات میں

اس کے متعلق دس نہایت دلچسپ اور اہم نظمیں موجود ہیں۔ محمد قلی کو پانی اور سبزہ کیطرح روشنی سے بھی بڑی دلچسپی تھی۔ وہ ہر اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا جس میں اُسے جشن چراغاں سے لطف اندوزی نصیب ہو سکتی تھی اور شب برات میں تو وہ بھی کھیلکر چراغوں، آتشبازیوں اور شاہانہ رنگ رلیوں میں منہمک ہو جاتا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ :۔

جہاں شب برات آئی کہ خوشی و خرمی کی روشنی تمام دنیا میں پھیل گئی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شب برات اپنے ساتھ خوشیوں اور عشرتوں ایسی برلیاں لے کر آتی ہے کہ ان کی روشنی سے تمام عالم جگمگانے لگتا ہے۔ چونکہ محمد قلی پر ائمہ معصومین کی نظر عنایت ہے اس لئے وہ نبیؐ اور علیؑ کے کرم کی وجہ سے پھلتا پھولتا رہتا ہے۔ اور خود عیش و عشرت اس کی بارگاہ میں خوشی کے مارے ٹمٹمیاں بجانے لگتے ہیں۔ اسی وجہ سے خدا قطب شاہ کو شاہنشاہی کا رتبہ دے کر اس کی دہائی یا اس کی آقائی کا اعلان تمام کائنات میں پھراتا ہے۔ اور اس کے دشمنوں کو دنیا سے نیست و نابود کر کے مفقود کر دیتا ہے۔

دوسری نظم میں لکھتا ہے کہ :۔

شب برات کی وجہ سے تمام راتوں کو شرف حاصل ہوا اور سب راتوں
میں شب برات ہی کو شرف حاصل ہے۔ کثرتِ چراغاں کی وجہ سے رات
ایسی منور ہوگئی کہ معلوم ہوتا ہے بغیر سورج طلوع ہوئے دن نکل آیا ہے۔
زمین کے ان چراغوں کا عکس جب آسمان پر پڑا تو وہ بھی آئینہ کی طرح
جھلکنے لگا۔ آتشبازی اور چراغوں کی وجہ سے دنیا ایسی روشن ہو جاتی
ہے کہ اس اجالے کو دیکھ کر آفتاب شرما گیا اور اسی شرم کے مارے رات کو
کبھی اپنا منہ نہیں دکھاتا۔

شب برات میں جو مہتاب چھوڑے جاتے ہیں تو ان کی تابانی ایسی
معلوم ہوتی ہے جیسے ظلمات میں آبِ حضر۔ گلشن میں جب پھولبازیاں چھوٹی
جاتی ہیں تو زمین پر سورج، چاند اور تارے اتر آتے ہیں اور ان کی روشنی
کی جھلک آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔ خدائے تعالےٰ نے قطب شاہ کو
ایسی تجلی بخشی کہ اس نے رات کو دن سے زیادہ روشن کر کے چمکا دیا۔

تیسری نظم میں کہتا ہے :-

شب برات کی مبارک رات اپنے ساتھ اپنے روزی خواروں یا ملازموں
یعنی خوشی، عیش انند اور عشرت کو براتی بنا کر لے آئی ہے۔

محمدؐ نے جنگ اُحد میں علیؑ کو ساتھ لے کر کامیابی حاصل کی کیونکہ انکی تلوار
کے چمکنے سے تاریکی کی فوجیں بھاگ گئیں۔

اس رات میں معشوقوں کے دہن پستے، آنکھیں شکر کی طرح شیریں،
اور ہونٹ گھڑوں کی مصری کی طرح نازک نظر آتے ہیں۔ اوران کے
چہرہ پر پسینہ کی بوندیں خشخش کی طرح باریک نظر آتی ہیں۔

سہیلیوں کی کاجل لگی ہوئی آنکھیں سیاہ باداموں کی طرح، ٹھوڑی
سیب کی طرح اور دانت چارولیوں کی طرح نظر آتے ہیں۔

اسی طرح پوری نظم میں سہیلیوں کے حسن اور لباس کی تعریف کی ہے۔ ان کا آتشبازی
چھوڑنا اور اُس کی جھلک سے ان کے جسم پر زیوروں کا جگمگا اٹھنا نہایت تفصیل سے
بیان کیا ہے۔

چوتھی نظم کا تذکرہ بھاگ متی کے ذکر میں کیا جا چکا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ
شب برات کی تقریب میں دربار اور ڈیوڑھی کی خاص خاص طوائفیں بڑے اہتمام
کے ساتھ سج دھج کر کے اور شاہی طمطراق کے ساتھ اپنے اپنے مکانوں سے آتی تھیں۔
بھاگ متی کی نسبت تاریخوں میں یہ لکھا ہے کہ وہ جب دربار کو آتی تو اس کے ایک ہزار
سوار اِس کی جلو میں رہتے۔ جب اس کی معمولی آمد اس شان سے ہوتی تھی تو شب برات

کی تقریب میں وہ جو کچھ اہتمام کرتی کم تھا۔ اسی لئے بادشاہ نے اس موضوع پر ایک خاص نظم لکھدی ہے جس میں اس امر پر زور دیا ہے کہ:۔

"وہ اپنے ساتھ آسمان کے مہر و ماہ سے زیادہ روشنی رکھنے والے لاکھوں چاند سورج اپنے ساتھ لاتی ہے۔ کیا تعجب کہ زمین آسمان پر لاف زنی کرنے لگے کیونکہ وہ زمین کو صاف و شفاف آسمان کی طرح جھلکا دیتی ہے۔"

پانچویں نظم میں محمد قلی لکھتا ہے کہ:۔

شب برات پھر سے مبارک سلامت کی خبر لے آئی ہے۔ کیونکہ اس رات میرے بخت کا طالع سورج کی طرح جھلکنے لگتا ہے۔

میری سکی کے چہرہ کی روشنی کے سامنے اس عید کا اجالا شرمانے لگتا ہے۔ اس عید میں سکھ اور انند کا نور از سر نو مجھ پر چتر کی طرح چھا جاتا ہے۔

دنیا دلہن بن کر انند کرنے والی دوشیزاؤں کے ہاتھ سے مئے عشرت پلواتی ہے اور زہرہ الحان کے ساتھ بادشاہ کے لئے نغمہ گانے لگتی ہے۔

شب برات کے عیش کی آمد نے اپنے حسن کی ایسی جھلکاریں دکھائیں کہ دنیا کے دل میں پھر سے زندگی کا نور پیدا ہونے لگا۔

شاہ کی سب پیاریاں عید کا سنگار کرتی ہیں تاکہ بادشاہ کو ایک کا سنگار
دوسرے سے زیادہ پسند آئے۔

آنند کے بھیدوں اور جادوؤں کی وجہ سے پیاری (ایک خاص
سہیلی) میرے دل میں کھیلنے لگتی ہے کیونکہ وہ اپنے جوبن کے چمن میں
خوشبو مہکا لیتی ہے۔

نبیؐ کے صدقے میں قطب شاہ کو ہمیشہ لاکھوں عیدیں دیکھنی نصیب
ہوں، کیوں کہ عیسیٰ کی دعا اس کے لئے گلِ مسرت کی خوشبو لائی ہے۔

چھٹی نظم میں بادشاہ نے اپنی ایک سہیلی پیاری کے آتش بازی
کھیلنے کا ذکر کیا ہے اس سلسلہ میں شب برات کی آتش بازیوں کے بہت سے
نام بھی ہمارے لئے محفوظ کر دیئے ہیں۔ کہتا ہے :-

شب برات نے کوہِ طور کے نور کو اب تمام عالم میں پھیلا دیا ہے
اور خضر نے اپنے ہاتھ سے مجھ کو آبِ حیات پلا دیا۔

شب برات اپنے ساتھ خوشی کی براتیں لے آئی ہے۔ اور
قطب شاہ ان براتوں کو لے کر رات اور دن انند کے ساتھ گزارتا ہے
پیاری کا سرو قد ہوائی کی طرح (بلندی کی طرف مائل) اور اس کے

ناک کی پھلڑی چنبیلی کی طرح ہے پیشانی پر مہتاب کی طرح ٹیکہ

لگائی ہے اور ہونٹوں پر سورج جیسی چمک دمک نظر آتی ہے۔

اس کے رات جیسے سیاہ بالوں میں کیوڑا ابھورے کی طرح نظر آتا ہے

تالوں اور پٹاخوں کی آوازوں سے آسمان کے اندر میں خلل پڑتا ہے

اس کی چوٹی کا پھندنا طاؤس کی طرح ناچ رہا ہے۔ ہوائی کو

اپنا حاجب بنا کر وہ اپنی دانائی (ناکلی) کا اعلان کرتی ہے۔

اس کے بالوں کے جوڑے میں پھولوں کی جو لڑیاں ہیں وہ

ٹوکریوں کے جھیلے کی طرح ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اے قطب شاہ تجھ کو نبی کے صدقے میں بڑی اچھی پیاری ملی ہے۔

ساتویں نظم کی ردیف ہی لفظ روشن ہے جس کی وجہ سے تمام نظم شب

برات کی روشنی سے جگمگا رہی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اس عید سے قبل

بادشاہ کو کسی جنگ میں کامیابی نصیب ہوئی تھی جس کی طرف مقطع میں اشارہ

کرتا ہے کہ:۔

دشمنوں کے سینے پھانکوں کی طرح کیوں نہ پھوٹیں اور تڑخیں جبکہ

خدا نے قطب شاہ کو ایک روشن فتح اور کامرانی عطا کی ہے۔

آٹھویں نظم طویل ہے اور اس موضوع کی اچھی نظموں میں شمار ہوتی ہے اس میں محمد قلی لکھتا ہے کہ :-

شبِ برات نے آکر تمام عالم اس طرح روشن کر دیا ہے جس طرح نورِ موسوی کی وجہ سے وادیٔ ایمن روشن ہو گئی تھی۔

آبِ رخسار کی جھلکیں دکھا کر عاشقوں کی آنکھوں کو ایک نور سے معمور گلشن بنا دیا ہے۔ چونکہ اس رات کو زلفِ خوباں کے ساتھ نسبت ہے اس لئے جس طرح معشوقوں کے جسم پر زیبائش و آرائش کی وجہ سے نور جھلکنے لگتا ہے۔ اسی طرح اس رات کو بھی نورانی لباس زیب دیتا ہے اس عید کی لطف اندوزی کی ہوس کا دنیا کو خبط ہے کیونکہ اس میں محبت کی ہواؤں کے جھونکے تن اور من کو شگفتہ کر دیتے ہیں۔

نبیؐ کے صدقے میں اے قطب شاہ تو لاکھ سال خوش و خرم زندہ رہ کیونکہ تیری ہی وجہ سے اس عید میں شمع عیش روشن رہتی ہے۔

محمد قلی کی "شبرات" سے متعلق نویں نظم شاعرانہ کمال کا بہترین نمونہ ہے۔ یہ نظم نہایت مرصّع ہے اور اس میں ایسی اعلیٰ پائے کی تشبیہیں استعمال کی گئی ہیں کہ اس کو اردو شاعری کے شہ پاروں میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ نثر میں اس کی

تمام خوبیوں کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ تاہم قوت تخیل کا کچھ نہ کچھ پتہ چل سکتا ہے
وہ کہتا ہے:۔

میری ماہ رویوں نے اپنے چہروں کی روشنی سے شب برات کو
روشن کر دیا ہے۔ ان میں سے کوئی سورج نظر آتی ہے، کوئی چاند اور
کوئی تارہ۔

ہر طرف سے ہر ایک نازنین نورتن کا لباس پہن کر آئی ہے تاکہ
بادشاہ کے ساتھ چمن میں نکلے۔ شرابِ عشق پینے سے اُن کے جسم جھلکنے
لگے ہیں۔ وہ اپنے نوجوان چہروں کے آب و رنگ، اور آفتاب جیسی
جھلک سے مہتاب کو بے تاب بنا کر پگلا رہی ہیں۔

نازنیں اس انداز سے محو خرام ہے کہ اس کی زلفوں کے لہرانے
کی وجہ سے خوشبو آسمان تک پہنچی ہے اور سارا آسمان مہک گیا ہے
جس کی وجہ سے فرشتے فریفتہ ہو کر لاکھوں کی تعداد میں اتر آئے ہیں۔

ایک سے ایک کے پستان زیادہ خوبصورت ہیں جن پر سیاہ
بادلوں کی لٹیں ایسی نظر آتی ہیں جیسے پہاڑیوں پر کالے کالے بادل
چڑھائی کرنے آئے ہوں۔

نازنیں کے رخسار مہتاب اور پھولوں کے ہار پھول جھڑیاں نظر آتے ہیں۔ اس کے دونوں بھو حاجبوں کی طرح ایک دوسرے پر حملہ کر رہے ہیں۔

علیؑ جیو کے یہاں سے یہ حکم لے آئے ہیں کہ یہ جہان امن و اماں کے ساتھ ہمیشہ قطب زماں کے حکم کے تلے رہے۔

شب برات کی نظموں کے سلسلہ میں آخری نظم آتش بازی کی بہت سی اصطلاحوں کی آئینہ دار ہے۔ اور عجیب بات ہے کہ ان میں سے اکثر اصطلاحیں اب بھی رائج ہیں۔ اس نظم کے چند شعر ذیل میں درج ہیں جن میں اصطلاحوں کے نیچے خط کھینچا گیا ہے:—

ہوایاں سو کے بنگڑیاں چکراں جو ۔۔۔ گھڑیاں بازیاں سوات چمن کری ہے
نین مستی کے گلریزاں سو بھر کر ۔۔۔ نلی طاؤس چک چمن کری ہے
پھلی ناسک جھمکتے تھے ہے شب رات ۔۔۔ دھرت کوں آج نس جوں گلشن کری ہے
لڑیاں موتیاں کیاں تج ہنسے کیا جھیلاں ۔۔۔ تو جھیلاں تھے جگت درپن کری ہے

---

مذہبی عیدوں کے بیان کے آخر میں عید رمضان اور عید اضحیٰ کا کچھ ذکر بھی

ضروری ہے۔ کیونکہ اسلامی دنیا میں یہی عیدیں بہت اہم سمجھی جاتی ہیں۔

## عیدِ رمضان

اس عید کی چہل پہل اور سرکاری و درباری مصروفیتوں کے متعلق تاریخوں سے کوئی معلومات حاصل نہیں ہوتیں لیکن محمد قلی قطب شاہ کی نظموں سے پتہ چلتا ہے کہ جہاں رمضان کا چاند دکھائی دیتا تمام قطب شاہی سلطنت میں لہو و لعب ختم ہو جاتے۔ شراب کی دکانیں اور سیندھی خانے بند کر دیئے جاتے۔ رمضان مبارک کے احترام کا یہاں تک خیال تھا کہ خود محلاتِ شاہی میں بھی شراب اور عیش و عشرت موقوف رہتی۔

محمد قلی قطب شاہ خود روزہ رکھتا تھا اور اس کی تقلید میں تمام بیگماتِ و محلاتِ شاہی بھی صوم و صلوٰۃ کی پابند ہو جاتیں۔ رمضان کے تیس[۳] دن گزر جانے کے بعد جب شوال کا چاند آسمان پر نظر آتا تو خوشی و خرمی کا اظہار کیا جاتا۔ عیش و عشرت کے شادیانے بجنے لگتے۔ مصری، پستے، بادام، دودھ اور کھجور خاص اہتمام سے منگوائے جاتے اور شیر خرما اور سیویوں سے ایک دوسرے کی ضیافت کی جاتی۔

ہر عید کے وقت بادشاہ اردو میں ایک نظم بھی لکھا کرتا تھا۔ چنانچہ اس وقت عیدِ رمضان کے متعلق سلطان محمد قلی کی گیارہ نظمیں موجود ہیں۔ جن میں سے چند کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

پہلی نظم میں وہ کہتا ہے کہ :—

اے ساقی لوگ کہتے ہیں کہ آج آسمان پر چاند دکھائی دیا اور تقدیر نے رخِ نور کے ورق پر لکھ دیا کہ انگور کی کنواری بیٹی شرابِ وصل مجھے ملنا چاہیئے۔ ایک مہینہ سے میرا دل اس کا منتظر تھا، اب کہیں چل کے نئے چاند کا پیالہ حاصل ہوا ہے۔

اس موقع پر ساقی کنول کے پیالے میں گلال بھر کر چاروں طرف پھر رہا ہے تاکہ گلرخوں کے گالوں کو لال لال کر دے۔ اور سکھیوں سے پوچھے کہ خود تمہارے ہونٹوں میں تو مصری، شیر، خرما اور پستے موجود ہیں پھر تم روزے کیوں رکھتی ہو۔

اے محتسب آج تو یہ نہ کہہ کہ مے پینا شرع میں منع ہے۔ اے ساقی اپنے نمکین ہونٹوں کے بوسے دے اور شراب کو حلال بنا دے۔

ایک دوسری نظم میں لکھتا ہے :—

چاند نے عین عید کی آمد کی بشارت دی اور بھوں بن کر ساقی کو اشارہ کیا کہ شراب پلائی جائے۔

ہونٹوں کے شراب خانے کو قفل پڑا ہوا تھا اس کو آنکھوں کے خطِ سرمگیں

کو بخی سے کھول کر عمارتِ دل کی حالت دکھا دی۔ (یعنے ہونٹوں سے
بوسے دیکر دل کے جذبات کو ظاہر کیا)

شراب کی چھبیلی جو ایک ماہ سے چھپی ہوئی تھی اُس نگار کو عید نے
آکر اور مشاطہ بن کر آج دکھا دیا۔

مجھے چاہئے کہ اب اطمینان سے پیرِ مغاں کی سیوا کروں، کیوں کہ
اس نے مے خانے کی اجازت دے دی۔

محمد نبیؐ کے فیض سے آج عید نے آکر محمد قطب کو مجلس کی صدارت
عطا کی۔

تیسری نظم کا خلاصہ ہے :۔

عید کی رات جلوہ گر ہوئی اور روزوں کے دن گزر گئے۔ اس لئے
اے ساقی نئے چاند جیسے ساغروں میں شراب بھر۔

میں بہت دن سے صوم وصلوٰۃ کی پابندی کی وجہ سے زہدیائی
کا مرتکب ہو کر بدنام ہو رہا تھا اس لئے اب تو محبت کے پیالے پلا کر
مجھے نیک نام کر۔

(ماہِ رمضان کی وجہ سے) صراحی مست ہو کر سرکشی کرنے لگی تھی

لیکن اب پھر جام کی طرف جھک جھک کر سلام کرنے لگی ہے۔

ان تینؔ دنوں کا خمار توڑنے کے لئے اے ساقی تو مجھے کم کم شراب نہ دے

بلکہ دم بہ دم پیالے بھر بھر کر دیتا جا۔

نبی کے صدقے میں قطب شاہ کو مے طہور ملی اور امام کے صدقے میں کوثر

سے بھرا ہوا ساغر مل گیا۔

دوسری نظموں سے معلوم ہوتا ہے کہ عید کے روز خوشی کے دمامے اور طبل بجائے جاتے ہیں۔ لوگ باغ کے پھولوں کی طرح شگفتہ ہوجاتے ہیں اور متوالوں کی طرح ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ سب لوگ رنگین لباس پہنتے ہیں اور سیویوں اور شیر خرما سے بھرپور پیالے پیتے اور پلاتے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ آج سے ساڑھے تین سو سال قبل بھی رمضان کی عید میں شیر خرماؔ اور سیویوں کا دستور تھا۔ ایک نظم میں تو رمضان کی عید کو سیوی کی عید لکھا ہے چنانچہ کہتا ہے ؎

عید سیوی لیا ئیا خوشیاں انند  اس انداں سوں کریں خوباں انند

شیر خرماؔ بادام اور پستوں وغیرہ کا ذکر ان اشعار میں ملتا ہے:- ؎

نابات شیر خرماؔ پستے شکر ادھر ھر  کیوں روزے رکھتی سکیا کر کر سوال ساقی

خرم خوشیاں سوں شیوے کی سیویاں بھر پری ساقی پلا پیالہ کہ آیا ہلالِ عید

تج خندہ کا شکر ہے تجے شیر خرمے میں شربت پلا ادھر ستے کھلیا گلالِ عید

شیر خرما قند بداماں پستے جیواں ملا کر

[illegible]

---

**عیدِ قرباں** عید رمضاں کی طرح بقر عید سے متعلق بھی تاریخوں میں کوئی معلومات درج نہیں ہیں۔ لیکن محمد قلی نے اپنے کلام میں اس عید کی مصروفیتوں کو بھی زندۂ جاوید بنا دیا ہے۔ اس موضوع پر اس کی گیارہ نظمیں ہمیں دستیاب ہوئی ہیں۔ جن میں سے دو تو نہایت اعلیٰ پایہ کے قصیدے ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ ایک قصیدہ میں تو اس نے اس واقعہ کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے کہ شاید "مورخ میری اس مجلسِ عید کی تاریخ نہ لکھے" پھر قصہ خواں اس شاندار عید کے قصے کیوں کر بیان کرے گا۔"

عید قرباں کی نظموں میں حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل کے واقعات کی تلمیح، حج کے لئے سفرِ کعبہ کی واجبیت، اور حج اکبر کی فضیلت کے اظہار کے ساتھ ساتھ اپنی مجلس آرائیوں کا [illegible]

تقسیم کی جاتی تھی اُس کی طرف کئی جگہ اشارہ کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب سے چند سال قبل تک حیدر آباد میں بچوں کے لئے عید کی الاسنہ کا جو طریقہ رائج تھا وہ محمد قلی کے عہد میں عام طور پر موجود تھا۔ اس عید کی تقریب میں بھی محمد قلی مجلس آرائی کرتا تھا اور پھولوں اور خوشبوؤں سے اس کی محفل مہکنے لگتی تھی۔ تمام ملک میں عام طور پر لوگ دعوتیں مناتے سیخوں کے کباب کھلائے جاتے، باورچی خانوں میں آگ ہمیشہ روشن رہتی اور راستوں پر ہر طرف عزیز و اقارب کے لئے حصوں کے خوان جاتے دکھائی دیتے۔ دسترخوانوں پر جنت کی نعمتیں چن دی جاتیں جن کو دیکھ کر تر لوگ بھی حیران رہ جاتے۔ لوگ توؤں پر کباب تلتے تلتے آفتاب کو بھی ایک توا سمجھنے لگتے۔ عید بقر کی پہلی نظم میں وہ لکھتا ہے :—

میرے لئے خوشیوں کے ساتھ بقر عید کی خبر بھی آئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بقر عید میری خوشیوں پر سے قربان ہونے کے لئے آرہی ہے۔

پھول میری مجلس سے رنگ پا کر سہانے دکھائی دیتے ہیں کیوں کہ اس محفل میں ساقی اپنی آنکھوں کے پیالوں سے شراب پلا کر مجھے رجھاتا ہے۔

سہیلیاں جامۂ محبت کی رنگینیوں سے خود کو سنوارتی ہیں کیوں کہ بقر عید کی آمد آمد سے تمام دنیا میں طبلِ عشرت بجنے لگتے ہیں۔

میری ہستی کی ماتی سکیوں کے ساتھ عشق کا کھیل کھیلنا مجھے زیب دیتا ہے۔
اور دنیا اس عشق کو دیکھ کر اچنبھے میں رہ جاتی ہے۔

چونکہ مجھے آنند اور خوشی کے راگ اور رنگ زیب دیتے ہیں اس لئے عید کی
مستی میرے قدموں پر اپنا سر رکھ کر میرے دل کو راضی کر لیتی ہے۔

نبیؐ کے صدقے میں قطب شاہ کو ہمیشہ عید مستانہ زیب دیتی ہے کیونکہ
میرے سر پر ہمیشہ چتر شاہی سہانا نظر آتا ہے۔

اسی طرح جملہ نظموں میں عید کی تیاریوں، خوشیوں اور رنگ رلیوں کی طرف شاعرانہ انداز میں اشارے کئے گئے ہیں۔ اور قربانی کے لحاظ سے دشمنوں اور مخالفوں کے بادشاہ پر سے قربان ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔

پانچویں نظم ذرا طویل بھی ہے اور اہم بھی۔ اس میں بادشاہ نے اپنے شاہانہ جاہ و جلال، فاتحانہ سطوت و اقبال اور عید کے کروفر کو بڑے کمال سے ظاہر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے:—

اے بادشاہ بقر عید آئی ہے تاکہ دشمن تجھ پر سے قربان کر دئے جائیں
زمین خوش دل، آسمان خوش حال اور تمام جگ شاداں و خنداں ہے۔

چونکہ تو ابراہیم کا تیسرا فرزند ہے اس لئے حضرت اسمٰعیل کی طرح

حق تعالیٰ تیری اور تیرے دوستوں کی اپنی مہربانی سے ہمیشہ نگہبانی کرتا ہے۔

تو علیؑ کا شیر ہے اس لئے تیرے رعب و جلال اور ہیبت کی وجہ سے آسمان کے شیر (اسد) کو مریخ تجھ پر سے قربان کر دیتا ہے۔

خدا نے تمام ہندستان کو عیدی کے طور پر تجھے دے دیا ہے اس لئے تیرے ملک میں قیامت تک روز بروز آبادی بڑھتی رہے گی۔

جو کوئی تیرا موافق نہیں وہ محمد (محمد علی) کا دشمن ہے اور جو محمدؐ کا دشمن ہوتا ہے وہ ہمیشہ خوار اور پریشان رہتا ہے۔

تو موسیٰ کی طرح ہے تیری تلوار عصائے موسیٰ کا کام دیتی ہے اور تیرا چہرہ ید بیضا کی طرح روشن ہے۔ تو عیسیٰ کی طرح ہے، سورج تیرا گھوڑا ہے اور آسمان تیری جولانگاہ ہے۔

تیری بزم میں داؤد کی طرح ہمیشہ نغمے سنائی دیتے ہیں اور خوشیوں پر خوشیاں نصیب ہوتی ہیں۔

خدا نے تمام پریوں، دیووں، اور وحوش و طیور کے علاوہ انسان اور جن اور چاروں عنصروں کو بھی تیرے حکم کے تلے کر دیا ہے کیوں کہ تو سچ مچ سلیمان ہے۔

اگر تیری تلوار کا عکس دشمن پر پڑ جائے تو اس کے جسم کا خون جم کر عقیق اور لعل و مرجان بن جائے۔

جو کوئی تیرا دعا گو ہے اس کے لئے تمام دنیا دعا کرتی ہے اور جو کوئی تیرا ثنا خواں ہے تمام عالم اس کی ثنا کرتا ہے۔

اے قطب شاہ نبیؐ کے صدقے میں کچھ اس طرح گھر گھر خوشی اور جگہ جگہ اطمینان ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا تیرے گھر میں بقرعید لاکھ سال کیلئے مہمان بن کر آئی ہے۔

غرض بقرعید کی تمام نظمیں اور دونوں قصیدے بھی نہایت دلچسپ ہیں اور تعجب ہوتا ہے کہ اس یک گونہ خشک موضوع پر بھی محمد قلی نے کس خوبی سے طویل نظمیں لکھی ہیں۔

# نوروز اور بسنت

یہ بات پہلے بھی بیان کی جا چکی ہے کہ محمد قلی قطب شاہ نے حیدرآباد میں ایک بین قومی فضا کی ترویج میں بڑا حصہ لیا تھا اور ملک کے جملہ طبقوں کو ملا دینے کے سلسلے میں تو وہ اپنے باپ سلطان ابراہیم سے زیادہ کامیاب رہے۔ اس کا لباس وضع قطع اور معاشرت بالکل ہندوستانی تھی۔ یہ واقعہ ہے کہ اگر ابراہیم کے بعد محمد قلی جیسا حکمران تخت نشین نہ ہوتا تو گولکنڈہ کا بین قومی تمدن اس انتہائی عروج کو نہ پہنچ سکتا جس کی وجہ سے سرزمین دکن اب تک مشہور ہے۔

اس بین قومی تمدن کے پیدا کرنے کے لئے محمد قلی نے مذکورہ خالص اسلامی عیدوں کے علاوہ اور بھی تقریبیں زور و شور سے رائج کیں جن میں نوروز۔ بسنت اور آمد برسات کی تقریبوں کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ موخر الذکر کا تذکرہ آئندہ ایک علیحدہ عنوان کے تحت کیا جائے گا۔ یہاں صرف نوروز اور بسنت کی مصروفیتوں کی نسبت کچھ باتیں بیان کی جاتی ہیں۔

افسوس ہے کہ ان دونوں موضوعوں کے بارے میں تاریخوں سے کوئی مدد نہیں

ملتی۔ ان کے متعلق ہماری معلومات کا واحد ذریعہ کلیات محمد قلی قطب شاہ ہے۔

**نوروز**

عید نوروز کے موضوع پر محمد قلی کی تین نظمیں اور دو اعلیٰ پایے کے قصیدے دستیاب ہوئے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ اس روز وہ کسی مذہبی عید سے کم خوشی نہیں مناتا تھا۔

ان نظموں میں شاعر نے علم نجوم کی اصطلاحوں کا دل کھول کر استعمال کیا ہے۔ اور برج حمل میں آفتاب کی تحویل سے متعلق شاعرانہ انداز میں خیال آرائی کی ہے۔ سمجھا یہ جاتا ہے کہ جب آفتاب بارہ برجوں کی گردش کرتا ہوا خط استوا پر آجائے تو ایک پورا سال ختم ہوتا ہے اور جس روز آفتاب یا زمین کا ایک دور ختم ہو کر نیا دور شروع ہوتا ہے اس کو **نوروز** کہتے ہیں اور اس دن دوسرے تمام سیارے جن جن مقامات پر ہوں ان کے لحاظ سے آنے والے پورے سال کے حالات کے متعلق پیش قیاسی کی جاتی ہے۔ گولکنڈہ کے ماہران علم نجوم ہر نوروز کی خاصیتوں اور ان کے اثرات کے متعلق دربار میں تفصیل سے معلومات پیش کرتے تھے، جن کی بنا پر نوروز کے ساتھ ہی یہ سمجھا جاتا تھا کہ دنیا ایک نئی کروٹ بدل رہی ہے اور یہاں کی ہر چیز اب تر و تازہ اور نئی ہو جائے گی۔ آفتاب کے برج حمل میں داخل ہونے کے وقت کو نہایت مسعود سمجھ کر اوراد و وظائف پڑھے جاتے اور دعائیں کی جاتیں۔ ان سب باتوں کو محمد قلی نے اپنی

نظموں میں پیش کیا ہے۔

چنانچہ پہلی نظم کے چند شعروں کا خلاصہ یہ ہے:۔

نورانی نوروز نور کے جلووں کے ساتھ آیا اور حل اس کے شایان شان لوازم سے آراستہ ہو گیا۔ تمام عالم میں نور جھلک رہا ہے اور سارا چمن چاند کی طرح جگ مگ کر رہا ہے۔ ہر طرف ہر قسم کی چیزوں کی ہوا بندھی ہوئی ہے۔ اور ہزاروں ہرے بن لہلہا رہے ہیں۔ بادشاہ کی سہیلیاں ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ لائے چمن میں صف در صف اٹھلاتی جارہی ہیں گویا عقد ثریا جیسے ستارے اتر آئے ہیں جس طرح آفتاب اور برج حمل کی قربت سے نئے نئے اثرات پیدا ہوتے ہیں اسی طرح قطب شاہ اور قدرت خدا کی قربت نے "قاف تا قاف قطب شاہ کا حکم جاری کر دیا ہے۔

اس نظم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے دوسرے شعر کے اکثر لفظ حرف ج سے، تیسرے کے م سے، چوتھے کے ک سے، پانچویں کے ہ (ہائے ہوز) سے، چھٹے کے س سے اور ساتویں کے ق سے شروع ہوتے ہیں مثلاً؎

۳) مدہر مدستی میا سوں منوہر مدن من کی مجلس میں مہتر منڈایا .... م

۵) ہوا ہے ہوا ہر طرف ہر جنس کا ہوس سو ہرے بن ہزاروں ہلایا......ہ

۷) قرب سوں قطب شاہ قدرت خدا سوں قضا قوس تھے قاف تا قاف پایا......ق

دوسری نظم ذرا طویل ہے اور طویل بحر میں لکھی گئی ہے۔ اس میں نوروز کی وجہ سے دنیا پر جو سرسبزی، ترو تازگی، اور رونق پیدا ہو گئی ہے اس کا نہایت خوبی اور تفصیل سے تذکرہ کیا ہے۔ مثلاً کہتا ہے کہ :۔

نئے نور رنگ کے نوروز نے نہ صرف کلی کلی کو کھلا دیا ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حسین عورتوں کے جوبن بھی پھر سے بہار پر آ گئے ہیں۔ پھولوں کے خوش رنگ پیالوں کو شبنم سے دھو کر ان میں گلابی شراب بھر کر سبز رنگ نہالوں جیسی حسینوں کے ہاتھ سے پلا رہا ہے۔

چمن میں بلبلیں جگہ جگہ ایسی دکھائی دے رہی ہیں جیسے حسینوں کی آنکھوں میں تلیں۔ پھولوں کے گچھوں میں کالے کالے بھونرے ایسے نظر آتے ہیں جیسے کالی کوئلیں ہری ہری ڈالیوں میں اڑتی پھر رہی ہوں....

---

تیسری نظم میں بھی اسی طرح کے مضامین باندھے ہیں۔ اور کہتا ہے اس سال پھر نوروز خوشیوں کی بشارت لے کر آ رہا ہے کیونکہ اب کے برج حمل میں اس کا

شرفِ عزم ہی ظاہر کر رہا ہے۔ اس کی وجہ سے میرے دل کے چمن میں امیدوں کے
پھول کھل گئے ہیں۔ وغیرہ

---

نوروز کے موضوع پر محمد قلی قطب شاہ کے قصیدے نہایت اعلیٰ پایہ ہیں۔
اور یہ دونوں قصیدے اس کی انتہائی خوشی اور مسرت کے ترجمان ہیں کیونکہ یہ دونوں
ایک ایسے موقع پر لکھے گئے ہیں جب نوروز اور عید رمضان ایک ہی روز یا قریب
قریب آئے تھے۔ دونوں قصیدے چونکہ ایک ہی موضوع پر ہیں اس لئے یہ کہنا مشکل ہے
کہ آیا ایک ہی وقت میں یہ قصیدے لکھے گئے تھے یا دو دفعہ ایسا واقعہ پیش آیا تھا کہ
نوروز اور عید رمضان مل کر آئے تھے۔ پہلا قصیدہ ستیتیس اشعار پر مشتمل ہے۔ اور
اس میں صاف طور پر عید رمضان اور نوروز کے ساتھ ساتھ آنے کا ذکر درج ہے۔
اس کے چند اشعار کا خلاصہ یہ ہے:۔

اے بادشاہ نوروز عید کے روز آکر عید کے آنے کی خبر لے آیا ہے اور پھر سے
سکھ کا کاروان اپنے ساتھ لے کر گویا عید کے اہتمام کا سامان لایا ہے۔

تمام عیدوں کے دنوں میں یہ روز عید اچھا ہے اس لئے نیشکر کی طرح
اپنی کمر باندھ کر عید کا خراج لے آیا ہے۔

یہ عید اتنی اچھی ہے کہ اس میں دوسری تمام عیدیں غلامی کا حلقہ اپنے کان میں ڈالکر
عید کا گلدستہ پکڑی کھڑی ہیں ۔

ان دونوں شعروں میں محمد قلی نے اپنی عیدوں کے رسم و رواج کی طرف اشارہ کردیا ہے کہ
کس طرح اس کے ماتحت راجہ اور امرا نیشکر کی طرح کمریں باندھ کر سلطنت کے خراج داخل کرنے
کے لئے حاضر ہوتے تھے ۔ اسی طرح شاہی تقریبوں اور مجلسوں میں غلام (جن کے کانوں
میں حلقے پڑے ہوتے) اپنے ہاتھوں میں گلدستے لئے کھڑے رہتے تھے روز عید اور
نوروز کے ساتھ ساتھ آنے کے متعلق اور دو شعروں میں کہتا ہے :۔

یوم عید کے پھولوں میں نوروز کے پھول بھی کھلے ہیں اور ان پھولوں کی خوشبو
کی وجہ سے دل عید کی طرف راغب ہوگیا ہے ۔

نوروز اور یوم عید آپس میں بھائی پن کا صیغہ پڑھ کر ایک ہو گئے ہیں
اور عید کی خوشیاں اپنے ساتھ لائے ہیں ۔

اس قصیدے میں ماہرین نجوم کے اس خیال کی طرف بھی اشارہ کردیا ہے کہ
جب آفتاب برج حمل میں داخل ہونے لگتا ہے تو اس کو ساعتِ نیک کہتے ہیں اور
اس مبارک وقت میں ہر دعا قبول ہوتی ہے ۔ اس لئے ماہرین نجوم کہتے ہیں کہ
اس وقت صاف و پاک جگہ پر خوشبو دار بخور روشن کرکے اور پاک و صاف لباس پہنکر

کسی اسم الٰہی کا ورد کریں اور آخر میں حصول مدعا کے لئے دعا مانگیں تو وہ ضرور بامراد ہوتی ہے۔ چنانچہ اس مسعود وقت کے لئے عامل لوگ منتظر رہا کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں بڑے روپے کماتے ہیں۔ اسی لئے محمد قلی کہتا ہے کہ :۔

اس عید کے روز امید کے پھول کھل گئے ہیں اس لئے دعا مانگو۔ یہی وجہ ہے کہ دوسرے دنوں کے مقابلے میں یہ دن بہت نمایاں ہے۔

دعا کرو کہ امن و اطمینان کی بارش ہو تا کہ میرے درخت ہرے ہو جائیں اور میرے دل کے چمن کی روشوں میں گل و ریحان کھلنے لگیں۔

عید نوروز سے متعلق دوسرا قصیدہ ناقص الاول معلوم ہوتا ہے اس میں جملہ گیارہ شعر ہیں۔ اس سال غالباً نجومیوں نے بادشاہ کو خبر دی تھی کہ اس کے زائچہ کے لحاظ سے یہ نوروز بہت ہی مبارک و مسعود ہے کیوں کہ اس کے برج میں زہرہ اور مشتری واقع ہوتے تھے۔ بادشاہ خوش ہے اور یہ قصیدہ ایک طرح کا نعرۂ مسرت ہے جس میں شاعر پکار اٹھتا ہے کہ :۔

خدا مجھے عید کی جیسی راتیں اور نوروز جیسے دن عطا کرتا ہے اور میرے دل کی بلبل کے لئے نئی نئی عشرتوں کے پھول کھلاتا ہے۔

لیکن پھولوں کی عید اور چیز ہے اور نوروز کی خوشی اور۔ کیونکہ نوروز

کی وجہ سے ساقی عیش کی طرح اندازی کر کے میرے دل کو محبوب سے ملا دیتا ہے۔

چونکہ میرے برج میں زہرہ اور مشتری آئے ہیں اس لیے اس دفعہ نوروز

کو بڑائی حاصل ہو گئی ہے اور وہ نوروزی صفائی بخش رہا ہے۔

اے مرغ دل ذوق وشوق سے پر فشاں ہو کہ نوروزی براتیں آئیں جو

بہت جلد غم کی براتوں کو پھاڑ کر تباہ کر دیں گی۔

**بسنت** اس عید کی تقریب میں بادشاہ کی نو نظمیں ملی ہیں جن میں ایک تو قصیدہ ہے اور دوسری نظم بقرعید اور بسنت دونوں کے ایک ساتھ آنے پر لکھی گئی ہے۔

بسنت در اصل ہندوؤں کی عید ہے جو موسم بہار کی آمد آمد پر منائی جاتی ہے۔ ہندوستان میں بہار کا موسم وسطِ مارچ سے مئی تک سمجھا جاتا ہے جب کہ پھول کثرت سے کھلتے ہیں۔ بسنت اصل میں سنسکرت لفظ وسنت ہے جس کے معنی ہیں سال کی پہلی فصل جو چیت اور بیساکھ تک رہتی ہے اس زمانے میں چونکہ پھولوں کی کثرت ہوتی ہے اس لئے ہندو پھول جمع کر کے دیوتاؤں کے مندروں یا تالابوں کو لے جاتے تھے۔ اس طرح رفتہ رفتہ یہ ایک عید یا میلا بن گیا۔ جس کو حضرت امیر خسرو کے زمانے سے دلّی کے مسلمانوں نے بھی منانا شروع کر دیا تھا اور وہاں بزرگوں کی درگاہوں پر

مسلمان پھول لے جا کر چڑھاتے تھے۔

محمد قلی قطب شاہ نے گولکنڈہ میں اس تقریب کو خاص اہتمام اور شان و شوکت سے جاری کیا۔ اس کی وجہ صرف یہ نہ تھی کہ وہ ہندوستانیت کو بہت پسند کرتا تھا بلکہ اسکی طبیعت عیش و عشرت کی طرف زیادہ مائل تھی اور اس عید میں اس کے فطرتی رجحانات اور دل کی امنگیں جس خوبی سے ظاہر ہو سکتی تھیں شاید ہی کسی اور تقریب میں ہو سکتیں۔ موسم کا اثر انسان کی طبیعت پر ضرور پڑتا ہے۔ اور واقعہ تو یہ ہے کہ انسان اپنے ماحول کا بندہ ہوتا ہے۔ پھر محمد قلی جیسا حساس انسان جو اپنے اطراف و اکناف کی چھوٹی سے چھوٹی چیز سے متاثر ہوتا تھا! فرق اتنا ہے کہ وہ ماحول کا بندہ بننے کی جگہ اس خوش اسلوبی سے اپنے ماحول کو کام میں لاتا تھا کہ صحیح معنوں میں اس کا آقا بن جاتا۔

اس کی رعایا میں ہندوؤں کی کثرت تھی اور اس کے محل میں بھی ہندو عورتوں اور ملازموں کی کمی نہ تھی۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ انہی کی خاطر بسنت نہیں مناتا تھا بلکہ خود اپنی خاطر اس تقریب میں بے تکلفی سے حصہ لیتا تھا۔ بسنت کی نظموں میں اس نے جس بے ساختگی اور رنگینی کے ساتھ خیالات کا اظہار کیا ہے وہ اپنی آپ نظیر ہے بسنت کی آمد آمد کے ساتھ وہ پھولوں نہیں سماتا تھا۔ چونکہ اس موسم میں شہوانی جذبات بھی برانگیختہ ہو جاتے ہیں اس لئے ان نظموں میں بعض جگہ اظہار خیالات کے لئے وہ بہت

عریاں پیرایہ بھی اختیار کر لیتا ہے۔ اس خصوص میں وہ عہد حاضر کے شباب شاعروں سے بہت مشابہ ہے۔

ان نظموں سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی اس موسم میں پھول کھیلنے کے علاوہ اپنی محبوباؤں اور کنیزوں کے ساتھ جی کھول کر رنگ بھی کھیلتا تھا۔ محلوں اور باغوں میں پھولوں کے انبار جمع کر دیئے جاتے تھے اور حوضوں کو رنگوں سے بھر دیا جاتا۔ جن بے تکلف جلسوں میں راگ، رنگ، اور شراب و شاہد کے افراط کے ساتھ محمد قلی جیسا رنگیلا بادشاہ ہو اُن کی رنگینی کا کیا پوچھنا! لیکن ان رنگینیوں اور رنگ رلیوں کی کامیاب ترجمانی بڑے سے بڑے شاعر سے بھی ممکن نہ تھی۔ یہ تو محمد قلی ہی کا حصہ تھا۔ دنیا کا کوئی شاعر اپنے کلام میں اپنی زندگی کو اتنا عریاں نہیں پیش کر سکتا تھا جتنا محمد قلی نے کیا۔ اس کا کلام اس کے قلب کی گہرائیوں سے نکلتا تھا۔ اس کو مبالغہ، تصنع، یا آورد کی ضرورت ہی نہ تھی اور نہ وہ ریاکاری کے ذریعے سے خود کو پاکباز یا زاہدِ مرتاض ثابت کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے ہر جگہ خود کو ایک رندِ شاہد باز ظاہر کیا ہے۔

قلعہ گولکنڈہ سے متصل نئے قلعہ میں جو پر فضا تالاب اور وسیع مرغزار ہے اس میں اب بھی بسنت کے زمانے میں ایک میلہ لگا رہتا ہے۔ اور تھوڑی تھوڑی دیر سے ہندو عورتیں بناؤ سنگار کر کے اور پھولوں کی ٹوکریاں لئے ہوئے گاتی اور اٹھلاتی چلی آتی ہیں۔ چونکہ یہ عہد قطب شاہیہ میں ایک سرسبز و شاداب باغ تھا اس لئے

یقین ہے کہ محمد قلی کی بسنت کی محفلیں یہاں بھی منائی جاتی ہوں گی اور آج بھی جب کہ محمد قلی کو اس دنیا سے گزرے تین سو اسی ۳۸۰ برس گزر گئے اس جگہ ہر سال بسنت میں میلہ لگا رہتا ہے۔ یہاں کی چہل پہل موسم کی تر و تازگی، اور ماحول کی شگفتگی دیکھ کر خیال گزرتا ہے کہ کیا تعجب ہے جو محمد قلی جیسے بسنت کے شیدائی کی روح اب بھی اس پر کیف منظر کے دیکھنے کے لئے اس میلے میں شریک رہتی ہو۔

بسنت کی نظموں میں سب سے پہلے قصیدۂ بسنت قابل ذکر ہے۔ کیونکہ بادشاہ کو فخر ہے کہ اس نے اس میں بڑے اچھے شعر نکالے ہیں۔ چنانچہ آخر میں وہ کہتا ہے کہ

خدا نے تجھ کو فن شعر میں ایسی نزاکت بخشی ہے کہ اے معانی شبہ ہوتا ہے کہ یہ شعر تیرے ہیں یا خاقانی کے۔

اس قصیدے کا آغاز بسنت کی آمد آمد کے ذکر سے کیا ہے اور لکھتا ہے:۔

بسنت کا پھول یاقوتِ رمانی کی طرح کھلا ہے اس لئے اے سہیلیو!
سب مل کر بسنت کو اپنے یہاں مہمان رکھو۔

بسنت کی رت نے اپنے ساتھ خوشیاں لاکر فراق کی آگ کو بجھا دیا ہے
اے نوبلیو آج ایک نئی مجلس شاہانہ ترتیب دو۔

بسنت کی آمد آمد کی وجہ سے تمام درختوں کو جواہر کی طرح پھول لگے ہیں۔

تاکہ تم اپنے پیارے پھولوں کو موتیوں کی طرح نچھاور کرو۔

اے ساقی! بسنت کے پھولوں پر کی شبنم کو شراب کی طرح صراحی میں بھر لا تاکہ اس شراب کے پینے سے ایسی مستی ہو کہ ہمارا رنگ نورانی ہو جائے۔

صراحی سے شراب انڈیلتے وقت غلغل کی ایسی آواز نکلتی ہے گویا بادل مست ہو کر گرج رہا ہے۔ اس غلغل کی آواز کو ابر نیساں کی آواز سمجھ کر پیالہ پیتے جاؤ۔

اے ساقی! شراب پلاتا جا تاکہ مجھ کو کشف ہونے لگے۔ کیونکہ شراب کی وجہ سے مجھے پوشیدہ راز بھی نظر آنے لگتے ہیں۔

عنبر، عود، مشک، زعفران کا رَت آیا ہے اسی وجہ سے ان سب کی خوشبو دنیا کو گلستان بنا دیتی ہے۔

اے سہیلیو! تم سب مل کر چاند اور سورج کے حوض خانوں کو بھی آبِ حیات سے بھر دو تاکہ ہم افشانی رنگ کھیلیں۔ بسنت کے پھولوں کی مالا پہن کر منہ جبیں صحن میں نکلی آئی ہے جس کے پھولوں کے نقش و نگار کو دیکھ کر مانی بھی حیران ہے۔

سورج کی کرنوں کو پھولوں کی چھڑیاں بنا کر ہم ایک دوسرے کو مارتے ہیں۔ سہیلیوں کے ساتھ یہ کھیل خدا کرے کہ میں ہمیشہ کھیلتا رہوں"

اس نظم کو لکھتے وقت بادشاہ خوشی کے مارے اتنا آپے سے باہر ہو جاتا ہے کہ

اس کو اپنے دشمنوں کی شکست اور اپنی کامرانی یاد آجاتی ہے اور کہتا ہے کہ :۔

قطب شاہ پر مصطفیٰ اور مرتضیٰ کی نظر ہے اسی لئے اس کے دشمن کی

پیشانی پر حرف پشیمانی لکھ دیا گیا ہے۔

ان کے دشمنوں پر ازل ہی سے لعنت بھیجنا واجب ہے خواہ وہ

سمرقندی ہوں یا بخارائی یا ملتانی۔

---

نظموں میں پہلی نہایت پرلطف ہے اس میں اس نے اپنے بسنت کھیلنے کا طریقہ

اور اس کے رسوم سب صاف صاف بیان کر دیے ہیں۔ یہ نظم جذبات کے اظہار سے

معمور ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب بادشاہ اور اس کی سہیلیاں بسنت کھیلتی ہوتیں

تو مطربان خوش گلو اس نظم کو گاتی رہتی تھیں۔ وہ لکھتا ہے :۔

"اے پیارے! آؤ عشق کی بسنت کھیلیں کیونکہ تم چاند ہو اور میں تارا ہوں۔

میرا جسم خالص کندن کی طرح چمک رہا ہے اور میں سنگار کر کے اور ہر طرح کے

چھند بند کے ساتھ تیار ہوں۔

ہم اور ہمارا ساجن اس طرح بسنت کا رنگ کھیلیں جیسے آسمان شفق کی

وجہ سے رنگا رنگ ہو جاتا ہو۔

شفق کے رنگ کے پیچھے سے جس طرح تارے جھلکنے لگتے ہیں اسی طرح
ہمارا سورج کی کرنوں جیسے زر کے تاروں سے بنا ہوا لباس جھلکنے لگا۔
پیاری بسنت کو پیا کے قدموں سے مل کر لے آئی اور کچھ اس طرح
بسنت کھیلی کے رنگ رنگ کو سنگار حاصل ہو گیا۔
اپنے جوبن کے حوض خانوں میں عشق کا رنگ بھر کر جسم کے رویں رویں میں
بجلی کی رو دوڑا دیتی ہے۔
رنگ سے بھیگی ہوئی چوٹی میں سے سر پٹیاں رات کی نشانی بن کر
سیاہ نظر آتی ہے اور اس کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ سورج (جیسے پستان) کے
بیچ میں رات کو کیسی جگہ مل گئی۔
بسنتی رنگ کے جسموں اور کندنی گالوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ
کیسر کی آگ کی بہار پھل پھول رہی ہے۔
نبیؐ کے صدقے میں قطب شاہ نے ایسی دھوم دھام کی بسنت کھیلی
کہ تینوں عالم رنگیلے ہو رہے۔

---

بعد کی دو نظموں کے بعض مصرعے پڑھے نہیں گئے۔ ان نظموں میں محمد قلی نے

لکھا ہے کہ بسنت کی ہوا آئی اور سکیوں کے تن مشک وزعفران کی خوشبو سے معطر ہو گئے۔ چاروں طرف ہرے رنگ کی ہوا چھا گئی۔ کوبلیں نغمے گانے لگیں یور کی اچھے رس والی آواز عالم کا دل لبھانے لگی۔ طرح طرح کے گلابی رنگ کے لباس رنگیلی چھبیلیوں کے قد پر زیب دینے لگے۔ اور موتیوں کی بارش عجیب منظر دکھانے لگی۔ پپیہا میٹھے میٹھے گیت گانے لگی۔ پھول جیسے ہونٹوں کے پیالوں سے شہد جیسا رس ملنے لگا۔ پیاری اور پیا ہاتھ میں ہاتھ ڈالے سرو کے بن میں گلاب کے پھولوں کی مالا پہن کر نکلے۔ کویلوں کے گلے اچھے اچھے نغمے الاپنے لگے کہ تنن تن نن تنن تن تن تلالا۔ ایسے گوسائیں کی ہمیشہ سیوا کرنا چاہیئے جو نحوست کو دور کر کے نہال کر دیتا ہے۔ قطب شاہ کو بسنت کھیلتا اور عیش مناتا ہوا دیکھ کر کیا تعجب کہ دشمنوں کے سینوں میں دکھ کے بھالے سلتے ہوں۔

پانچویں اور چھٹی نظمیں مکمل ہیں اور ان میں بھی بسنت کی مصروفیتوں کو بڑی خوبی اور صفائی سے بیان کیا ہے۔ ساتویں نظم بڑی طویل بحر میں اور بہت پر زور لکھی ہے۔ اس کے چند اشعار کا خلاصہ یہ ہے:۔

بادشاہ کے مندر میں بسنت سعادت کی خبر لے کر آیا۔ بسنت کے آنے کی وجہ سے آنکھوں کی پتلیوں کا چمن پھولوں اور پھلوں سے معمور ہو گیا۔

بسنت کے پھول نے تمام پھولوں کو مہمان بن کر آنے کی دعوت دی

اور اس دعوت میں گلاب کو پیالہ بنا کر خدمت کرنے کی غرض سے لے آیا۔

بسنت کی روشنی سے تمام دنیا میں پھول کھل گئے اور آسمان پر لال

رنگ چھا گیا۔ سورج کی دھوپ میں بسنت ہی کا رنگ نور بن کر جھلکتا ہے

اور چاند کے حوض کو بسنت نے چندن بھر کے مہکا دیا ہے۔

بسنت کی وجہ سے ہر گھر میں موتیوں اور یاقوتوں کے انبار لگ گئے ایسا

معلوم ہوتا ہے کہ بسنت نے ہر گدا کو خاقان کے ہم پلہ بنا دیا۔

اے معانی خدا کا شکر بجا لا کہ تیرے مندر میں رات اور دن خوش

اور آنند کے ساتھ بسنت منایا جاتا ہے۔

ان سات نظموں اور قصیدے کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ نے ایک نظم بقرعید

اور بسنت کے ایک ساتھ آنے پر بھی لکھی تھی یہ بڑی اچھی نظم ہے اور اس میں بادشاہ

نے بقرعید اور بسنت دونوں کی مسرت کی ترجمانی کی ہے۔ دو موضوعوں پر ایک ساتھ

خیال آرائی کرنے میں محمد قلی کو بڑا کمال حاصل تھا۔ اس کی اس قسم کی نظمیں اردو شاعری

میں بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھی جائیں گی۔ اس کا نوروز اور روز عید کا قصیدہ

اردو زبان میں اپنی آپ نظیر ہے۔ اسی طرح بقرعید اور بسنت کی نظمیں بھی نہایت ہی

پرلطف اور بلند پایہ ہے وہ لکھتا ہے:۔

"بسنت بکرید کے ساتھ مل کر عشرت کے پھولوں کی بہار لے آیا اور
اور بسنت کا بکرید کے ساتھ آنا میری تمام رنگ بھری سہیلیوں کے دل کو بہت بھایا۔

اس کی خوشبو کی مہکاٹ سے اس جگ میں بہار آگئی۔ بسنت اور بکرید کی وجہ
سے عیش کے پھول باغ عالم میں چھا گئے۔

تمام جنگل آسمان کی طرح سبز ہو گئے جن پر ستاروں کی مانند پھول کھلنے لگے
بسنت نے بکرید کے ساتھ زہرا کو مجبور کر دیا کہ وہ منگل کے ساز پر گائے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کھلتی ہوئی کلیوں کے نازک ہونٹ کچھ بھید بیان
کرنے کے لیے ہل رہے ہیں۔ کیونکہ بسنت بکرید کے ساتھ اس لیے آیا ہے کہ
دونوں مل کر بادشاہ کی تعریف بیان کریں۔ (جو ایک ہی کے بس کی بات نہ تھی)

جب بادشاہ خوبصورت سکیوں کے چہروں پر رنگ ملتا یا ڈالتا ہے تو
ان کی آنکھوں کی پتلیں ایسی جھلکتی نظر آتی ہیں جیسے سورج نے رات میں ستاروں
پر اپنی کرنیں ڈالی ہوں۔

ہماری بزم میں عشرت کے بادل اور آب حیات کی پھوار یا جھڑی برسنے
لگتی ہے کیونکہ بسنت نے بکرید کے ساتھ آکر میرے دل کے چمن میں سکھ کی

کونپلیں اگائی ہیں۔

بسنت اور بکرید دونوں حضرت نبیؐ کی نظر کرم کی وجہ سے ایک جگہ مل کر آئے ہیں اور قطب زماں آنند اور سکھ پا رہا ہے۔

## مرگ سال یا آمد برسات

مرگ سال یا آمد برسات کے موقع پر جو عید منائی جاتی تھی اس کا تذکرہ بھی نوروز اور بسنت کے بعد ضروری ہے۔ یہ یہ اصل میں عوام کی عید ہے۔ اور خورداد اور تیر کی چلچلاتی گرمیوں کے بعد جب موسم بدلتا ہے اور بارش شروع ہونے لگتی ہے تو زمین کے ذرہ ذرہ میں جان پڑ جاتی ہے۔ پھر انسانوں کا کیا پوچھنا! اور دکن میں تو موسم باراں ہی اصل میں موسم بہار ہے یہی وجہ ہے کہ محمد قلی نے بارش کے آغاز کو بڑی اہمیت دی اور جس روز مرگ لگتا یا برسات کا موسم شروع ہوتا وہ بڑی دھوم دھام سے مجلس آرائی کرتا۔ شراب کے دور چلتے۔ مطربانِ خوش نوا رقص و سرود کے کمال دکھاتے۔ باغوں میں جھولے ڈالے جاتے عشق و شیفتگی کے جذبات برانگیختہ ہونے لگتے۔ سہیلیاں مشک و زعفران و عنبر مل کر اپنے جسم کو معطر بناتیں اور بیر بہوٹی کے رنگ کے سرخ کپڑے زیب تن کرتیں۔ پھول اور پان کے طبق تقسیم کیئے جاتے۔ تمام محلات شاہی میں زمردی رنگ کی مسندیں بچھادی جاتیں اور ہر طرف خوشی و خرمی کا اظہار کیا جاتا۔

محمد قلی نے اپنے شاعرانہ کمال کا بہترین اظہار اس موضوع سے متعلقہ نظموں میں بھی کیا ہے۔ اس نے موسم باراں کی آمد آمد پر پندرہ نفیس نظمیں لکھیں اور گرمیوں کے بعد موسم کی تبدیلی کی وجہ سے کائنات جس طرح متاثر ہوتی ہے اُس کے ایسے پاکیزہ مرقعے چھوڑ گیا ہے جو اردو شاعری کے شاہکار سمجھے جاسکتے ہیں ان نظموں میں منظر نگاری کے بہترین نمونے دستیاب ہوتے ہیں۔ اس کی یہ نظمیں زیادہ تر گائی جاتی ہوں گی کیونکہ ان میں موسیقیت کا بہت خیال رکھا گیا ہے۔ اور قافیے اور ردیفیں ایسی استعمال کی ہیں جو لے کے ساتھ پڑھنے میں بڑا اثر پیدا کرتی ہیں۔

پہلی نظم میں وہ کہتا ہے:۔

بارش کا موسم آیا اور کلیوں کا راج شروع ہو گیا۔ کیونکہ اب ہری ہری ڈالیوں کے سروں پر پھولوں کے تاج پہنائے جائیں گے۔

مینہہ کی بوندوں کا پیالہ ہاتھ میں لے لو کیونکہ ہر مہ جبین بڑھ چڑھ کر سج دھج کر رہی ہے۔

جسم ٹھنڈ کی وجہ سے لرز رہے ہیں اور جوبن کپکپا رہے ہیں۔ پیا کا چہرہ دیکھتے ہی چولی خود بخود پھٹی جا رہی ہے۔

نازنین کا چہرہ بجلی کی طرح چمکنے لگا جب وہ شرم کے مارے انچل

ہٹا کر پھر چہرے پر ڈال لینے لگی۔

اس کے بالوں میں پھول ایسے نظر آنے لگے جیسے آسمان پر تارے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس عہد کی پدمنی ہے۔

چاروں طرف گرج کی آواز سنائی دیتی ہے اور مینہہ برستا ہے۔

عشق کے ترانوں سے موروں نے چمنوں کو معمور کر دیا۔

اے قطب شاہ حضرت مصطفیٰ کے صدقے سے برسات آئی ہے

اس دن عشق و عاشقی کے ساتھ حکومت کرو۔

آمد برسات کی بعض نظموں میں بادشاہ نے اپنی فتحمندی اور خوش طالعی پر بھی بڑی مسرت کا اظہار کیا ہے اور اپنی تعریف میں اتنا زیادہ لکھا ہے کہ خود ستائی تک پہنچ گیا ہے۔ ساتھ ہی بعض دشمنوں کی بڑی مذمت کی ہے اور ان کی ذلت و رسوائی اور ناکامی کا تلخی کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے بارش سے قبل بعض اہم لڑائیوں میں فتح پائی تھی۔ چنانچہ مدعیان سلطنت عبدالقادر عرف شاہ صاحب اور خدابندہ (برادران محمد قلی) کی بغاوت کے تذکرے میں بارش سے متعلق انہی نظموں میں سے ایک کا ذکر

کیا جا چکا ہے۔

بارش کی دوسری نظم میں اس نے جس طرح خودستائی کی ہے اس کا اظہار پہلے کیا جا چکا ہے۔ کیونکہ اس نظم کے بعض شعروں کا خلاصہ اس کتاب کے صفحہ ۱۰۲ پر درج ہو چکا ہے۔

مرگ سال کی پانچویں نظم تو صرف نام کو بارش سے متعلق ہے۔ ورنہ پوری نظم بادشاہ کی فتحمندی اور دشمنوں کی شکست کی خوشی سے معمور ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عین بارش کے آغاز کے وقت اس کو کوئی بڑی فتح نصیب ہوئی تھی۔ یہ نظم اور اس کا خلاصہ اس کتاب کے صفحات ۱۰۳ و ۱۰۴ درج ہے۔

اسی طرح آٹھویں نظم کے خاتمہ پر بھی کسی کامیابی کی طرف اشارہ کیا ہے جب کہ کہتا ہے:۔

اے محمد قطب شاہ خوشی کی خبریں آئی ہیں۔ اس لئے مرگ کے ساتھ فتح و کامرانی کی تقریب بھی منعقد کرو۔

خیر یہ تو ایک ضمنی بحث تھی لیکن اس کا تذکرہ اس لیے چھیڑا گیا کہ گولکنڈہ میں محمد قلی کے عہد حکومت میں جو لڑائیاں ہوئیں ان میں ملک کے حالات کے پیش نظر بارش سے قبل فتح حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ اس طرح

عہد محمد قلی کی لڑائیوں کے مہینوں کا تعین کرنے میں ان نظموں سے مورخ کو بڑی مدد مل جاتی ہے۔

اصل موضوع یعنی آمد برسات کی رنگ رلیوں کا بھی خود محمد قلی کی زبان سے کچھ حال معلوم کر لینا دلچسپی سے خالی نہیں۔

گیارھویں نظم میں وہ مرگ کی تقریب منانے کے لئے اپنی سکھیوں کو یوں دعوت دیتا ہے :۔

مرگ کے بادل گرج رہے ہیں، اے سکھیو آؤ اور سنگار کرو۔ بارش کے قطرے آہستہ آہستہ گرنے لگے تم ان سے اپنی چولی بھگا لو۔ (تاکہ تمہارے جوبن کی بہار نظر آئے)۔

عطار نے ہواؤں کے جنگل میں پھولوں کے طبل کھول کر خوشبو کی مہکا اٹھادی ہے اس لیے تم پھر میرے دل میں چلے آؤ۔

جس طرح ڈالیوں پر سرخ پھول نکل آئے ہیں اسی طرح تم اپنے بازوؤں پر بازوبند کے سرخ پھندنوں کی بہار دکھاؤ۔

بادلوں کی وجہ سے آسمان اور زمین کا ایک رنگ ہو جانا! بڑا اچھا منظر دکھائی دے رہا ہے۔ آج عیش کا دن ہے اس لیے

اے سکیو ملہار گاؤ۔

تم سب سر سے پاؤں تک پرتکلف اور چمکدار سرخ لباس پہن لو۔

جس طرح سورج شفق میں چمکتا ہے اس طرح اے سکیو تم میں سے ہر ایک چمکے۔

ہونٹوں کی یاقوتی پیالیوں سے شراب محبت بھر کے نئے بادشاہ محمد کو بھی پلاؤ۔ ناچنے والیوں کو اپنی آنکھوں کی پتلیوں سے شراب پلا کر مست بنا دو تا کہ وہ شاہی مندر کے صحن میں نٹوں کی طرح ناچنے لگیں۔

یہ نظم محمد قلی کے تخت نشین ہونے کے بعد ہی جب پہلی دفعہ مرگ لگا ہے اس وقت یعنی ۹۸۸ھ کی برسات کے آغاز میں لکھی گئی تھی۔ کیونکہ اس نے خود کو اس نظم میں نئے بادشاہ کے لقب سے یاد کیا ہے۔ اس طرح گویا وہ سولھویں سال میں تھا جب یہ نظم لکھی گئی ہے۔ اور در اصل یہی نظم گولکنڈے میں مرگ کی تقریب منانے کا آغاز کرتی ہے۔

ایک اور بہت اچھی نظم جو غالباً بہت بعد لکھی گئی اس سلسلہ کی نویں نظم ہے۔ اس کی تصنیف کے وقت اس تقریب کو رائج ہوئے عرصہ گزر چکا تھا کیونکہ اس میں وہ آمد برسات کی خوشیوں کا تذکرہ اس طرح کرتا ہے جیسے کوئی بارہا ان تقریبوں سے محظوظ ہو چکا ہو اور اب اپنے گزشتہ کے تجربے بیان کر رہا ہے۔ اس نظم کی

بحرِ طویل اور زمین بڑی پر لطف اختیار کی گئی ہے ۔ اس میں کہتا ہے :۔

مرگ کے بادلوں کو گرجتا ہوا دیکھ کر بالیاں دوشیزائیں، چاروں طرف سے آئیں اور فوجوں کی طرح ایک جگہ جمع ہو گئیں ۔ اور اپنے زرق برق لباس سے زمین پر بجلیاں چمکانے لگیں ۔

ان نئی نئی اور شوخ دوشیزاؤں نے اپنی چولیاں پانی کی بوندوں سے بھگا لی ہیں اور جھولوں میں پینگیں ڈال رہی ہیں ۔

شرابِ عشق کے پیالوں، غمزہ کرنے والی آنکھوں کی چالوں، اور جوانی کے الاوں (ترنگوں) سے مست ہو کر یہ دوشیزائیں آپس میں عیش منا رہی ہیں ۔

ان چھبیلی تتلیوں جیسی دوشیزاؤں کے جوبن چولیوں کے بند سے آزاد ہو کر نکل پڑے ہیں، ان کے جسم سے شرابِ عشق ابل رہی ہے، اور وہ اپنی آنکھوں سے فریفتہ بنا رہی ہیں ۔

اپنے زرق برق لباس کی وجہ سے ہر لحظہ جگمگا رہی ہیں، رہ رہ کر بادشاہ کے گلے لگ رہی ہیں، اور چال میں ایسی ڈگمگا رہی ہیں جیسی کہ باولی لڑکیاں ہیں ۔

ایک سے زیادہ دوسری چمک دمک دکھاتی ہیں جس کو دیکھ کر دنیا کے

بڑے بڑے سیانے راہ بھٹک جائیں۔ جب یہ چلبلی لڑکیاں مست خرام ہوتی ہیں تو ڈھلے ہوئے موتی بھی ان کو دیکھ کر مارے شرم کے پانی پانی ہو جاتے ہیں۔

نبیؐ کے صدقے میں یہ پاک وصاف دوشیزائیں نازو انداز کے ساتھ رات اور دن قطب شاہ کے ساتھ رہتی ہیں اور اپنا من بھاتا سکھ حاصل کرتی ہیں۔

اس نظم کی ردیف لفظ بالیاں (یعنی دوشیزائیں) ہے۔ اور قافیے چلبلیاں، پتلیاں، رنگیلیاں، بجلیاں، ملیاں، اور باولیاں وغیرہ۔

ایک اور نظم (نمبر ۱۲) کی ردیف "میں" اور قافیے گگناں، چمناں، اور جوبناں وغیرہ ہیں۔ اس کی بحر بھی خاص ہے۔ چونکہ اس میں بارش کے مناظر کے لیے بڑی اچھی تشبیہیں استعمال کی ہیں اس لئے اس کے چند اشعار کا خلاصہ بھی درج کیا جاتا ہے:۔

آسمان پر فرشتوں نے مرگ کے مہینے کو دعوت دی اور اس خوشی میں سمندر کے موتیوں کو آسمان سے برسایا جن سے ہمارے صحن بھر گئے۔

زمین نے سر پر جواہر کی پگڑی باندھ لی اور آنگ میں کانچ کے رنگ

کی چولی پہن لی ۔ اور لعل یمن جیسی بیر بہوٹیاں تمام ملکوں میں نکل آئیں ۔
ہر طرف ہرے بھرے جنگل دیکھ کر چاروں طرف سے مور کوک رہے
اور رنگ برنگ کے پرندے چمنوں میں مست ہو کر نغمے گا رہے ہیں ۔
ہرے جنگل میں لال لال پھول نہیں ہیں بلکہ زمرد کی لگنوں میں شبنمی
تیل سے شمعیں جل رہی ہیں ۔
اس تازگی اور طراوت کو دیکھ کر موہنیاں اپنے خوشرنگ جسموں
پر رنگ برنگ کے لباس پہنے، اپنے جوبنوں کی بہار دکھاتی ہوئی، ناز و
انداز کے ساتھ محو خرام ہیں ۔
ان کے آب حیات جیسے صاف و شفاف پستانوں کے ساتھ سیاہ
بھیٹنیں دسر پستان، ظلمات کی طرح لگی ہوئی ہیں ۔ یا جوبن کے پاک و صاف
آسمانوں پر دو کالے کالے بادل چڑھ آئے ہیں ۔
ہوا کا نظارہ کرنے کے لیے مست سہیلیوں نے شراب پی لی ہے
اور چنبیلی کے پھولوں میں بھنورے ملہار کے گیت گاتے پھر رہے ہیں ۔
یہ مشک جیسے سیاہ بھنورے نہیں ہیں جو پھولوں کو اپنا وطن بنائے
ہوئے ہیں بلکہ چنبیلی جیسی نرمل تھوڑیوں کی کالی کالی تلیں ہیں ۔

زرینے کے لباس میں سکھیاں سر سے پاؤں تک زرق برق نظر آرہی ہیں اور

اُن کے گھنگروؤں اور پیچوں نے میرے دل کو لبھا کر مچھلی کی طرح بے تاب بنا دیا ہے۔

آخر میں ایک اور نظم کے تذکرے کے بعد اس موضوع کو ختم کیا جاتا ہے یہ نظم ایک ایسے

وقت لکھی گئی تھی جب کہ عید میلاد نبی کے زمانے میں یعنی وسط ماہ ربیع الاول میں دھوپ کا لاختم

ہو کر بارش کا آغاز ہو رہا تھا۔ بادشاہ اس سال آمد برسات کو خاص اہمیت دیتا ہے اور کہتا ہے:۔

یوم میلاد نبی میں آنے کی وجہ سے مرگ سال کو وہ لطف حاصل ہوا جو عام طور پر دنیا میں نہیں ملتا۔

مرگ سال نے یوم نبیؐ کی خوشی میں چاروں طرف بادل کے منڈپ تان دیئے

ہیں اور بجلیوں کے تار امنڈل گرج رہے ہیں۔

اس دفعہ کچھ ایسے طریقے سے مرگ سال فضا پر چھایا ہوا ہے کہ زمین

تازہ ہو کر مارے خوشی کے ہنس رہی ہے۔

ہرے ہرے فرش پر مرگ سال نے خود فراش بن کر موتیوں کے بچھونے بچھا دئیے ہیں۔

اور دنیا میں جملہ مخلوق کو ( مساوی طور پر فیض پہنچا کر ) ایک طرح سے عیش

کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور پاک وصاف بارش کے قطروں کو گلاب بنا کر عالم کے سینے پر چھڑک دیا ہے

قطب شاہ کو عید میلاد نبی مناتا ہوا دیکھ کر مرگ بھی بڑے شوق سے نبی کا

سہیلا گا رہا ہے۔

# رسم ورواج اور دیگر مصروفیتیں

عیدوں اور تہواروں کی دھوم دھام اور مصروفیتیں معلوم کرنے کے بعد ہمارا خیال محمد قلی قطب شاہ کی خانگی دلچسپیوں اور روزمرہ کی مصروفیتوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ جب ہم اس موضوع کی خاطر تاریخوں اور کلیات کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ محمد قلی گولکنڈہ یا قطب شاہی تمدن و معاشرت کا سب سے بڑا تعمیر کار تھا۔ اس کے عہد میں جو رسم ورواج چل پڑے وہ اس کے بعد بھی صدیوں تک باقی رہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ جس کو آج دکنی تہذیب و معاشرت کہا جاتا ہے وہ زیادہ تر محمد قلی ہی کی مرہون منت ہے۔

دکن میں شادیوں کے سلسلے میں جو رسم اب تک رائج تھے ان میں سے اکثر محمد قلی کے رائج کردہ ہیں۔ یہ معلوم کر کے حیرت ہوتی ہے کہ حیدر آباد اور مضافات میں اب تک (یعنی ساڑھے تین سو سال گزر جانے کے بعد بھی) جلوہ کے وقت محمد قلی قطب شاہ ہی کے لکھے ہوئے گیت گائے جاتے ہیں۔ مہندی اور ساچق کے رسوم بھی

اس لئے بڑی دھوم دھام سے جاری کئے تھے۔ اور سالگرہ کی تقریب منانے پر تو اس نے خاص طور پر توجہ کی تھی۔

اس باب میں پہلے انہی مذکورہ رسوم سے متعلق معلومات پیش کرنے کے بعد محمد قلی کی دوسری روزمرہ کی مصروفیتوں اور دلچسپیوں کے متعلق اجمال کے ساتھ لکھا جائیگا۔

## سالگرہ

محمد قلی اپنی سالگرہ کی تقریب بھی عیدوں اور تہواروں کی طرح بڑی دھوم دھام اور تزک داحتشام کے ساتھ مناتا تھا۔ یہ اگرچہ اس کا خانگی کاج تھا لیکن ہر طبقہ اور ہر قوم کی رعایا کے لیے یہ ایک مشترکہ قومی تقریب بن گئی تھی۔ خود بادشاہ نے اس کو تمام اہل ملک کے لئے ایک سرکاری عید کے طور پر رائج کردیا۔

یوں تو محمد قلی قطب شاہ ۴ ار رمضان کو جمعہ کے دن پہلے پہر میں پیدا ہوا تھا۔ لیکن اس کی سالگرہ کی تقریب ہر سال اسی تاریخ کو نہیں منائی جاتی تھی بلکہ رمضان کا چاند دیکھنے کے ساتھ ہی ماہرین نجوم کے مشورہ سے تاروں کو دیکھ کر مبارک ساعت اور اچھی گھڑی کا تعین کر کے بادشاہ کی سالگرہ منانے کا دن تاریخ اور وقت مقرر کیا جاتا تھا۔

دن اور وقت کا تعین ہوتے ہی تمام محلاتِ شاہی کو آراستہ کیا جاتا بڑے بڑے شامیانے یا منڈپ اور آسمان گیریاں تانی جاتیں جن کے اونچے اونچے

نھوں کے کلس چاند اور سورج کی طرح چمکتے رہتے تھے۔ خوشی کے دمامے بجنے
لگتے۔ ٹمٹمیاں بجائی جاتیں اور تارا منڈل چھوڑے جاتے۔

جہاں سالگرہ کے پھول پہنائے جاتے تھے اس جگہ نیلگوں رنگ دجو قطب شاہیوں
کا سرکاری رنگ تھا) کا چتر لگایا جاتا۔ اور جب بادشاہ مرصع لباس زیب تن کئے
اور سر پر شاہی تاج رکھے اس چتر کے نیچے مسند پر بیٹھتا تو سات سہیلیاں پھولوں کا
منڈپ پکڑی کھڑی رہتیں۔ یہ منڈپ نیشکر یعنی گنّے کی چھڑیوں پر باندھا جاتا تھا۔
اور گنّے کی ان چھڑیوں کو یہ سات نازنینیں تھامی رہتی تھیں۔

بڑے بڑے طبقوں میں مشک و زعفران بھر کر لایا جاتا تھا جو بادشاہ کے ساتھ
تمام حاضرین محفل کو بھی لگایا جاتا۔ اس دعوت میزبانی میں اتنے لوگ جمع ہوتے کہ
تل دھرنے کو جگہ نہ رہتی۔ بادشاہ قبلہ رو بیٹھتا تھا۔ اور چودہ ائمہ معصومین کے نام
لے کر سہرا باندھتے۔ حضرت علیؓ کا نام لے کر گلے میں ہار پہناتے اور مصری چبانے کے لئے
پیش کیجاتی۔ اس کے بعد نظر اتاری جاتی اور زر و جواہرات نثار کئے جاتے۔

بادشاہ کے مصری چبانے کے ساتھ ہی تمام مخلوق میں مصری تقسیم کی جاتی تھی
اس اثنا میں گانے اور ناچنے والیاں اپنے اپنے کمال دکھاتی رہتیں دعوت میزبانی
کے آخر میں اتنے پھول پان تقسیم ہوتے کہ ان کا خرچ لکھنا مشکل تھا۔

جس روز بادشاہ کی سالگرہ منائی جاتی تمام ملک میں ہر مذہب و ملت کے لوگ سجدے کر کے یا ہاتھ اٹھا اٹھا کر بادشاہ کی درازیٔ عمر کے لئے دعا کرتے شاہی باورچی خانوں سے لال لال طبقوں میں الوان نعمت کی تقسیم عمل میں آتی۔

یہ تمام معلومات تاریخوں سے نہیں بلکہ خود محمد قلی قطب شاہ کے کلام سے حاصل ہوئی ہیں۔ اس نے اپنی سالگرہ سے متعلق ہر سال ایک نہ ایک نظم ضرور لکھی تھی جن میں سے دس کلیات میں شائع ہوی ہیں ان نظموں کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان میں اس نے خدائے تعالیٰ کی عنایتوں کا بڑی عاجزی سے اعتراف کیا ہے۔ اس کے احسان مندی کے جذبات جتنے ان نظموں میں نمایاں ہیں کہیں اور نہیں۔ وہ ہر سالگرہ کے وقت سرتاپا عجز و انکسار کا پتلا اور خدا کا سچا سپاس گزار بندہ بن جاتا تھا۔ وہ اپنی درازیٔ عمر اور ترقی اقبال کے لئے بڑے عجز والحاح کے ساتھ دعائیں مانگتا ہے اور اس کو یقین تھا کہ وہ اپنی ہر سالگرہ محض نبیؐ اور اہل بیت نبیؐ کے مہرو کرم کی وجہ سے دیکھ سکتا ہے۔ اس لیے وہ ان سب کی مدح و منقبت میں رطب اللسان ہے۔ ان نظموں میں اس نے خودستائی بھی کی ہے لیکن اس میں بھی اس کو نبیؐ و آل نبیؐ ہی کی توصیف و مدحت مقصود تھی مثلاً تیسری نظم میں لکھتا ہے:۔

خدا کی رضا سے سالگرہ آئی ہے۔ اس لئے تو اس کا ہزار بار شکر ادا کر۔

میرا راج اماموں کی دعا کی وجہ سے قائم ہے اور اسی لیے خدا نے گویا آب حیات پلا دیا ہے۔

نبیؐ کی دعا میرے سر پر ایک منڈپ کی طرح ہے اور اس منڈپ کی طنابیں اماموں کی

دعائیں ہیں۔

تیرے جسم کا ہر رواں ایک زبان ہے اور تو ان تمام زبانوں سے شکر ادا کر کہ

تیری قسمت کے تارے کو شرف بخشا گیا۔

اے معانی تو محمدؐ پر صلوٰۃ بھیج کیونکہ انہی کی وجہ سے تو بچپن سے دنیا میں سرخرو ہے۔

اس سلسلے کی پانچویں نظم بہت اچھی اور اعلیٰ پائے کی ہے اس میں محمد قلی قطب شاہ کہتا ہے:۔

حبیب حق کی عنایت سے میری سالگرہ کے دن آئے ہیں اور علی کی محبت

کی وجہ سے میری محفل معمور ہے۔

محمد قلی کے سر پر پھولوں کا منڈپ اس طرح اٹھائے کھڑا ہے گویا خدا نے آسمان کو ستارے دے کر سجا دیا۔

میرے سر پر محمدؐ کا نام لے کر سہرا باندھا گیا اور گلے میں علیؑ کے نام سے حمایل پہنائے گئے۔

سکیوں نے اس تقریب میں اپنے سینے کے صدر پر جوبنوں کو پھولوں کی گیندوں

کی طرح ہزاروں چھند بند سے سجایا ہے۔

سہیل ساقی بن کر سنبلہ کی صراحی سے مشتری کے پیالے میں شراب پلانے کے لیے آیا ہے۔

فرشتے مجھے چکھانے کے لیے آسمان کے طبق میں ستاروں کے نقل بھر کر اپنے ساتھ لائے ہیں

سکیاں سرخ رخساروں کے طبق میں عشق و محبت کی نعمت رکھ کر اپنے
پیارے بادشاہ کو بڑے انداز سے کھلا رہی ہیں۔

آسمان کے طبق میں سورج اور چاند کے کاسے رکھ کر ان کو زعفران اور مشک
سے بھر دیا گیا ہے تاکہ میری محفل میں کام آئیں۔

آسمان نے بادلوں کے منڈل اور فرشتوں نے چاند اور سورج سے تالیاں
بجا کر میری دلچسپی کے لئے سکیوں کو نچایا ہے۔

محمد قلی ہمیشہ محمد کا غلام ہے اور اس نے آج علیؑ کی مہربانی کی وجہ سے سکھ اور انند حاصل کیا۔

نبی کے صدقے میں اے قطب شاہ علیؑ سے مدد مانگ تاکہ تو آج کے دن لاکھ برس
تک سالگرہ مناتا رہے۔

اسی طرح جملہ نظموں میں خوشی کے اظہار کے ساتھ ساتھ خدا نبیؐ اور اہل بیت نبی کی منقبت
بڑی پاکیزگی سے قلمبند کی گئی ہے۔ یوں تو سالگرہ کی اکثر نظمیں اس قابل ہیں کہ ان کو پڑھ کر بادشاہ
کے خلوص اور تخیل کی صفائی سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں لیکن یہاں ایک اور نظم کا خلاصہ درج
کر کے بحث کو ختم کیا جاتا ہے۔ ساتویں نظم میں لکھتا ہے:۔

فرشتے عرش کے اوپر بادشاہ کی سالگرہ مناتے ہیں اور ساتوں آسمان کے محلوں
میں بادل فراش بن کر فرش بچھاتے ہیں۔

پنجتن، بارہ اماموں، اور چودہ معصوموں کے کرم کی وجہ سے بادشاہ کو آج لاکھ

برس کی سالگرہ بڑی آرزو اور ارمان سے حاصل ہو رہی ہے۔

تمام حوروں نے سجدہ کیا تاکہ بادشاہ ہمیشہ زندہ رہے اور فرشتے ہاتھ اٹھا کر

اس دعا میں آمین کہہ رہے ہیں۔

آسمان پر خوبریوں کے چہروں کے افشاں کی طرح تارے نہیں ہیں بلکہ بادشاہ

کی سالگرہوں کی گرہیں ہیں جو دو عالم کے لئے باعث زینت بن گئی ہیں۔

بادشاہ کے گھر میں مہمانی (دعوت) ہوتی دیکھ کر سورج اور چاند بھی مہمان بن کر

آئے ہیں بجلیاں خوشی سے ناچ رہی ہیں اور عشرت کے بادل چھا رہے ہیں۔

چاروں طرف سے بادل مل مل کر دوڑے آرہے ہیں گویا فرشتے اس تقریب میں

آسمان کے سینے کو ملنے کے لیے مشک لے آئے ہیں۔

پنجتن پاک قطب شاہ کو اپنی عنایت سے حیات اور بخت و دولت دیکر خضر کی طرح جلائے رکھیں۔

**مہندی** سالگرہ کے بیان کے ساتھ ہی مہندی کے رسم کی تفصیل بھی قابل ذکر ہے۔

اس موضوع پر ایک ہی نظم سے معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ جس میں وہ کہتا ہے کہ :۔

خوشیوں کے طبل بجائے جا رہے ہیں اور قطب زماں کو طرح طرح سے آب حیات پلایا جا رہا ہے۔

مجھے اس بارگاہ میں بٹھایا جا رہا ہے جہاں کا رنگ بڑا سہانا ہے اور جہاں نبیؐ کا نام

لے کر سورج جیسی شمعیں، لگائی گئی ہیں۔

وہاں کی مسندیں زرنگار ہیں جس کے کندن میں تارے جڑے ہوئے ہیں۔ اور وہاں سونے سے بنائے ہوئے سرو کے درخت خاص آرائش و زیبائش کے ساتھ سجائے گئے ہیں۔

اس بارگاہ کے صحن میں زہرہ کی طرح زرق برق محافے روشن ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سورج کی کرنیں چمک دمک کے ساتھ سر اٹھائی کھڑی ہیں۔

ایک خوبصورت رنگیلی بڑی نزاکت و رنگینی کے ساتھ بہت سے رنگ لا کر مہندی بادشاہ کے پاؤں کو کوئی ایک چاؤوں کے ساتھ لگاتی ہے۔

مہندی لگانے کے بعد تمام پیارے یکے بعد دیگرے بادشاہ پر سے بل بل جاتے ہیں (بلائیں لیتے ہیں) اور خوش بخت سندریاں رنگ اور رس کے ساتھ ناچتی ہیں۔

نبیؐ کے صدقے میں قطب شاہ کو یہ خوشیاں زیب دیتی ہیں کیونکہ وہ ان خوشیوں اور انند میں تمام دنیا کو شریک کر کے اپنا فریفتہ بنا لیتا ہے۔

اس خلاصے کے بعد کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ مہندی کے رسم سے متعلق اور کچھ لکھا جائے یہ محمد قلی قطب شاہ کے شاعرانہ کمال کا طفیل ہے کہ اس کی زندگی کے اکثر واقعات کے نہایت نفیس اور مکمل مرقعے ہمارے لیے محفوظ رہ گئے۔

**جلوہ** اس موضوع سے متعلق محمد قلی نے جو نظمیں لکھی ہیں وہ بڑی دلاویز ہیں۔ چھ نظمیں تو محض جلوہ پر ہیں اور ایک جلوہ کی گھڑیوں اور پہروں سے متعلق ہے جو تقسیم اوقات کے عنوان سے درج کلیات ہے۔

یہ تو یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ سب نظمیں محمد قلی نے اپنی شادیوں کی تقریب میں لکھی ہوں گی البتہ اتنا ضرور ہے کہ ان میں سے اکثر خود اس کی زندگی سے متعلق ہیں۔ محمد قلی نے دو تین شادیاں دھوم دھام سے شرعی طریقے پر کی تھیں جن کا ذکر "تاہل اور اولاد" کے عنوان میں درج ہے۔ لیکن ان باضابطہ نکاحوں کے علاوہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کئی نازنینوں سے جملہ رسوم کے ساتھ شادیاں رچائیں اور جلوہ کی یہ نظمیں زیادہ تر انہی تقریبوں میں لکھی گئی ہونگی۔ اس کی بارہ پیاریوں کا تذکرہ گذر چکا ہے چنانچہ ان پیاریوں میں سے بعض کے نام بھی ان نظموں میں اس نے لکھ دیے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ دوسری، چوتھی، پانچویں، اور چھٹی نظم علی الترتیب کنولی، پیاری، موہن اور ننھی کے جلوے کی تقریب میں لکھی گئی تھی۔

ان نظموں کے مطالعے سے اس عہد کی دلہنوں کے بناؤ سنگھار اور رسم جلوہ کے طریقے واضح ہوتے ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف بڑے اہتمام سے جلوے کا تخت سجایا جاتا تھا اور چوکی کو چاروں طرف سے موتیوں سے آراستہ کرتے تھے۔ اور دوسری طرف مشاطائیں دلہن کے ہاتھوں اور پاؤں کو مہندی لگاتیں کندنی کلیوں کے ہار گوندھے جاتے۔ تمام عورتوں کو اس تقریب میں موتیوں کے کناروں کی ساڑیاں بندھوائی جاتیں۔

سات سہاگنیں مل کر دلہن کے بالوں میں تیل لگاتیں، کنگھی کرتیں، چوٹی گوندھتیں۔ مانگ میں موتی پروئے جاتے۔ مشاطہ ہاتھوں کا بناؤ سنگھار کرتی پیشانی پر چاند سا ٹیکہ لگایا جاتا۔ آنکھوں میں

کاجل اور سرمے کے خط کھینچے جاتے ۔ ایسے مہین کپڑے کا زریں لباس پہنایا جاتا کہ دلہن کا تمام جسم اس میں سے جھلکنے لگتا اور اس کے جوبن ایسے نظر آتے جیسے کہ سونے کے طبق میں پھولوں کی گیندیں رکھ دی گئی ہوں اور ان پر دو کالے کالے بھونرے بیٹھے ہوں ۔ اس طرح آراستہ و پیراستہ کر کے ساتوں سہیلیاں دلہن کو جلوے کے تخت پر لا کر بٹھائیں اور اس کے سر پر سہرا اور گلے میں پھولوں کے ہار پہنائیں ۔ اس وقت اگرچہ دلہن کے جسم اور سر پر جلوے کی چادر یا آنچل اوڑھایا جاتا تھا لیکن وہ بھی اتنے مہین کپڑے کا ہوتا کہ سہرا اور گلے کے ہاروں کے علاوہ جگہ جگہ سے اس کا جسم ایسا جھلکنے لگتا جیسے کہ بجلیاں ابر میں چمک رہی ہوں ۔ پھول پہنانے کے بعد دولہا اور دلہن دونوں کو شربت پلایا جاتا اور دونوں کے ہاتھوں میں پان کے بیڑے دیے جاتے تاکہ ایک دوسرے کو کھلائیں ۔

اس تفصیل کے بعد نمونے کے طور پر جلوے کی صرف ایک نظم یہاں نقل کر دی جاتی ہے جو اس سلسلے کی پہلی نظم ہے ۔

پریم پیاری کا جلوہ گاؤ سارے ۔۔۔ اسے چند سور سوں پریاں رنگارے
(چاند سورج)

سہاگاں بھاگ پھل منک کھلے ہیں ۔۔۔ سہیلیاں آرتی تارے نوارے

رچاؤ تخت جلوے کا خوشی سوں ۔۔۔ کہ چوندھر چوک موتیاں سوں سنوارے

چڑاو تیل اب ساتوں سہاگان ۔۔۔ مشاطہ ہو کے زہرہ ہت نگارے

پلا شربت دیو و ہاتاں میں بیڑے ۔۔۔ بند او وساریاں موتیاں کنارے

محمد قطب شاہ ہور اس پری کوں ۔۔۔ خدا یار کھ جداں لگ ہیں ستارے

جلوہ کی نظموں کے سلسلے میں ایک اور طویل نظم کا تذکرہ ضروری ہے جو جلوے کی گھڑیوں
اور پہروں کی مصروفیتوں پر قلمبند کی گئی ہے اس میں محمد قلی لکھتا ہے :۔

نازنین پہلی گھڑی میں سانتی کی بارش کے موتی جیسے قطروں سے غسل کرتی ہے اور دوسری
گھڑی میں عشق کی چادر اوڑھتی ہے ۔

تیسری گھڑی میں اپنے گلے میں پریم کی گلسر باندھتی ہے اور چوتھی گھڑی میں چوکی پر بیٹھ کر مجھ کو
شراب حیدری پلاتی ہے ۔

پانچویں گھڑی میں پانچویں رنگوں کو آگ کی طرح نغموں سے روشن کرتی ہے اور
اور چھٹی گھڑی میں اپنی چھاتی کی عنبری خوشبوئیں نکھاتی ہے ۔

ساتویں گھڑی میں ساتوں سکیاں مل کر مجھے بیڑا باندھتی ہیں اور آٹھویں
گھڑی میں بڑے چھندوں کے ساتھ ہوا کی چادر اوڑھتی ہے ۔

گھڑیوں کو گننا چھوڑ کر میں اب پہروں کو گنتا ہوں پہلے پہر میں کنولی کے
بالوں میں کیوڑے کے پھولوں کی خوشبو مہکتی ہے ۔

دوسرے پہر میں سکی اپنے کان میں دوپہری پھول لگاتی ہے۔ یہ شراب میرے
کس کام کی مجھے تو شراب کوثر پلانا چاہیئے ۔

تیسرا پہر عبادت اور اللہ و محمدؐ و علیؑ کے ذکر کے لیے ہے جب کہ
غلام قنبر خوشیوں کے پیالوں کی طرح بجنے لگتا ہے ۔

چوتھے پہر میں پدمنی قطب زماں سے آکر ملتی ہے کیونکہ نبیؐ کے صدقہ میں قطب زماں
اس عہد کا انوری ہے ۔

اس نظم کے ہم معنی اور ہم قافیہ ایک نظم جلوہ کی گھڑیوں پر رسالہ سب رس بابتہ جولائی سنہ ۱۹۴۰ء
میں شایع ہوئی ہے ۔ جس کو ایک صاحب جمال الدین حیدر نے اسی سال جگتیال (ضلع عادل آباد)

ہیں جلوہ کی رسم میں عورتوں کو گاتے ہوئے سنا تھا۔ اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بھی
محمد قلی ہی کی لکھی ہوئی ہوگی یا اس کے قریبی زمانے میں کسی نے اس کی نظموں کی تقلید میں یہ نظم لکھی
تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مرور ایام کی وجہ سے اس نظم میں چند الفاظ بدل گئے ہیں تاہم اس کا
محمد قلی کی اس نظم سے مقابلہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک ہی شخص یا ایک ہی زمانے کی تحریریں ہیں۔
یہاں ہم ان دونوں نظموں کے چند شعر پہلو بہ پہلو پیش کرتے ہیں تاکہ محمد قلی کے کلام کی مقبولیت کا اندازہ ہو سکے

| محمد قلی کی نظم | عہد حاضر میں مستعملہ نظم |
| --- | --- |
| پہلی گھڑی سانجی کے مینہ موتیاں سیتی نھاتی پری | پہلی گھڑی سر نہا دھو کر پھول پہنی چوٹا ڈال کر |
| دوسری گھڑی میں عشق چادر اوڑے ہے اوا استری | تن بینے خوشبو لاؤ کر پھول پہنی چند استری |
| تسری گھڑی باندھے پرم کی گلسری اپ کنٹھ میں | دوسری گھڑی پاول پا بجنا گھنگرو جو بجنے رم جھما |
| چوتھی گھڑی چو کاں پچے پیلانی منج مد حیدری | گھنگرو کی صنعت کیا کہوں پاؤں پہنی چند استری |
| ساتویں گھڑی ساتوں سکیاں مل کر بند ادو چہر منج | تیسری گھڑی ڈنڈ کے کڑے مانگی کے موتی یوں جڑے |
| آٹھویں گھڑی چھنداں سیتی اوڑے پون کا چادری | چونسر ناراں یوں گھڑے اس مول اس کا بن دھری |

## کھیل کود اور دوسری مصروفیتیں

سالگرہ، مہندی، اور جلوہ وغیرہ کی رسموں اور مصروفیتوں کے بعد
اب ہم محمد قلی قطب شاہ کی دوسری مصروفیتوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں
اس سلسلے میں سب سے پہلے ہم نٹوں اور بھانڈوں کی ایک محفل کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ

اس عہد میں ہر محفل اور ہر تقریب میں رقص و سرود ضروری تھا چنانچہ عیدوں اور تہواروں اور رسوم کی جملہ محفلوں میں محمد قلی نے ناچ اور گانے کا التزام سے تذکرہ کیا ہے لیکن رقاصاؤں کے علاوہ ایک اور طبقہ نٹوں یا نٹووں کا تھا جو اپنے اعضا کی حرکتوں اور پھرتیلی اداکاری کے ذریعے سے عجیب عجیب کرتب دکھاتے تھے۔ جن کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کے جسم میں ہڈی ہی نہیں ہے۔

**ناٹک یا نٹووں کے کرتب**

محمد قلی کے عہد میں بڑے باکمال نٹ یا نٹوے موجود تھے۔ اور وہ ناٹک کی طرح ایک محفل ترتیب دیا کرتا تھا جس میں یہ باکمال اپنی اداکاری کے جوہر دکھاتے تھے۔ اس موضوع پر اس نے ایک اعلیٰ پائے کی نظم لکھی ہے جس کے حسب ذیل خلاصے سے اس محفل کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل ہوسکتی ہیں:۔

آج بادشاہ زرین پرتکلف لباس سے آراستہ ہوا ہے اور اس کے جسم اور چہرہ کا نور موتیوں کی طرح چاروں طرف جھلک رہا ہے۔

دنیا کے تمام باکمال دخوباں اشاہ کے دربار میں خدمت گزاری کے لئے موجود ہیں چاروں طرف یوسف جیسی صورت والے اور نازک اور کم عمر حسین استادہ ہیں۔ ان خدمتگاروں کے ہاتھوں میں موتی جڑے ہوئے کہکشاں جیسے ڈنڈے (عصا) ہیں جن کے کلس سورج جیسے چمکدار اور جسم سونے کی طرح ہیں۔

زرتار کی ڈوریاں کرنوں کی طرح اور نٹوے درمیان میں تاروں کی طرح رقصاں ہیں یہ تارے (یعنی نٹ) ایسا چمکدار لباس پہنے ہوئے ہیں کہ ان کا نور سورج سے زیادہ چمک رہا ہے۔ ان کو جب دور سے فرشتے دیکھتے ہیں تو بیچارے حیران ہوجاتے ہیں۔

ان کے کانوں میں بجلیوں کے ٹکڑوں کی طرح آویزے چمکتے ہیں۔ اور یہ کئی طرح

کے چھند بند کر کے کولانٹ کھیلتے، کولاٹیاں یا قلابازیاں کھاتے ہیں۔ حیرت ہوتی
ہے کہ یہ مہ پارے کیسے شوخ ہیں!

ان نٹوں نے اپنے چہروں کو اس طرح بنایا ہے کہ ان کی آنکھوں کے
قریب سو کہ یا خط سرمہ ایسا نظر آتا ہے جیسے بھوجنگ (اژدہا) زبانیں نکالے کھڑے
ہوں۔ آنکھوں کے لال رنگ کے ڈورے چنگاریاں ہیں اور رخسار شعلے کی طرح دہکتے ہیں۔

ان کے ہاتھوں میں جگہ جگہ مہندی کے بوند ایسے نظر آتے ہیں جیسے ہرے ہرے پتوں
میں لال پھول ہوں۔ ادا کاری کے ساتھ ساتھ یہ ایسی اچھی گفتگو بھی کرتے ہیں کہ گویا
موتی جھڑ رہے ہیں جن کے رشک سے سمندر کھارے ہو گئے ہیں۔

طرح طرح سے چہرے بنا کر یہ نٹوے ایسی قلابازیاں کھاتے ہیں کہ ان کی تپلی کمر
دیکھ کر دنیا والے چیتے کی کمر بھول جاتے ہیں۔

یہ بھاری بھر کم ہاتھیوں کی طرح مستی اور تنومندی دکھاتے ہیں اور ان کے قد ایسے
سیدھے ہیں جیسے تیر۔ جب یہ آہستہ چلتے ہیں تو پانی کی طرح اور تیزی میں آتے ہیں تو ہوا بن جاتے ہیں۔

نٹ ناٹک میں ایسا گاتے ہیں کہ سب خوش ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ طنبورے اور نال
بجتے رہتے ہیں اور ڈھول کے دھماکوں کی آوازیں آتی ہیں۔

یہ ایسے چنچل، چتر، باکمال اور صاحب فن ہیں کہ لاکھوں لاکھ ان کے درشن کرنے
والے ہیں۔ انہی تماشوں نے قطب شاہ کو تمام عالم کے دل کا پیارا بنا دیا ہے۔

**کھیل** ناٹک کے بعد قطب شاہ کے کلام سے میدانی اور خانگی کھیلوں
کی نسبت بھی کچھ معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ایک نظم اس نے چوگان کھیلنے کے متعلق لکھی ہے
لیکن اصل میں چوگان بازی کا استعارہ قرار دے کر عشق بازی کی طرف توجہ کی ہے۔ تاہم

اس نظم سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ اچھے موسم میں چوگان ضرور کھیلا کرتا تھا وہ کہتا ہے ؎

کھیلو چوگان اب کہ ہے بستان خوش
ہر طرف رنگاں سیتی کھلئیے ہیں پھول

یعنی ہر طرف رنگ برنگ کے پھول کھلے ہوئے ہیں اور بستاں اچھا نظر آرہا ہے اس لئے چوگان کھیلو ۔ یہ نظم کلیات کے صفحہ ۱۵۸ پر شایع ہوئی اور قابل مطالعہ ہے ۔ اس میں گھوڑے کی سواری، گیند، میدان، اور زور کے چھند سے کھیل جیتنے کا تذکرہ کیا ہے ۔

**پھوکڑی پھو اور ڈھان ڈھکنی**

چوگان کے ساتھ ان دو کھیلوں کا تذکرہ بھی ایک نظم میں ملتا ہے ۔ جس کا مطلع ہے ۔

کہ ڈھان ڈھکنی کھیل کر ہشکنی کھڑی
سکی تال دے منج ٹھٹکتی کھڑی

پھر کہتا ہے کہ اس نے ابھی پھوکڑی پھو کھیلنا نہیں سیکھا اور ڈھان ڈھکنی کھیلنے آئی ہے! اول الذکر کھیل اب تک دکن میں لڑکیوں کا مشہور و مقبول کھیل ہے ۔

**حقہ**

اسی نظم سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی حقہ بھی پیا کرتا تھا اس میں اس نے سکی کے حقہ بھر بھر کے دینے کی طرف اشارہ کیا ہے ۔

# تدبر و سیاست

محمد قلی قطب شاہ ایک اقبالمند بادشاہ تھا، لیکن اس کی اقبال مندی کی تعمیر میں اسکے قلب و دماغ کی صلاحیتوں کا بڑا حصہ ہے۔ اس کی سلامتی طبع، اس کی صلح جوئی، اس کی بہادری، بروقت کام کرنا، باوجود عیش و عشرت کی فراوانی کے جملہ حالاتِ ملک اور ہر سازش اور خفیہ کارروائی سے واقف ہوجانا اس کی دریادلی اور رعایا پروری — وہ خصوصیتیں ہیں جو ایک ہی شخص میں کم جمع ہوسکتی ہیں۔

اس کی معرکہ آرائیوں کے حالات معلوم کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ وہ ایک اعلیٰ مدبر اور ریاست داں بھی تھا۔ لڑائیوں کے اسباب، ان کا آغاز، مقابلے کے لئے جلد از جلد تیاری، اور اثنائے جنگ میں بروقت فوجی کمکوں کا انتظام، سپہ سالار اور سرداروں کا انتخاب نیز لڑائیوں کے اختتام کے طریقے اور مفتوحین کے ساتھ برتاؤ۔ یہ سب ایسے امور ہیں جن پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی نے کبھی افراط و تفریط سے کام نہیں لیا۔ نہ وہ کبھی مغلوب الغضب ہوا، نہ اسے ملک گیری کی ہوس تھی، نہ اس نے لوٹ مار کی خاطر کہیں

چڑھائی کی یا مفتوحین کے قلعوں اور شہروں کو تباہ و برباد کردینے کا حکم دیا۔ حالانکہ اس کا ایک میر جملہ ملک امین الملک بڑا سخت گیر اور خشمناک سپاہی تھا لیکن وہ خود ہمیشہ سلامت روی کو پسند کرتا تھا اور اکثر یہ تاکید کرتا تھا کہ دشمن یا باغیوں کو پہلے پوری طرح سے سمجھا منا کر لڑائی سے باز رکھنا چاہئے۔ چنانچہ ملندراج کے مقابلے میں فوجوں کو بھیجتے وقت اس نے اس کی بڑی سخت تاکید کی اور آخر میں اسی خیال سے کہ شاید اس کے سپہ سالار اسکی اس حکمت عملی کا خیال نہ رکھیں گے وہ خود لڑائی کے میدان میں نکلنا چاہتا ہے۔ اسیطرح اس کا ایک دوسرا امیر جملہ مرزا محمد امین اپنے پیشرو ملک امین الملک کے مقابلے میں ایک بہت ہی عشرت پسند اور امن دوست امیر تھا لیکن محمد قلی کو لڑائی کے معاملات میں ایسی سستی اور غفلت بھی پسند نہ تھی چنانچہ جب فتنہ انگیزی کی اطلاع ملتی ہے تو میرزا محمد امین کو تاکید کرتا ہے کہ باغیوں کی طرف سب سے پہلے متوجہ ہونا چاہئے کیونکہ یہ دوسری تمام مہمات سے اہم ترین مہم ہے۔

محمد قلی قطب شاہ کے تدبر اور اعلیٰ فہم و فراست کا اندازہ کرنے کے لئے حسب ذیل موضوعات پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔ کیونکہ اس زمانے کے حالات اور سیاست کے مطابق محمد قلی نے ان امور کو اس خوبی سے سرانجام کیا کہ شائد ہی اس کی جگہ کوئی دوسرا بادشاہ کر سکتا۔

۱۔ دکن کے سیاسی توازن کا خیال۔ ۲۔ بیرونی تعلقات۔ ۳۔ ہندو رعایا کی سرپرستی

۴۔ ایرانیوں اور اجنبیوں کی نگہداشت۔

دراصل یہی وہ اہم کام ہیں جن کی طرف ہمیشہ خوش اسلوبی اور کمال ہنرمندی کیساتھ متوجہ رہنے کی وجہ سے محمد قلی نے ایک کامیاب بادشاہت کی اور اپنی سلطنت کو ایک عرصے تک امن وامان اور ترقی کی شاہراہ پر چلاتا رہا۔

(۱)

## دکن کے سیاسی توازن کا خیال

اس بارے میں محمد قلی نے اپنے پیشرو ابراہیم قلی کی حکمت عملی کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ اس سلسلے میں بعض ایسے کام کیے کہ وہ بہت مستحکم ہوگئی۔ تالیکوٹ کی لڑائی کے بعد سے دکن کی مسلمان سلطنتیں ایک دوسرے سے دست وگریبان ہوگئی تھیں۔ اور اس طرح فتح تالیکوٹ سے فائدہ اٹھانے کے مواقع ہاتھ سے نکلے جارہے تھے۔ یہ طوائف الملوکی جاری ہی تھی کہ بیجاپور کے علی عادل شاہ اور گولکنڈہ کے ابراہیم قلی قطب شاہ کا انتقال ہوجاتا ہے اور حسن اتفاق سے ان دونوں کے جانشین یعنی ابراہیم عادل شاہ نورس اور محمد قلی قطب شاہ ملک گیری اور جنگجوئی سے زیادہ امن وامان اور صلح پسندی کی طرف مائل تھے۔ اور دونوں میں تدبر وفراست کی کمی نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۰۰۰ھ کے بعد سے دکن کی تہذیب وشائستگی کے جو سرچشمے جاری ہوئے وہ عرصے تک قائم رہے۔

## چاند بی بی ہمشیرہ محمد قلی کی شادی

پہلے پہل محمد قلی نے باپ کی حکمت عملی کے مطابق اور

اقتضائے وقت کے لحاظ سے نظام شاہیوں کی مدد کے لئے اپنی فوجیں روانہ کیں اور خود بھی میدان جنگ میں نکل آیا۔ لیکن جب عین میدان کارزار میں ابراہیم عادل شاہ کا مکتوب صلح وصول ہوا تو اس نے لڑائی سے ہاتھ دھو کر گولکنڈہ کا رخ کیا اور نظام شاہیوں کو بھی واپس چلے جانے کی ترغیب دی۔ اس طرح سے بیجاپور کے ساتھ گولکنڈہ کے تعلقات جو عرصے سے خراب تھے پھر اتنے خوشگوار ہو گئے کہ اس واقعہ کے تین چار سال بعد بیجاپور کی طرف سے ملک التجار خواجہ علی شیرازی گولکنڈہ آیا اور محمد قلی قطب شاہ کی بہن شہزادی چاند بی بی کو بیجاپور کے نوجوان حکمران ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عقد نکاح میں دینے کا پیام لے آیا۔ اس پیام مواصلت کی سب سے بڑی وجہ جیسا کہ تاریخوں میں لکھا ہے یہی تھی کہ بیجاپوری سلطنت قطب شاہیوں کی مخالفت سے محفوظ رہنا چاہتی تھی چنانچہ اس گفت و شنید کی خبر معلوم کر کے نظام شاہی وکیل السلطنت صلابت خاں بہت چراغ پا ہوا اور اس نے کوشش بھی کی کہ پیام و سلام کا یہ سلسلہ منقطع ہو جائے لیکن اس کو ناکامی ہوئی۔

غرض ۹۹۵ھ میں خواجہ علی ملک التجار بیجاپور کے چند اعیان سلطنت کے ساتھ متعدد تحائف و ہدایا لے کر محمد قلی کے دربار میں حاضر ہوا محمد قلی نے دکن کے سیاسی توازن کیلئے اس نئے رشتے کو مناسب خیال کیا اور سفیر کے ذریعہ تصفیہ کرایا کہ خود ابراہیم عادل شاہ گولکنڈہ کی سرحد پر قلعہ نلدرگ تک آ کر دلہن کا استقبال کرے اور وہاں عقد نکاح کے مراسم

طے پائیں۔ چنانچہ اس تصفیہ کے مطابق جب ابراہیم عادل شاہ کے قلعہ نلدرگ کے پاس پہنچنے کی اطلاع ملی تو محمد قلی قطب شاہ نے میر امیر زنبیل مصطفیٰ خاں استرابادی ملک امین الملک اعتبار خاں یزدی ملک فخر الملک اور امین خاں دبیر کو ۹۹۶ھ میں شہزادی کی پالکی کیساتھ نلدرگ کی طرف روانہ کیا جب ابراہیم عادل شاہ کو شہزادی کی آمد آمد کی اطلاع ملی تو اس نے مقربان خاص کو استقبال کے لیے بھیجا اس کے بعد شریعت کے مطابق نکاح پڑھا گیا اور بادشاہ نے شاہ درگ پہنچ کر ایک ہفتے تک جشن شاہانہ منایا جس کے بعد قطب شاہی امرا کو تشریف فاخرہ کے ساتھ گولکنڈہ کو واپس کیا اور خاصکر مصطفیٰ خاں کو بارہ ہاتھی اور بارہ ہزار ہون اور دیگر تحف و ہدایا کے ساتھ رخصت کیا گیا۔ گولکنڈہ کی طرف سے بھی عادل شاہی امرا کے لئے خلعتیں روانہ کی گئی تھیں۔

## عادل شاہی شہزادہ اسمٰعیل کی بغاوت

قطب شاہی شہزادی کے بیجاپور جانے کے بعد عادل شاہیوں اور قطب شاہیوں کے تعلقات بہت مستحکم ہوگئے۔ حالانکہ اس قسم کی سیاسی شادیاں دکن میں بھی ناکام ثابت ہوئی ہیں اور جہیز یا کسی اور مسئلہ سے متعلق ایسے جھگڑے کھڑے ہوگئے ہیں کہ اتحاد و یکجہتی کی جگہ الٹی لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ لیکن محمد قلی نے اس رشتہ کو بڑی خوبی سے نباہا۔ چنانچہ اس شادی کے چند سال

---

[1] مورخ فرشتہ لکھتا ہے کہ ابراہیم عادل شاہ نلدرگ تک نہیں گیا بلکہ امرائے عادل شاہی گئے تھے۔

بعد ہی جب ابراہیم عادل شاہ کا چھوٹا بھائی اسمٰعیل تخت بیجاپور کا دعویدار ہوا اور بھائی کے خلاف ۶ رمضان ۹۴۰ھ میں علم بغاوت بلند کرکے بہت سے عادل شاہی امرا کو اپنے ساتھ ملا لیا اور ساتھ ہی برہان نظام شاہ والی احمد نگر کو بھی مدد کے لیے طلب کیا تو یہ ابراہیم کے لیے بڑا نازک وقت تھا اس کے بڑے بڑے امرا و عمائدین مثلاً عین الملک ، الیاس خاں ، رومی خاں ، دیو نائک ، اور پنڈت آپاجی وغیرہ کے علاوہ خاص خاص ملازمین بھی غداری پر تلے ہوئے تھے ۔ اور شمال سے شاہ احمد نگر ایک جرار فوج کے ساتھ بیجاپور کی طرف بڑھ رہا تھا ۔ ان پریشانیوں میں ابراہیم کو محمد قلی یاد آیا اور اس نے فوراً اپنے ایک امیر شاہ نواز خاں کو اس کی خدمت میں روانہ کرکے مدد طلب کی ۔ محمد قلی امداد روانہ کر ہی رہا تھا کہ ۶ ربیع الثانی ۹۴۱ھ کو شاہزادہ اسمٰعیل کو شکست ہوئی اور وہ قتل کر دیا گیا اس واقعہ کی اطلاع سن کر برہان نظام شاہ احمد نگر کی طرف واپس ہو گیا اور محمد قلی کو فوجی امداد روانہ کرنے کی ضرورت باقی نہ رہی ۔

**علی برید پر حملہ**

اسی طرح محمد قلی نے ایک اور دفعہ ابراہیم عادل شاہ کی خاطر نظام شاہیوں کے خلاف اپنی فوجیں روانہ کیں ۔ برہان نظام شاہ شہزادہ اسمٰعیل کی شکست سے مایوس ہو کر واپس ہوا تھا کہ علی برید والی بیدر نے اس کو اپنی تائید میں بیجاپور پر حملہ کرنے کے لئے مدعو کیا ۔ علی برید نے ابراہیم کو اوسہ ، قندھار اور کلیانی

دینے کا وعدہ کرکے بیدر پر دوبارہ قبضہ حاصل کیا تھا اور اب اس ڈر سے کہ کہیں ابراہیم ان قلعوں کو طلب نہ کرے برہان کی مدد چاہی۔ چنانچہ پہلی جمادی الاول ۹۶۶ھ کو دس بارہ ہزار سواروں کی فوج روانہ کی۔ اب ابراہیم نے دکن کے سیاسی توازن کو برقرار رکھنے کے لئے محمد قلی سے مدد مانگی اور چونکہ وہ اسی حکمت عملی پر کاربند تھا اس لیے بیدر پر حملہ آور ہوا۔ لیکن بعد کو جب علی برید کے ایما سے وینکٹادری نے قطب شاہی سلطنت پر حملہ کیا تو محمد قلی کی فوجیں بیدر کا رخ چھوڑ کر کرناٹک کی طرف روانہ ہو گئیں۔

**مغلوں کے مقابلے میں احمد نگر کی امداد**

ان واقعات سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ محمد قلی نظام شاہیوں کا دشمن ہی بن گیا تھا۔ اب تک اس نے ان کے خلاف جو کچھ بھی کیا وہ محض سیاسی توازن کے برقرار رکھنے کے لئے تھا لیکن جب اس کے بعد ہی احمد نگر پر مغلوں نے حملہ کیا تو وہ گزشتہ چند سال کے ناخوشگوار تعلقات کو بالکل بھول گیا اور اپنے ایک ترکمان بہادر مہدی قلی سلطان کے ساتھ چھ سات ہزار سوار اور ہزار ہا پیادے نظام شاہیوں کی مدد کے لیے روانہ کیے حالانکہ یہ قطب شاہی سلطنت کے لیے خطرناک تھا کیونکہ وینکٹ پتی رائے پینکنڈہ اس کی سرحد پر موقع کا منتظر بیٹھا تھا۔ چنانچہ اس وقت اس نے فوراً حملہ بھی کر دیا تھا۔ محمد قلی قطب شاہ کی اس کمک کی وجہ سے مغلوں کے مقابلے کیلئے ساٹھ ستر ہزار کی ایک ایسی بڑی فوج جمع ہو گئی جو جنگ تالیکوٹ کے بعد سے سرزمین دکن میں

کبھی جمع نہ ہوئی تھی۔ لیکن اس عظیم الشان فوج کے احمد نگر پہنچنے سے قبل ہی مغلوں نے چاند بی بی سے صلح کرلی کیونکہ وہ اتنی بڑی لڑائی کے لیئے تیار نہ تھے۔ اس طرح ۱۰۰۴ھ میں محمد قلی کا سپہ سالار مہدی قلی سلطان اپنی فوجوں کے ساتھ حیدرآباد واپس آگیا[1]۔

اس وقت اگر ملکہ چاند سلطانہ دکنی فوج کی آمد کا انتظار کرتی و مغلوں سے صلح نہ کرلیتی تو شاید دکن کی تاریخ بدل جاتی کیونکہ برار کا علاقہ مغلوں کو تفویض کر کے صلح کر لینے میں سب سے بڑی خرابی یہ ہوی کہ مغلوں کے قدم دکن میں جم گئے اور وہ دکن کی ان تین باقی ماندہ سلطنتوں (نظام شاہی، عادل شاہی، اور قطب شاہی) کی سرحد پر بیٹھے ہوئے تاک میں لگے رہے کہ جہاں موقع ملے ان تینوں میں سے کسی پر حملہ کردیں۔

## مغلوں سے لڑائی

چنانچہ اس صلح کے ایک سال کے اندر ہی مغلوں نے نقض عہد کیا اور اکبر اعظم کی فوجوں نے قصبہ پاتری پر قبضہ کرلیا جو علاقہ برار کے حدود میں نہ تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چاند سلطانہ نے ابراہیم عادل شاہ اور محمد قلی قطب شاہ کو صورت حال سے مطلع کر کے مدد طلب کی۔ دونوں نے فوراً فوجیں روانہ کیں۔ جو ۷ جمادی الثانی ۱۰۰۵ھ کو علی الصباح ناندیڑ کے قریب دریائے گوداوری کے کنارے مغلوں کے مقابلے میں صف آرا ہوئیں۔ عادل شاہی فوجیں وسط میں اور میمنہ پر نظام شاہی اور میسرہ پر قطب شاہی

---

[1] صاحب برہان ماثر نے اس قطب شاہی فوج کی تعداد بیس ہزار پیادہ اور دس ہزار سوار بتائی ہے۔ صفحہ ۶۱۴ و ۶۲۵۔

فوجیں جم گئیں۔

عصر کے قریب لڑائی شروع ہوئی اور سہیل خاں سپہ سالار بیجاپور کی بہادری کی وجہ سے مغلوں کو شکست ہوئی۔ ان کے چار ہزار آدمی مارے گئے اور سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ ان کی طرف کے دو بڑے سردار یعنی راجہ علی خاں والی برہان پور اور راجہ رام چند بھی میدان جنگ میں کام آئے۔ لیکن دوسرے روز مغلوں نے پھر اپنی منتشر فوجوں کو جمع کر کے قبل از طلوع آفتاب دکنی فوج پر حملہ کر دیا۔ اس وقت طرفین نے دل توڑ کر ایک ایک انچ زمین کے لئے جان دی۔ اسی مقابلے میں خود سہیل خاں سپہ سالار افواج دکن زخمی ہو کر گھوڑے سے گرا اور اس کی فوجیں میدان سے پسپا ہو کر شاہ درگ چلی آئیں۔ اور قطب شاہی فوج حیدرآباد واپس ہو گئی۔

**امیر برید والی بیدر کی پناہ گزینی**

اگرچہ والی بیدر سے سلطان محمد قلی کے تعلقات کچھ اچھے نہ تھے لیکن اس خاندان کے آخری حکمران امیر برید ثانی کو جب ۱۰۱۶ھ میں اپنے ایک باغی مرزا علی کی سازش سے اپنا پایہ تخت چھوڑنا پڑا تو وہ محمد قلی کے رحم و کرم کو پیش نظر رکھ کر سیدھا حیدرآباد چلا آیا۔ یہاں محمد قلی نے اس کے ساتھ بڑی ہمدردی کی اور اس کو اپنے دربار میں شریک کر لیا۔ اس کی آمد کے سال ڈیڑھ سال بعد ہی محمد قلی قطب شاہ کا انتقال ہو گیا ورنہ کیا تعجب کہ وہ امیر برید ثانی کو دوبارہ بیدر کا تخت و تاج حاصل کرنے میں مدد بھی دیتا تاکہ دکن کا سیاسی توازن برابر باقی رہے۔

(۲)

## بیرونی تعلقات

محمد قلی کا اعلیٰ تدبر و سیاست بیرونی ممالک سے اس کے خوشگوار تعلقات سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ مغل چونکہ دکن پر حملہ آور ہونے لگے تھے اور احمد نگر کی سلطنت ان کا نشانہ بن چکی تھی اس لئے محمد قلی قطب شاہ نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس سلطنت کے ساتھ تعلقات پیدا کرنا دکنی سیاست کو کمزور کرنا ہے اس لئے ان کے برخلاف اس نے شاہ ایران اور دکن کے ہمسایہ سلاطین کے ساتھ رشتۂ مودت باندھنے کی کوشش کی یہ خیال پوری طرح صحیح نہیں ہے کہ وہ شاہ ایران کو اپنا ہم مذہب سمجھ کر اس کے ساتھ تعلق پیدا کرنا چاہتا تھا۔ اور مغلوں کا اس لئے مخالف تھا کہ وہ سنی تھے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ مغلوں کے ہوس ملک گیری کی اس نے پیش قیاسی کر لی تھی اور سمجھتا تھا کہ اگر احمد نگر ختم ہو گیا تو دکن کی آزادی باقی نہ رہے گی۔ اس لئے وہ ہمیشہ احمد نگر کی مدد کے لئے فوجیں بھیجتا رہا۔ اور ایران سے اس لئے تعلقات بڑھانے کی کوشش کی کہ شائد کسی روز اس کو یا اس کے جانشینوں کو مغلوں کے مقابلے میں شاہ ایران کی مدد کی ضرورت پڑے۔

## اغزلو سلطان سفیر ایران

اسی حکمت کے پیش نظر جب ۱۰۱۲ھ میں ابوالمظفر شاہ عباس صفوی نے اغزلو سلطان کو اپنا سفیر بنا کر محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں روانہ کیا اور یہ ایرانی ایلچی بندر گوا تک پہنچ گیا تو محمد قلی قطب شاہ نے امیر ضیا الدین محمد نیشاپوری

کو تشریف شاہانہ کے علاوہ سفیر ایران کو اپنے ساتھ لانے کے اخراجات دے کر روانہ کیا۔ امیر ضیاء الدین کی شائستگی اور فہم و فراست کا محمد قلی بہت قدردان تھا۔ چنانچہ یہ امیر گوا پہنچ کر اغزلو سلطان سے بڑے تزک و احتشام سے ملا۔ اور مراسم تعظیم و لوازم تکریم بجا لاکر اپنے ساتھ گولکنڈہ لے آیا۔ راستے میں ہر منزل اور ہر مقام پر محمد قلی کے حسب ایما ضیافت کی گئی اور جب یہ سفیر قطب شاہی سرحد کے قریب پہنچا تو محمد قلی قطب شاہ نے اپنے خاص امرا و خوانین کو استقبال کے لیے روانہ کیا۔ غرض ایران کا یہ سفیر بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ جب دارالسلطنت حیدرآباد کے قریب پہنچا تو محمد قلی قطب شاہ خود قلعہ محمد نگر تک آگے بڑھ کر کالا چبوترہ کے پاس اغزلو سلطان کو اپنے حضور میں باریاب کیا۔ اغزلو سلطان نے شاہ ایران کی طرف سے موافقت و مصادقت کا پیام پہنچانے کے بعد مکتوب شاہی اور بہت سے تحفے پیش کئے۔ ان تحفوں میں حسب ذیل زیادہ قابل ذکر تھے۔ اچھے چمکدار موتیوں کا ایک تاج نفیس جواہر سے مرصع خنجر اور چالیس عربی گھوڑے جن کی لگام اور زین مرصع اور عبا زربفتی تھے۔

اغزلو سلطان کے ساتھ اس ایرانی سفارت میں اور سو اصحاب بھی شامل تھے۔ محمد قلی قطب شاہ نے ان سب کو خلعت ہائے فاخرہ سے سرفراز کیا اور ہر ایک کے شایان شان دلکشا مقامات سکونت کے لئے معین کیے۔ کالا ڈیرہ میں ایرانی تحف و تحائف اور مکتوب شاہی ملاحظہ کرنے کے بعد بادشاہ نے دربار برخواست کیا اور حیدرآباد کی طرف روانہ ہوا یہاں

شاہ عباس کا ایرانی سفیر پانچ سال کے طویل عرصے تک مقیم رہا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ اس زمانے میں مغلوں نے احمد نگر پر یورش کی تھی اور واپسی کا راستہ صاف نہ تھا۔ اور دوسری وجہ یہ تھی کہ شاہ عباس نے اظہار مودت و یگانگت کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کی دختر حیات بخشی بیگم کی شادی اپنے لڑکے کے ساتھ کر دینے کی بابت پیام بھی روانہ کیا تھا۔ اور شائد محمد قلی عرصے تک اسی پس و پیش میں رہا کہ کیا جواب دیا جائے۔ تاریخ فرشتہ اس کو ایک ہندوستانی بادشاہ کے لئے بہت بڑا اعزاز قرار دیتا ہے اور اس نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ محمد قلی نے اس پیام کو قبول کر لیا تھا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو اس نے زیادہ تر حضرت میر مومن کے مشورے سے یہ رائے بدل دی اور اپنی اکلوتی لڑکی کی شادی فوراً اپنے نوجوان بھتیجے شہزادہ سلطان مرزا ابن مرزا محمد امین سے بڑی شان و شوکت اور خاص اہتمام کے ساتھ کر دی حضرت میر مومن اس جوان صالح کے بڑے مداح و قدردان تھے کچھ ان کی خاطر اور کچھ اس لیے کہ شہزادی حیات بخشی بیگم کی شادی کا سفیر ایران کی روانگی سے قبل ہو جانا ضروری تھا محمد قلی نے اس تقریب کو بہت عجلت کے ساتھ اور بڑے اہتمام سے انجام دیا چنانچہ اغزلو سلطان سفیر ایران نے بھی اس میں شرکت کی۔ اس طرح شاہ عباس صفوی کے پیام کا جواب دینے کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔ اور کوئی بدنمائی بھی پیدا نہ ہو سکی کیونکہ یہ بیان کیا گیا کہ یہ شہزادی بچپن ہی سے شہزادہ سلطان مرزا سے منسوب تھی اور اسی لیے

بادشاہ نے اس شہزادہ کی تربیت خاص اپنی نگرانی میں کی تھی اور ظل اللہ کا لقب عنایت کر کے اپنا جانشین نامزد کیا تھا۔ اس تدبیر سے اگرچہ شاہ ایران کے پیام کا خود بخود جواب مل گیا لیکن بادشاہ کے حقیقی بھائی خدا بندہ کی دل شکنی ہوئی جو بعد میں بغاوت کی شکل میں رونما ہوئی۔

غرض سفیر ایران اس شادی کے بعد ہی ۱۰۱۱ھ میں حیدرآباد سے ایران کی طرف روانہ ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض اس مقصد کے لئے حیدرآباد میں اتنے عرصے تک ٹھہرایا گیا تھا۔ لیکن جتنے دن وہ حیدرآباد میں رہا اس کی آؤ بھگت اور خاطرداری میں کسی طرح کی کمی نہ کی گئی۔ کیونکہ موقع بہ موقع انعامات کے علاوہ دو ہزار تومان سالانہ اس کو عطا کئے جاتے تھے۔ اس طرح جملہ دس ہزار تومان تو بطور منصب یا سالانہ تنخواہ کے عطا کئے گئے اور رہے درباری تقریبات میں محمد قلی جیسے فیاض بادشاہ نے جس بیش بہا انعام و اکرام سے سرفراز کیا ہوگا اس کا اندازہ لگانا ہی مشکل ہے۔

ایلچی کے واپس ہونے سے قبل محمد قلی نے ایک اور تدبیر یہ کی کہ اپنے معتمد خاص حاجی قنبر علی کو شاہانہ تحف و ہدایا کے ساتھ شاہ ایران کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ اغزلو سلطان کی واپسی کی تعویق وغیرہ سے متعلق اگر شاہ عباس کے دل میں کوئی شبہات پیدا ہوئے ہوں تو ان کو رفع کرے۔ اس وقت جو تحفے روانہ کئے گئے ان میں جواہر آبدار اور ہندوستان کی نفیس ترین

اشیا شامل تھیں۔

جب اغزلو سلطان واپس ہونے لگا تو محمد قلی قطب شاہ نے اپنے دربار کے ایک بڑے امیر مہدی قلی سلطان کو اس کا رفیق سفر اور ایرانی دربار میں اپنا ایلچی بنا کر روانہ کیا۔ اس وقت شاہ عباس کے لئے کئی اعلیٰ اور نادر تحفے مثلاً گراں قیمت جواہر سے مرصع طرح طرح کے آلات اور پٹن کے بنائے ہوئے نفیس کپڑے (جو خاص شاہ ایران کے لیے پانچ سال سے بنائے جا رہے تھے) بھجوائے گئے۔ لیکن مہدی قلی سلطان کی ایران سے واپسی میں اتنی تعویق ہوئی کہ اس اثنا میں خود محمد قلی قطب شاہ کا انتقال ہو گیا۔ اور سلطان محمد قطب شاہ کی تخت نشینی کے بعد پھر شاہ ایران نے مرحوم بادشاہ کی تعزیت اور نئے بادشاہ کے جلوس کی مبارکباد دینے کے لئے اپنا سفیر روانہ کیا۔ اس طرح محمد قلی نے ایران کے ساتھ جو تعلقات مستحکم کئے تھے وہ باقی رہے اور اس کے جانشینوں نے اس کی حکمت عملی سے یک گونہ فائدہ اٹھایا۔

ایران کے اس ایلچی کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں دکن کی ہمسایہ سلطنتوں کے سفیر بھی کئی دفعہ حاضر ہوئے تھے اور ان سب کے ساتھ بادشاہ نے بڑے حسن سلوک اور فیاضی کے ساتھ برتاؤ کیا۔

## میرک معین سبزواری سفیر احمد نگر

محمد قلی کے تخت نشین ہونے کے کچھ ہی عرصہ بعد احمد نگر کی طرف سے میرک معین سبزواری جیسے مشہور و معروف شاعر کو سفیر بنا کر گولکنڈہ روانہ کیا گیا تھا۔ اس وقت احمد نگر اور گولکنڈہ کی سلطنتیں ایک دوسرے کی حلیف تھیں اور دونوں کی فوجیں بیجا پور کے مقابلے میں میدان کارزار میں مصروف پیکار۔ میرک معین کی آمد کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ دکن کا سیاسی توازن برقرار رکھنے کے لئے احمد نگر کی امداد اور رفاقت کی جس حکمت عملی پر محمد قلی کا باپ ابراہیم قلی کاربند تھا اسکو جاری رکھنے کی اس نوجوان حکمران سے استدعا کیجائے۔

محمد قلی میں شروع ہی سے تدبر و فراست کی کمی نہ تھی۔ چنانچہ وہ تخت نشینی کے ساتھ ہی اپنے باپ کے مجرب اصول پر کاربند ہو گیا تھا۔ اس لیے اس نے اس سفیر کی بڑی آؤ بھگت کی۔ میرک معین اپنے اس سفر میں اتنا کامیاب رہا کہ بعد کو کئی دفعہ گولکنڈہ آیا۔ اور مہینوں قیام پذیر رہ کر محمد قلی قطب شاہ کے بذل و نوال سے شاد کام ہوا۔ چنانچہ جب اغزلو سلطان حاجب ایران کی آمد کی خبر مشہور ہوئی تو میرک معین بھی گولکنڈہ آیا۔ اور ماہ ربیع الاول ۱۰۱۶ھ میں محمد قلی قطب شاہ کی اکلوتی لڑکی حیات بخشی بیگم کی شادی کی تقریب میں شرکت کی۔ اس موقع پر متعدد شعرائے مبارکبادی نظمیں اور قصیدے سلطان محمد قلی کی بارگاہ میں پیش کئے تھے۔ اور میرک معین نے بھی ذیل کا قطعہ تاریخ لکھا تھا جو

تاریخوں میں محفوظ ہے ؎

دوشش سر کردہ خیالم رہ بزمے چو بہشت * اہل آں بزم چو حوران ہمہ نورانی چہر
بزم عیشی کہ ملائک بہ تماشاہ شدہ چشم * سر بروں کردہ چو انجم ہمہ از جیب سپہر
گفتم ایں بزم کہ و عیش چہ و تاریخش چیست * کہ از افلاک بر ایام ہمی بارد مہر
عقل کو بود چو من مست مے حیرت گفت * عید مولودی و بزم شہ و عقد مہ و مہر
چار بیتی بکن ایں قطعہ معین می شاید * در چنیں نظم ترا بر گذرد قافیہ سحر

اس واقعہ کے دو تین سال بعد جب ۱۰۰۹ھ[1] میں خداداد محل کی تعمیر مکمل ہوئی اور بادشاہ نے اس میں جشن خسروانہ ترتیب دے کر ارکان مملکت، اعیانِ دربار، امراء مقربین اور علماء و شعراء کو طرح طرح کے انعام و اکرام سے سرفراز کیا تو اس مجلس عیش و طرب میں میر کت معین سبزواری بھی موجود تھا اس نے فی البدیہہ قطعۂ تاریخ لکھ کر پیش کیا اور بہت بڑا انعام حاصل کیا۔ قطعہ

ایں قصر کہ ہست رشک فرمائے بہشت * ایام بآب زندگانیش سرشت[2]
تاریخ مرتب شدنش کلک قضا * بر لوح بقا بنائے خان بخش نوشت

---

[1] مولف تاریخ دکن حصہ دوم سلسلہ آصفیہ نے ۱۰۰۹ھ لکھا ہے جو غلط ہے۔ (صفحہ ۳۳۱)

[2] مولف تاریخ ظفرہ نے قافیہ سرشت لکھا ہے (ص ۱۷) لیکن تاریخ قطب شاہی اور حدیقۃ السلاطین میں نوشت لکھا ہے جو ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔

**خواجہ علی شیرازی سفیر بیجاپور**

سنہ ۹۹۵ھ میں نامی انجار خواجہ علی شیرازی بیجاپور سے محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں آیا تھا تاکہ اس کی ہمشیرہ چاند سلطانہ کو ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عقد نکاح میں لانے کے لیے درخواست کرے۔ یہ سفارت بھی کامیاب رہی۔ کیونکہ محمد قلی کے تدبر و سیاست کا اقتضا یہی تھا کہ یہ دکنی سلطنتیں آپس میں متحد و متفق رہیں۔ اس سفارت اور شہزادی چاند سلطانہ کی شادی کا تذکرہ اوپر گزر چکا ہے (صفحہ ۲۴۴)

**شہنواز خاں سفیر بیجاپور**

اس سفیر کی آمد کا ذکر بھی گذشتہ صفحات میں قلمبند کیا جا چکا ہے۔ دیکھو صفحات (۲۴۵-۲۴۶)

**محمد قلی قطب شاہ کے سفیر**

دوسری سلطنتوں کے سفیروں کی آمد کے سلسلہ میں ضروری ہے کہ خود محمد قلی قطب شاہ نے اپنی طرف سے جو سفیران سلطنتوں کو روانہ کئے ان کا بھی کچھ ذکر کر دیا جائے۔ کیونکہ تالی ہمیشہ دو ہاتھوں سے بجتی ہے۔ اور اعلیٰ تدبر کا اقتضا یہ تھا کہ دکنی سیاست کے توازن کو برقرار رکھنے کیلئے خود محمد قلی بھی موقعہ بموقعہ اپنے سفیر دوسری سلطنتوں کے یہاں روانہ کرتا۔

**مولانا حاجی محمد اصفہانی**

ایک متبحر عالم و فاضل تھا جس کو محمد قلی نے احمد نگر کے دربار میں روانہ کیا تھا۔ چنانچہ جس وقت مغلوں نے نظام شاہی حکومت پر حملے شروع کئے تو یہ وہاں موجود تھا صاحب برہان مآثر جو احمد نگر میں اس سے مل چکا تھا۔ اس کا ذکر ان القاب کے ساتھ کرتا ہے :-

افادت و افاضت انتباہ حقایق و معارف آگاہ مقرب درگاہ ربانی حاجی محمد اصفہانی (صفحہ ۵۹۰)

دوسری جگہ بھی اسی تعظیم و تکریم سے نام لکھا ہے :-

زبدۂ اصحاب صدق و ایقان مولانا محمد (صفحہ ۶۱۷)

سنہ ۱۰۰۳ھ میں جب احمد نگر میں تخت سلطنت کے لیے کئی دعویدار کھڑے کر دیے گئے تھے اور میاں منجھو اور چاند بی بی کے آپس میں سخت اختلاف پیدا ہو گیا تو محمد قلی قطب شاہ کے اس حاجب نے چاند بی بی کا ساتھ دیا اور میاں منجھو کی مخالفت کی۔

اس طرح جب مغلوں نے سرنگ لگا کر قلعہ احمد نگر کی فصیل میں رخنہ ڈالدیا اور اس کے ذریعہ سے انکی فوجیں قلعہ میں داخل ہونے کی کوشش کرنے لگیں تو چاند سلطانہ بہ نفس نفیس اس خطرناک مقام پر کھڑی ہو گئی اور مردانہ وار مقابلہ کرنے لگی۔ جب اس نازک حالت کی خبر احمد نگر میں مشہور ہوئی تو حاجی محمد اصفہانی بھی اپنے ملازمین کو لے کر چاند بی بی کی مدد کے لئے اس رخنہ پر پہنچ گیا اور اگرچہ وہ ایک عالم و فاضل بزرگ تھا لیکن وقت پر جنگجو بہادروں کی طرح سرفروشی کے لیے تیار ہو گیا اس واقعہ کی نسبت برہان مآثر میں لکھا ہے کہ:—

"زبدۂ اصحاب صدق و ایقان مولنا حاجی محمد حاجب عالی حضرت سلطنت نصفت پناہ گردوں بارگاہ محمد قلی قطب شاہ ............ در منازل خویش ازیں واقعہ خبر یافتند بسرعت برق و باد بسوائے آں رخنہ شتافتند۔ و بضرب پیکان خارا گزار راہ آمد و شد بر جنود اعداء مسدود ساختند" (صفحہ ۶۱۷)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی سفارت کی خدمت کے لئے نہایت وفادار اور قابل اصحاب کا انتخاب کرتا تھا جو ہر موقعہ پر وہی کام کرتے جو محمد قلی کے حسب منشا ہوتا تھا۔

## مہدی قلی سلطان

یہ بہت بڑا سپہ سالار اور مدبر تھا چنانچہ مغلوں کے مقابلے میں جب محمد قلی نے اپنی

فوجیں روانہ کیں تو اسی کو سپہ سالار بنا کر بھیجا تھا۔ اس کی شجاعت و بہادری کی نسبت اس کے ایک ہمعصر علی بن عزیز اللہ طباطبا کی اتنی اچھی رائے تھی کہ وہ اس کو ان الفاظ سے یاد کرتا ہے :۔

"امارت وایالت پناہ شجاعت وجلالت دستگاہ مہدی قلی سلطان طالش کہ در رسوم دلاوری و مردانگی ناسخ داستان دستان بود" (برہان ماثر صفحہ ۶۱۴)

احمد نگر کے مورخ کے یہ الفاظ حقیقت پر مبنی ہوں گے جب ہی تو محمد قلی نے ایک زبردست دشمن کے مقابلہ میں اس کو دو دفعہ روانہ کیا تھا لیکن مہدی قلی صرف ایک بہادر ہی نہیں بلکہ اعلیٰ مدبر بھی تھا کیونکہ اس کو ۱۰۱۱ء میں ایران کا سفیر بنا کر روانہ کیا گیا اور یہ ظاہر ہے کہ اس خدمت کے لئے اس سے بہتر امیر محمد قلی کے یہاں کوئی نہ ہوگا۔ ورنہ وہ اس کو روانہ نہ کرتا جب کہ اس کو معلوم تھا کہ احمد نگر پر ابھی مغلوں کے حملے کا اندیشہ موجود ہے۔

مہدی قلی سلطان کے ساتھ سلطان محمد قلی نے شاہ ایران کو جو بیش بہا تحفے روانہ کئے تھے ان کا تذکرہ ابھی ابھی گذر چکا ہے۔

**جنوب کی ریاستیں**

محمد قلی قطب شاہ کے بیرونی تعلقات کے تذکرہ میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کر دینا بھی ضروری ہے کہ جہاں اس نے شمال کی طرف مغلوں کے تگ و تاز پر نظر رکھی اپنی سلطنت کے جنوب کی طرف بیجانگر اور کرناٹک کے ہندو حکمرانوں کو بھی ابھرنے نہ دیا چنانچہ وجیانگر کے جانشین پینکنڈہ کی حکومت سے اس کے عہد میں جو طویل معرکے ہوتے رہے وہ اسی حکمتِ عملی کا نتیجہ تھے۔ اس نے ہمیشہ پینکنڈہ کے حکمران وینکٹ پتی کے ساتھ صلح و آشتی کو لڑائی پر ترجیح دی لیکن جب دیکھا کہ وہ اس کے باغیوں مثلاً

علی خاں لرستانی، علم خاں پٹھان، اور ملکندراج والی کنٹلکوٹ کو پناہ دیتا یا ان کی مدد کے لیے فوجیں بھیجتا ہے تو برابر اس سے مقابلہ کرنا اور اس کی سازشوں کو اپنے ملک سے باہر رکھنے کی کوشش کرتا ہے بعض وقت اس کو ایسے مواقع بھی دستیاب ہوئے کہ اس کی فوجیں دور تک پنکنڈہ اور وجیانگر کے علاقوں پر حملہ کرتی ہوئی گھس گئیں اور وہ چاہتا تو مزید حملوں کے ذریعہ سے اس سلطنت کو ختم کر سکتا لیکن اس نے وینکٹ پتی دیو رائے کی درخواستوں کو قبول کر کے اپنی فوجوں کو واپس بلا لیا۔

اسی طرح بعض باجگزار راجاؤں کو بھی ان کی بغاوتوں اور نافرمانیوں کے باوجود اس نے برقرار رکھا ورنہ راجچندر والی بناپور اور بھائی بلندر والی کشتم کوٹ کو وہ پہلے ہی ختم کر کے ان کے علاقے اپنی سلطنت میں شامل کر لیتا اسی طرح ردیوار قوم کی استدعا پر اس نے اپنی فوجوں کو ان کے بالکلیہ تباہ و برباد کرنے سے منع کر دیا۔ یہ اس کے اعلیٰ تدبر کا نتیجہ تھا کہ اس نے ان ہندو ریاستوں کو قایم رکھا اور اس طرح اپنی ہندو رعایا کو اپنی سلطنت سے بدظن اور شکستہ خاطر نہ ہونے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آخر تک گولکنڈہ کی سلطنت کے استحکام و بقا کے لئے دکن کے ہندوؤں نے جان توڑ کوششیں کیں اور اس سلطنت کو اپنی سلطنت سمجھ کر مغلوں کے مقابلے میں اس کا ساتھ دیا۔

---

(۳)

**ہندو رعایا کی سرپرستی**

اگرچہ محمد قلی قطب شاہ کے عہد میں اکثر ہندو راجاؤں سے معرکہ آرائیاں ہوئیں اور بعض ہندو امرائے بغاوت بھی کی لیکن یہ اس کے اعلیٰ تدبیر کا نتیجہ تھا کہ اس کے عمائدین سلطنت اور مقربان و ملازمان خاص میں ہمیشہ بہت سے ہندو شامل رہے۔ اور ان میں سے بعض تو اپنی فہم و فراست اور بہادری کی وجہ سے ایسے بلند مرتبے پر پہنچ گئے تھے کہ بادشاہ کو ان پر بڑا اعتماد تھا اور ان کی رائے اور اشارے سے بڑے بڑے مسلمان امیر اور سپہ سالار بھی بدل دیے جاتے تھے۔

محمد قلی نے اپنی ہندو رعایا اور امیروں کے ساتھ ہر وقت فراخدلی اور لطف و کرم کا برتاؤ کیا۔ بعض موقعوں پر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں امتیاز ہی نہ کرتا تھا۔ اور ہمیشہ دونوں کے ساتھ مساویانہ سلوک کرتا۔ یہ عجیب بات ہے کہ اکثر ہندو راجاؤں اور باغیوں کے مقابلے میں اس نے اپنے ہندو امیروں اور بہادروں ہی کو روانہ کیا جنھوں نے اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ بڑے سخت مقابلے کئے اور ان کی حکومتوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ یہ واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ ہر مذہب و ملت کی رعایا کے ساتھ یکساں شفقت سے پیش آنے اور ان پر اعتماد کرنے میں محمد قلی نے کس اعلیٰ تدبر سے کام لیا تھا۔ یہاں ہم نمونے کے طور پر اس کے دو مشہور و مقتدر ہندو امرا و عمائد کا تفصیلی اور بقیہ کا سرسری ذکر کرتے ہیں جس کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ محمد قلی کے حسن اخلاق اور مذہبی رواداری نے گولکنڈہ کے ہندوؤں میں بھی کیسے کیسے جاں نثار سورما اور اعلیٰ پایہ کے امیر پیدا کر دیے تھے۔

## آسیراؤ

محمد قلی کے ان مقربین خاص میں تھا جنھوں نے آخر زمانے تک اس کے دست و بازو کا کام دیا اس پر بادشاہ کو اتنا اعتماد تھا کہ ۱۰۰۳ھ میں خود محمد قلی میدان جنگ میں نکلا تو یہ اس کے ساتھ تھا اور موسلمورگ نندیال، کلکوڑ، کنڈی کوٹ، اور پنکنڈہ کی لڑائیوں میں برابر داد مردانگی دیتا رہا۔ آخر کار جب پنکنڈہ کا محاصرہ اٹھا کر محمد قلی دارالسلطنت کی طرف واپس ہونے لگا اور روانگی سے قبل اپنے مفتوحہ علاقوں کا انتظام کرنا شروع کیا تو قلعہ مسلمورگ پر آسیراؤ کو حاکم بنا کر اطراف و اکناف کا علاقہ اس کے تفویض کر گیا۔

آسیراؤ نے اس علاقہ میں ڈیڑھ دو سال تک قیام کر کے وہاں قطب شاہی حکومت کو اتنا مستحکم کر دیا کہ پھر موسلمورگ میں کوئی اندیشہ باقی نہ رہا۔ اس اثناء میں ۱۰۰۵ھ میں جب مکند راج والی کشتم کوٹ نے بغاوت کی تو آسیراؤ کو بھی اپنی فوجوں کے ساتھ امین الملک میر جملہ کی مدد کرنے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ وہ اس کے ساتھ کشتم کوٹ، سیکا کول، مدواڑہ، اور پتاپور پر حملہ آور ہوا۔ اور جب پتاپور کا راجہ رامچندر مطیع و منقاد ہو گیا اور اس کے بعض علاقے قطب شاہی سرحد میں شامل ہو گئے تو ان علاقوں کے انتظام کے لئے آسیراؤ اور ملک نائب کو وہیں چھوڑ کر ملک امین الملک کشتم کوٹ کی طرف واپس ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کے علاوہ وزیر اعظم کو بھی اس پر پورا بھروسہ تھا۔

۱۰۰۹ھ میں جب کشتم راج ولد راوت راؤ کے اکسانے سے مکند راج بنگالے کی طرف سے واپس ہو کر کشتم کوٹ پر حملہ آور ہوا تو آسیراؤ کو زین العابدین سپہ سالار کی مدد کے لئے روانہ کیا گیا۔

اور اس کی فوجیں مکند راج کو شکست دینے میں قطب شاہی لشکر کے پہلو بہ پہلو رہیں۔ اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ آسیراؤ شاہی دربار میں منسلک اور زیادہ تر حیدرآباد ہی میں قیام پذیر رہا کیونکہ اس کے بعد تاریخوں میں آسیراؤ کا نام پھر اس وقت آتا ہے جب کہ محمد قلی کا عہد حکومت ختم ہو رہا تھا۔ اس اثناء میں کئی میر جملہ اور سپہ سالار بدل چکے تھے۔ اور عرصے کے امن و امان کے بعد ۱۰۱۹ھ میں پرتاب شاہ والی دستر نے قطب شاہی حدود میں دست اندازی شروع کی تھی۔ اس وقت جب عمال شاہی نے پایہ تخت کو اطلاع بھیجی تو مرزا محمد امین جملۃ الملک نے اس مہم کو سر کرنے کے لیے قدیم جانباز آسیراؤ ہی کا انتخاب کیا اور اس کو سپہ سالار بنا کر سید حیدر اور امجد الملک کو اس کے ماتحت روانہ کیا۔ اس وقت تک آسیراؤ بڑا مقتدر اور صاحب جاہ و جلال امیر بن گیا تھا۔ اور خود اس کی اپنی فوجیں نہایت کثیر التعداد تھیں۔ اس وقت اس کو تشریفات شاہانہ سے سرفراز کر کے روانہ کیا گیا تھا یہ آخری خلعت تھی جو آسیراؤ کو محمد قلی قطب شاہ کے دربار سے عطا ہوئی تھی کیونکہ اس کے میدان جنگ سے واپس آنے سے قبل ہی یہ فراخدل بادشاہ انتقال کر گیا۔

غرض آسیراؤ ۱۰۰۳ھ سے ۱۰۲۰ھ تک مسلسل ۱۷ سال محمد قلی کی فوجوں کا سردار رہا اور آخر کار ۱۰۱۹ھ میں تو سپہ سالار بھی بنایا گیا یہ بہت بڑا اعزاز تھا کہ مسلمان امراء و عمائد مثلاً امجد الملک و سید حیدر وغیرہ اس کے ماتحت میدان جنگ میں روانہ کئے گئے۔

**دہرماراؤ** | یہ ابتدا میں ایک معمولی شودر تھا چنانچہ ۱۰۰۵ھ میں جب ردیوار قوم نے قطب شاہی حکومت

کے خلاف بغاوت کی اور راجمندری کا علاقہ خالی پاکر ایلور، نردول اور بھارجلی میں ہنگامہ آرا ہو گئے تو محمد قلی قطب شاہ نے مرتضیٰ نگر کے سپہ سالار عادل خاں اور سر نوبت چنگیز خاں کو حکم دیا کہ فوراً راجمندری اور کاموم کے علاقہ میں پہنچ کر مخالفین کو سزا دیں۔ اور بعد کو میر زین العابدین اور عبد الکریم حوالدار کو بھی انکی مدد کے لئے راجمندری سے روانہ کیا غالباً اسی فوج کے سرداروں میں دھرماراؤ بھی شامل تھا۔ اس وقت باغی دریا کے ایسے حصہ پر قابض تھے جہاں سے شاہی فوجوں کو عبور کرنا تھا لیکن مخالفوں کی شرارت کی وجہ سے اس جگہ عبور کرنا مشکل ہو گیا اور کئی روز اسی پریشانی میں گزر گئے تو سپہ سالار نے دھرماراؤ کو روانہ کیا تاکہ کوئی دوسرا عبور کرنے کے قابل مقام تلاش کر آئے۔ چنانچہ دھرماراؤ نے دس بارہ کوس تک ندی کے کنارے کنارے سفر کرکے ایک راستہ نکال ہی لیا جہاں سے چنگیز خاں اور دیگر سردار دریا کو عبور کرکے باغیوں کے سر پر جا پہنچے غرض ردیوار قوم کو مطیع کرنے میں دھرماراؤ کی بہادری اور فراست کا بھی کچھ حصہ ضرور تھا۔

اس کے بعد سے زین العابدین کی نظر خاص دھرماراؤ پر پڑنے لگی جس کو اس نے اپنے ساتھ ہی میدان جنگ میں رکھا۔ اس اثنا میں ۱۰۰۰ھ میں جب راوت راؤ نے ملک امین الملک سے ناراض ہو کر حکومت کے خلاف بغاوت کی اور ہری چندر کو بھی اپنے ساتھ لیا گیا تو ہری چندر نے وسناد دیو کو اپنی مدد پر بلایا۔ وسناد دیو بڑا مدبر اور طاقتور دشمن تھا جس نے نہایت ہوشیاری اور فن حرب کی پوری مہارت کے ساتھ قطب شاہیوں کا مقابلہ کیا اور ہر جگہ ان کو پریشان کیا۔ اس وقت زین العابدین نے دھرماراؤ سے کام لیا جس نے دوسرے سرداروں مثلاً عبد الکریم، چنگیز خاں اور بھالے راؤ کے ساتھ قلعہ جلمور کا ایسا سخت محاصرہ کیا کہ وسناد دیو کو قلعہ والوں کی مدد کیلئے

ایک زبردست فوج روانہ کرنی پڑی لیکن دھرماراؤ اور اس کے ساتھیوں نے ایسا مردانہ وار مقابلہ کیا کہ بہت سے دشمن یا تو قید ہوگئے یا فرار ہوگئے۔ ان مسلسل ناکامیوں کو دیکھ کر وناد دیو نے دھرماراؤ سے پناہ مانگی اور اس کے توسط سے پچاس ہزار ہون اور پچاس ہاتھی سپہ سالار کے یہاں روانہ کیے اور اتنا ہی خراج ہر سال ادا کرنے اور اطاعت گزار رہنے کا وعدہ کیا۔

اس صلح اور اطاعت گزاری میں معلوم ہوتا ہے کہ دھرماراؤ کا بڑا حصہ تھا۔ وہ بہادر ہونے کے علاوہ بڑا مدبر بھی تھا اور دشمن بھی اس کی راست بازی پر بھروسہ کرتے تھے۔ چنانچہ دھرماراؤ نے نہ صرف وناد دیو کو مطیع و منقاد بنالیا بلکہ ہری چندر کے بھتیجے بول بانر کو جو باغی فساد تھا وناد دیو ہی کے ذریعے سے گرفتار کرلیا۔ اور اس کے بدلے میں وناد دیو کے اعزہ و اقربا کو آزاد کرادیا۔ یہ ایک ایسی سیاسی چال تھی جس کی وجہ سے سلطنت میں بڑا امن و امان قایم ہوگیا۔

اس خدمت کی بنا پر محمد قلی نے دھرماراؤ کی جو قدر افزائی کی افسوس ہے کہ اس کا ذکر تاریخوں میں درج نہیں لیکن یہ اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ روز بروز دھرماراؤ کی شخصیت اور اہمیت میں اضافہ ہوتا جارہا تھا چنانچہ اس کے بعد ہی ۹۸۸ھ میں جب کشتم راج ولد راوت راؤ نے بغاوت کی تو اس وقت بھی دھرماراؤ میدان جنگ میں اس کے مقابلے کے لئے موجود تھا۔ اور اب کے اس کی شخصیت اور اثر خود میر زین العابدین سپہ سالار سے زیادہ اہم ہوگئی تھی۔ چونکہ کشتم کوٹ کے علاقہ پر قبضہ کرلینے کے بعد سے مسلسل لڑائیاں جاری تھیں اور سمت مرتضیٰ نگر کی قطب شاہی فوج کا امن چین غائب ہوگیا تھا اس لئے اس موقعہ پر دھرماراؤ کی یہ رائے تھی کہ قلعہ بداوڑہ کے فتح کرنے کی زحمتیں اٹھانے کی جگہ بہتر یہ ہے کہ کشتم کوٹ کے بعض علاقے وہاں کے سابق والی بھائی بلندر

کو عطا کر دیئے جائیں اور اس سے مطیع و فرماں بردار رہنے اور سال بسال خراج روانہ کرنے کا دعدہ لے لیا جائے۔

میر زین العابدین ایک جنگجو سپہ سالار تھا۔ وہ اس قسم کی مصلحت اندیشیوں کا قائل نہ تھا۔ اس کا خیال تھا کہ

جب عرصہ سے ہم اس مہم میں سرگرم ہیں تو پورے ملک کو فتنہ و فساد سے پاک کرنے کے بعد ہی دم لینا چاہئے۔

معلوم ہوتا ہے کہ دھرماراؤ نے اس کو بہت کچھ سمجھایا لیکن جب وہ اپنے خیال پر اڑا رہا تو سلطان محمد قلی

قطب شاہ کی بارگاہ میں عریضہ روانہ کیا کہ عرصے سے شاہی لشکر باغیوں کا مقابلہ کر رہا ہے اور اب صورت حال

اس امر کی متقاضی ہے کہ بھائی بلندر کو پہلے کی طرح ایک باجگذار راجہ بنا کر کچھ علاقے اس کے سپرد کر دیے جائیں۔

دھرماراؤ بادشاہ کی طبیعت سے واقف تھا اور اسی لیے سپہ سالار سے مایوس ہو کر اس کے خلاف

اس نے اپنی رائے راست بارگاہ عالی میں روانہ کی۔ محمد قلی نے اس خط سے اتنا اثر لیا کہ زین العابدین کو

سپہ سالاری سے ہٹا کر واپس بلا لیا اور سید حسن ابن مصطفیٰ خاں کو روانہ کیا۔ یہ مقابلتاً کم عمر تھا اور چونکہ اس کو

شاہی خاندان سے قرابت تھی اس لیے دھرماراؤ نے اس حیثیت اور سپہ سالار کی تبدیلی سے فائدہ اٹھا کر بھائی بلندر

کے بھتیجے ہری چندر کو معافی مانگ لینے پر آمادہ کر لیا۔ چنانچہ ہری چندر اس علاقے کے بہت سے بہادروں

کے ساتھ دھرماراؤ سے آملا۔ اور بھائی بلندر کے بالکلیہ استیصال میں اس کا مددگار ثابت ہوا۔ غرض دھرماراؤ

کی ہوشیاری سے کشم کوٹ کا علاقہ پھر باغیوں سے خالی ہو گیا۔

اس واقعہ کے بعد آٹھ نو سال تک قطب شاہی سلطنت میں کوئی لڑائی نہیں ہوئی اور دھرماراؤ دربار شاہی

میں باریاب رہا۔ آخر کار ۱۰۱۰ھ میں جب وِنادیو نے کشم کوٹ کے علاقے میں داخل ہو کر تاخت و تاراج کرنا

شروع کیا تو محمد قلی قطب شاہ نے دہرماراؤ اور چنگیز خاں کو ایک عظیم لشکر کے ساتھ اس کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔
اس زبردست فوج کے ڈر سے وِنادِیو قلعوں میں محصور ہوگیا اور اس کے علاقوں کو شاہی فوجوں نے پامال کرنا
شروع کیا۔ اس موقعہ پر بھی دہرماراؤ کی سیاسی جوڑ توڑ نے اپنا رنگ دکھایا۔ یعنی جس طرح پہلے بھائی بندر
کے بھتیجے ہری چندر کو اس نے مخالفین سے توڑ لیا اسی طرح وِنادِیو کا بھتیجا کشناراج بھی اس جنگ میں شاہی لشکر
سے آملا۔ اس دفعہ بھی یقیناً دہرماراؤ کا ہاتھ ہوگا۔ وہ خفیہ مراسلت اور نامہ و پیام کے ذریعے سے لوگوں کا
دل موہ لینے میں استاد تھا۔ غرض جب کرشناراج قطب شاہی لشکر کی طرف آیا تو دہرماراؤ اور سید حسن بیگ لار
دونوں نے بڑے اعزاز و اکرام سے اس کا استقبال کیا۔ اس قدر افزائی کا حال سن کر اور بہت سے ہندو
بہادر بھی کرشناراج اور دہرماراؤ سے آملے۔ اس واقعہ کا وِنادِیو پر اتنا اثر پڑا کہ وہ بیمار ہوگیا اور
آخرکار وفات پائی۔

اب دہرماراؤ کے تدبر و سیاست کے لئے ایک نئی جولانگاہ نکل آئی۔ اس نے ایک طرف تو
وِنادِیو کے اعیان سلطنت کو لکھ بھیجا کہ اب لڑنا بے سود ہے اس لیے اطاعت قبول کرلیں[1]۔ اور دوسری
طرف کشناراج کو وہاں کا راجہ بنانے کے امکانات پر غور کرنے لگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود وِنادِیو کے امرا

---

[1] دہرماراؤ کے خط کے الفاظ تاریخوں میں اس طرح مرقوم ہیں:۔
"خسرو زماں خان اعظم چنگیز خاں را با لشکر عظیم بعزم تسخیر آں بلاد روانہ فرمودہ است۔ باید کہ بدستور
جمیع راجہائے ایں بلاد مطیع و منقاد گردیدہ مالگزار شوید۔ والّا خان اعظم مملکت موروثی را
از دست تصرف شما انتزاع خواہد کرد" تاریخ قطب شاہی ورق (۲۵۸) تاریخ حدیقۃ العالم صفحہ (۲۵۳)

نے کرشناراج کو جانشین بنانے کی استدعا کی۔ اور دھرماراؤ نے کرشناراج سے کہا کہ اگر تم کو وِناد دیو کا جانشین بنائیں تو بادشاہ کی خدمت میں کیا نذر دو گے اور ہر سال کتنا باج روانہ کرو گے۔ کرشناراج کے لیے تو یہ ایک غیر متوقعہ خبر تھی اس نے جی کھول کر وعدے کر لئے اور ان کے ایفا کے لیے بڑی بڑی قسمیں کھائیں۔ غرض دھرماراؤ نے ہر طرح سے مطمئن ہو کر کرشناراج کو خود اپنے سامنے راجہ بنا کر وِناد دیو کے پایۂ تخت کیطرف روانہ کیا۔ تاریخ کے حسب ذیل جملہ سے کہ :۔

"بتشریفات شاہانہ واسپ بازین زر وکلاہ وکمر از جامدار خانۂ بادشاہی ہمراہ خود داشت سرفرازش گردانیدہ باشوکت تمام بجانب مستقر وِناد دیو روانہ کرد" [۱]

پتہ چلتا ہے کہ دھرماراؤ پہلے سے یہ سوچ کر نکلا تھا کہ کرشناراج کو وِناد دیو سے توڑ لونگا اور اس کو راجہ بنا کر روانہ کرونگا۔ ورنہ ان تمام لوازمات کے جامدار خانۂ شاہی سے لے کر نکلنے کا کیا موقع تھا۔ اور نہ کسی دوسری لڑائی کے وقت فوج کے ساتھ ایسے لوازم کے روانہ کرنے کا تاریخوں میں ذکر ملتا ہے۔

غرض دھرماراؤ اپنے منصوبے میں کامیاب رہا اور کرشناراج سے ایکسو پچاس ہزار ہون اور ایکسو پچاس ہاتھی وصول کر کے محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں روانہ کیے۔ اس کے بعد اگرچہ بقیہ نصف رقم اور ہاتھیوں کے دینے میں کرشناراج نے کچھ عرصے تک عذر کیا لیکن آخر کار وہ پوری طرح مطیع و منقاد ہو گیا۔ اور پھر کبھی بغاوت نہ کی۔ اس طرح دھرماراؤ کے تدبر نے محمد قلی قطب شاہ کے تحت ایک نئے

---

[۱] تاریخ قطب شاہی ورق (۲۵۸)

یا جگتار راجہ کا اضافہ کیا۔

**دوسرے ہندو امیر** آسپر اؤ اور دہر ماراؤ کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کے اور دس حسب ذیل ہندو امراء و عمائد بھی قابل ذکر ہیں۔ ۱) جگپت راؤ ۲) سری راؤ ۳) ساباجی ۴) بھالے راؤ ۵) مکند راج ۶) شنکر راج ۷) ہری چندر ۸) رامچندر ۹) راوت راؤ ۱۰) کرشنا راج

**جگپت راؤ** وہ قطب شاہی امیر ہے جس کو محمد قلی نے ۱۰۰۳ھ میں قلعہ نندیال اور اس کے اطراف و اکناف کی حکومت سپرد کی۔ یہ قلعہ خود بادشاہ نے بڑے سخت مقابلے کے بعد فتح کیا تھا۔

**سری راؤ** ۱۰۰۹ھ میں قلعہ کشتم کوٹ اور اس کے اطراف کے علاقوں کا حاکم بنایا گیا تھا۔ یہ قلعہ سالہا سال کی لڑائیوں اور تباہیوں کے بعد فتح ہوا تھا اور جب اس کی فتح کی اطلاع سپہ سالار نے بادشاہ کے یہاں روانہ کی تو اس کی حکومت کے لئے اس نے فوراً اپنے اس امیر سری راؤ کو نامزد کیا۔

**ساباجی** قطب شاہی لشکر میں سرنوبت کے عہدہ پر فائز تھا اور جب محمد قلی ۱۰۰۳ھ میں موسلمورگ، نندیال، کندی کوٹ اور پینکنڈہ وغیرہ قلعوں پر معرکہ آرا ہوا تو یہ اس کے ساتھ تھا۔ اور جب بادشاہ پایۂ تخت واپس ہونے لگا تو اس کو دوسرے سرداروں کے ساتھ نئے مفتوحہ علاقے کی حفاظت کے لئے چھوڑ گیا تھا۔ اس کے بعد جب وینکٹ پتی نے قطب شاہی علاقے میں ریشہ دوانی شروع کی تو ساباجی کو بادشاہ نے حکم دیا کہ اعتبار خاں یزدی کے ساتھ بیجانگر کے علاقہ پر حملہ کرے۔ چنانچہ ساباجی کی فوج نے بیجانگر میں گھس کر قصبوں اور دیہاتوں کو تباہ و برباد کیا۔ اس اثناء میں جب راجہ اودگیر مقابلے کے لئے نکلا تو ساباجی کو دوسرے سرداروں

کے ساتھ روانہ کیا گیا جنھوں نے ایسا دل توڑ کر مقابلہ کیا کہ دشمن کے تین چار ہزار سپاہی مارے گئے۔ اس فتح
کے بعد ساباجی قطب شاہی فوجوں کے ساتھ بیجانگر کی سرحد میں ایک مہینہ کا راستہ طے کرکے شہر کالیر پر حملہ آور ہوا
اور اس دولتمند شہر کو لوٹ لیا۔

ان کامیابیوں کے کچھ عرصہ بعد جب ۱۵۷۸ء میں ساباجی کے بعض ساتھی مثلاً بھالے راؤ خانخاناں
اور علم خاں نے امین الملک کی سختی سے تنگ آکر قطب شاہی حکومت کے خلاف بغاوت کی تو غالباً یہ بھی ان میں شریک تھا
اور بعد کو معافی مانگ لی چنانچہ ۱۵۸۵ء میں جب راجمندری میں ردیوار قوم کی بغاوت کے لئے مرتضیٰ نگر
سے فوجیں روانہ کی گئیں تو ساباجی بھی ان کے ساتھ تھا اور اس نے سپہ سالار میر زین العابدین کی خواہش پر دہرماراؤ
کے ساتھ دریائے کرشنا کو عبور کرنے کا ایک نیا راستہ ڈھونڈ نکالا اور قطب شاہی فوج کو تباہی سے بچا لیا۔

**بھالے راؤ** ساباجی کا دوست اور رفیق کار تھا اور اپنی جاگیر واقع مرتضیٰ نگر سے بادشاہ
کے حکم پر بینکنڈہ پر حملہ کرنے کے لئے اعتبار خاں کے ساتھ روانہ ہوا تھا۔ اور جب یہ مہم فتح ہو گئی تو مرتضیٰ نگر
ہی کے علاقے میں مقیم تھا کہ علم خاں وغیرہ کے ساتھ بغاوت میں شریک ہو کر بیجانگر کی طرف بھاگ گیا بعد کو
شاید معذرت خواہ ہو کر پھر محمد قلی کی ملازمت اختیار کر لی تھی کیونکہ ۱۵۸۰ء میں جب راوت راؤ
اور دوسرے ہندو سرداروں نے بغاوت کی تو بھالے راؤ کو دہرماراؤ عبدالکریم اور چنگیز خاں کے ساتھ قلعہ جلور
کے محاصرہ کے لئے روانہ کیا گیا تھا۔ جہاں اس نے دو مہینوں تک اہل قلعہ کا مقابلہ کیا۔

ساباجی اور بھالے راؤ کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی کے لطف و کرم کے بھروسے پر

ہندو امرا باغی ہو جانے پر بھی معافی مانگ لیتے اور دوبارہ شاہی نوازشات سے بہرہ ور ہوتے تھے ۔

**مکند راج** بھائی بلند روائی کشم کوٹ کا بیٹا تھا اور اپنے باپ کے انتقال کے بعد جب بارہ سال کی عمر میں کشم کوٹ کا راجہ ہوا تو نذر پیش کرنے کے لیے محمد قلی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ بھائی بلند تیس سال سے شاہی خراج پابندی سے ادا کرتا رہا تھا اس لیے جب اس کا لڑکا مکند راج محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو بادشاہ اس کے ساتھ بہت لطف و کرم سے پیش آیا اور اس کی جو قدر افزائی کی اس کا حال خود تاریخ کے الفاظ میں یہ ہے :۔

"فرمان ہمایوں بنام امرا، وراجہائے کشم کوٹ شرف نفاذ یافت کہ حکومت آں بلاد بہ مکند راج مرحمت فرمودیم باید کہ از اطاعت او تخلف نورزید ....... با تحف و ہدایای لائق او بدرگاہ والا آورد و بتقبیل آستان بوسی مشرف گشت ۔ و تشریفات شاہانہ و اسپان بازین زر و کلاہ و کمر و آفتاب گیر سرفراز گردید ۔ بشوکت تمام مراجعت نمود"

لیکن یہ صرف بارہ سال کا تھا اس لیے جب اپنی راجدھانی کو واپس ہوا تو بعض مفسدوں کے بہکانے سے اپنے ایک عزیز دیو راج کو قتل کر دیا جس کی وجہ سے محمد قلی بہت ناراض ہوا اسکے بعد مکند راج ویدیادر کے بہکانے سے خراج ادا کرنے میں بھی عذر کرنے لگا اور برلاس خاں کو جو کشم کوٹ میں قطب شاہی رزیڈنٹ تھا قید کر لیا۔ محمد قلی نے اس کی کم عمری کا لحاظ کر کے اس کو سمجھانے کے لیے کئی آدمی روانہ کئے اور بعد کو خود بھی جانا چاہتا تھا لیکن امین الملک نے منع کیا اور خود فوج لے کر چڑھ آیا۔

مکند راج نے امین الملک کی پند و نصیحت کی بھی کوئی پروانہ کی اور آخر کار تمام عمر پریشان رہا۔
بادشاہ نے کنشٹم کوٹ کے علاقہ کو پوری طرح سے فتح کرکے اپنے ایک امیر ہری راؤ کے سپرد کردیا۔

## شنکر راج

بھائی بلندر کا بھتیجا اور مکند راج کا عم زاد بھائی تھا۔ یہ اپنے چچا کے زمانے ہی سے محمد قلی قطب شاہ کے دربار کے عمائدین میں شامل تھا جب کلم عمر مکند راج بغاوت پر تُل گیا تو بادشاہ نے اسکے اس چچیرے بھائی کو علی خاں اور مجاہد خاں کے ساتھ ملک امین الملک کے ماتحت روانہ کیا شنکر راج کو محض اس لئے روانہ کیا گیا تھا کہ مکند راج کم ازکم اس کے اثر سے بغاوت سے باز آئے لیکن جب شنکر راج نے دیکھا کہ وہ کسی طرح باز نہیں آتا تو اس کے خلاف صف آرا ہوا اور میدانِ کارزار میں اس جانبازی کے ساتھ مکند راج کی فوجوں میں گھس پڑا کہ آخر کار وہ شکست کھا کر بھاگ نکلیں لیکن افسوس ہے کہ خود شنکر راج اس لڑائی میں ۱۰۰۸ھ میں کام آیا۔

## ہری چندر

یہ بھی بھائی بلندر کا بھتیجا اور غالباً شنکر راج کا حقیقی بھائی تھا۔ اور اسی کے ساتھ محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں منسلک تھا۔ اس نے بھی شنکر راج کے ساتھ مکند راج کے مقابلے میں کارنمایاں انجام دیئے تھے۔ اور اپنے بھائی کے مرنے کے بعد محمد قلی ہی کے دربار میں معزز و مفتخر تھا۔ لیکن ۱۰۱۰ھ میں جب راوت راو ملک امین الملک کے برتاؤ سے ناراض ہوکر قطب شاہی فوج سے نکل گیا اور حکومت کے خلاف بغاوت کی تو اس نے ہری چندر کو بھی بغاوت پر آمادہ کیا۔ اور خفیہ طور پر لکھ بھیجا کہ اگر اس وقت تم میرا ساتھ دو تو میں تمھیں کنشٹم کوٹ کا راجہ بننے میں مدد دوں گا۔

حکومت کا لالچ بڑا برا ہوتا ہے۔ ہری چند محمد قلی جیسے مہربان بادشاہ کے خلاف راؤت راؤ کے ساتھ شریک ہوگیا۔ اور عرصہ تک شاہی فوج کا مقابلہ کرتا رہا۔ آخر کار ۱۶۰۰ء میں جب دھرما راؤ کی شکایات پر سید حسن سپہ سالار مقرر ہو کر آیا اور زین العابدین واپس بلا لیا گیا تو اس تبدیلی سے فائدہ اٹھا کر غالباً دھرما راؤ کے اشارے سے ہری چند بہت سے بہادروں کے ساتھ قطب شاہی لشکر میں آملا۔ اور گزشتہ بغاوت کی تلافی کرنے کے لئے یہ رائے دی کہ بھائی بلندر کا استیصال اس طرح ہو سکتا ہے کہ سرحد پر اور بعض راستوں پر جہاں سے وہ بھاگ سکتا ہے یا جہاں سے اس کو رسد مل سکتی ہے چند قلعوں کو مستحکم کیا جائے اور بڑی بڑی فوجیں متعین کی جائیں۔ ہری چندر کی یہ رائے بڑی معقول تھی اور اس پر عمل کر کے سید حسن نے تین قلعے مصطفےٰ آباد، شاہ آباد اور محمد آباد بنائے اور ان میں زبردست فوجیں ملک نائب کی نگرانی میں متعین کیں۔ اس طرح سے باغیوں کی آمد و رفت اور رسد کی فراہمی مشکل ہوگئی۔ آخر کار قلعہ کنٹم کوٹ پر قطب شاہی فوج کا قبضہ ہوگیا اور ہری راؤ کو وہاں کی حکومت سپرد کر دی گئی۔ اس طرح کنٹم کوٹ کی بغاوت کے استیصال اور تین مشہور قطب شاہی قلعوں کی تعمیر میں ہری چندر نے بہت بڑا حصہ لیا۔

### رام چندر

پنا پور کا راجہ تھا جو کنٹم کوٹ کی سرحد پر ایک چھوٹی سی ریاست تھی اس نے مکندراج کی مدد کے لئے ۱۶۰۵ء میں قطب شاہی سلطنت سے لڑائی مول لی۔ جس کی وجہ سے امین الملک اس کے ملک پر حملہ آور ہوا اور راستے کے پورے جنگل کو آگ لگا دی۔ امین الملک کی فوج کا

اتنا رعب پڑا کہ آخر کار رام چندر نے اطاعت قبول کر لی اور سال بسال خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا اس طرح سے اس کا ملک تباہی سے بچ گیا اور وہ قطب شاہی باجگزار راجاؤں میں شامل ہو کر امن وامان سے زندگی بسر کرنے لگا۔

**راوت راؤ** بڑا زبردست ہندو سردار تھا جو اپنی کثیر التعداد پیادہ فوج اور بہادری وجاہ وجلال کی وجہ سے ممتاز تھا۔ اور عرصہ تک محمد قلی قطب شاہ کی فوج کے ساتھ اخلاص اور دولت خواہی کی خدمات انجام دیتا رہا۔ آخر کار ۱۰۰۹ھ میں میر جملہ امین الملک کے بعض احکام سے ناراض ہو کر رات کے وقت فوج شاہی سے علیحدہ ہو گیا اور ہری چندر کو بھی بغاوت پر آمادہ کر لیا لیکن بہت جلد قطب شاہی فوج کا مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا۔

**کرشنا راج** وسنادیو کا بھتیجا تھا اور ۱۰۰۸ھ میں اپنے چچا سے کسی بات پر ناراض ہو کر دہرماراؤ کے اشارے سے میں میدان جنگ میں قطب شاہی فوج سے آملا اور اس کے بعد جب وسنادیو کا انتقال ہو گیا تو دہرماراؤ نے اس کو راجہ بنا کر روانہ کیا۔ اس کا حال دہرماراؤ کے تذکرہ میں گزر چکا ہے۔ یہ محمد قلی قطب شاہ کا ایک باجگزار راجہ تھا۔

مذکورۂ بالا خاص شخصیتوں کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں اور متعدد برہمن نائک دار ای مقدم اور ردیوار قوم کے ہندو سردار بھی موجود تھے جن پر اس کو کامل اعتماد تھا اور جو مسلمانوں کے دوش بدوش قطب شاہی سلطنت کے استحکام اور ترقی میں کوشاں رہتے تھے۔

(۴)

## ایرانیوں اور اجنبیوں کی نگہداشت و قدر افزائی

بعض مورخوں نے سلطان محمد قلی پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ مذہبی تعصب کی وجہ سے ملک کے سنی باشندوں کے مقابلے میں ہمیشہ ایرانیوں اور غیر ملکیوں کی سرپرستی کیا کرتا تھا۔[1] لیکن یہ بات بالکلیہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اول تو اس کے امراء و عمائدین میں امین الملک، فتح الملک، خداوند خاں، خیرات خاں، عبدالکریم، حسن علی، اور انور خاں وغیرہ جیسے بڑے بڑے دکنی اور سنی شامل تھے۔ اور دوسری بات یہ کہ ایرانی نو واردوں کی سرپرستی اور قدر افزائی مذہبی سے زیادہ سیاسی اسباب کا نتیجہ تھی۔ سب سے پہلا اور سب سے اہم سبب تو یہ تھا کہ ہر شخصی حکومت میں بادشاہ اپنی حفاظت اور استحکام کے لئے بالعموم نئے نئے ملازموں کو مامور کرتا ہے، اور بعض وقت قدیم ملازموں کو ہٹانا بھی ضروری سمجھتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ ؎

---

[1] مثلاً تاریخ دکن، سلسلۂ آصفیہ حصہ دوم صفحہ ۲۹۴ پر لکھا ہے:۔
"محمد قلی بھی پکا شیعہ تھا اس لئے اس سلطنت میں تمام سرکار دربار میں شیعہ ہی شیعہ امراء تھے۔ اور اسی لیے وہ سنی کو ہرگز امورات سلطنت میں دخیل نہیں ہونے دیتے تھے۔ مگر چونکہ شیعہ آدمی اس کثرت سے نہیں مل سکتے تھے کہ جو تمام امورات سلطنت کا بندوبست کر سکیں اس لیے تمام مالگزاری کے اور نیز متفرق کام ہندوؤں کے ہاتھ میں رہتے تھے۔"
اسی قسم کا خیال تقریباً انہی الفاظ میں تاریخ دربار آصفی گلزار دوم صفحہ ۹۱ پر بھی درج ہے۔

## ہر کہ آمد عمارتے نو ساخت

نئے ملازموں اور مددگاروں میں بھی باہر سے آئے ہوئے یا غیر ملکی اشخاص کا تقرر اور بھی زیادہ قرین مصلحت سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ ملک اور اہل ملک کی دیرینہ خوبیوں یا خرابیوں سے ناواقف ہوتے ہیں اور جو کوئی ان کی سرپرستی کرتا ہے وہ اس کے دست گرفتہ ہونے کی وجہ سے اسی کی خدمت گزاری کو اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں۔ اور اپنے آقا کے کام میں خواہ وہ حق پر ہو یا ناحق اپنی جان تک دینے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

ملک کے موروثی امرا اور قدیم معاشدار اور جاگیردار لوگ جہاں اکثر سلطنت کی قوت ثابت ہوتے ہیں بعض وقت کسی ملک یا بادشاہ کے لئے خطرناک بھی بن جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کی جڑیں ملک میں دور دور تک گڑی ہوتی ہیں اور ان کا اثر و اقتدار جس وقت چاہے بادشاہ کی ذات کے خلاف کام کر سکتا ہے۔ چنانچہ اکثر بادشاہوں کی جانشینی کے مسائل ایسے ہی امرا کی مصلحتوں اور دیگر اغراض کی وجہ سے الجھنوں میں پڑ جاتے ہیں۔ اور یہ لوگ جب کبھی اپنے بادشاہ سے کسی وجہ سے ناراض ہو جاتے ہیں تو اس کے بھائی یا فرزند ار کو تخت کا دعویدار بنا کر بادشاہ کے خلاف سازش کر بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ خود محمد قلی کی زندگی میں ایسا واقعہ دو دفعہ پیش آچکا ہے کہ ملک کے قدیم امرا شاہ عبدالقادر اور شہزادہ خدابندہ کو اس کے مقابلے میں کھڑا کر کے اس کی زندگی کے لئے خطرہ کا باعث بن گئے تھے۔

اسی وجہ سے ہر ملک کے خود مختار بادشاہ ہمیشہ اجنبیوں کو بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز کر کے انہی سے اپنی حفاظت کا کام لیتے رہے ہیں۔ اور محمد قلی قطب شاہ بھی اسی حکمت عملی پر کاربند تھا۔ بادشاہوں اور وزیروں کی یہی سیاسی چال تھی جس کی بنا پر دکن میں ہمیشہ ملکی اور غیر ملکی جھگڑا پیدا ہوتا رہا۔ ہر بادشاہ یا مقتدر امیر نے نئے نئے اور زیادہ تر غیر ملکی لوگوں کو اپنا مشیر و مددگار بنانے کی کوشش کی اور اس طرح جو لوگ پہلے سے ملک میں موجود تھے وہ ہمیشہ ان نوواردوں سے رشک و حسد اور ان کے خلاف سازشیں کرتے رہے۔ اور اگرچہ بعض وقت وہ اپنی کوششوں میں کامیاب بھی رہے لیکن اکثر ناکام ہونا پڑا اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اور ان کی اولاد ناقدری اور ذلت کی زندگی گذارتے گذارتے اپنی اکثر اعلیٰ صلاحیتوں کو بھی کھو بیٹھی۔

غرض محمد قلی قطب شاہ بھی ایک مطلق العنان بادشاہ تھا اور اگر اس نے اپنے پیشروؤں کی دیرینہ سنت پر شدت سے عمل کیا تو کوئی تعجب کا مقام نہ تھا۔ رہا شیعوں کی سرپرستی کرنا تو اس پر بھی وہ مجبور تھا کیونکہ اس زمانے میں جتنے لوگ دہلی، آگرہ، بیجاپور کا رخ نہ کر کے گولکنڈہ آتے تھے وہ زیادہ تر شیعہ ہی ہوتے تھے۔ اس لیے کہ محمد قلی کے مذہبی عقائد اور خاص کر حب اہل بیت نبی کا دور دور تک چرچا تھا۔ چنانچہ اس کی زندگی ہی میں، جب کہ وہ حیدرآباد کا شہر بنا اور بسا رہا تھا، احمد نگر میں ایک تاریخ برہان مآثر لکھی جا رہی تھی۔ اس کا مصنف جب محمد قلی کا نام لیتا ہے تو اس کی اسی خصوصیت پر زور دیتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:۔

" عالی حضرت اعظم ہمایون سلیمان ظل سبحانی المؤید بتائید اللہ خادم اہل بیت رسول اللہ محمد قلی قطب شاہ" صفحہ ۵۹۰

" عالی حضرت سلطنت و حشمت پناہ نصفت و معدلت دستگاہ خادم اہل بیت رسول اللہ محمد قلی قطب شاہ" صفحہ ۶۲۵

حالانکہ اس کتاب میں دوسرے ہمعصر بادشاہوں خاص کر ابراہیم عادل شاہ ثانی کا نام بھی کئی جگہ بڑے ادب و احترام سے لکھا گیا ہے لیکن ابراہیم کو یا کسی اور بادشاہ کو کسی جگہ خادم اہلبیت رسول اللہ نہیں لکھا گیا۔

اس کے علاوہ محمد قلی کے سنی امراء و عمائدین نے چونکہ دو تین وقت اس کے خلاف بغاوت میں حصہ لیا تھا اس لیے وہ حق بجانب تھا اگر اس کو سنیوں پر کوئی اعتماد باقی نہ رہا اور اس نے عمداً شیعوں اور ایرانیوں کی سرپرستی شروع کر دی تھی۔

ان حالات کے تحت حیدرآباد میں کثرت سے اہل ایران جمع ہو گئے۔ جو لوگ محمد قلی کے عہد سے پہلے ہی یہاں موجود تھے ان میں میر شاہ میر اصفہانی، امیر زنبیل استرابادی، ہندی قلی سلطان، اور اعتبار خاں یزدی بہت بڑے امیر اور عمائدین سلطنت میں شمار کیے جاتے تھے۔ اس کے عہد میں جو ایرانی حیدرآباد آئے ان میں میر مومن استرابادی، میر ضیاء الدین محمد نیشاپوری علی بن عزیز اللہ طباطبا، اور مرزا محمد امین بہت مشہور ہوئے۔ خاص کر میر مومن اور مرزا محمد امین

نے تو وہ رتبہ حاصل کیا کہ شائد ہی کسی بادشاہ کے زمانے میں کسی نو وارد کو حاصل ہوا ہو۔ چونکہ ان دونوں کو محمد قلی سے خاص تعلق رہا ہے اس لئے ان سے متعلق چند امور کا یہاں درج کرنا ضروری ہے

## میر مومن

استراباد کے مشاہیر سادات میں سید شرف الدین سماکی کے فرزند اور سید فخر الدین سماکی کے خواہرزادے اور شاگرد تھے۔ موخر الذکر میر غیاث الدین منصور کے اعظم تلامذہ میں شمار کیا جاتا تھا اور اسی کے ساتھ میر مومن شاہ طہماسپ کے دربار میں آئے اور شاہزادہ سلطان حیدر مرزا کی تعلیم اور اتالیقی کی خدمت پر مامور ہوئے تھے[1]۔ کچھ عرصہ بعد جب شاہزادہ کا انتقال ہو گیا اور میر صاحب کے مخالفین اور حاسدین نے ان کے خلاف دہریت اور الحاد کا الزام لگا کر ان کو خارج البلد کرنے کی کوشش کی تو وہ خود قزوین سے ۹۸۶ھ میں عراق و عرب کے سفر پر نکل کھڑے ہوئے اور حج و زیارت سے فارغ ہونے کے بعد محرم ۹۸۹ھ میں گولکنڈہ پہنچے۔

چونکہ بڑے عالم و فاضل اور مدبر و دانشمند اور خلیق و منکسر مزاج تھے اس لئے یہاں رفتہ رفتہ ان کی شہرت پھیلنے لگی۔ ان کو درس و تدریس کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ اکثر طلبہ اور علماء ان سے استفادہ کرتے تھے۔ آخر کار پانچ چھ سال کے عرصے میں اپنے علم و فضل اور زہد و تقویٰ

[1] حضرت میر مومن کے تفصیلی حالات زندگی پر راقم نے ایک علیحدہ مبسوط کتاب لکھ کر شائع کی ہے اس لیے یہاں صرف مختصر اور ضروری باتیں درج ہیں۔

کی وجہ سے محمد قلی قطب شاہ کو اپنا اتنا زیادہ معتقد بنا لیا کہ وہ ان کو اپنی سرکار و دربار میں دخیل کئے بغیر نہ رہا چنانچہ پیشوائے سلطنت جیسی اہم خدمت ان کے سپرد کی یہ عہدہ نائب بادشاہ کی حیثیت رکھتا ہے اور سلطنت میں سب سے بڑا عہدہ سمجھا جاتا تھا۔

میر مومن کے پیشوائے سلطنت بننے کے بعد ہی تاریخ دکن میں دو اہم واقعات ظہور پذیر ہوئے یعنی شہر حیدرآباد کی بنا اور شہدائے کربلا کے نام کے علم مبارک کی استادگی۔ اور ان دونوں امور میں میر صاحب کی دلچسپی کو بھی دخل تھا۔ اس میں تو کوئی شبہ ہی نہیں کیا جا سکتا کہ محمد قلی نے اپنے عقائد میں جو پختگی پیدا کی اور خادم اہل بیت رسول اللہ کا لقب حاصل کیا اس کا سہرا میر مومن ہی کے سر ہے۔ حیدرآباد میں شیعہ عقائد کی عام طور پر ترویج اور عاشور خانوں اور علموں کا قیام اور دیگر مذہبی مراسم کا آغاز محمد قلی نے ۱۰۰۰ھ کے لگ بھگ کیا تھا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ امور میر صاحب کے عہدۂ پیشوائی کے اولین ثمرات ہیں۔

اس پیشوائی کے قیام کے بعد دوسرا اہم واقعہ جو پہلے کے ساتھ ساتھ یعنی تقریباً ایک ہی زمانے میں وقوع پذیر ہوا شہر حیدرآباد کی بنا تھا۔ اس وقت محمد قلی نے ایک متمدن اور ترقی یافتہ شہر کا جو نقشہ ڈالا اس کے بنانے میں میر مومن پیشوائے سلطنت کی رائے بھی ضرور شامل ہوگی۔

چارمینار کی وجہ تعمیر میں تعزیہ کو دخل ہو یا نہ ہو اس کا روضۂ حضرت امام رضا کی طرح شہر کے درمیان میں بنایا جانا اور اس کے چاروں طرف بڑی بڑی سڑکوں کی تعمیر حضرت میر مومن ہی کا

مشورہ ہو سکتا ہے۔ اس سے زیادہ اہم واقعہ جس میں میر صاحب نے ذاتی دلچسپی لی یہ تھا کہ شہر کے بازاروں، محلوں، مسجدوں، عاشور خانوں اور حماموں کے ساتھ ساتھ اہل شہر کے لئے ایک پاک صاف قبرستان کی جگہ کا تعین بھی پہلے ہی سے کر لیا گیا۔

اس کام کے لئے میر صاحب نے جس مقام کا انتخاب کیا اس میں کونسی خوبیاں پیش نظر تھیں اس کا تفصیلی بیان ہم نے "سوانح میر مومن" میں درج کر دیا ہے اس لئے یہاں اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ انھوں نے اپنے صرفے سے اس قبرستان کو چمنستان کی طرح آراستہ کیا اور اس میں کربلائے معلیٰ سے خاک پاک منگوا کر بچھوائی۔

میر مومن صاحب اگرچہ بظاہر مولوی اور دیندار آدمی تھے لیکن محمد قلی قطب شاہ اور اس کے جانشین سلطان محمد کے عہد میں جملہ امور سلطنت انہی کی رائے اور مشورے سے انجام پاتے تھے۔ چنانچہ ۱۰۱۵ھ میں شہزادی حیات بخشی بیگم کی شادی اور ۱۰۱۶ھ میں مرزا محمد امین میر جملہ کا تقرر انہی کی رائے سے انجام پایا۔ اس زمانے میں بیرون ہند سے جتنے عالم اور قابل لوگ آتے وہ میر صاحب ہی کی سعی و سفارش سے دربار قطب شاہیہ میں باریابی پاتے تھے۔ چنانچہ علامہ محمد ابن خاتون انہی کا شاگرد اور فیضیافتہ تھا جو بعد کو سلطان محمد کے عہد میں ایران کی سفارت پر بھیجا گیا اور سلطان عبداللہ کے عہد میں پیشوائے سلطنت بنایا گیا۔

وہ ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ چنانچہ جب ۱۰۲۳ھ میں سلطان محمد قطب شاہ پیدا ہوا تو

انھوں نے حسب ذیل قطعہ تاریخ لکھ کر محمد قلی کے حضور میں پیش کیا تھا ؎

بازعالم ابتدائے کامرانی کردہ است | صد بشیر کامرانی می برد ہر سو خبر
دودمانِ ترکماں را خوش چراغی برفروخت | پرتو شہزادہ بر چرخ می تابد دگر
رونق عز و شرف سلطان محمد زاں کہ ہست | ہر دو عالم یک صدف از بہر آں عالی گہر
خواستم تاریخ آں فرخندہ گوہر عقل گفت | اول کام است و فیروزی و اقبال و ظفر
چوں دعا بہ زیں نمی دانم ازاں می گویمش | سرور عالم شوی در ظلِ اقبال پدر

معلوم ہوتا ہے کہ اس شہزادہ کی تعلیم و تربیت میں میر مومن نے خاص حصہ لیا تھا جب ہی تو وہ ایسا زاہد مرتاض اور پاک باز بادشاہ ثابت ہوا۔ میر مومن اس کو بہت چاہتے تھے۔ چنانچہ شہزادی کے ساتھ اس کی شادی انہی کی ایما سے کی گئی اور محمد قلی قطب شاہ کی وفات کے بعد سلطان محمد کی تخت نشینی کے وقت بھی میر مومن نے ذاتی دلچسپی اور مستعدی سے کام لیا تھا۔ میر صاحب کی بقیہ زندگی سے متعلق تفصیلی معلومات ان کے سوانح حیات میں درج ہیں یہاں تاریخ فرشتہ کا یہ خیال ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ وہ محمد قلی قطب شاہ کے تذکرے کے آخر میں اس کی تین خوش قسمتیوں کا ذکر کرتا ہے جن میں سب سے پہلی اور سب سے اہم خوش قسمتی فرشتہ کی نظر میں یہی تھی کہ میر مومن جیسا معتمد علیہ اور مختار کل محمد قلی کو ملا تھا جس نے اپنی دانشمندی اور اعلیٰ کردار کی وجہ سے محمد قلی کے دور کو عظیم الشان بنا دیا۔

**مرزا محمد امین اصفہانی** شہرستانی الاصل تھا۔ اور بقول علی بن طیفور "در فن استیفا دلیاقت بمرتبہ مہارت داشت کہ ہیچ کس از ابنائے روزگار یادِ خیال مساوات برلوح ضمیر نمی توانست نگاشت"[۱]۔ غرض وہ بڑا عالم و فاضل اور صاحب فہم و فراست تھا۔

جس وقت مرزا محمد امین حیدرآباد آیا ہے تو محمد قلی قطب شاہ کا عہد حکومت ہمہ جہتی ترقیوں کے لحاظ سے معراج کمال پر پہنچ چکا تھا۔ اور اس کے میر جملہ ملک امین الملک الف خاں کو بھی انتقال کیے ہوئے دو تین سال گزر چکے تھے۔ یہ عہدہ خالی تھا اور سوریراؤ شائد منصرمانہ طور پر یہ خدمت انجام دے رہا تھا۔ لیکن بقول تاریخ قطب شاہی جیسا کہ چاہیئے مملکت کا انتظام نہیں ہو رہا تھا اور محمد قلی کسی قابل آدمی کی تلاش میں تھا۔

اس موقعہ پر جیسا کہ ہمیشہ ہوتا ہے جملہ اعیان دربار اپنے اپنے دوستوں اور محسنوں کے لیے کوشش کر رہے تھے۔ لیکن میر مومن پیشوائے سلطنت نے مرزا محمد امین کو اس خدمت کے لئے منتخب کیا اور محمد قلی نے یہ سفارش قبول کر کے ۱۰۱۱ھ میں مرزا کو اپنا جملۃ الملک اور وزیر مختار بنالیا۔ اور اس کے لئے ایک ایسا بیش بہا قلمدان وزارت روانہ کیا جو اعلیٰ درجے کے جواہر سے مرصع تھا۔ ایسا قلمدان اس وقت تک کسی بادشاہ نے اپنے وزیر کو عطا نہیں کیا تھا چنانچہ مرزا محمد امین کے بعد بھی یہ قلمدان عرصے تک کسی کو نہ ملا اور آخر کار جب ۱۰۳۸ھ میں سلطان عبد اللہ قطب شاہ نے محمد قلی کو شریف الملک کا خطاب دیکر

---

[۱] حدائق السلاطین ورق ۱۸۳ ا۔

سرخیل بنایا تو کمال مہربانی سے یہی قلمدان اس کو عطا کیا تھا۔

مرزا محمد امین کی سالانہ تنخواہ دو لاکھ ہون (یعنی زمانۂ حال کے نو لاکھ روپے) مقرر کی گئی تھی۔

اور اس مقررہ رقم کے علاوہ موقع بموقع بقول تاریخ قطب شاہی :۔

"بانواع تشریفات شاہانہ واسپان بازین زر و فیلان کوہ پیکر معزز و ممتاز گردید"

جن عنایتوں سے مرزا محمد امین کو سرفراز کیا جاتا تھا۔ یہ اتنی بڑی رقمیں اور اعزاز تھا کہ آج ہندوستان کے ویسرائے کو بھی شائد نصیب ہو۔ اس سے محمد قلی کے جاہ و جلال اور شاہانہ فیاضی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

محمد امین نے خدمت پر فائز ہوتے ہی زور و شور کے ساتھ مہمات مملکت کو سرانجام کرنا شروع کیا۔ چنانچہ سب سے پہلے سوری راؤ برہمن جو عرصہ سے بادشاہ کا منہ چڑھا تھا اس کی تحقیقات کی زد میں آیا اور کثیر رقم اس کے ذمے بقایا نکلی۔ اس طرح کئی ہندو عہدہ داروں کا زور کم ہو گیا اور بڑی بڑی رقمیں وصول ہوئیں۔ وہ بادشاہ کے مزاج میں بڑا دخیل ہو گیا تھا اس کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے کہ ۱۰۰۱ھ میں جب ایک رات چند غیر ملکی اوباشوں نے محل بنات گھاٹ میں جبراً داخل ہو کر جلسہ منایا اور دوسرے روز صبح بادشاہ کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے غصہ میں آ کر ان کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس حکم کی خبر جب اہل حیدرآباد کو ہوئی تو ان کی سالہا سال کی امید برآئی۔ کیونکہ وہ غیر ملکیوں کے اقتدار اور غرور سے تنگ آ چکے تھے۔ اب انھوں نے کوتوالی کے ملازموں کے ساتھ مل کر خود بھی غیر ملکیوں کو لوٹنا اور تباہ کرنا شروع کیا یہاں تک کہ سو آدمی قتل کر دیے گئے

اور تمام شہر میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا اس وقت مرزا محمد امین جامدار خانۂ عامرہ میں مصروف کار تھا۔ جب اس کو اس بدامنی کی اطلاع ملی تو فوراً محمد قلی کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ بادشاہ آرام کر رہا تھا اور ملازمین درگاہ نے اس کو بیدار کرنے سے انکار کر دیا۔ مرزا محمد امین نے دیکھا کہ جتنی دیر ہوتی جائے گی اتنا ہی زیادہ کشت و خون ہو گا اس لئے آداب شاہی کے خلاف دروازہ کو زور سے کھٹکھٹایا جس کی آواز سے محمد قلی قطب شاہ بیدار ہو گیا اور وجہ دریافت کی۔ مرزا محمد امین نے بڑی عاجزی کے ساتھ حقیقت حال سے آگاہ کیا اور درخواست کی کہ بادشاہ خود اپنی خوابگاہ کی کھڑکیوں سے بازار کی طرف نظر ڈالے۔ جب محمد قلی نے اس فتنہ و فساد کو دیکھا تو آگ بگولہ ہو گیا۔ چنانچہ علی آقا کوتوال پر عتاب نازل ہوا اور مرزا محمد امین نے اہل شہر کو سخت سزا دلوائی جن جن لوگوں نے غیر ملکیوں کو لوٹنے اور قتل کرنے میں حصہ لیا تھا ان کو ہاتھیوں کے پاؤں سے بندھوا دیا گیا اور بہت سے اہل شہر قتل بھی کرا دیے گئے۔

اس واقعہ کے چند ماہ بعد ۱۰۰۱ھ میں مرزا محمد امین نے محمد قلی قطب شاہ کو اپنے محل میں مدعو کیا۔ اور اس دھوم دھام کے ساتھ دعوت کی کہ تاریخیں اس کے بیان میں خاص طور پر رطب اللسان ہیں اس دعوت کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ مرزا محمد امین وہ تمام تزک و احتشام اور مال و دولت اپنے بادشاہ کو دکھانا چاہتا تھا جو شاہانہ عنایتوں کی وجہ سے اس کو سات سال کے عرصہ میں حاصل ہوئی تھی اس موقعہ پر اس نے اپنے تمام محل کو سات رنگ کے دیباسے سجایا تھا۔ اور جملہ راستے

عنبر و گلاب و مشک سے خوشبودار بنائے گئے تھے۔

بادشاہ صبح کے وقت جب اس کے محل میں داخل ہوا تو مرزا محمد امین نے زربفت، اطلس مخمل اور مشجر کو پا انداز کر کے اپنی ڈیوڑھی کو رشک گلستان ارم بنا دیا۔ بادشاہ کی آمد سے قبل ہی حیدرآباد کے تمام امرا، اعیان دولت، سلاحدار، اور قدیم الخدمت ملازمین وزیراعظم کے محل میں جمع ہو کر اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے انشا پرداز اور شاعروں نے اس مجلس میں بادشاہ کی مدح میں قصیدے اور مضامین نثر پڑھ کر سنائے جن میں وزیر کو اس اعزاز و افتخار پر مبارکباد دی گئی تھی۔ اس کے بعد ماہرین رقص و سرود نے اپنے اپنے کمال فن کے اظہار سے مجلس کو مسرور کیا پھر مرزا محمد امین نے اس سرفرازی کی نذر کے طور پر قسم قسم کی نادر و بیش بہا اشیا بادشاہ کی خدمت میں پیش کیں۔ مثلاً

(۱) تیس ۳۰ عربی نسل کے گھوڑے جن میں سے ہر ایک کی زین اور لگام مرصع تھی۔ (۲) بیس ۲۰ ہاتھی۔ (۳) ایک سونے کا کمربند جس میں ۱۴ جواہر جڑے ہوئے تھے۔ (۴) صاف بلور کا ایک گول آئینہ جس کے اطراف جواہر اور آبدار موتی جڑے ہوئے تھے اور جس کا چوکھٹا سونے کا تھا اور اس میں بھی جواہر لگے ہوئے تھے۔ (۵) قرآن شریف اور دوسری کتابوں کی چودہ خوشخط و مطلا و مذہب جلدیں (۶) دو سو عجیب و غریب سنکری غوری (۷) دو سو ۲۰۰ باریک اور نفیس کشمیری شال (۸) زربفت، مخمل، کمخاب، مشجر، اور اطلس کے چودہ چودہ تھان

(۹) خوشقانی قالینوں کی تیس جوڑیاں (۱۰) تیس عدد نمد کرمانی خوش رنگ و خوش قماش کافی طویل و عریض (۱۱) چند سونے کی کشتیاں جن میں قسم قسم کے جواہر اور شما مہائے عنبر تھے۔
(۱۲) ان کے علاوہ اور بہت سے بری اور بحری تحفے۔

اس عالیشان نذر کے بعد دسترخوان چنا گیا جس پر اتنی قسم کے کھانوں، شربتوں، اور میووں کے خوان جمائے گئے کہ مورخوں نے لکھا ہے کہ "تمنجیانہ گنجد و بشمار نیاید" یعنی کسی کے قیاس میں بھی نہیں آسکتے تھے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد محمد امین نے "جملہ ندیموں، قصہ خوانوں شاعروں، اور اہل نغمہ کو جو اس مجلس میں موجود تھے تشریفات فاخرہ سے سرفراز کرکے پچاس ہزار ہون انعام عطا کیا۔

اس دعوت کی تفصیل معلوم کرنے کے بعد عہد محمد قلی قطب شاہ کی فراغ بالی اور عیش و کامرانی کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ بادشاہ نے اپنے میر جملہ کی پیش کی ہوئی نذر کو پسند کرکے قبول کیا۔ ان اشیا کی قیمت کا اندازہ ایک سو پچاس ہزار ہون بتایا جاتا ہے۔ نذر قبول کرکے جب بادشاہ واپس ہونے لگا تو ازراہ مرحمت اپنے کندھوں سے زرین چادر نکال کر مرزا محمد امین کو عنایت کی یہ انتہا درجے کی سرفرازی سمجھی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ زرنگار خلعت ہائے فاخرہ، پانچ ہاتھی اور پانچ عربی گھوڑے بھی جن کی زین اور لگام مرصع تھی، مرحمت کیے گئے اور آخر کار اظہار پسندیدگی کے طور پر مرزا محمد امین کے پیش کیے ہوئے گھوڑوں میں سے ایک پر سوار ہوکر

محمد قلی قطب شاہ دولت خانہ عالی کا ابتدائی حصہ تعمیر ہوا۔

مرزا محمد امین نے مہمات سلطنت میں کیا حصہ لیا اور کون کون سے کام انجام دیئے ان کے ذکر سے تاریخوں کے اوراق خالی ہیں۔ البتہ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ جب ۱۰۱۹ھ میں پرتاب شاہ نے بغاوت کی اور بادشاہ نے اس کے فرو کرنے کے لئے مرزا کو متوجہ کیا تو اس نے آسیراؤ کو سپہ سالار بنا کر حیدرآباد سے ایک فوج روانہ کی۔ اور اس کے بعد جب معلوم ہوا کہ یہ بغاوت فرو نہیں ہو رہی ہے تو محمد قلی قطب شاہ کے حکم سے خود مرزا محمد امین حیدرآباد سے باہر نکلا لیکن وہ بزم آرائی کا جتنا دلدادہ تھا میدان جنگ سے اتنا ہی گریزاں رہتا تھا۔ یہ پہلا اور آخری موقع تھا کہ وہ لڑائی کے لئے نکلا تھا لیکن اس وقت بھی اس نے جس حزم و احتیاط سے کام لیا اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ اس میدان کا مرد ہی نہ تھا۔ چنانچہ جب وہ حیدرآباد سے نکلا تو پرتاب شاہ پر حملہ کرنے کی جگہ قطب شاہی حدود پر جا کر ٹھہر گیا۔ آخر کار جب ملت خاں، زبردست خاں، خیرات خاں، اعتبار خاں اور امجد الملک وغیرہ جیسے سپہ سالار اپنی فوجوں کے ساتھ اس کی مدد کے لئے پہنچ گئے اس وقت دستر کے علاقے میں داخل ہو کر چند مقامات پر قبضہ کر لیا لیکن پرتاب شاہ والیٔ دستر نے اتنا ستایا کہ مرزا محمد امین اپنی سرحد میں واپس چلا آیا اور بادشاہ کو اطلاع دی۔ محمد قلی ناامید ہونے والا شخص نہ تھا اس نے مالک پرست خاں کو ایک فوج کے ساتھ مرزا کی مدد کے لئے روانہ کیا لیکن اس اثناء میں جب خود محمد قلی کی طبیعت بے حد ناساز ہو گئی تو مرزا محمد امین

لڑائی کا خیال ترک کر کے حیدرآباد چلا آیا۔ اس کے بعد تو محمد قلی کا انتقال ہی ہو گیا۔ اور سلطان محمد تخت نشین ہوا۔ میر جملہ کی ناکام واپسی اس نوجوان بادشاہ کی ناخوشی کا باعث ہوئی۔ اور اس کے علاوہ نہ معلوم اور کیا اسباب ہوئے[1] کہ مرزا محمد امین خود کو محفوظ نہ پاکر سلطان محمد قطب شاہ کی خدمت میں رخصت کی درخواست پیش کی۔ وہ تو پہلے ہی سے ناراض تھا فوراً درخواست قبول کر لی لیکن اپنی نیک نفسی کی وجہ سے مرزا محمد امین کو اپنے پورے مال و متاع کے ساتھ حیدرآباد سے چلے جانے کی اجازت دے دی بلکہ دس ہزار ہون اور بھی اپنی طرف سے خرچ راہ کے لئے عطا کئے[2]۔ برہان مآثر میں لکھا ہے کہ :۔

"فتورے در مرتبۂ استقلال خود مشاہدہ نمود از روئے حزم و عاقبت اندیشی استعفائے خدمت کردہ استدعائے رخصت مراجعت بوطن مالوف نمود۔ اما از فرط ہمت بلند نظر بمال و منال او نگرویدند"[3]

---

[1] اس کا امکان ہے کہ مرزا محمد امین محمد قلی قطب شاہ کی جانشینی کے مسئلے میں میر مومن کا ہم خیال نہ ہو۔ کیونکہ بادشاہ کی نازک حالت کی خبر سنتے ہی اس کا میدان جنگ چھوڑ کر حیدرآباد چلا آنا اور پھر سلطان محمد کی تخت نشینی میں میر مومن صاحب کا غیر معمولی دلچسپی اور مستعدی سے کام لینا ظاہر کرتا ہے کہ ان کو ضرور کوئی اندیشہ تھا۔ ورنہ ہر تاریخ میں اس واقعہ پر زور نہ دیا جاتا۔ اور ایک بات قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ اس تخت نشینی کے واقعات میں کہیں مرزا محمد امین کا نام نہیں آتا۔

[2] گلزار آصفی صفحہ ۳۰ ۔ [3] حدیقۃ السلاطین ورق ۱۰۸ الف

یہ عجیب بات ہے کہ بالکل اس طرح کا واقعہ سلطان محمد کے پیشرو محمد قلی قطب شاہ کی تخت نشینی کے وقت بھی پیش آیا تھا جب کہ ابراہیم قطب شاہ کا وزیر مختار میر شاہ میر اپنے وطن کو بھجوا دیا گیا تھا۔

محمد امین ربیع الاول ۱۰۲۱ھ میں[1] بہت بڑا خزانہ لے کر نکلا اور سیدھا بیجاپور کا رخ کیا لیکن یہاں ابراہیم عادل شاہ حکمران تھا جس نے اپنی ایک حلیف سلطنت کے معزول میر جملہ کو اپنے یہاں معزز و ممتاز کرنا سیاسی مصلحت کے خلاف سمجھا جس کی وجہ سے مرزا محمد امین کو مجبوراً ایران کا سفر کرنا پڑا۔ وہاں شاہ عباس کی خدمت میں اس نے اپنے حیدرآبادی خزانے میں سے ایک لاکھ روپے کے جواہرات بطور نذر پیش کئے لیکن وہاں [illegible] و منزلت نہ ہو سکی جو محمد قلی جیسا لکھ لٹ بادشاہ ہی کر سکتا تھا۔ آخر کار وہ [illegible] آیا اور ۱۰۲۰ھ میں جہانگیر بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہو کر حیدرآباد سے کمائی ہوئی دولت میں سے پچاس ہزار روپے نذر دیے۔ جہانگیر اس کے ساتھ مہربانی سے پیش آیا۔ اور شاہ جہاں کے عہد میں وہ پنجہزاری امیر اور میر بخشی بنا دیا گیا۔ آخر کار ۱۰۴۶ھ میں فالج و لقوہ سے انتقال کیا۔

مرزا محمد امین کو شعر و سخن کا بھی بڑا اچھا ذوق تھا۔ اس کے متعدد شعر حدائق السلاطین میں بطور نمونہ نقل کیے گئے ہیں[2]۔ اس کی طبیعت میں شان و شوکت اور نزک و احتشام کی بڑی

---

۱؎ گلزار آصفی صفحہ ۳۰ ۲؎ دیکھو ورق ۱۸۴ ب تا ۱۸۷ ا

صلاحیت تھی۔ حیدرآباد کے قیام کے زمانے میں اس نے ندی کے کنارے ایک عالی شان باغ بنایا تھا جو عرصے تک باقی رہا اور اس کے چلے جانے کے بعد شاہی تفریح گاہ اور سلطنت کے بہترین مہمان خانے کے طور پر کام آتا تھا۔ یہ باغ اب تک حیدرآباد میں موجود ہے اور اس میں اب زنانہ ہسپتال یا زچہ خانہ بنا دیا گیا ہے۔ کتاب مآثر دکن میں اس کو سہواً امیر الملک ابن الف خاں کا بنایا ہوا قرار دیا گیا ہے[1] تاریخ حدیقۃ السلاطین میں اس باغ کی بڑی تعریف کی گئی ہے چنانچہ ایک جگہ لکھا ہے

"باغ میرزا محمد امین میر جملۂ ماضی کہ قطعہ ایست از بہشت بریں"[2]

ایک اور جگہ نظام الدین احمد اس باغ کو شہر حیدرآباد کے بہترین مقامات میں سے قرار دیتا ہے وہ کہتا ہے :-

"باغ مرزا محمد امین میر جملۂ ماضی را کہ بہترین مقامات و منازل دار السلطنت است...."[3]

یہ باغ سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد تک ایسا آراستہ و پیراستہ تھا کہ اس سے بہتر تفریح کا مقام شہر میں کوئی نہ تھا۔ چنانچہ جب شاہ جہاں نے ۱۰۳۶ھ میں شیخ محی الدین پیرزادہ اجین کو ایلچی بنا کر حیدرآباد روانہ کیا تو عبداللہ نے اس کو اسی باغ میں فروکش ہونے کا حکم دیا۔ اور اسی طرح اسکے ایک عرصہ بعد جب ۱۰۴۴ھ میں شاہ ایران کا سفیر امام قلی بیگ

---

[1] دیکھو صفحہ ۱۷

[2] دیکھو صفحہ ۶۲

[3] دیکھو صفحہ ۱۳۳

شاملو حیدرآباد آیا تو پھر عبداللہ قطب شاہ نے اسی باغ کو اپنے اس مہمان کی قیام گاہ بنانے کا حکم دیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ باغ اور اس کی عمارتیں ایسی اعلیٰ پایہ کی تھیں کہ جب کبھی کسی بڑی سلطنت کا ایلچی آتا تو اس کو وہیں ٹھہرایا جاتا۔ غرض محمد قلی قطب شاہ نے اپنے اس ایرانی وزیر اعظم کو جس کثیر مال و دولت سے سرفراز کیا تھا وہ بالکلیہ بیکار نہیں گئی کیونکہ اس دولت میں سے کچھ نہ کچھ رقم تو اس میر جملہ نے حیدرآباد ہی میں امین باغ کی تزئین و آرائش میں صرف کی۔ اور اس طرح محمد قلی کے جانشین مدت دراز تک اس باغ سے مستفید ہوتے رہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اس باغ کی بہار اب تک باقی ہے جب کہ خود محمد قلی قطب شاہ کی نسل بھی دنیا سے نیست و نابود ہو چکی۔

**بعض غیر ملکیوں پر عتاب**

ایرانیوں اور غیر ملکیوں کی سرپرستی کی ایسی اعلیٰ مثالیں دیکھ کر یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ محمد قلی قطب شاہ ان کے ساتھ اندھا دھند رعایت کیا کرتا تھا۔ اس نے جہاں ملکیوں اور سنیوں کے ساتھ ان کی بے وفائیوں کی وجہ سے خراب برتاؤ کیا، ایرانیوں اور غیر ملکیوں کو بھی اپنی سیاست کے تحت برابر سزا دی۔ وہ صحیح معنوں میں ایک اعلیٰ درجہ کا مدبر اور سیاست داں تھا اور جس کسی نے اس کی ذات کے خلاف سازش یا اس کی حکمتِ عملی اور اس کے قانون کی خلاف ورزی کی وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔ سنیوں کی ناقدری یا سنی امراء و عمائد کو اس کے بھائیوں کے ساتھ مل کر بغاوت کرنے کی پاداش میں جو سزائیں دی گئیں ان کا

تذکرہ تو گزر چکا ہے۔ اس لئے یہاں صرف ایسے چند واقعات کی طرف اشارہ کر دیا جاتا ہے جن سے معلوم ہو گا کہ اس نے ایرانیوں اور غیر ملکیوں کے ساتھ ہر وقت مروت اور رعایت کا برتاؤ نہیں کیا۔

اس قسم کے ایک واقعہ کا ذکر ابھی مرزا محمد امین کے بیان میں گزر چکا ہے۔ یعنی جب چند غیر ملکی لوگ اس کے محل نبات گھاٹ میں اجازت کے بغیر داخل ہو کر بے ادبی کے مرتکب ہوئے تو اس نے ان کو سزا دینے کے احکام جاری کئے جن کی بنا پر تقریباً سو ایرانی اور غیر ملکی مار ڈالے گئے اور بہت سے لوگوں کا مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔

دوسرا واقعہ رستم خاں کو بے عزتی کے ساتھ قطب شاہی لشکر سے نکلوا دینے سے متعلق ہے۔ یہ شخص نیا نیا حیدر آباد آیا تھا اور ۱۰۱۳ھ میں جب وینکٹ پتی کے مقابلے کے لئے فوج روانہ کی جا رہی تھی تو اس نے محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں ایسی باتیں بنائیں کہ بادشاہ نے اس کو سپہ سالار بنا دیا۔ لیکن جب لڑائی کے میدان میں وہ مخالفین سے ڈر کر بھاگ نکلا تو محمد قلی نے اس کے چہرے کو رنگ کر اور زنانہ لباس پہنا کر قطب شاہی سرحد سے باہر نکلوا دیا۔

علی بن عزیز اللہ طباطبا بھی ایک اور مشہور ادیب اور مورخ تھا اور نلدرگ کے محاصرے کے وقت ۹۸۸ھ میں ایران سے آکر محمد قلی قطب شاہ کا ملازم ہوا تھا۔ لیکن بعد کو

...ہو گیا وافعہ پیش آیا کہ محمد قلی کی سرپرستی سے محروم ہو گیا اور نظام شاہیوں کی ملازمت اختیار کر لی۔

اس قسم کا سب سے اہم واقعہ امیر شاہ میر کی برطرفی سے متعلق ہے۔ یہ امیر سلطان محمد قطب شاہ کا وزیر مختار اور نہایت وفادار دوست تھا۔ اور محمد قلی قطب شاہ بھی اس کی بہت تعظیم کرتا تھا۔ چنانچہ اس کی تخت نشینی کے بعد جب امیر تلدرگ سے آیا ہے تو بادشاہ ... کے استقبال کے لیے نکلا اور احترام کے خیال سے گھوڑے پر سے اتر گیا۔ بعد کو اس کی لڑکی ... بڑی دھوم دھام سے شادی بھی کی۔ لیکن آخر میں امیر شاہ میر موردِ عتاب ہوا اور اس کو سلطنت سے باہر بھجوا دیا گیا۔ اس کے اسباب وغیرہ آئندہ محمد قلی قطب شاہ کی شادی کے بیان میں درج ہیں۔ یہ شادی بھی محمد قلی کے اعلیٰ تدبر کا پہلا کارنامہ ہے کیونکہ امیر شاہ میر کی لڑکی اصل میں محمد قلی کے بڑے بھائی حسین قلی سے منسوب تھی اور جب بخت و اتفاق سے حسین قلی کی جگہ محمد قلی تخت نشین ہو گیا تو اس نے امیر شاہ میر کو اپنا طرفدار بنا لینے کے لیے خود ہی اس کی لڑکی سے شادی کر لی۔

## دکن کی محبت

ایرانیوں اور غیر ملکیوں کے تعلقات کے تذکرے میں اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ سیاسی حالات اور مجبوریوں کو چھوڑ کر باقی تمام معاملات میں محمد قلی قطب شاہ ایک ٹھیٹ دکنی حکمران تھا۔ وہ اور اس کا باپ ابراہیم دونوں دکن میں

پیدا ہوئے تھے اور محمد قلی نے تو پوری طرح دکنی لباس اور وضع قطع اختیار کر لی تھی۔ اگر اس کے والد، چچا اور دادا کی تصویروں سے اس کی تصویر کا مقابلہ کریں تو معلوم ہوگا کہ اس کا حلیہ اور لباس اس کے پیشروؤں سے کتنا مختلف تھا۔ وہ پہلا قطب شاہی حکمران تھا جس نے ڈاڑھی منڈوائی تھی۔ وہ اہل دکن کی طرح کاندھے پر چادر اوڑھتا تھا اور ایرانی وضع کے کوٹوں، نیچوں اور شملوں کا استعمال چھوڑ کر اپنے ملک کی آب و ہوا کے مطابق ہلکے پھلکے اور جھین کپڑوں کے لباس کی ترویج کی طرف مائل تھا۔

وہ دکن کو اپنا ملک اور وطن سمجھ کر اپنے کلام میں جگہ جگہ اس کا ذکر کرتا ہے۔ اگر ماہ نامے کی روایت صحیح ہے تو اس کی ماں بھاگ رتی ایک تلنگن ہی تھی۔ اور ایسی صورت میں تو دکن اور تلنگانہ سے اس کو خلقی بھی محبت ہوتی کم تھی۔ اگرچہ اس کا تلنگی کلام اب دستیاب نہ ہوا لیکن اس کے اردو اشعار میں چند تلنگی لفظ مثلاً دُررا (آقا) ایم رے ایم دکیا ہے کیا) موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ تلنگی بول چال سے واقف تھا۔ اس لئے متعدد اشعار میں دکن کا ذکر کیا ہے جن میں سے چند یہ ہیں ؎

کالیاں گوریاں سکیاں کوں جگ میں نہیاں سو بسیا ۔۔۔ کھوتی سکی کوں دیکھت میں سُد بھولیا دکھن میں

بھو نیک میاسیتے اپن دیتا قطب کوں سب دکن ۔۔۔ سیوں نبی کانت چرن جب لگ ہے تن میانے جیا

سو بارہ اماماں مدد ہے قطب کوں ۔۔۔ اسی تھے یو سارا دکن ہے متابع

نبی صدقے ترکماں کوں میاتھے　　　　دیتے دکن کی شاہی یہ پنجتن خاص

اسی طرح کلیاتِ محمد قلی کی تین نظمیں فتنہ دکھن (صفحہ ۳۲۱) ۔ ایک تلنگن ہے (صفحہ ۳۲۲) اور دکن کی تیتلی (صفحہ ۳۲۳) ظاہر کرتی ہیں کہ اس کو اپنے وطن سے کتنی محبت تھی ۔

اسی طرح حیدرآباد کی آبادی اور تہواروں کے ذکر میں یہ واضح کردیا گیا ہے کہ کس طرح وہ اپنے ملک کو آباد اور خوشحال دیکھنا چاہتا تھا ۔ اور اہل ملک کی ترقی اور فارغ البالی کے لیے وہ کیا کیا جتن کرتا تھا اس کا ایک شعر ہے ؎

مرا شہر لوگاں سوں معمور کر　　　　رکھیا جوں توں دریا میں من یا سمیع

یعنی اے خدا تو میرے شہر کو لوگوں سے اسی طرح معمور کر دے جس طرح تو نے دریا میں مچھلیاں بھر دی ہیں ۔

---
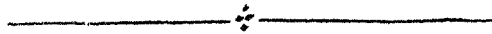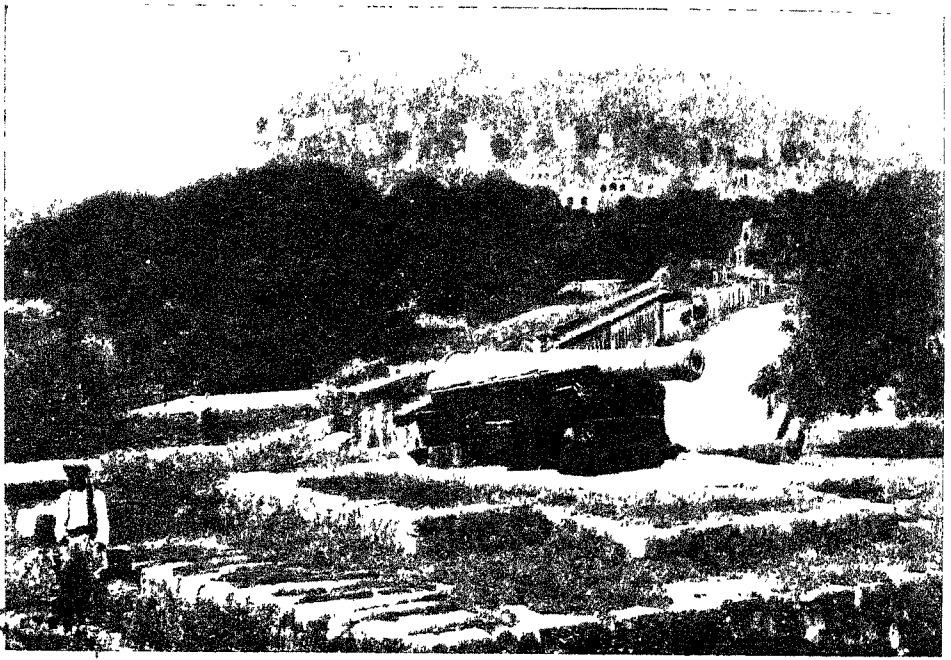
محمد قلی قطب شاہ کے وطن گولکنڈہ کا عام منظر

# تاہل اولاد اور وفات

محمد قلی قطب شاہ کی سیاست اور تدبر کے بیان میں اس امر کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ اس نے میر شاہ میر کی دختر سے جو شادی کی وہ اصل میں سیاسی اسباب کی بنا پر تھی۔ اس کی وضاحت کے لئے ضروری ہے کہ پہلے شاہ میر کی اہمیت کا اندازہ لگا لیا جائے۔ اور چونکہ وہ محمد قلی قطب شاہ کا پہلا وزیر مختار یا میر جملہ بھی تھا اس لئے اس کی نسبت محمد قلی کی تاریخ میں تفصیل سے کچھ لکھنا مناسب نہ ہوگا۔

## میر شاہ میر طباطبا محمد قلی کا خسر اور پہلا میر جملہ

اس کا اصل نام میر شاہ تقی تھا[1]۔ اور اس کی نسبت اس کے ایک ہمعصر علی ابن عزیز اللہ نے (جو احمد نگر کا مشہور مورخ تھا) لکھا ہے:-

"از مشاہیر فضلائے زماں و معارف ظرفائے دوراں بود"[2]

ایک اور جگہ لکھا ہے:-

"از جملہ ندما و فضلاء دوراں بہ بلاغت بیان و طلاقتِ لسان امتیاز تمام داشت"[3]

---

[1] حدیقۃ السلاطین جلد اول صفحہ ۸۶ پر لکھا ہے:- "زبدۂ آل طٰہٰ و یٰسین میر شاہ تقی معروف بہ میر شاہ میر"

[2] برہان ماثر صفحہ ۵۱۴ [3] برہان ماثر صفحہ ۶۷۴۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ عالم و فاضل ہونے کے علاوہ اچھا مقرر، ندیم اور ظریف بھی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سلطان ابراہیم نے اس کو اپنا میر جملہ بنا کر اکثر مہمات سلطنت میں اس سے کام لیا تھا علم و فضل اور آداب مجلس کے علاوہ وہ بہادری اور سپہ سالاری میں بھی ممتاز تھا۔ اور ساتھ ہی وفادار ایسا تھا کہ نازک سے نازک موقعوں پر بھی ابراہیم قطب شاہ کا ساتھ نہ چھوڑا چنانچہ برہان مآثر میں اس کی وفاداری اور رفاقت کا ایک دلچسپ واقعہ درج ہے جس کو مورخ نے شاہ میر ہی کی زبان سے سنا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ ایک وقت جب ابراہیم کی فوج نظام شاہیوں سے شکست کھا کر بھاگ نکلی اور قطب شاہی خیمہ و خرگاہ پر احمد نگر والوں کا قبضہ ہو گیا تو ابراہیم قطب شاہ کو بھی مجبوراً راہ فرار اختیار کرنی پڑی۔ اس وقت شاہ میر کے سوا اور کوئی اس کے ساتھ نہ تھا[1] اور بادشاہ اپنے ملازموں اور دوستوں کی بیوفائی پر بہت تاسف کر رہا تھا۔ اثنائے گفتگو میں اس نے شاہ میر سے کہا:۔

"این گروہ کہ با ما عہد و میثاق را نقض پیمان و نفاق مبدل ساختند آیا شامت خلف ایمان بر روزگار شاں عائد نخواہد شد؟"

شاہ میر نے دلیری سے جواب دیا:۔

حالانکہ آں بما عائد شدہ۔ زود تر خود را ازیں ورطہ بکنار باید کشید۔ مبادا کہ بوخامت آں گرفتار شویم"۔ (برہان مآثر صفحہ ۴۵۲)

[1] چنانچہ شاہ میر کہتا ہے کہ "در روز فرار قطب شاہ از سپاہ ظفر پناہ از جملہ مقربان درگاہ جز من دیگرے با قطب شاہ ہم عنان و ہمراہ نبود" برہان مآثر صفحہ ۴۵۲۔

**شاہ میر کی سفارتیں** اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد جب نظام شاہ اودگیر میں قیام پذیر ہوا تو ابراہیم قطب شاہ نے میر شاہ میر ہی کو سفیر بنا کر اس کے یہاں روانہ کیا تاکہ آیندہ دونوں سلطنتوں میں صلح و اتفاق قایم ہو جائے۔ جب نظام شاہ کو شاہ میر کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ اپنے سرداروں مثلاً چنگیز خاں، خان زماں، جمشید خاں، خداوند خاں، اور بحری خاں وغیرہ کو ساتھ لے کر اپنے لشکر سے باہر آیا اور اس قطب شاہی سفیر سے ملاقات کی۔ آخر کار میر شاہ میر اپنے مقاصد میں کامیاب ہو کر گولکنڈہ واپس ہوا۔[1]

ایک اور دفعہ بھی شاہ میر کو نظام شاہ کی بارگاہ میں سفارت کی خدمت انجام دینی پڑی۔ چنانچہ برہان مآثر میں لکھا ہے کہ جب نظام شاہ بالاپور پہنچا تو ابراہیم قطب شاہ نے شاہ میر کو شاہانہ تحفوں کے ساتھ اس کے یہاں روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ اگر قطب شاہ کی تائید میں نظام شاہ قلعہ بیجاپور پر حملہ کرے گا تو ہر منزل میں پانچ ہزار ہون بطور سفر خرچ کے ادا کئے جائیں گے اور اسی طرح بیجانگر کی طرف سے ساتھ لاکھ ہون نعل بہا کے طور پر دلوائے جائیں گے۔[2]

**شاہ میر کی فتوحات** یہ تو سفارت کی خدمات کا ذکر تھا۔ شاہ میر کی بہادری اور سپہ سالاری کے سلسلے میں صرف اس واقعہ کا ذکر کافی ہے کہ جب ابراہیم قطب شاہ قلعہ کونڈبیر فتح کرنے کے لئے شاہ میر کو روانہ کیا تو اس نے حیدری اور حسینی توپوں سے اس قلعہ پر اتنا سخت حملہ کیا کہ فصیل ٹوٹ گئی

---

[1] برہان مآثر صفحہ ۴۷۶ ۔ [2] برہان مآثر صفحہ ۴۸۳ ۔

اور اسکے بعد ماہ صفر ۹۵۸ھ میں یہ قلعہ قطب شاہیوں کے قبضہ میں آگیا۔ شاہ میر ملتم راج داماد رام راج کو قید کر کے اپنے ساتھ سلطان ابراہیم قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں لے آیا اور عواطف خسروی سے سرفراز ہوا۔[۱] اس کامیابی کے بعد سلطان ابراہیم نے شاہ میر کو نلدرگ کے محاصرہ کے لئے بھیجا۔ اس وقت اس کے ساتھ دس ہزار جرار سواروں کی فوج روانہ کی گئی تھی[۱] اور اس فوج نے شاہ میر کی سرداری میں بڑی دلیری سے دشمن کا مقابلہ کیا چنانچہ نظام شاہی مورخ لکھتا ہے :۔

"دلیران لشکر قطب شاہی درآں روز داد مردی و دلاوری دادہ داستان رستم داستاں را منسوخ ساختند۔ وچند مرتبہ حملہ ہائے مردانہ نیز تفرقہ در صفوف سپاہ کینہ خواہ عادل شاہ انداختند"[۲]

اسی طرح بیجاپوری فوجیں شکست پر شکست کھانے لگیں تو اب انھوں نے اس امر کی کوشش کی کہ نظام شاہیوں اور قطب شاہیوں میں پھوٹ ڈالدی جائے۔ چنانچہ سید مرتضیٰ امیر الامرائے نظام شاہی کو انھوں نے ہموار کر کے قطب شاہی فوج کو دھوکے سے تباہ کرنے کا معاہدہ کرلیا لیکن شاہ میر بھی غافل نہیں تھا۔ اس کو اس خفیہ معاہدے کی اطلاع مل گئی۔ اس نے بھی جوابی کارروائی کی اور فوراً امرائے بیجاپور سے مراسلت شروع کردی اور بہت جلد سید مرتضیٰ کی طرف سے ان کے دل میں شبہات پیدا کردیئے۔ اس کے بعد وہ سیدھا سید مرتضیٰ کے خیمہ میں پہنچا اور خلوت میں لیجا کر اس معاہدہ کا حال دریافت کیا۔ سید مرتضیٰ کو مجبوراً سب باتیں کہنی پڑیں۔

---

[۱] برہان ماثر صفحہ ۵۱۴ [۲] برہان ماثر صفحہ ۵۱۹

اس وقت شاہ میر ہی کی فراست وتدبر تھا جس نے سید مرتضیٰ کو بیجاپوریوں سے دوبارہ تڑوالیا۔ چنانچہ مورخ لکھتا ہے کہ :۔

"چوں سید شاہ میر بحسن تقریر و لطفِ کلام مشہور و معروف خاص وعام بود سوئے تدبیر دشمناں را بعبارات دلپذیر خاطر نشان میر مرتضیٰ نمود و وخامت وندامت عاقبت آں را بدلائل وبراہین مبین ومبرہن ساخت تا سید مرتضیٰ از معاہدۂ اعداء پشیمان گشتہ بہ تجدید عہد وپیمان شاہ میر وقطب شاہ پرداخت"[1]

غرض اُدھر میدان جنگ میں شاہ میر ابراہیم قطب شاہ کی حکمت عملی پر کاربند ہو کر نظام شاہیوں کو اپنے موافق رکھنے کی ترکیبیں کر رہا تھا کہ اِدھر گولکنڈہ میں خود ابراہیم قطب شاہ نے میدان ہستی کو خیرباد کہا۔ اور اس کا دوسرا لڑکا محمد قلی تخت نشین کر دیا گیا۔ اگر ابراہیم کے انتقال کے وقت شاہ میر گولکنڈہ میں موجود رہتا تو کیا تعجب کہ ابراہیم کا بڑا فرزند حسین قلی قطب شاہی تخت وتاج کا مالک ہوتا کیونکہ شاہ میر نے اس کو ولی عہد سلطنت سمجھ کر اپنی لڑکی اس سے منسوب کر دی تھی۔

**شاہ میر کی گولکنڈہ کو واپسی اور محمد قلی سے ملاقات**

بہر حال وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ محمد قلی قطب شاہ نے تخت نشین ہوتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ اپنے باپ کے پرانے رفیق کار، وزیر مطلق اور سپہ سالار میر شاہ میر کے یہاں ابراہیم قلی کے انتقال اور اپنی تخت نشینی کی اطلاع

---

[1] برہان ماثر صفحہ ۵۲۵۔

روانہ کی۔ یہ دونوں خبریں اس بوڑھے مدبر اور میر جملہ کے لئے غیر متوقع تھیں۔ وہ بہت پریشان ہوا۔ چنانچہ علی بن عزیز اللہ طباطبا (جو اس کا دوست تھا اور اس واقعہ کے چند روز بعد ہی اسی میدان جنگ میں شاہ میر سے اس کی دوستی ہوئی تھی) لکھتا ہے کہ:۔

"این خبر در مقام ناندگام نزدیک قلعہ تلدرگ بہ شاہ میر رسیدہ موجب ازدیاد مواد خوف و ہراس گردید" (ب-م صفحہ ۵۲۸)

لیکن شاہ میر بڑا عقلمند اور فریس تھا اس لئے سید مرتضیٰ اور دیگر امرائے نظام شاہی سے موافقت و وفاق کا عہد و پیمان لے کر سیدھا گولکنڈہ کا رخ کیا۔ اور اپنی روانگی سے قبل نظام شاہیوں کی طرف سے میرک معین سبزواری اور خواجہ محمد سمنانی کو مراسم تعزیت اور مبارکباد جلوس ادا کرنے کے لیے روانہ کر دیا۔ اس سفارت سے شاہ میر کا ایک مقصد یہ بھی ہوگا کہ یہ لوگ نئے بادشاہ کو میدان جنگ میں شاہ میر کی اعلیٰ خدمات سے آگاہ کریں۔ بہر حال ان کے پہنچ جانے کے بعد خود شاہ میر بھی گولکنڈہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ حوالی گولکنڈہ میں پہنچا تو محمد قلی قطب شاہ نے تمام خیل و سپاہ کے ساتھ باہر نکل کر اس کا استقبال کیا اور قریب پہنچنے کے بعد گھوڑے سے اتر کر پیادہ چلتا ہوا شاہ میر سے بغل گیر ہوا۔ اس کے بعد جب قلعۂ گولکنڈہ میں داخل ہوئے تو خلعت خاص عنایت کر کے جملہ امور سلطنت کا اس کو مختار یعنی میر جملہ بنا دیا[1] اور ہر معاملے میں اس کی رائے و مشورہ پر عمل کرنے لگا۔

[1] برہان مآثر صفحات ۲۲۸ و ۲۲۹ ۔ تاریخ قطب شاہی ورق ۲۲۷ ب۔

یہ سب اصل میں محمد قلی کی شاہانہ تدبیر و فراست تھی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ شاہ میر فطرتاً حسین قلی کا طرفدار ہے۔ اور اگر اس وقت وہ ناراض ہو جائے تو اس کی بادشاہت میں خلل ڈال سکتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جب شاہ میر نے رائے دی کہ محمد قلی کو بہ نفس نفیس میدان جنگ میں نکلنا چاہئے تو وہ بخوشی گولکنڈہ سے نکل کھڑا ہوا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوگی کہ میدان جنگ میں گولکنڈہ کی بہت بڑی فوج مصروف پیکار تھی اور محمد قلی اپنی اس اہم فوج کی باگ خود اپنے ہی ہاتھ میں لے لینا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس کے باپ کی بھیجی ہوئی یہی فوج اس کی مخالفت اور حسین قلی کی موافقت کے لیے بھی آمادہ کرلی جاسکتی تھی۔

محمد قلی کے محاصرہ نلدرگ اور پھر گولکنڈہ کو واپسی کے حالات پہلے بیان کیے جاچکے ہیں اس سفر میں شاہ میر نے محمد قلی کو اپنا دوست بنانے میں بڑی کامیابی حاصل کی۔ اگرچہ اس کے مخالفین اور خاص کر امرائے بیجاپور نے بہت کوشش کی کہ محمد قلی قطب شاہ اس سے بدظن ہو جائے اور نلدرگ کے محاصرے میں جو ناکامی اور ندامت ہوئی تھی اس کا باعث شاہ میر ہی کو قرار دیا جائے۔

**شاہ میر کی دختر سے شادی**

گولکنڈہ واپس ہونے کے بعد محمد قلی قطب شاہ نے شاہ میر کے ساتھ اپنے تعلقات اور زیادہ استوار کرنے کے لئے اس کی لڑکی سے جو اصل میں اس کے بڑے بھائی حسین قلی سے منسوب تھی ۹۹۱ھ میں بڑی دھوم دھام سے

شادی رچائی۔ نظام شاہی مورخ لکھتا ہے :۔

" قطب شاہ چوں بمستقر سریر سلطنت خود رسیدہ بر مسند کامرانی تکیہ فرمودہ مخدرہ حجلہ عصمت سید شاہ میر راکہ نامزد برادر بزرگش بود خطبہ نمودہ طوے بادشاہانہ ترتیب داد۔ والواے مسرت وحضور برروے آشنا و بیگانہ کشاد" ب۔ م۔ صفحہ ۵۳۵

تاریخ قطب شاہی اور بعد کی تاریخوں میں اس شادی کے تفصیلی واقعات درج ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مہینے تک اس کے جشن منائے گئے۔ اور دعوتیں ہوتی رہیں نجومیوں نے نیک ساعت دیکھ کر عقد نکاح کی تاریخ اور وقت مقرر کیا۔ جس کی بنا پر اصحاب علم وفضل جمع ہوئے اور مجلس نکاح منعقد ہوئی۔ جشن کے اختتام پر بادشاہ نے شادی کی مسرت میں بڑی دریادلی کے ساتھ اعیان وارکان اور جملہ خدم وحشم کو انعام واکرام سے سرفراز کیا اور مقربان خاص کو شاہانہ خلعتیں اور مناصب ارجمند دیکر ان کے اعزاز میں اضافہ کیا۔

**شاہ میر پر عتاب** لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس شادی کے بعد بھی محمد قلی کو شاہ میر کے حرکات وسکنات پر اطمینان نہ ہوا۔ وہ اتنا ہوشیار اور فریس اور با اقتدار تھا کہ محمد قلی اس سے ہمیشہ چوکنا رہتا تھا۔ یوں بھی امیر شاہ میر کے بہت سے مخالف اور حاسد تھے جو برابر اس کی ٹوہ میں لگے ہوے تھے۔ اور بادشاہ کو اس سے بدظن کراتے رہتے تھے۔ آخر کار وہ اپنے مقصد میں اتنے کامیاب ہوگئے کہ بقول صاحب برہان مآثر شاہ میر کی طرف سے ایک جعلی خط امرائے عادل شاہی کے نام

لکھ کر محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں پیش کیا مورخ لکھتا ہے۔

"دریں اثنا جمعے از حساد کہ با میر شاہ میر در مقام عناد بودند فرصت یافتہ در تہیج مادۂ فتنہ و فساد سعی نمودند و مکتوب مزور از زبان شاہ میر با امراء سیاہ عادل شاہ محتوی بر ترغیب و تحریص بمحاربہ و اظہار اتفاق غریباں با ایشاں دریں منازعہ ساختہ بنظر قطب شاہ درآوردند۔ تیر تدبیر ارباب فساد و عناد بہدف مراد رسیدہ دیدن آں کتابت موجب تغیر مزاج قطب شاہ بر شاہ میر کہ رکن اعظم آں دولت بود گردید۔ و بر سبیل استعجال بگرفتن آں سید عدیم المثال مثال دادہ شیوۂ تانی و تامل دراں قضیہ عملی در نیاورد" (ج۔م صفحہ ۵۲۶)

افسوس ہے کہ قطب شاہی تاریخ میں اس جعلی خط کے واقعہ کی طرف کوئی اشارہ بھی نہیں کیا گیا۔ چونکہ برہان مآثر کا مصنف میر شاہ میر کا بہت دوست تھا اس لیے اس کے بیان پر پوری طرح بھروسہ کرنا مشکل ہے جب کہ اس امر کا امکان موجود ہے کہ شاہ میر نے محمد قلی کی کسی بات سے ناراض ہو کر اس کے خلاف امرائے عادل شاہی سے سازباز کرنی چاہی ہو۔ چونکہ وہ اس سے قبل دوسرے حالات میں اسی قسم کی سیاسی چالیں چل چکا تھا اس لیے ممکن ہے کہ اب بھی کوئی ایسی ہی ترکیب کی ہو۔ ورنہ محمد قلی قطب شاہ اپنے خسر اور نقدر میر جملہ کو محض شک و شبہ پر گرفتار کر کے قید نہ کر دیتا۔ اور اگر شاہ میر واقعی بے قصور تھا تو

اس کی گرفتاری کا سبب خود محمد قلی قطب شاہ کی سیاست و تدبر ہوگا۔ یعنی شاید وہ اپنے حریف سلطنت حسین قلی کے قدیم طرفدار کے کھٹکے سے ہمیشہ کے لئے آزاد ہونا چاہتا تھا۔ بہرحال اس اہم واقعہ کا ذمہ دار بادشاہ اور وزیر دونوں میں سے کوئی ایک ضرور تھا محض حاسدوں کی سازش کی وجہ سے محمد قلی ایسا قدم نہ اٹھاتا۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ برہان مآثر کے بیان کے مطابق شاہ میر کی گرفتاری کی خبر سن کر قطب شاہی فوج بددل ہوگئی اور عادل شاہیوں کے مقابلے میں امیر زنبیل کو تنہا چھوڑ کر راہ فرار اختیار کی۔ علی بن عزیز اللہ کے بیان سے تو یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ شاہ میر کے زوال میں دکن کے دیرینہ ملکی اور غیر ملکی جھگڑے کو بھی دخل تھا۔ چونکہ شاہ میر زیادہ تر اجنبیوں اور غریبوں (غیر ملکیوں) کی قدر و منزلت کرتا تھا اس لئے اہل ملک کا اس کے خلاف ہوجانا ضروری تھا۔ اور جب ان کی سیاست کی وجہ سے شاہ میر شکست کھا گیا تو قطب شاہی فوج میں جتنے غیر ملکی لوگ تھے وہ سب برخواستہ خاطر ہوگئے کیونکہ شاہ میر کی حکمت عملی کی وجہ سے قطب شاہی فوجیں ایسے ہی لوگوں سے معمور تھیں چنانچہ مورخ کہتا ہے:۔

"چوں خبر گرفتن شاہ میر صافی ضمیر در لشکر منتشر شد تزلزل در اساس صبر و تحمل غریباں کہ
روے رزمئہ سپاہ قطب شاہ بودند راہ یافتہ پاے ثبات و قرار شاں از جائے برفت
...... چوں اکثر دلیران سپاہ قطب شاہ غریب بودند واز گرفتن میر شاہ میر

پریشان خاطر...... در دفع اعدا سعی نہ نمودند" (ح ب ۔ م ۔ ۵۳۶)

عجیب بات یہ ہے کہ قطب شاہی تاریخیں میر شاہ میر کے انجام سے متعلق خاموش ہیں البتہ تاریخ فرشتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی نے چند ماہ بعد شاہ میر کو معاف کردیا لیکن ایسے شخص کا گولکنڈہ میں رہنا خطرہ سے خالی نہ تھا۔ اس لئے نوجوان بادشاہ نے حکم دیا کہ ضروری مال و اسباب کے ساتھ کشتی میں سوار کرکے شاہ میر کو اصفہان روانہ کردیا جائے جو اس کا وطن تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ شاہ میر سفر کی صعوبت برداشت نہ کرسکا اور کشتی ہی میں بیمار ہوکر انتقال کرگیا۔ فرشتہ کے الفاظ ہیں :۔

"بعد از چند ماہ از سر گناہ او گزشتہ حکم فرمود کہ او را در کشتی سوار کردہ باموال واسباب ضروری با صفہان کہ وطن مالوفش بود روانہ سازند شاہ مرزا در کشتی بیمار شدہ پیش از آنکہ بمنزل مراد رسد فوت شد" فرشتہ مطبع نول کشور ۱۲۸۱ھ جلد دوم صفحہ ۱۷۲۔

میر شاہ میر کی دختر کا جس سے محمد قلی قطب شاہ نے اس تزک و احتشام کے ساتھ شادی کی تھی اور جو اصل میں اس کی ملکہ تھی کوئی حال معلوم نہ ہوسکا۔ تاریخیں اس بارے میں اتنی ساکت ہیں کہ محمد قلی کی حیات میں اس ملکہ کا عدم وجود برابر معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ لڑکی بھی شاہ میر کے ساتھ ایران روانہ کردی گئی ہو۔ کیونکہ محمد قلی تو عام روایت کے مطابق ایام شہزادگی ہی سے بھاگ متی پر فریفتہ تھا۔ اور اس کے والد ابراہیم قلی قطب شاہ نے

بڑی کوشش کی تھی کہ اس کا دل اس باکمال رقاصہ کی طرف سے پلٹ جائے اور ان حسین دوشیزاؤں میں سے کسی پر مائل ہو جائے جو نوجوان شہزادہ کا دل بہلا لینے کی خاطر اس کے محل میں مختلف ممالک سے بلوا کر جمع کر دی گئیں تھیں۔ لیکن محمد قلی تو بقول وجہی اس خیال پر اڑا ہوا تھا کہ ؎

یک ٹھائیں سہیلی مرنا دل دوجے پر نا دہرنا     اُس پیو کوں اپنا کرنا اِس پاپی جیو کوں کھو کر

(یعنی اے سہیلی ایک ہی پر مرنا چاہیئے اور دوسرے کو دل نہ دینا۔ کسی طرح اسی محبوب کو اپنا بنا لینا چاہیئے خواہ اس میں اپنے پاپی جی کو کھو دینا ہی کیوں نہ پڑے)

یہ شعر اس غزل کا ہے جو شاعر نے اپنی مشہور مثنوی قطب مشتری میں محمد قلی کی زبان سے بھاگ متی کے فراق میں کہلوائی تھی۔

**بھاگ متی یا حیدر محل**

غرض بھاگ متی کی موجودگی میں شاہ میر کی دختر کا عروج ناممکن تھا اس لئے یا تو وہ باپ کے ساتھ ایران بھجوا دی گئی تھی یا اگر گولکنڈہ ہی میں رہی تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بہت گمنام زندگی بسر کی۔ کیونکہ اس کی شادی کے پانچ سات سال بعد جب محمد قلی قطب شاہ نے شہر حیدرآباد بسایا تو اس کا نام اپنی اسی قدیم محبوبہ کے نام پر بھاگ نگر رکھا۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس رقاصہ کے ساتھ اس کی محبت چند روزہ نہ تھی۔ بلکہ جب تک وہ زندہ رہی محمد قلی قطب شاہ اس کا

دیوانہ رہا۔ چنانچہ شہر بھاگ نگر کی تعمیر کے چند سال بعد جب اس کو حیدر محل کا خطاب دیا گیا۔ تو اس کی مناسبت سے بھاگ نگر کا نام پہلے حیدر نگر اور پھر شہر حیدر یا حیدر آباد سے بدل دیا گیا۔ محمد قلی قطب شاہ نے اپنے دیوان میں یہ سب نام استعمال کئے ہیں مثلاً

زن قطبا کے ہیں زمول نہیں کس شہر میں ہول اس      لے کر آؤں جو کبھرا ہوئے اس کا شہر حیدر میں

بریاں نظراں تھے اس اسپند آتار و      کہ حیدر نگراں انداں بھرایا

دوسرے شعر میں صاف ظاہر کر دیا ہے کہ حیدر نگر اس کی خاطر امن و اطمینان سے معمور کر دیا گیا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس محبوب کو نظر لگے اس لئے نظر بد سے بچانے اس پر سے سپند آتارو

اسی طرح ایک اور شعر میں کہتا ہے کہ قطب شاہ نے تیری محبت میں جو شہر آباد کیا ہے اسی میں وہ قیام پذیر بھی ہے کیونکہ اس کی نظر میں اس شہر سے بہتر اور پر لطف شہر کوئی اور نہیں ہے

نبی صدقے تجھ نیہہ شہر میں ہے قطب      نہیں کوئی شہر اس شہر تھے الذ

محمد قلی قطب شاہ کی تخت نشینی کے بعد بھی بھاگ متی عرصے تک اپنے قدیم مکان ہی میں قیام پذیر رہی جو ایک چھوٹے سے گاؤں چچلم میں واقع تھا۔ یہ گاؤں اس جگہ آباد تھا جہاں اب چار مینار کہ مسجد مغلپورہ اور مہاراجہ کشن پرشاد کی ڈیوڑھی واقع ہے اسی گاؤں سے ایک ہزار سواروں کے جلوس کے ساتھ وہ محمد قلی کے دربار میں شریک ہونے کے لئے گولکنڈہ جایا کرتی تھی۔ چنانچہ اس کے تزک و احتشام کا ذکر بعض تاریخوں میں نظر سے گزرتا ہے اور بہت سی روایتیں زبانی

سننے میں آتی ہیں لیکن افسوس ہے کہ قطب شاہی تاریخیں اس بارے میں بالکل خاموش ہیں۔ البتہ جیسا کہ ہم نے پہلے بھی بیان کیا ہے محمد قلی قطب شاہ نے اپنے کلام میں اس محبوبہ کی طرف بعض جگہ اشارہ کیا ہے۔

بھاگ متی سے ملنے کے لئے خود محمد قلی بھی اس کے مکان کو جایا کرتا تھا اور اس آمد و رفت کے سلسلے میں بھی موضع چچلم کے اطراف و اکناف کا پُر فضا میدان اس کو اتنا بھایا کہ یہاں ایک عالیشان شہر کی تعمیر کا خیال اس کے دل میں پیدا ہوا، اور جب شہر اور محلاتِ شاہی بن گئے تو اس وقت غالباً بھاگ متی بھی "دولت خانۂ عالی" میں منتقل ہو گئی۔ جس کے ایک آدھ سال بعد ہی اس کے بطن سے شہزادی حیات بخشی بیگم پیدا ہوئی۔ اس وقت یا اس سے قبل ہی شاید جلوہ کے وقت بھاگ متی کو حیدر محل کا خطاب دیا گیا ہوگا۔

ان دو شادیوں کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ نے کئی اور حسینوں کے ساتھ شادیاں کیں اور ہر دفعہ دھوم دھام سے جلوہ، مہندی اور دیگر رسوم منا کر لطف اندوز ہوا۔ ان سب کا تذکرہ محمد قلی کی معشوقاؤں اور اس کے رسم و رواج کے بیانات میں کر دیا گیا ہے۔

**اولاد**

محمد قلی قطب شاہ کو عرصے تک کوئی اولاد نہ ہوئی۔ کسی تاریخ میں اس کی اولاد کی پیدائش یا موت کا تذکرہ نہیں ہے۔ حالانکہ دوسرے بادشاہوں مثلاً ابراہیم قلی قطب شاہ محمد قطب شاہ اور عبداللہ قطب شاہ کے ذکر میں مورخوں نے شہزادوں اور شہزادیوں کی ولادت کا تذکرہ

اور قطعات تاریخی وغیرہ درج کیے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی کو پہلے تو اولاد ہوئی ہی نہیں اور اگر ہوئی بھی تو جلد انتقال کر گئی جس کی وجہ سے خوشی کے جشن منانے اور شاعروں کو مبارکباد پیش کرنے کا موقع نہ ملا۔ اس لئے خود محمد قلی قطب شاہ نے ایک موقعہ پر دعا کی تھی کہ ؎

بار دے میرے جھاڑ کوں یارب　　　پھول پھل ہوئے تا سبھی گلزار

یہ شعر اس کے دیوان میں موجود ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اے خدا میرے درخت زندگی کو باثمر بنا تا کہ اس کی وجہ سے ملک بارونق ہو جائے۔

عجیب بات یہ ہے کہ حیدرآباد کی تعمیر کے بعد اس کی اکلوتی شہزادی حیات بخشی بیگم پیدا ہوئی تھی لیکن مورخوں نے اس واقعہ کا بھی کوئی ذکر نہیں کیا۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہوگی کہ وہ لڑکی تھی اور دوسرے یہ کہ وہ بھاگ متی کے بطن سے پیدا ہوئی تھی جو اس وقت شاہی رقاصہ تھی اور ابھی حیدرمحل کے خطاب سے سرفراز نہ ہوئی ہوگی۔

لیکن مورخوں کے اس سکوت کے باوجود خود محمد قلی قطب شاہ اپنے کلام میں اس امر کا ثبوت چھوڑ گیا ہے کہ اس کے یہاں کسی وقت ایک سے زیادہ بچے موجود تھے چنانچہ وہ کہتا ہے ؎

راکھو تمہارے چھاتول دایم خوشیاں سوں قطب کوں

قطب ہور فرزند قطب کے بندے تمہارے ہیں علیؑ

(یعنی اے علی! قطب شاہ اور اس کے فرزند تمہارے بندے ہیں اس لئے ان کو اپنے سایہ میں خوش وخرم رکھئے۔)

ممکن ہے کہ محمد قلی نے اس شعر میں اپنی دختر حیات بخشی بیگم کے علاوہ اپنے برادر زادہ شہزادہ مرزا محمد سلطان فرزند مرزا محمد امین کو بھی اپنا ہی لڑکا سمجھ کر صیغۂ جمع (یعنی قطب کے فرزند) استعمال کیا ہو۔ یا اس کا بھی امکان ہے کہ جس وقت محمد قلی نے یہ شعر لکھا حیات بخشی بیگم کے علاوہ اور بھی اس کے بچے زندہ ہوں۔

شہزادہ مرزا محمد امین حیدرآباد کی تعمیر کے بعد بروز چہارشنبہ ۲۳ رجب ۱۰۰۱ھ میں پیدا ہوا تھا اور حیات بخشی بیگم اس سے تخمیناً ایک آدھ سال ہی کی چھوٹی ہوگی۔ کیونکہ جب ۱۰۱۲ھ میں ایران کا سفیر حیدرآباد آیا تو اس وقت اس کی عمر دس سال سے کم تھی جب ہی تو شاہ ایران نے اپنے فرزند کے ساتھ شادی کے لئے پیام بھیجا تھا۔ لیکن اس لڑکی کی قسمت میں تو حیدرآباد کی ملکہ بننا اور تین بادشاہوں (یعنی باپ محمد قلی، شوہر سلطان محمد، اور فرزند سلطان عبداللہ) کے زمانے میں حیدرآباد کی سیاست میں دخیل ہونا لکھا تھا۔

## حیات بخشی بیگم کی شادی

غرض حیات بخشی بیگم کی شادی ہوئی تو اس کی عمر پندرہ سال سے زیادہ کی نہ تھی۔ کیونکہ وہ ۱۰۰۱ھ کے بعد پیدا ہوئی تھی اور ۱۰۱۶ھ میں شاہزادہ مرزا محمد سلطان کے ساتھ بیاہ دی گئی۔ اس بیاہ کے کچھ سیاسی اسباب بھی تھے جن کا تذکرہ محمد قلی قطب شاہ کے تدبر و سیاست اور سفیر ایران کی آمد کے سلسلے میں کردیا گیا ہے۔

محمد قلی کی زندگی میں خود اس کی شادی کے علاوہ اتنی بڑی تقریب اور کوئی نہیں منائی گئی۔ اس لئے اس وقت اس نے دل کھول کر اپنی شاہانہ فیاضیوں اور شان و شکوہ کا مظاہرہ کیا۔ اس موقع پر وہ جو بھی اہتمام کرتا کم تھا۔ کیونکہ پہلے تو یہ اس کی اکلوتی اولاد کی شادی تھی اور دوسرے اس کے چہیتے بھتیجے کے ساتھ ہو رہی تھی۔ تیسرے یہ کہ اس زمانے میں شاہ ایران کا ایلچی بھی حیدرآباد میں موجود اور اس تقریب میں مدعو تھا جس کو قطب شاہی شان دکھانا ضروری تھا[1]۔ اور چوتھے یہ کہ شادی کے ساتھ ہی مرزا محمد سلطان کو ولیعہد سلطنت بنانا مقصود تھا۔

یہ تقریب ماہ ربیع الاول میں منائی گئی جس کے لئے پہلے ہی سے حکم دے دیا گیا تھا[2] کہ تمام شہر حیدرآباد کی آئین بندی کی جائے اور محلات شاہی کو آراستہ و پیراستہ کر کے محفل نشاط و شادی کے قابل بنایا جائے۔ غرض پوری تیاریاں ہو جانے کے بعد ایک مہینے تک شاہانہ جشن منائے گئے اور محمد قلی قطب شاہ نے اپنے بے انتہا انعام و اکرام سے خاص و عام دونوں کو شادکام کیا۔ بخششوں اور نوازشوں کا اندازہ صرف اس ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ اس جشن میں امراء و اکابر اور شرفاء و سلحداران کو تیس ہزار[3] خلعت تقسیم کئے گئے تھے۔

---

[1] بعض تاریخوں میں تو لکھا ہے کہ نظام شاہ، عادل شاہ اور عماد شاہ بھی اس تقریب میں شریک تھے۔ محبوب الزمن جلد دوم صفحہ ۸۰۷۔ [2] تاریخ قطب شاہی ورق ۲۶۴ ب۔

[3] بعض تاریخوں میں چالیس ہزار خلعتوں کی تعداد بتائی گئی ہے۔ دربار آصف۔ گلزار دوم صفحہ ۱۹۵۔

جب شادی کی تیاریاں مکمل ہوگئیں تو نجومیوں نے دن تاریخ اور نیک ساعت کا تعین کیا۔ اور علمائے عقد نکاح پڑھایا۔ دلہا اور دلہن پر سے زر و جواہر نثار کئے گئے۔ اس موقع پر شعرا نے مبارک باد کے قصیدے اور تاریخی قطعے بھی پیش کئے تھے جن میں میرک معین سبزواری کا قطعہ بہت مشہور ہوا جو گزشتہ صفحات میں محمد قلی کے تدبر و سیاست اور میرک معین کی سفارت کے بیان میں درج کیا جا چکا ہے۔ مبارکبادیوں کے علاوہ امرا نے شہزادے کی خدمت میں ولیعہدی کی نذریں بھی پیش کیں۔

شادی کے بعد بیٹی اور داماد کے رہنے کے لئے محمد قلی قطب شاہ نے ایک عظیم الشان محل[1] کو پہلے ہی سے آراستہ و پیراستہ کرا لیا تھا۔ چنانچہ جلوہ کے بعد اس شاہی برات کو اسی محل میں بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ اتارا گیا۔ افسوس ہے کہ مورخ نے اس محل کا نام نہیں لکھا۔ لیکن ہمارے خیال میں یہ محل دولت خانۂ عالی کی جانب جنوب اسی جگہ بنایا گیا تھا جہاں اب "محلہ مٹی کا شیر" اور قدیم قطب شاہی مسجد واقع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مسجد حیات بخشی بیگم کے محل میں واقع تھی اور جہاں اب ایام عاشورہ میں مٹی کا شیر اور تعزیہ بٹھایا جاتا ہے اسی جگہ اس محل کا عاشور خانہ تھا۔

حیات بخشی بیگم اپنے شوہر کی وفات ۱۰۳۵ھ تک اسی محل میں قیام پذیر رہی۔ اس اثناء میں جب سلطان محمد نے موجودہ سرور نگر کی جانب مشرق ایک عظیم الشان قلعہ سلطان نگر بنانا شروع کیا تو اس ملکہ نے بھی اپنے لئے اس قلعہ سے آگے ایک محل، مسجد، اور شہر حیات نگر یا حیات آباد

---

[1] حدیقۃ العالم صفحہ ۲۴۷

بنایا تھا جواب تک موجود ہے۔ اسکے فرزند سلطان عبداللہ کے عہد میں حیات بخشی بیگم کا زیادہ تر قیام اسی حیات آباد میں رہتا تھا۔ چنانچہ وہیں اس نے عبداللہ قطب شاہ کی موتراشی کی تقریب بڑی شان و شوکت سے انجام دی تھی۔

عبداللہ قطب شاہ کے آخر عہد میں جب اورنگ زیب نے حیدرآباد پر حملہ کیا تو حیات بخشی بیگم قلعہ گولکنڈہ کے شاہی محلات میں سے اس خاص محل میں قیام پذیر رہی جو اس احاطہ "محلتان" کے بالکل اندرونی حصہ میں واقع ہے اور جس کی چھتیں فتح گولکنڈہ کے بعد خزانوں کی تلاش میں اڑادی گئی تھیں۔ لیکن اس کی دیواروں کے اعلیٰ نقش و نگار اور خوبصورت طاقچے اب بھی باقی ہیں۔

اورنگ زیب سے صلح کرانے میں حیات بخشی بیگم کا بہت بڑا حصہ ہے چنانچہ وہ خود اس سے ملنے کے لئے مغلیہ لشکر میں گئی اور شرائط صلح کے طے کرنے میں مردانہ وار گفتگو کی۔ آخر کار ۱۰۷۸ء میں ۲۸ شعبان شنبہ کے روز محمد قلی قطب شاہ کی اس واحد یادگار نے تقریباً پچھتر سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اسی کے ساتھ اس کے والد سلطان محمد قلی کی عظیم الشان سلطنت کا وقار اور شان و شوکت بھی دفن ہو گئی۔ محمد قلی کا اکلوتا نواسہ سلطان عبداللہ بھی اپنی ماں حیات بخشی بیگم کے انتقال کے صرف پانچ سال بعد ہی ۱۰۸۳ھ میں اس دنیا سے بغیر اولاد نرینہ چھوڑے کوچ کر گیا۔

حیات بخشی بیگم کے بطن سے غالباً دو ہی بچے پیدا ہوئے ایک عبداللہ قطب شاہ جو محمد قلی قطب شاہ کی وفات کے تین برس بعد دوشنبہ ۲۰ شوال ۱۰۲۳ھ میں عالم وجود میں آیا اور دوسری خدیجہ سلطان شہر بانو بیگم جو اپنے بھائی کے دو تین سال بعد پیدا ہوئی اور جکی شادی ۱۰۴۲ھ میں سلطان محمد عادل شاہ والی بیجاپور سے ہوئی۔ خدیجہ سلطان نے بھی اپنی ماں کی طرح طویل عمر پائی۔ یہ بیجاپور میں اپنے فرزند علی عادل شاہ ثانی کے دور میں حاجی بڑے صاحب کے نام سے مشہور و معروف تھی۔

## محمد قلی قطب شاہ کی علالت

محمد قلی قطب شاہ کی اولاد کے مختصر سے تذکرے کے ساتھ خود محمد قلی قطب شاہ کا بیان بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اس عظیم الشان فرمانروا کو اپنے آباد اجداد کے مقابلے میں بہت کم عمر ملی تھی۔ اگرچہ دوسری تمام باتوں میں قدرت نے اس کے ساتھ بڑی فیاضی سے کام لیا۔ قلب و دماغ کی جتنی اعلیٰ قوتیں اس کو عطا کی گئی تھیں اس کے کسی پیشرو کو نصیب نہ ہوئیں، مال و دولت، عیش و عشرت، عروج و اقبال، فتح و کامرانی اور امن و اطمینان جتنا اس کو حاصل ہوا کسی قطب شاہی حکمران کو نہ ملا۔ لیکن ایک ہی شخص کو دنیا کے تمام کمالات اور قدرت کے جملہ عطیئے نہیں بخش دیے جا سکتے۔ یہ قانون فطرت کے خلاف ہے۔ اور محمد قلی کی ذات اس سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کی عیش و عشرت کی زندگی نے اس کی صحت پر بُرا اثر ڈالا اور اس کی رندی و بے باکی نے اس کو اپنی صحت کی طرف سے

ہمیشہ لاپرواہ رکھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کثرت عشرت وشراب نوشی کی وجہ سے کمزور ہو گیا۔ اور کمزوری بیماریوں کی میزبان ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے آباواجداد کے مقابلے میں لاغر اور نحیف نظر آتا ہے۔ اگرچہ تاریخیں اس کی بیماریوں کے تذکرے سے خالی ہیں لیکن اس نے اپنے کلام میں کئی جگہ اپنی علالت کا ذکر کیا ہے اور شفائے کلی نصیب ہونے کیلئے دعائیں کی ہیں۔

کبھی وہ کہتا ہے کہ "اے خدا اپنے نبی کے صدقے میں قطب شاہ پر لطف وکرم کر کے اس کے دکھ درد کو دور کر اور آرام اور شفا بخش"

ایک وقت وہ یہ کہہ کر اپنے دل کو تسلی دے لیتا ہے کہ اے قطب شاہ تجھے کسی اور ذریعہ سے تو شفا ہوتی نظر نہیں آتی اس لئے تو نبی کے لنگر میں لنگر دار بن جا کیونکہ شاید اسی کے طفیل میں تجھ کو ایسی شفا حاصل ہوجائے جو دوسرے علاجوں کے ذریعے سے حاصل کی ہوئی ہزاروں اور لاکھوں شفاؤں کے برابر ہو۔

ایک اور موقع پر وہ حضرت علی کی مدح میں لکھتا ہے کہ اے امیرالمومنین تمہارے اوصاف بیچارے شاعروں کی شاعری کے ذریعے سے کیا ظاہر ہو سکتے ہیں۔ اور میں تو شاعر سے زیادہ تمہارا بندا ہوں تم اپنے کرم سے میرا علاج کرو۔

محمد قلی کے دیوان میں جو غزل سب سے پہلے درج ہے اس میں بھی اس نے اپنی اسی صحت سے محرومی کا بڑی حسرت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ یہ غزل حمد باری تعالیٰ میں لکھی گئی ہے اور اس کے ایک شعر سے

معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اپنی صحت سے ایک گونہ مایوسی ہو چکی تھی اور ہر طرح کی کامگاریوں اور خوشیوں کے باوجود علالت کی وجہ سے وہ اپنی قسمت کو حقیر سمجھنے لگا تھا۔ چنانچہ وہ کہتا ہے ؎

اپن بخت حقیر نکہے کدہیں دل میں نہ کر غم		تجھے دارو ئے صحت سوں شفا جام دیوے گا

یعنی اے محمد قلی تو اپنی اس بدقسمتی کی وجہ سے اپنے دل کو غمزدہ نہ ہونے دے کیونکہ خدا میں بڑی قدرت ہے وہ ضرور داروے صحت بھر کر تجھ کو شفا کا پیالہ پلائے گا۔

اس کے دوسرے شعر یہ ہیں ؎

صدقے نبی کے قطب کوں اپ لطف و میا تھے		دکھ درد بہی دور کر ہور سکھ شفا بخش

نبی لنگر میں لنگر دار ہو کر رہ معانی		کہ لنگرداری میں تج کوں ہزاراں لک شفا ہے

شاعراں بیچارے تیرا وصف کہنے کاں سکیں		میں بندا عاجز ہوں تم دارو کرو درماں سیتی

بیماری کے اسی احساس کی بنا پر وہ بار بار اپنی درازی عمر کی دعا کیا کرتا تھا اس کا کلیات اس قسم کی دعاؤں سے بھرا پڑا ہے۔ اس نے اپنی متعدد نظموں کے آخری شعر صحت و عمر ہی کی دعا کے لئے وقف کر دیے ہیں۔ یہاں نمونے کے طور پر صرف چند شعر درج کئے جاتے ہیں ؎

سدا توں راج کر قطبا انند کا ساج کر قطبا		نبیؐ کا کاج کر قطبا کہ تج بخشا نہارے ہیں

نبیؐ کی دعا تے قیامت تلک تم		گنا دو تیبی کے سو مولو دلاکھاں

صدقے نبیؐ کے قطبا جم جم خوشی انند سوں		لک سال اچھ کہ اس تھے ہے عیش شمع روشن

صدقے نبی کے سور چند رتنا اچھے گگن ۔ پت بیت سوں قطب کرو سو لاکھ سال عید

نبی صدقے قطب لک برس جی توں ۔ کہ تج تھے پاوے نت جیو دان بکرید

سدا جگ میں جیو شہ کر سکل حوراں کیاں سجدہ ۔ ملک آمین کہہ کہہ رب دعا سوں ہت اچائیں

قطب شہ کوں میا کر دیا سو تجتن دائم ۔ حیات ہور بخت و دولت سوں خضر نمنے جلائیں

اباداں کر ملک میرا سو توں ۔ بسا سو توں دے میراں یا سمیع

محمد قطب شہ ہور اس پری کوں ۔ خدا یا رکھو جداں لگ ہیں ستارے

صدقے نبی اعلیٰ محل میں قطب شہ جم جم اچھو ۔ جب لگ اچھے اسمان پر، چند سور زہرہ مشتری

ان متفرق اشعار کے علاوہ ایک مکمل نظم درازی عمر کے لئے دعا کے طور پر لکھی گئی ہے

جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

سجان کے بھومان سوں جیو تمیں راجے سدا ۔ جم جم جیو و پت مت سوں آنند خوشیاں کا سدا

## وفات

آخر وہ روز آہی گیا جس کو دور سے دور تر رکھنے کے لئے محمد قلی قطب شاہ دعائیں مانگا کرتا تھا۔ کثرتِ شراب نوشی کی وجہ سے اس کے جسم کو گھن سا لگ گیا تھا۔ آخر کار ماہ رمضان ۱۰۲۰ھ میں وہ بیمار پڑا۔ اور ڈھائی مہینے[۱] تک بخار کا سلسلہ جاری رہا۔ روز بروز اس میں شدت ہوتی گئی[۲]۔ بادشاہ کی علالت اور نزاکت مزاج کا حال سن کر اس کے میر جملہ

---

[۱] محبوب الزمن جلد دوم صفحہ ۷۴۹۔

[۲] "از سموم حرارت تن بر بستر ناتوانی نہاد" تاریخ ظفرہ صفحہ ۲۱

مرزا محمد امین نے میدان جنگ کا خیال ترک کر کے حیدرآباد کا رخ کیا۔ لیکن محمد قلی تو دنیا ہی کو ترک کر رہا تھا۔ آخری دو روز میں اس کے مرض نے ایسی شدت اختیار کر لی کہ حد درجہ ضعف ہو گیا[1] اور پھر وہ سنبھل نہ سکا۔ غرض ہفتہ کی صبح میں بتاریخ ۱۷ ذیقعدہ ۱۰۲۰ھ اس کی آنکھیں ہمیشہ کے لئے بند ہو گئیں اور وہ صرف ۴۹ سال کی عمر میں دنیا اور اس کی عشرتوں اور کامرانیوں کو اپنا سوگوار چھوڑ گیا۔ تمام ملک اس جواں مرگ بادشاہ کا ماتم کرنے لگا کہ ؎

دریغ آں شہنشاہ ہندوستاں  جم تاج بخش و ممالک ستاں

دریغ آں کہ دیگر نہ بیند سپہر  نظیرش در آئینۂ ماہ و مہر (حدیقۃ العالم صفحہ ۲۶۰)

**قطعات تاریخی** ماثر دکن میں اس کی وفات کی حسب ذیل تاریخ لکھی ہے۔

محمد رفت چوں از دار فانی  وصال آں شہ دیں سال فیاض

ز قطب فضل و فضل عام جستم  دگر بارہ ز عالی جاہ فیاض[2]

قدیم تاریخوں میں یہ قطعۂ تاریخ درج ہے اور اس میں محمد قلی کے تخلص معانی کی بھی رعایت رکھی گئی ہے ؎

ماہِ تمامِ ملک بزیر نقاب شد  آب حیاتِ خلق دریغا سراب شد

سرو ے زبوستانِ معانی فرو شکست  برجے ز آسمانِ مکارم خراب شد[3]

---

[1] "در عرصہ دو روز مرض آنچناں قوی گشت کہ مزاج مبارک بضعف کلی گرائید" حدیقۃ العالم صفحہ ۲۶۰
[2] ماثر دکن صفحہ ۹۱ [3] تاریخ ظفرہ صفحہ ۲۱ و محبوب الزمن جلد دوم صفحہ ۷۴۹ —

علی ابن طیفور نے محمد قلی کی تاریخ وفات اس طرح نکالی تھی ؎

سال تاریخ فوت او جستم — گفت رضواں کہ بادشاہ بہشت[1]

**عمر**

انتقال کے وقت محمد قلی قطب شاہ کی عمر صرف بنتالیس سال دو مہینے کی تھی۔ لیکن تعجب کا مقام ہے کہ اکثر تاریخوں میں اس کی عمر انچاس سال بتائی گئی ہے۔[2] وہ ۱۴ رمضان ۹۷۳ھ کو پیدا ہوا اور سترہ ذیقعدہ ۱۰۲۰ھ کو وفات پائی یعنی ۱۴ رمضان ۹۷۳ھ کو قمری مہینوں کے حساب سے اس لئے بنتالیس سال ختم کئے تھے اور اڑتالیسویں میں قدم رکھا تھا کہ بیمار پڑ گیا۔ شمسی مہینوں یعنی عیسوی یا فصلی سال کے لحاظ سے تو محمد قلی کی عمر وفات کے وقت اور بھی کم قرار پاتی ہے۔ اسی طرح زمانۂ حکومت بھی اکثر تاریخوں میں غلط ہے یعنی تینتیس سال آٹھ ماہ اور اس کی قبر کے کتبے پر اکتیس سال لکھا گیا ہے۔ حالانکہ محمد قلی نے صرف بتیس سال چھ مہینے اور ۲۶ دن حکومت کی۔[3]

---

[1] حدائق السلاطین ورق ۱۴ اب

[2] تاریخ قطب شاہی (۲) حدیقۃ العالم صفحہ ۲۶۰۔ (۳) تاریخ ظفرہ صفحہ ۲۱۔ (۴) گلزار آصفی ۲۹ (۵) تاریخ دکن حصہ دوم سلسلہ آصفیہ صفحہ ۳۲۲۔ (۶) مآثر دکن صفحہ ۹۱۔

[3] کہا جاتا ہے کہ محمد قلی کو شاہی سراپا اور تاج پہنا کر دفن کیا گیا تھا جس کی بنا پر دفینوں اور خزانوں کے بعض شائقین نے تہہ خانے میں اس کی قبر کھولنے کی کوششیں کی تھیں لیکن تعویذ کے نیچے ایسے بڑے بڑے پتھر بٹھائے گئے ہیں جن کا اپنی جگہ سے حرکت کرنا مشکل ہے۔

## محمد قلی کا گنبد

محمد قلی نے شہر حیدر آباد کی سر بفلک عمارتوں کے علاوہ اپنے لئے ایک عالیشان گنبد بھی اپنے آبا و اجداد کے گنبدوں کے قریب بنوا لیا تھا۔ یہ ایک واقعہ ہے کہ جس طرح وہ اپنے خاندان میں سب سے بڑھ کر عظیم المرتبت حکمران تھا اسی طرح اس کا گنبد بھی مقابر سلاطین قطب شاہیہ میں سب سے زیادہ عظیم الشان ہے۔ یہ گنبد جس چبوترے پر واقع ہے وہ زمین سے ۱۳ فٹ ۱۶ انچ بلند ہے۔ اور اس کا ہر ضلع ۲۰۰ فٹ طویل ہے۔ اس چبوترے کے اوپر اور ایک چبوترہ ہے جس کا ہر ضلع ۱۲۶ فٹ ۱۳ انچ طویل ہے۔ اس اوپر کے چبوترے کے درمیان مقبرہ بنایا گیا ہے جس کے بیرونی حصے کا ہر ضلع ۱۷ فٹ ۳ انچ طویل ہے۔ اس کے ستونوں کی بلندی ۲۲ فٹ ہے۔ مآثر دکن میں صفحہ ۹۱ پر اس کی پوری تفصیل درج ہے۔ گنبد میں داخل ہونے کے لئے جنوب و مشرق دونوں طرف دو دروازے ہیں۔ بادشاہ کی اصلی قبر نیچے تہہ خانے میں ہے جہاں تک پہنچنے کے لئے اوپر اور نیچے دونوں طرف سے راستے ہیں۔ دوسرے قطب شاہی بادشاہوں کے تہہ خانے بند ہیں۔ گنبد میں اوپر جو تعویز سنگ سیاہ کا مصفیٰ بنا ہوا ہے اس پر کلمہ، آیت الکرسی، اور درود شریف کے علاوہ حسب ذیل عبارت کندہ ہے:۔

"اعلیحضرت جنت مکانی عرش آشیانی محمد قلی قطب شاہ بن ابراہیم قطب شاہ انار اللہ برہانہما۔"
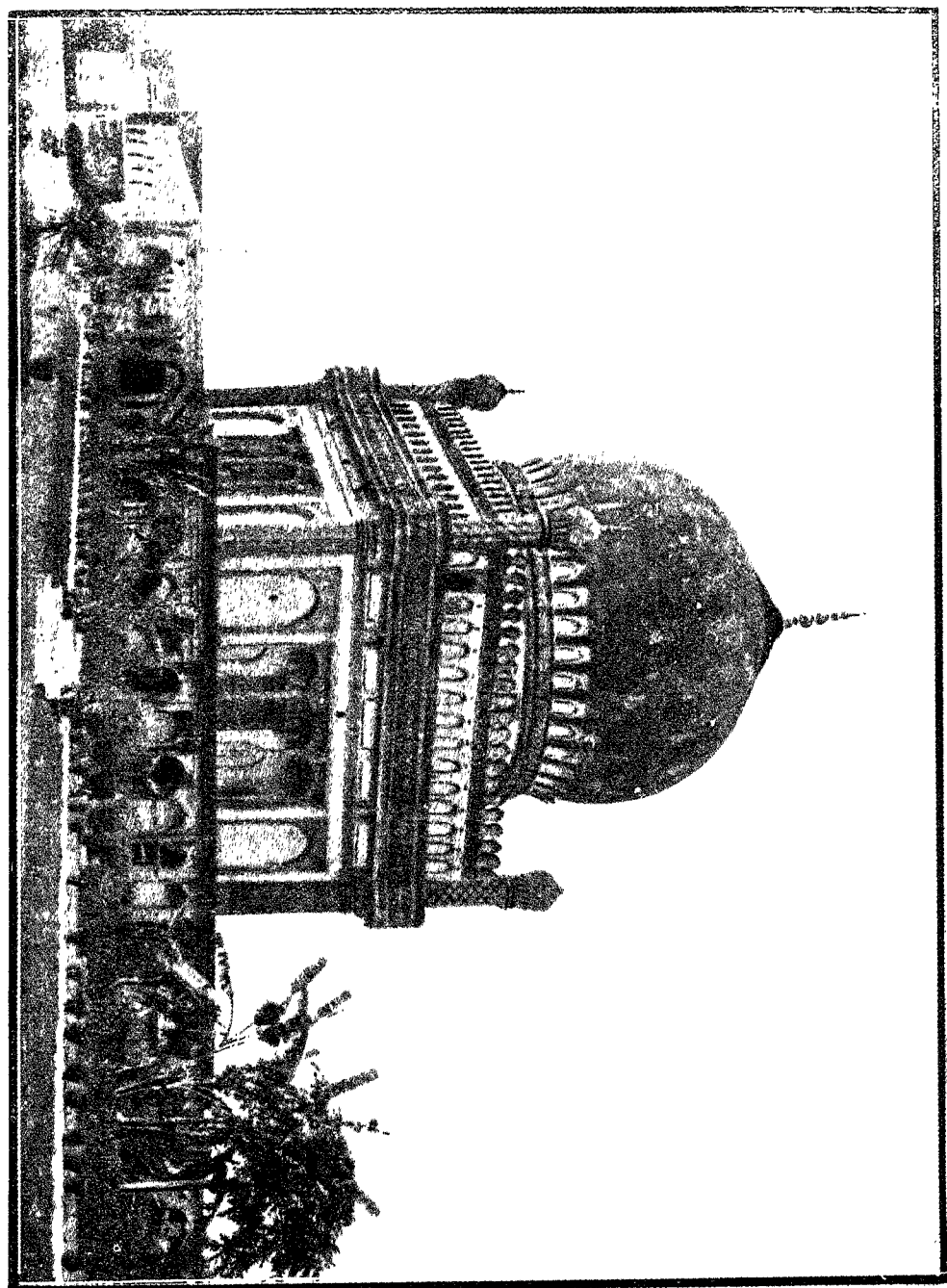
بتاریخ روز شنبہ ہفدہم ماہ ذالقعدۃ الحرام سنہ ۱۰۲۰ھ عشرین و الف ہجری برحمت حق واصل شد ۔

سن شریفش چہل و نہ سال و مدت سلطنتش سی و یک سال رحمۃ اللہ تعالٰی رحمۃً کاملۃً"

یہ کتبہ محمد قلی کے جانشین سلطان محمد قطب شاہ نے لگوایا ہے ۔ لیکن حیرت ہے کہ اس میں محمد قلی قطب شاہ کی عمر اور مدتِ سلطنت دونوں تاریخی نقطۂ نظر سے غلط ہیں کیونکہ ابراہیم قطب شاہ نے ۲۱ ربیع الثانی ۹۸۸ھ میں انتقال کیا اور محمد قلی تخت نشین ہوا ۔ اس طرح ۱۷ ذیقعدہ ۱۰۲۰ھ تک ۳۲ بتیس سال چھ ۶ مہینے چھبیس ۲۶ دن ہوتے ہیں ۔

محمد قلی کا گنبد اس قدر بلند ہے کہ دور دور سے نظر آتا ہے ۔ اس کا چبوترہ نہایت وسیع اور پر فضا ہے ۔ اور دوسرے گنبدوں کی طرح چاروں طرف سے مقبروں اور درختوں سے گھرا ہوا نہیں ہے ۔ بلکہ مشرق کی طرف تو اس سے ملحق کئی فرلانگ تک مسطح میدان واقع ہے جس کی وجہ سے یہ چبوترہ ایک عام تفریح گاہ بن گیا ہے ۔ اور کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ سیر و تفریح کرنے والوں کی ٹولیاں وہاں نہ جمع ہوتی ہوں ۔ واقعہ یہ ہے کہ محمد قلی کے گنبد پر مقبروں جیسی اداسی یا بھیانک پن نظر ہی نہیں آتا ۔

کہا جاتا ہے کہ جب اورنگ زیب نے قلعہ گولکنڈہ پر حملہ کیا تو اس گنبد پر بھی توپیں

چڑھادی تھیں کیونکہ کافی بلند اور وسیع ہونے کی وجہ سے یہ ایک اچھے مورچہ کا کام دے سکتا تھا
اس گنبد کی توپوں کے گولے جب قلعہ میں پہنچنے لگے تو اہل قلعہ نے بھی ان کا جواب دیا مگر جب
محمد قلی کے آخری نام لیوا ابوالحسن تاناشاہ کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے گنبد کو نشانہ بنانے
سے منع کر دیا اور کہا کہ ہم جن کی سلطنت کو بچانے کی کوشش کر رہے ہیں ان کے گنبد کو کیونکر
مسمار کر سکتے ہیں ۔ یہ روایت صحیح ہو یا نہ ہو اتنا ضرور ہے کہ گنبدِ محمد قلی کے اس پہلو پر جو قلعہ
گولکنڈہ کے مقابل ہے شکست و ریخت کے چند نشانات اب تک پائے جاتے ہیں ۔

جب تک قطب شاہی سلطنت باقی رہی محمد قلی کا عرس دھوم دھام سے ہوتا رہا اسکی
قبر کے اطراف روزانہ متعدد حفاظ تلاوت قرآن مجید میں مصروف رہتے تھے ۔ قبر پر اطلسی چادر
اور پھول چڑھائے جاتے تھے ۔ زربفت کا شاہی شامیانہ طلائی ڈنڈوں پر تنا جاتا تھا ۔
روشنی کا ایک عالیشان جھاڑ درمیان میں اور اس کے اطراف کئی چراغ دن رات روشن
رہتے ۔ بادشاہ کی کتابیں رحلوں پر رکھی رہتیں جن میں سے اکثر قرآن اور تفسیر اور دیگر مذہبی
موضوعوں سے متعلق تھیں ۔ گنبد میں چاروں طرف قیمتی قالینوں کا فرش ہوتا ۔ اور اوپر کلس پر
زرین ہلال لگا ہوا تھا جو بادشاہ کے گنبد کی علامت تھی[1] ۔

---

[1] گولکنڈہ کے شاہی مقبروں کے تفصیلی حالات مشہور فرانسیسی سیاح موسیو تھیونو نے اپنے سفرنامے میں
لکھے ہیں ۔ یہ سیاح محمد قلی کی وفات کے پچپن سال بعد حیدرآباد آیا تھا ۔ اس سفرنامہ کا ترجمہ سلسلہ آصفیہ
کی جلد دوم کے طور پر شمس العلما سید علی بلگرامی کی نگرانی میں کیا گیا اور ۱۸۹۷ء میں شائع ہوا تھا ۔

اگرچہ یہ رونق اور اہتمام اب باقی نہیں رہا لیکن گولکنڈہ کے اطراف و اکناف کے گاؤں کے اکثر لوگ زیادہ تر عورتیں ہر سال خاص خاص دنوں میں محمد قلی قطب شاہ کے مقبرے کی زیارت کو جوق در جوق آتے ہیں۔ اور ملیدہ اور جلیبیاں اپنے ساتھ لا کر یہاں فاتحہ دلواتے اور تقسیم کرتے ہیں۔ اس طرح تلنگانہ کے اس مشہور ہیرو، بھاگ متی کے سچے عاشق، اور دکن کے بین قومی تمدن کے بانی کی یاد اب تک تلنگانہ کے غریبوں کے دل میں باقی ہے۔

## محمد قلی کی نیکیاں

دنیا کا یہ عجیب دستور ہے کہ کسی کی وفات کے تذکرے کے ساتھ ہی اس کی خوبیاں یاد آجاتی ہیں۔ محمد قلی قطب شاہ کے بیان کے خاتمے پر بھی تمام مورخوں نے اس کی نیکیوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اور چونکہ ان میں سے بعض کا ذکر ہمارے گزشتہ عنوانات کے تحت نہ آسکا تھا اس لیے ہم بھی یہاں قدیم مورخوں کی تقلید پر مجبور ہیں۔

محمد قلی کی سب سے اہم نیکی اس کی فیاضی اور داد و دہش تھی۔ اس نے اپنی زندگی میں سب سے زیادہ رقم عمارتوں کی تعمیر میں صرف کی۔ چنانچہ ناظر الملک میر ابو طالب جو اس کے دربار کا خاص انجنیر تھا محمد قلی قطب شاہ کی عمارتوں کے اخراجات ستر لاکھ ہون بتاتا ہے جو عہد حاضر کے تقریباً پانچ کروڑ روپیوں کے برابر ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بادشاہ کی ان تعمیری دلچسپیوں کی وجہ سے رعایا کا وہ طبقہ کتنا خوش حال نہ ہو گیا ہو گا جو مزدور پیشہ تھا۔

ہر سال محرم میں محمد قلی قطب شاہ لنگر ائمہ اثنا عشر کے سلسلے میں ساٹھ ہزار ہون[6] خرچ کرتا تھا۔

یہ کثیر رقم مجاوروں اور خادموں کے وظائف اور ایام عاشورہ کے پکوان میں صرف ہوتی تھی۔ ہزارہا غریب اور مفلس لوگ محرم میں خوشحال ہوجاتے اور سال بھر کی مصیبتوں اور تکلیفوں کو بھول جاتے تھے۔ اس طرح اس نے اپنے دورِ حکومت میں صرف محرم کے لنگر میں ایک کروڑ چونتیس لاکھ چالیس ہزار روپے صرف کئے۔ مذکورہ رقم کے علاوہ ایام عاشورہ کے ختم پر مستحقوں اور مسکینوں میں زرعاشوری کے نام سے ہر سال بارہ ہزار ہون تقسیم کردیے جاتے تھے۔ گویا محمد قلی نے زرِ عاشوری کے طور پر چھبیس لاکھ اٹھائیس ہزار روپے غریبوں اور مستحقوں کو عنایت کیے۔

تعمیرِ محرم کے اخراجات کے علاوہ ہر سال ایک لاکھ ہون عید میلاد النبی کے جشن میں بارہ روز کے اندر صرف ہوتے تھے۔ اس عید کے اہتمام اور شان وشوکت کا بیان گزر چکا ہے۔ محمد قلی نے اپنے عہدِ حکومت میں عید میلاد النبی کے انعامات، طعام اور خوشبو وغیرہ کے سلسلے میں مبلغ دو کروڑ چوبیس لاکھ روپے خرچ کئے۔ اور اس کے علاوہ اتنی ہی رقم خیرات اور صدقے کے طور پر مسکینوں اور مستحقوں کو عنایت کی جاتی تھی۔

اس طرح گیارہ کروڑ روپے کا حساب تو تاریخوں میں صاف طور پر درج ہے۔ اس رقم کے علاوہ محمد قلی نے موقع بموقع جو انعامات عطا کئے یا خیرات دی اس کا کوئی اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا یہ معلوم ہے کہ وہ مقاماتِ مقدسہ (مثلاً مکہ، مدینہ، نجف، کربلا، مشہد اور دیگر شہروں) کے غربا اور مجاوروں کے لئے التزام کے ساتھ ہر سال کپڑے اور نقد روپیہ روانہ کیا کرتا تھا۔

خود شہر حیدرآباد میں کوئی حاجتمند ایسا نہ تھا جو محمد قلی کی بارگاہ میں پہنچتا اور بے نیل ومرام واپس ہوتا۔ رعایا میں جس کسی کے یہاں شادی اور ختنہ کی تقریب منائی جاتی اگر وہ بادشاہ کو اس کی اطلاع کراتا تو فوراً انعام واکرام سے سرفراز ہوتا۔ بیرون مملکت سے جو لوگ حیدرآباد آتے ان کو وطن واپس جانے کے لئے کافی رقمیں دیجاتیں اور حسب حیثیت خلعت سے سرفراز کیا جاتا۔

محمد قلی کے عہد میں محصول اجناس کے طور پر دو لاکھ ہون یعنی چودہ لاکھ روپے سالانہ وصول ہوا کرتا تھا اور برہمن اس رقم کی وصولی میں رعایا کے ساتھ بڑی سختی سے پیش آتے تھے اس لئے تخت نشینی کے بعد چند ہی سال کے اندر محمد قلی نے یہ محصول معاف کردیا اور رعایا برہمنوں کے ظلم وستم سے محفوظ ہوگئی۔ اس طرح محمد قلی کی دریا دلی اور رعایا پروری نے حکومت کو تقریباً چار کروڑ روپے کی آمدنی سے محروم کردیا۔

ایک اور خصوصیت یہ بیان کی جاتی ہے کہ محمد قلی نے اپنی تمام زندگی میں کسی کے قتل کا حکم نہیں دیا۔ اور اگر کبھی کوئی ایسا مقدمہ پیش بھی ہوا تو اس کو دارالقضا کے سپرد کردیا تاکہ احکام شرع کے موافق وہاں سے تصفیہ کردیا جائے۔

محمد قلی کے دسترخوان کی بھی بڑی شہرت تھی اور کہا جاتا ہے کہ ہر وقت ایک ہزار آدمی اس کے دسترخوان پر موجود ہوتے اور کسی کو روک ٹوک نہ تھی چنانچہ اکثر مسافر اور سیاح اس شاہی دسترخوان سے فیض یاب ہوتے تھے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ محمد قلی قطب شاہ نے اپنے قلب و دماغ کی غیر معمولی خوبیوں کی وجہ سے تاریخ عالم میں اپنے لئے ایک خاص جگہ پیدا کر لی ہے۔

---

# کلیّاتِ اُردو

محمد قلی قطب شاہ اپنے بعد جو عظیم الشان یادگاریں چھوڑ گیا ان میں سب سے زیادہ اہم اور پائیدار اس کا اردو کلام ہے۔ اس کی بنائی ہوئی پتھر چونے اور اینٹ کی اکثر عمارتیں صفحۂ ہستی سے نابود ہو گئیں۔ صرف حیدرآباد کا چار مینار، جلوخانۂ عالی کی چار کمانیں، بادشاہی عاشورخانہ دارالشفا اور محمد قلی کا گنبد دستبردِ ایام سے بچ گئے۔ لیکن نہ معلوم ان کی عمر بھی اب کتنی رہ گئی ہے اس کا صرف ایک ہی کارنامہ ایسا ہے جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گا اور ہر جگہ کے اہلِ علم اس سے مستفید ہو سکیں گے اور وہ اس کا کلیات ہے۔

یہ گنجینۂ ادب بھی عرصہ تک علم و فضل کے خاص خاص خزانوں ہی میں محفوظ رہا لیکن یہ ایسی چیز نہ تھی کہ ہمیشہ چھپی رہتی۔ اردو ادب کی متوالی آنکھیں ہر وقت اس کی تلاش میں رہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ جس کو یہ متاعِ بیش بہا ہاتھ لگی اس نے اس کو ایسا عزیز رکھا کہ دوسروں کی پرچھائیاں بھی پڑنے نہ دیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ کلیات عوام کی نظروں سے اتنا اوجھل ہو گیا کہ ہر شخص اس کے متعلق عجیب عجیب قیاس آرائی کرنے لگا کسی نے اس کو

برج بھاشا زبان کا کلام قرار دیا اور کوئی اس کو محمد قلی کے سوا کسی اور شاعر معانی کا کلام سمجھتا رہا حالانکہ وہ ٹھیٹ اردو کلام ہے اور خود محمد قلی قطب شاہ کا نتیجہ قلم۔ کیونکہ قطب کے علاوہ محمد قلی کے کئی اور تخلص بھی تھے جن میں معانی سب سے زیادہ اس نے استعمال کیا ہے۔

محمد قلی کا اردو کلام اس کی زندگی میں اور اس کے بعد بھی ہمیشہ مقبول رہا۔ لوگوں کو اس کی نظمیں زبانی یاد تھیں اور اب بھی دیہاتی عورتیں مختلف تقریبوں میں اس کے اشعار گاتی ہیں اس کے علاوہ اس کے کلیات کی کئی نقلیں بھی کی گئی تھیں جو بعد کو ہندوستان کے

**کلیات کے نسخے**

مختلف حصوں میں منتشر ہو گئیں چنانچہ اس وقت تک کلیاتِ محمد قلی کے آٹھ نسخوں کا پتہ چل سکا ہے۔

۱۔ نسخہ کتب خانہ شاہانِ اودھ لکھنو

۲۔ " " ٹیپو سلطان میسور

۳۔ " " ایشیاٹک سوسائٹی بنگال

۴۔ " " آصفیہ حیدرآباد

۵۔ " " نواب سالار جنگ بہادر حیدرآباد

۶۔ " " " " " " "

۷۔ ایک قدیم نسخے کے مختلف اوراق " "

۸۔ نسخہ کتب خانہ آقا حیدر حسن صاحب

ان میں سے موخرالذکر چار نسخے مصنف کے زیر استعمال رہے ہیں۔ ان آٹھوں نسخوں کی تفصیل یہ ہے۔

## ۱۔ نسخہ کتب خانہ شاہانِ اودھ

اس کتب خانہ کی فہرست اسپرنگر نے مرتب کی تھی جو ۱۸۵۴ء میں شایع ہوئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہان اودھ کو جو نسخہ دستیاب ہوا تھا وہ جملہ نیرا سو آٹھ صفحات پر مشتمل تھا۔ جس میں فی صفحہ ۱۴ سطریں تھیں۔ اور جس کی ترتیب حسب ذیل تھی۔

۱۔ مثنویاں ۳۳۶ صفحات۔ فی صفحہ ۱۴ بیتیں۔ جملہ چار ہزار چھ سو چوالیس بیتیں۔

آغاز صفت کوں (کہوں) اس یکتائے سبحان کا — کہ ناطق اپے (خود جو) جن ہے قرآن کا

۲۔ قصیدے۔ ترجیع بند اور مرثیئے۔ ۱۰۰ صفحات

آغاز ع جو بسم اللہ کر مطلع کہیا ہے ذات اس یکتا

۳۔ غزلیں ۸۶۰ صفحات

۴۔ رباعیاں ۱۲ صفحات

آغاز ع دلا منگ خدا کن کہ خدا کام دوے گا۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلیات نامکمل تھا۔ کیونکہ

ا۔ اس میں زیادہ سے زیادہ ۱۸۳۱۲ اشعر ہوں گے بشرطیکہ فی سطر ایک شعر درج ہو۔
حالانکہ سلطان محمد قلی قطب شاہ مرتب کلیاتِ محمد قلی نے پچاس ہزار شعر جمع کئے تھے۔

ب۔ کتب خانۂ آصفیہ میں جو دیوان موجود تھا وہ اٹھارہ سو صفحات پر مشتمل تھا۔

## ۲۔ نسخہ کتب خانہ ٹیپو سلطان

اس کتب خانہ کی فہرست اسٹوارٹ نے مرتب کی تھی۔ یہ نسخہ زوالِ ٹیپو سلطان کے بعد ایسٹ انڈیا آفس کو منتقل کر دیا گیا۔ اس کے متعلق گارساں دتاسی نے اپنی "تاریخ زبان و ادب ہندوستانی و ہندوی" (جلد اول صفحہ ۳۹۸ مطبوعہ ۱۸۷۰ء) میں لکھا ہے کہ یہ ایک ضخیم خوبصورت جلد ہے جو سلطان محمد قطب شاہ کے لیے ۱۰۲۳ھ میں لکھی گئی ہے اس کی ترتیب حسب ذیل ہے

۳۳۶ صفحات مثنویوں کے (۱۴ ابیات فی صفحہ)

۱۰۰ صفحات قصیدوں، ترجیع بندوں، اور مرثیوں کے

۸۶۰ صفحات غزلوں کے

۱۲ صفحات رباعیوں کے

معلوم ہوتا ہے کہ ٹیپو سلطان کا نسخہ اور شاہان اودھ کا نسخہ دونوں بالکل ایک دوسرے کی نقل تھے۔ اور یہ ممکن ہے کہ خود سلطان محمد نے ۱۰۲۲ھ تک جو کچھ کلام جمع کیا تھا اس کے کئی نسخے نقل کرائے تھے تاکہ اپنے چچا کا کلام تلف نہ ہونے پائے۔ لیکن ان نسخوں کی ترتیب کے بعد

وہ خاموش نہ رہا بلکہ اور کلام جمع کرتا رہا یہاں تک کہ ۱۰۲۵ھ میں ایک مکمل کلیات جمع کر کے اپنے خطبہ کے ساتھ مرتب کر لیا جس کا ذکر آگے آئے گا۔

## ۳۔ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کا نسخہ

اس نسخے کا ذکر اسپرنگر کے کٹلاگ مذکورۂ بالا میں ملتا ہے جس میں اس نے لکھا ہے کہ ایشیاٹک سوسائٹی میں اس کلیات کا نمبر ۲۱ ہے اور یہ نہایت عالیشان نسخہ ہے جو مصنف کے جانشین کے لئے ۱۰۲۲ھ میں لکھا گیا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی تفصیل نہیں لکھی۔

ممکن ہے کہ یہ نسخہ بھی متذکرۂ بالا تین نسخوں کے مطابق ہو افسوس ہے کہ اس کے متعلق اور کوئی علم نہ ہو سکا۔

## ۴۔ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد

اس نسخہ پر مولوی عبدالحق صاحب نے ایک تفصیلی مضمون رسالہ اردو بابت ۱۹۲۲ء میں لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اٹھارہ سو صفحوں پر مشتمل تھا اور اس پر خود سلطان محمد قطب شاہ کے دستخط تھے۔ یہی نسخہ اس وقت مکمل ترین سمجھا جا سکتا ہے۔ افسوس ہے کہ یہ اب کتب خانہ آصفیہ میں موجود نہیں ہے۔ اس کے متعلق مولوی عبدالحق صاحب کی تحریر سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:۔

"یہ کلیات ایک نہایت قابل قدر اور نادر نسخہ ہے۔ بڑی تقطیع اور اعلیٰ درجہ کے قدیم کاغذ پر

بخط نسخ بہت خوشخط لکھا ہوا ہے۔ کتاب بہت ضخیم ہے۔ تقریباً اٹھارہ سو صفحے ہوں گے۔ اسے محمد قلی قطب شاہ کے جانشین اور بھتیجے محمد قطب شاہ نے بڑے اہتمام اور خلوص سے ترتیب دیا ہے۔ یہ نسخہ شاہی کتب خانہ کا ہے اور سرورق پر خود محمد قطب شاہ کے قلم کی لکھی ہوئی تحریر ہے ........ ورق کے سرے پر جو عبارت لکھی ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ نسخہ خاص کتب خانۂ شاہی کا ہے ان دو عبارتوں کے درمیان محمد قطب شاہ کی مہر ہے۔ مہر کی تحریر پڑھنا ذرا مشکل ہے ........ کتابت کا سنہ خود قطب شاہ نے اپنی تحریر میں سنہ ۱۰۲۵ھ بتایا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب اورنگ زیب نے حیدرآباد فتح کیا تو شاہی کتب خانے سے بعض کتابیں دوسرے مال غنیمت کے ساتھ دلی چلی گئیں اور وہاں کے شاہی کتب خانہ میں داخل ہو گئیں۔ اور جب دلی پر آفت آئی اور وہاں کا کتب خانہ برباد و غارت ہوا تو یہ کتاب پھرتے پھراتے کلکتہ پہنچی اور کلکتہ سے آخر پھر اپنے اصل مقام یعنی حیدرآباد پہنچ گئی .........

کلیات کے شروع میں سلطان محمد قلی قطب شاہ کے بھتیجے اور جانشین سلطان محمد قطب شاہ نے ایک منظوم دیباچہ لکھا ہے۔ اس دیباچے میں اول اس نے یہ بتایا ہے کہ ان نظموں کو کس ترتیب سے درج کیا گیا ہے یعنی اول مثنویاں، پھر قصیدے، اسکے بعد ترجیع بند، ترجیع بند کے بعد فارسی مرثیے، اس کے بعد دکنی مرثیے، دکنی مرثیوں کے بعد فارسی غزلیں، فارسی غزلوں کے بعد دکنی غزلیں، اور سب سے آخر میں رباعیات"

رسالۂ اردو بابتہ ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۲ء

## ۵۔ کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر

اس کتب خانے میں جو نسخے ہیں ان میں پہلا نہایت قدیم اور شاہی مصور و مطلا نسخہ ہے اور خود سلطان محمد قلی قطب شاہ کی زندگی میں غالباً اسی کے حکم سے لکھایا گیا تھا۔ اس کے سر لوح پر لکھا ہے:۔

دیوان اعلحضرت سلیمانی خلد اللہ ملکہٗ

اس کے علاوہ جگہ جگہ لکھا ہے:۔

ولہٗ ایضاً مدظلہ العالی

اس لحاظ سے یہ نسخہ دوسرے تمام نسخوں سے زیادہ قدیم معتبر اور اہم ہے۔ لیکن یہ بھی مکمل نہیں ہے۔ چند ردیفیں اس میں شامل نہیں ہیں اور جلد بندی کے وقت اس کے صفحوں کو آگے پیچھے کرکے بغیر کسی ترتیب کے جلد بنا دی گئی ہے۔ چونکہ صفحوں پر نمبروں کا اندراج نہ تھا اس لئے بے ترتیبی پیدا ہو گئی زیادہ افسوس اس امر کا ہے کہ سلسلہ کے بعض صفحات کا پتہ نہیں چلتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ درمیان سے تقریباً ہر ردیف کے چند ورق جلد بندی کے وقت چھوٹ گئے۔

اس دیوان میں سلطان محمد قلی نے اکثر جگہ معانی اور صرف چند جگہ قطب یا قطب شہ وغیرہ تخلص استعمال کیا ہے۔ چونکہ معانی تخلص سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ شائد دوسرا شاعر ہو اس لئے یہاں یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ معانی اور قطب ایک ہی شاعر کا تخلص تھا۔

سلطان محمد قلی قطب شاہ کا ابتدائی تخلص معانی تھا۔ بعد کو اس نے قطب یا قطب شہ تخلص کو ترجیح دی۔ اس لئے اس زیر نظر دیوان کی ترتیب کے بعد جو دیوان مرتب ہوئے ان میں ہر جگہ معانی کو نکال کر قطب شہ لکھ دیا گیا ہے۔ اس تبدیلی اور اس کی نوعیت کی بحث اس کتب خانہ کے دوسرے دیوان کے سلسلے میں پیش نظر ہوگی۔

معانی ایک بادشاہ ہی کا تخلص تھا اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اکثر جگہ اس تخلص کے ساتھ بادشاہت اور لوازم شاہی کا ذکر کرتا ہے مثلاً ذیل کے شعر ملاحظہ ہوں:۔

۱۔ جم عیش سوں کر راج سکل جگ میں معانی کیتا ہے ترے دشمناں کا کام خدا تلخ

۲۔ پیوستہ باد با تو معانی عروس عیش قلقل کی صوت بجتی ہے مجلس شہانہ کر

۳۔ اے معانی تیرے رازاں تھے ہوئے آگاہ سب تاج تو رکھ سرا پرا وہ ہے اماماں کا نشاں

۴۔ ہزار شکر الٰہی کا کرتا ہوں ہر دم دمامے فتح کے بجتے معانی شاہ نشاں

۵۔ کہیا تمھاری سیوا معانی کی دولت ہے کہئے کہ تم بھی سیوا برابر شہا کرو

۶۔ فلک قلاب سوں باندھیا ہے سیڑی معانی تو دسے شاہ یگانہ

معانی نے بعض جگہ اپنے نام محمد قلی کی طرف بھی اپنے مقطعوں میں اشارہ کر دیا ہے مثلاً ذیل کے مقطعے ملاحظہ ہوں۔ (واضح ہو کہ محمد قلی کے لفظی معنی غلام محمد کے ہوتے ہیں)

۱۔ تم معانی کے گناہاں کا رقم کرتے ہیں کیوں میں محمد ناوں تھے دو توں جہاں میانے جگیا

۲۔ معانیؔ تج کوں محمد غلامی ہے شاہی    توں غم نہ کر کہ مناجات میں نجات صریح

۳۔ معانیؔ شکر خدا کر نہ کر توں غم ہرگز    نبیؐ کے نانو تھے آتا تجھے خوشی کا سراغ

۴۔ یے سرفرازی بس ہے دو جگ منے معانیؔ    تج سیس پر لکھا ہے اسم محمد اللہ

۵۔ تج تخلص ہے معانیؔ معنی کے گنج سوں بھریا    تو محمد میم تھے پایا دو عالم کا سر پر

معانیؔ نے اپنے قصیدوں میں جہاں کافی وضاحت کی گنجایش ہوتی ہے، اپنی بادشاہت اپنے نام اور اپنے تخلص کو مختلف شعروں میں واضح کر دیا ہے۔ مثلاً عید قرباں کے قصیدے کے حسب ذیل تین شعر قابل ذکر ہیں:۔

تج محمد نانوں تھے سہتا ہے تاج احمدی    وو بزرگی دیکھ پگ پڑتا ہے خاقاں عید کا

بخت و دولت تخت چوپھر چوک جوڑے ہے سدا    اس خوشی سے رات دن گرچے سو ایواں عید کا

اس قصیدے پر معانیؔ عید جم قرباں ہے    نیں کیا ہے آج لگ یوں کوئی درافشاں عید کا

اسی طرح ایک اور قصیدے کے حسب ذیل شعر بھی قابل مطالعہ ہیں جن میں پہلے قطب شہ کا تخلص استعمال کرتا ہے اور آخر یعنی مقطع میں معانیؔ کا:۔

نظر ہے مصطفیٰ ہور مرتضیٰ کا قطب شہ اوپر    کہ دشمن کی پشانی پر لکھے حرف پشیمانی

انوں کے دشمناں اوپر ازل سے لعن واجب ہے    اگر ہوئے سمرقندی، بخارائی و ملتانی

نزاکت شعر کے فن میں خدا بخشیا ہے توں تج کوں    معانیؔ شعر تیرا ہے کہ یا ہے شعر خاقانی

اب چند ایسے شعر پیش کئے جاتے ہیں جن میں محمد قلی نے اپنے نام یا لفظ قطب کے ساتھ لفظ معانی کی قریب ترین شکلیں استعمال کی ہیں مثلاً :۔

اب پچھے گا قطبِ معنی حال کیوں — قبلہ کوں اس کام میں میخانہ کیتا

ہر مکس میں مست ہر یک دھات ہے — قطبِ معنا مست از روزِ الست

مج محمد ناؤں ہے معنی سو بولیا راستی — آؤ خوش یا ناؤ خوش ہے نام مہر آفتاب

آخر میں ہم ایسے مقطعے پیش کر دیتے ہیں جن میں معانی اور قطب دونوں تخلص ساتھ ساتھ استعمال کئے گئے ہیں مثلاً :۔

[illegible]ے قطبِ معانی کہ تیرا قطب خطاب ہے — کر شکر خدا پر کہ قرار ہے سو ستارا

فلک سارے سکل تارے اپن رغبت سوں واس ہیں سب — سدا قطب سعادت کا معانی تج دیا ہے اب

سب دہر نہ کہہ تو قطب معانی کہ عاشق ہوں — اپے حال تیرا طور سوں فریاد کرنا ہے

[illegible] ورد ہے دعا کا کوٹ چو گرد ہے — معانی قطب تجہ بر دہے علی کا حب حصاری ہے

قطب زماں معانی بس کر بڑی کی کہانی — شیطان کی ہے نانی آپس کوں آپ جالی

معانی قطب شہ کس دہر نہ کہہ رمز نہاں پیو کا — کہ ہے جو سترِ مجلس کا سو پچلا حور دستاب

اس تمام بحث کے بعد اب کسی شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ معانی محمد قلی قطب شاہ ہی کا تخلص تھا اور یہ دیوان محمد قلی کا ابتدائی دیوان ہے۔

اس دیوان میں زیادہ تر غزلیں اور مختصر قصیدے درج ہیں جو غزلوں کی شکل میں ردیف وار درج ہیں۔ مثنویاں، ترجیع بند مرثیے اس میں شامل نہیں۔ یہ صرف دیوان ہے۔ کلیات نہیں ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ کلیات بادشاہ کی زندگی میں مرتب ہی نہ ہوا ہو

چونکہ یہ سلطان محمد قلی قطب شاہ کا قدیم ترین دیوان ہے اور خود مصنف کی زندگی میں لکھا گیا ہے اس لئے ہم نے اس کو کلیات کے مقدمے میں یا خود کلیات میں نسخۂ قدیم یا حرف ق سے ظاہر کیا ہے اس میں ۲۴۹ غزلیں، قصیدے اور قطعے درج ہیں اور جملہ تعداد اشعار ۱۹۱۸ ہے۔ یہ دیوان مطلا و مذہب اور مصور ہونے کی وجہ سے بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔

اس دیوان کی تاریخی اہمیت کے پیش نظر ہم اس کی ردیف وار تفصیل اصل ترتیب کے ساتھ مع قافیہ و ردیف یہاں درج کرتے ہیں۔ (نوٹ صرف پہلے شعر یا مطلع کے قافیے اور ردیفیں درج ہیں)

| | | |
|---|---|---|
| (۱) ۳۶ غزلیں وغیرہ - ۳۳۶ اشعار | پایا - بچایا | آسے نا - پاسے نا |
| شتاب تاب تھا - آفتاب تھا | آیا - پایا | پائیا - چھائیا |
| کام دیوے گا - جام دیوے گا | کنعاں غم نہ کھا - گلستاں غم نہ کھا | پیارا - ادھارا |
| پیارا - ہمارا | جاہی کرن سکتا - شاہی کرن سکتا | تمھارا - ستارا |

لگیا - گیا
دپایا - پایا
موتین پیا - روتین پیا
دوا - شفا
دفا - جفا
کنارا - ہمارا
خدا دیتا - نوا دیتا
پیالا - دالا
سیوا - نیوا
سلطاں عید کا - ساماں عید کا
عید کا - امید کا
آیا - سنایا
جاں عید کا - گلستاں عید کا
بن عید کا - دھن عید کا
خوشی کا - عسلی کا

چال کیوں؟ - مے خانہ کیتا
(ناقص الاول)
جام لیبا - مدام لیبا
صبا - بلا
کرتوں؟ - سہایا (ناقص الاول)
یار جانی کا - راز نہانی کا
ستاب تھا - آفتاب تھا
جگت سارا - شرفدارا
یکبارا - ٹھارا
عالم کا - آدم کا
افسانہ کیتا - دیوانہ کیتا

## ب

(١٠ غزلیں وغیرہ - ١٧٨ اشعار)
کیا ہے اب - ساقیا ہے اب
آئے طالب - ولائے طالب
زدرو ستاب - ہورو ستاب

جواب - حجاب
بن میں عجب - گلشن میں عجب
آب - شراب
مستجاب - ثواب
نقاب - باب
شراب - کباب
شراب آلوداب - شاب آلوداب

## ت

(١٦ غزلیں وغیرہ ١٣٥ اشعار)
دولت - بولت
کام دیت - جام دیت
انجمن مست پری مست - گلگن مست پری مست
مست - پرست
لیایا لبنت - آیا لبنت
بہشت کنشت

پرست - دست
مست - بدست
ہات - بھلات
صحبت - قدرت
شکایت - حکایت
رات - بات
کھلیا بسنت - چھڑکیا بسنت
بات - کھلات

## ث

(۸ غزلیں وغیرہ - ۵۶ اشعار)
تنخانہ ہے باعث - میخانہ ہے باعث
کیا حوادث - ہیا حوادث
اچھو وارث - سنو وارث
حارث - وارث
مے غیاث - لے غیاث

مدام بحث - کلام بحث
کھولو حدیث - بولو حدیث
کام عبث - دام عبث

## ج

(۹ غزلیں وغیرہ - ۶۷ اشعار)
نابوج - نابوج
آج - حاج
آج - تاج
جاناں کا احتیاج - رضواں کا احتیاج
آج - کاج
خیال کج - خال کج
بالاں کج - ہلالاں کج
دکھو رنج - نکو رنج
رنج - گنج

## چ

(۲ غزلیں - ۱۵ اشعر)
کچ - رچ
ناچ - پاچ

## ح

(۸ غزلیں وغیرہ ۵۵ اشعار)
مباح - نجاح
سوا صبح - دعا صبح
صبح - قبیح
بات صحیح - مات صریح
صبوح - نصوح
دعائے قدح - برائے قدح
سمن مجروح - تن مجروح
جیا روح - دوا روح

## خ

(۵ غزلیں وغیرہ ۳۶ اشعار)

روے فرخ ۔ موے فرخ
شاخ ۔ سنگلاخ
ڈلنا گستاخ ۔ ہمنا گستاخ
دہن تلخ ۔ سخن تلخ
نوا تلخ ۔ حیا تلخ

د

(۱۱ غزلیں ۔ ۹۱ اشعار)

انند ۔ بلند
کلہ قند ۔ بند بند
ہلال عید ۔ وصال عید
آیا جیوں نواچند ۔ لگایا جیوں نواچند
سنایا عید بکرید ۔ آیا عید بکرید
فریاد ۔ آزاد
بنیاد ۔ فریاد
فریاد ۔ داد
فریاد ۔ افتاد
پدید ۔ عید
درد بیورد

ڈ

(۲۳ غزلیں وغیرہ ۔ ۴۰۸ اشعار)

منور کر ۔ درکر
غدیر ۔ کبیر
یار ۔ دار
یار ۔ دلدار
پرور ۔ سرور
پرکار ۔ یکبار
منور ۔ بھر
اہیر ۔ کبیر
نظر ۔ خبر
اپ کمر ۔ زرکمر
سنگاراں کر ۔ دھاراں کر
پیکر ۔ گھر
بار ۔ زار
باہر ۔ ذاکر
غدیر صغیر
نوبہار ۔ اختیار
نظر ۔ قمر
خانہ کر ۔ بہانہ کر
پیک آیا بہار ۔ جیک آیا بہار
ڈر ۔ گھر
نور ۔ سنپور
آرام پر ۔ جام پر
پور کر ۔ دور کر

ذ

(۴ غزلیں وغیرہ ۔ ۲۷ اشعار)

جانی ہنوز ۔ پہچانی ہنوز

خیز ۔ گلریز

درباز ۔ نماز

جاوداں ہم عید وہم نوروز ۔ عیاں ہم عید وہم نوروز

## س

(۳ غزلیں ۔ ۱۶ اشعار)

پاس ۔ الیاس

کہنا ہوس ۔ سننا ہوس

## ش

(۱ غزل ۔ ۱۹ اشعار)

سرکش ۔ ترکش

## ص

(۱ غزل ۔ ۷ شعر)

خاص ۔ اخلاص

## غ

(۱ غزل ۔ ۹ شعر)

داغ ۔ باغ

## م

(۶ غزلیں وغیرہ ۔ ۵۱ شعر)

بھگادوتم ۔ ہگادوتم

نام ۔ کام

کام ۔ جام

کرم ۔ علم

نام ۔ صیام

دام ۔ نام

## ن

(۲۷ غزلیں وغیرہ ۔ ۲۱۴ شعر)

دورتوں ۔ فغفورتوں

آب سوں ۔ شباب سوں

بستاں ۔ دستاں

غمخور کوں ۔ انور کوں

جاں سو کرتے ہیں ۔ قرباں سو کرتے ہیں

ہندوستاں کوں ۔ ناداں کوں

شکرستاں سوں ۔ راساں سوں

روں روں ۔ گرووں

لے دیں ۔ آبیں

ارغواں ۔ جواں

چمن ۔ یوَن

رتن ۔ جتن

کماں ۔ دستاں

نہالاں سوں ۔ جاناں سوں

نین ۔ سمن

خار اچھیں ۔ سرشار اچھیں

نوراں تئیں ۔ حوراں تئیں

لیا یا بسنت بکریدیوں ۔ بھایا بسنت بکریدیوں
خوشیاں ستیں ۔ نوراں ستیں
یوماں سوں ۔ پرماں سوں
خوشیاں سبھی اس عید میں
نھاٹیاں سبھی اس عید میں
پلاتی سنج کوں ۔ سہاتی سنج کوں
ناداں سوں ۔ تاناں سوں
گاویں ۔ بجادیں
عشرت کیتے ہیں ۔ صحبت کیتے ہیں
ادھار سوں ۔ نادار سوں
اپنے میں ۔ چھپنے میں

و

(۹ غزلیں وغیرہ ۔ ۱۶۷ اشعار)
پیری عجائب سوں ۔ تیری عجائب سوں
نوجواں کرو ۔ جاں کرو
محبوب دکھو ۔ خوب دکھو
بو ۔ مو
کو ۔ تو
سناؤ ۔ پلاؤ
خوشیاں کرو ۔ ہماں کرو
کھاؤ ۔ بجاؤ
گاؤ ۔ بجاؤ

ہ

(۱۰ غزلیں وغیرہ ۔ ۷۷ اشعار)
چروہ ۔ ہردہ
ناہ ۔ گاہ
اللہ ۔ پناہ
آگاہ ۔ گمراہ
دلخواہ ۔ سحرگاہ
آشیانہ ۔ خانہ
نگاہ ۔ درگاہ
آیا برس گانٹھ ۔ لیا یا برس گانٹھ
آیا برس گانٹھ ۔ پایا برس گانٹھ
آیا برس گانٹھ ۔ بھایا برس گانٹھ

ی

(۶۰ غزلیں وغیرہ ۔ ۳۴۴ اشعار)
نکلے ۔ سکلے
بہاری ہے ۔ ساری ہے
کنعاں تھے ۔ بستاں تھے
راتی ۔ بھاتی
میزبانی ۔ شہانی
ٹھکتی کھڑی ۔ ہٹکتی کھڑی
بھرائی ۔ پھرائی
آئی ۔ پلائی
کھلائی ۔ جھلائی

| | | |
|---|---|---|
| ملے ۔ کھلے | بھایادے ۔ سہایادے | جام پی ئے ۔ مدام پی ئے |
| لے ۔ رے | کنکھری ۔ گگری | ناشاد کرتہ ہے ۔ بیداد کرتہ ہے |
| گاتی ہے ۔ سہاتی ہے | ساری ۔ سنگاری | سنگاون جونا اچھے ۔ انگاون جونا اچھے |
| کھڑی ۔ زرزری | باندے ۔ باندے | یار خوش ندیسے ۔ جھار خوش ندیسے |
| آئیا سر نجھے ۔ جھمکائیا سر نجھے | مومناں کا عید ہے ۔ دوستاں کا عید ہے | نیکادے ۔ نیکادے |
| جن پتلی ۔ یوں پتلی | آوے ۔ دکھاوے | گلالی ۔ لالی |
| گری تھے ۔ کری تھے | لیایا ہے ۔ آیا ہے | جھلتے ۔ کھلتے |
| پری ۔ استری | ہمارے ۔ تمارے | دوری ہے ۔ صبوری ہے |
| بھیری ۔ گوری | نماری ۔ واری | علم پکڑے ۔ حشم پکڑے |
| قطب شہ سوں مل رہی ہے اے کوئی | آتی اہے رے ۔ بھاتی آہے رہے | تیری ۔ دیری |
| بھید ہے ۔ خورشید ہے | دکھاتی جگاتی | بدمنے ۔ پدمنے |
| پلاتی ہے ۔ دکھاتی ہے | بناتی اہے ۔ لکھاتی اہے | نگاری لگی دسے ۔ سنگاری لگی دسے |
| ساجے ۔ باجے | بھاوے ۔ جاوے | خاقانی مجھے ۔ سلطانی مجھے |
| کھول ساجے ۔ مدن کے باجے | شوانی ۔ نہانی | مدعا ہے ۔ روا ہے |
| دپائے ۔ پلائے | بہائے جائے ۔ جلائے جائے | قمر ہے ۔ ثمر ہے |

| | | |
|---|---|---|
| کھلاتے ۔ پلاتے | دور کر ساقی ۔ پر نور کر ساقی | سات ہے ۔ دھات ہے |
| نور تھے ۔ پور تھے | دھن کے ۔ من کے | بہانے جائے ۔ جانے جائے |

اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس قدیم ترین دیوان میں حروف ذ ۔ ض ۔ ط ظ ۔ ع ۔ ف ۔ ق ۔ ک ۔ گ اور ل کی ردیفوں میں غزلیں موجود نہیں ہیں ۔ یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ ان ردیفوں میں بادشاہ نے اس وقت تک غزلیں لکھی [illegible] غزلیں درج تھیں اور بعد کو جلد سازی کے وقت تلف ہو گئیں ۔

## کتب خانہ نواب سالارجنگ بہادر کا دوسرا نسخہ

نواب سالارجنگ بہادر کے کتب خانہ کا دوسرا نسخہ بھی شاہی ہے اور بادشاہ کی وفات کے بعد مرتب ہوا ہے اور بہت ممکن ہے کہ سلطان محمد قطب شاہ نے ۱۰۲۲ھ میں جو نسخے مرتب کرائے (اور جو ٹیپو سلطان کے اور دیگر کتب خانوں میں موجود تھے) ان کے ساتھ کا ہو ۔ یہ ناقص الاول ہے اس لئے مثنویاں طویل قصیدے اور ترجیع بند اس میں شامل نہیں ہیں البتہ رباعیات مکمل حالت میں موجود ہیں ۔ ہمارے مرتب کردہ کلیات میں جن جن نظموں کے آخر میں ج لکھا ہے وہ اسی دیوان سے ماخوذ ہیں اور جو غزلیں قدیم دیوان میں نہ مل سکیں وہ اسی سے حاصل ہوئی ہیں ۔ چونکہ اس میں قدیم دیوان کے مرتب ہونے کے بعد کا کلام بھی درج ہے اور مصنف کے جانشین نے اس کو مرتب کیا ہے اس لئے

ہم نے اس کو مقدمہ میں یا کلیات میں نسخہ جدید یا حرف ج سے یاد کیا ہے۔

نسخۂ قدیم اور نسخۂ جدید کا نمایاں فرق یہ ہے کہ پہلے میں شاعر کا تخلص اکثر معانی درج ہے اور دوسرے میں اکثر قطب شاہ۔ اس وجہ سے ابتدا میں یہ خیال ہوا کہ شاید پہلا سلطان محمد قلی کا کلام ہے اور دوسرا سلطان محمد قطب شاہ کا لیکن بعد میں تحقیق سے پتہ چلا کہ دونوں کلام ایک ہی مصنف کے ہیں۔ کیونکہ نہ صرف متعدد نظمیں اور غزلیں دونوں میں مشترک ملیں بلکہ جن مقطعوں میں پہلے دیوان میں معانی درج ہے انہی میں دوسرے دیوان میں قطب شاہ لکھا گیا ہے مثلاً صرف چند مقطعوں کے مصرعے نمونے کے طور پر لکھے جاتے ہیں۔

| جدید دیوان | قدیم دیوان |
|---|---|
| قطب شہ سب شہاں میں ہے شہنشاہی خدا کا | معانی سب شہاں میں ہے شہنشاہی خدا کا |
| قطب شہ شعر ترا تو لکھے ہیں دست بدست | معانی شعر ترا تو لکھے ہیں دست بدست |
| پیا کا حسن قطب شہ ہے جگ میں جیوں اقتار | پیا کا حسن معانی ہے جگ میں جیوں اقتار |
| اے قطب شہ توں چھپا کر کا ہے پیتا ہے شراب | اے معانی توں چھپا کر کا ہے پیتا ہے شراب |
| قطب شہ ترا زرگری کوئی نہ بوجھیں | معانی ترا زرگری کوئی نہ بوجھیں |
| شکر ایزد کر قطب شہ رات دن آنند سوں | شکر ایزد کر معانی رات دن آنند سوں |
| قطب شہ ریا ترک کر خوش اچھیں جم | معانی ریا ترک کر عیش سوں اچھ |

معلوم ہوتا ہے کہ خود سلطان محمد قلی نے آخر کو معانی کی جگہ قطب شہ تخلص کو ترجیح دی تھی اس لئے پہلا دیوان مرتب ہونے کے بعد جو کچھ لکھا وہ اسی تخلص سے لکھا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کی وفات کے بعد سلطان محمد نے اس کا کلام مرتب کرتے وقت ہر جگہ سے معانی نکال کر قطب شہ ڈال دیا ہو۔

یہاں یہ امر بھی واضح ہو جانا چاہئے کہ سلطان محمد قلی بعض وقت دونوں تخلص استعمال کرتا تھا جس کی مثالیں گزشتہ نسخے کے تذکرے میں لکھی جا چکی ہیں ایسے اشعار جن میں دونوں تخلص استعمال کیے گئے ہیں اس نسخہ میں بعینہ موجود ہیں۔

معانی تخلص کے علاوہ سلطان محمد قلی ایک اور تخلص ترکمان بھی لکھا کرتا تھا اور سلطان محمد قطب شاہ نے ترتیب کلیات کے وقت جہاں لفظ معانی کو قطب شاہ سے بدل دیا ترکمان کے تخلص کو بھی متروک کرنے کی کوشش کی ہے چنانچہ قدیم دیوان میں ایک شعر ہے

جا نفقے دار و سکیاں درد کا نیہہ دوا ہوسے ترکماں انکے دست

یہ شعر اس دیوان میں بھی موجود ہے لیکن اس میں لفظ ترکماں موجود نہیں ہے بلکہ مصرعہ ثانی کو یوں بدل دیا گیا ہے ع نیہہ دوا ہوسے نہ ہرگز ان کے دست

دیوان کے ان دونوں نسخوں کے مشترک کلام میں اگرچہ زیادہ اختلاف نہیں ہے تاہم بعض جگہ کافی فرق پیدا ہو گیا ہے۔ ذیل میں ایک غزل درج کی جاتی ہے جس کے اختلاف بطور نمونہ کام دیکھتے ہیں۔

ہم نے کلیات کی ترتیب کے وقت ان اختلافات کو احتیاط کے ساتھ حاشیوں پر یا الفاظ کے نیچے ہی ظاہر کر دیا ہے۔ اس لئے یہاں صرف یہ ایک غزل کافی ہے :۔

| قدیم دیوان | جدید دیوان |
| --- | --- |
| تج شہر کا سو کیا ہے پری بول منج کوں نام | بعینہٖ |
| احرام اس کا باندھوں لگا ہور پکڑوں گا صیام | |
| جن نام و ننگ نابوجھے دو گن د گیان کا | جن نام و ننگ نابوجھے وو کاں دکیان کا |
| کن نابوجھے سو عقل انوں کا سبھی ہے خام | جے نابوجھے سو عقل انوں کا سبھی ہے خام |
| ایسا پلا شراب کہ سب دل تھے جائے دھوئے | بعینہٖ |
| وو نقش کار قوم کریں میرے دل مدام | وہ نقش کا نگار کریں میرے دل مدام |
| انگارہ خاک یاد کیا تج تو جیو دیا | بعینہٖ |
| جب تجے دیکھیا ہوں تو تجے کیا ہوں تجھے سلام | جیو دیکھ اس پہ بھیجیا ہوں توں آپنا سلام |

(اس کے بعد دو شعر بعینہٖ دونوں نسخوں میں درج ہیں)

| قدیم دیوان | جدید دیوان |
| --- | --- |
| دوڑایا ہے عقل جتا اتنا دوڑیا | دوڑایا ہے عقل جتا اتنا دوڑیا |
| دوڑائے ناتو بھی دیوے دشنام میرا کام | بعینہٖ |
| اے پند گو معانی کو کیا پند کہتے ہاں | اے پند گو قطب شہ کوں کیا پند کہتے ہیں |
| اس کام باج آپ پہ کیا ہے سبھی حرام | بعینہٖ |

اس سلسلے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ تبدیلی خود سلطان محمد قلی نے بعد کو اپنے کلام میں پیدا کی یا اس کے بعد اس کے جانشین اور مرتب دیوان سلطان محمد قطب شاہ نے اپنے چچا کے کلام پر نظر ثانی کی۔ چند مثالیں ایسی ہیں جن سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ شائد سلطان محمد نے بعض لفظ بدل دئے ہوں۔ چونکہ وہ چچا کے مقابلے میں زیادہ پابند مذہب اور متقی تھا اور عیش و عشرت

کی طرف مائل نہ تھا اس لئے ممکن ہے ذیل کے مصرعہ میں عیش کو خوشی سے بدل دیا ہے۔

ع معانی ریا ترک کر عیش سوں اچھ کا نسخہ جدید  ع قطب شہ ریا ترک کر خوش اچھیں جم

بعض اشعار میں تبدیلی کی وجہ سے شعر میں کسی نہ کسی طرح کی خوبی پیدا ہوگئی ہے اس قسم کی چند مثالیں درج ذیل ہیں :۔

| جدید دیوان | قدیم دیوان |
|---|---|
| عاشقاں کے شعر جگ میں جگ جگے | (۱) عاشقاں کے شعر تھے جگ مگ اٹھے |
| ان اساساں روشنی ہے آفتاب | ہیری آہ کا اگ جیوں ہے آفتاب |
| (یعنی عاشقوں کے شعر دنیا میں ہمیشہ | (یعنی عاشقوں کے شعر سے چمک اٹھے |
| رہتے ہیں اور ان کی آہوں سے آفتاب کو روشنی ملتی ہے) | کیونکہ میری آہ کی آگ آفتاب کی طرح ہے) |
| نظر تج پہ ہے کیا تماشہ کا حاجت | (۲) نظر تج پہ ہے کیا تماشہ کا حاجت |
| نہیں سبز خط انگے خضر اکا حاجت | نہیں سبز خط آگے چنپا کا حاجت |
| طبیباں کریں تس کوں بالی سوں دارو | (۳) طبیباں کریں منج کوں بالی سوں دارو |
| کہ اس بالی کوں نہیں ہے بالا کا حاجت | کہ بالی ہیں ہو ہن ہے بالا کا حاجت |
| ہمن مدعا مدعی نہ بوجھے کچ | (۴) ہمن مدعا مدعی نہ بوجھے کچ |
| نکو بحث کرنیں ہے غوغا کا حاجت | نکو بحث کرنیں ہے اعدا کا حاجت |

یہ کہا جا چکا ہے کہ ابتدا میں خیال تھا کہ یہ دیوان محمد قطب شاہ کا ہوگا نہ کہ محمد قلی کا اور اسی خیال سے نمائش یوم دلی میں اس کو سلطان محمد کے دیوان کے نام سے پیش کیا گیا اور مطبوعہ فہرست مخطوطات نمائش دلی میں بھی وہ اسی نام سے درج ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔

مندرجہ بالا دلائل کے علاوہ ایک اور دلیل بھی ہے جس کی وجہ سے یہ دیوان محمد قلی ہی کا ثابت ہوتا ہے۔ قلی کے معنی غلام کے ہیں۔ اور محمد قلی سے مراد غلام محمد۔ چنانچہ سلطان محمد قلی نے اپنی اس غلامی پر ہر جگہ فخر کیا ہے۔ اور اپنے اشعار میں صاف صاف محمد قلی لکھنے کی جگہ "غلامِ محمدؐ" یا محمد کا غلام لکھا ہے۔ اگر یہ دیوان سلطان محمد قطب شاہ کا ہوتا تو وہ اس لفظ غلام پر اتنا زور نہ دیتا کیونکہ اس کا نام محمد سلطان مرزا تھا اور لقب سلطان محمد قطب شاہ۔ اس طرح سے اس کے نام یا لقب کو قلی یا غلام کے لفظ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور وہ خاندان قطب شاہیہ کا پہلا بادشاہ ہے جس نے اپنے نام کے آگے قلی کا استعمال نہیں کیا حالانکہ اس کے جملہ پیش روؤں نے اس کا التزام کیا تھا۔ مثلاً محمد قلی، ابراہیم قلی، سبحان قلی، جمشید قلی اور سلطان قلی، سلطان محمد قطب شاہ نے اپنے لقب کے ساتھ لفظ قلی اس لئے استعمال نہیں کیا ہو گا کہ

۱۔ اس کے باپ کا نام محمد امین (ابن ابراہیم قلی قطب شاہ) تھا نہ کہ امین قلی

۲۔ وہ تخت نشینی کے بعد بھی اپنے پیش روؤں کی طرح اپنے نام محمد یا سلطان کے آگے قلی کا لفظ نہیں بڑھا سکتا تھا کیونکہ خود اس کے پیش رو کا نام محمد قلی تھا اور سلطان قلی بانیٔ سلطنت کا نام تھا۔ اور ممکن ہے کہ التباس سے بچنے اور اپنی انفرادیت قائم رکھنے کے لئے اس نے ان دونوں سے علیحدہ لقب اختیار کیا ہو۔ یا چونکہ اس کی والدہ سیدہ تھیں اس لئے خود کو اپنے پیش روؤں سے ممیز کرنے اور اپنے سے ایک نیا سلسلہ شروع کرنے کی خاطر اس نے خود کو بغیر لفظ قلی کے

التزام کے مشہور کیا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اس کے بعد دونوں بادشاہوں (عبداللہ قطب شاہ اور ابوالحسن قطب شاہ) نے بھی قلی کا لفظ استعمال نہیں کیا۔

غرض یہ دیوان محمد قلی ہی کا ہے کیونکہ اس میں جگہ جگہ لفظ قلی کی مناسبت سے محمد کی غلامی پر زور دیا گیا ہے نیز ایک شعر میں شاعر نے اپنا پورا نام بھی لکھ دیا ہے یعنے ؎

سدا ہے داس محمد قلی محمد کا　　علی کی مہر ستی سکھ انند پائے آج

## ۷۔ سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ میں ایک قدیم نسخے کے مختلف اوراق

کلیات محمد قلی پر کام کرنے کے اثنا میں نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانے میں کلیات محمد قلی کے چند اوراق داخل ہوئے جو پہلے دو دیوانوں سے بالکل مختلف تقطیع کے کسی قدیم مطلا و مذہب نسخے کے منتشر اوراق معلوم ہوتے ہیں۔ ان سے چند نئی غزلیں اور مرثیے دستیاب ہوئے اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی کے دیواں کی کئی نقلیں کی گئیں تھیں جو اب تک موجود ہیں۔

## ۸۔ کتب خانہ آغا حیدر حسن صاحب۔

یہ نسخہ حال کا نقل کیا ہوا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر ہی کے پہلے دیوان کی نقل ہے۔ میں آغا صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اپنا نسخہ عرصے تک میرے استعمال کے لئے وقف کر دیا تھا۔

———— ✿ ————

# کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ

## پہلا حصّہ

## نظمیں

# نظموں کی تفصیلی فہرست

(۲۲۰ نظمیں اور ۱۶۳۹ اشعار)

## (۱) حمد (۵ نظمیں - ۱۳۵ اشعار)



## (۲) نعت (۵ نظمیں - ۴۳ اشعار)



نوٹ - ج سے مراد دیوان جدید اور ق سے مراد دیوان قدیم ہے -

## (۳) منقبت (۶ نظمیں ۔ ۴۰ اشعار)



## (۴) مدح حضرت بی بی فاطمہؓ (۲ نظمیں ۔ ۱۴ اشعار)



## (۵) شاعر کا مذہب (۲ نظمیں ۔ ۱۰ اشعار)

## (۶) عید میلاد نبی (۶ نظمیں ۴۵ اشعار)



## (۷) عید بعثت نبی (۵ نظمیں ۔ ۳۷ اشعار)



## (۸) شب معراج (ایک نظم ۔ ۵ شعر)

## (۹) عید سوری (۵ نظمیں - ۳۵ اشعار)



## (۱۰) عید مولود علی (۹ نظمیں - ۶۶ اشعار)

## (۱۱) عیدِ غدیر (۸ نظمیں ۔ ۶۲ شعر)



## (۱۲) شب برات (۱۰ نظمیں ۔ ۷۷ اشعار)

## (۱۳) ہلال عید و عید رمضان (۱۱ نظمیں ۔ ۸۹ اشعار)

## (۱۴) بقر عید (۹ نظمیں۔ ۶۸ اشعار)



## (۱۵) نوروز (۳ نظمیں۔ ۲۱ شعر)

## (۱۶) بسنت (۷ نظمیں - ۵۲ اشعار)



## (۱۷) دوسری عیدیں (۴ نظمیں - ۲۸ اشعار)

## (۱۸) سالگرہ (۱۰ نظمیں - ۸۶ اشعار)



## (۱۹) جلوہ اور دیگر رسوم (۸ نظمیں - ۵۲ اشعار)

## (۲۰) لوازمات شاہی (۶ نظمیں۔ ۵۲ اشعار)



## (۲۲) کھیل (۳ نظمیں۔ ۱۸ اشعار)

## (۲۲) برسات اور سرما (۱۶ نظمیں ۔ ۱۱۴ اشعار)

## (۲۳) محلات شاہی (۶ نظمیں ۵۸ اشعار)



## (۲۴) بارہ پیاریاں (۳۸ نظمیں ۔ ۲۶۱ اشعار)

## (۲۵) دوسری پیاریاں (۱۰ نظمیں - ۴۷ اشعار)

## (۲۶) ناز (۹ نظمیں ۶۶ اشعار)



## (۲۷) نیاز (۶ نظمیں ۴۸ اشعار)

## (۲۸) افسانۂ محبت (۷ نظمیں ۵۱ اشعار)



## (۲۹) متفرق۔ (۴ نظمیں۔ ۲۳ اشعار)

---

چندر سور تیرے نور تھے، نس دن کوں نورانی کیا
چاند سورج سے رات

تیری صفت کن کر سکے، توں آپی میرا ہے جیا
کون تو آپ ہی روح

تج نام منج آرام ہے، منج جیو سو تج نام ہے
تیرا (تجھ) میرا (مجھ) میرا روح تیرا

سب جگ کوں تجہ سوں کام ہے، تج نام جپ مالا ہوا
دنیا سے تیرا

تج یاد میں جگ موہیا، ہے جگ اُپر تیرا میا
تیری دنیا فریفتہ ہے محبت

جو جگ منگے سو توں دیا، توں ہی جگت کا ہے دیا
دنیا مانگے تو

جیتا ہوں تیری آس تھے، آیا ہے رحم آکاس تھے
سے سے

جے کچ منگوں تج پاس تھے، سو ہے سو منج کوں توں دیا
جو کچھ مانگوں تجھ سے مجھے تو

بہوت تِک میا سیتے اپن، دیتا قطب کوں سب دکھن
بہت ہی محبت سے خود ہی

سیسوں نبیؐ کا نت چرن، جب لگ ہے تن میانے جیا
سر پر ہمیشہ قدم تک جسم میں روح

(ج)

(۲)

بندا ہوں گنہ گار خدا میرا گنہ بخش
تج لطف کیرا فیض خدا منج کوں سدا بخش

تج لطف تھے موجود ہوا جیو سبتی بیں
اپ رحم کے نوراں سوں مرے دل کوں جلا بخش

دھریا ہے دو جگ پر توں میا عام و لیکن
اپ مہر کے آدھار سوں منج فیض خدا بخش

منج جیو کے پھل بن کوں کر اپ شوق سوں تازہ
منج نین کے درپن کوں اپس مکھ تھے صفا بخش

یک جیب سوں کرتا ہوں تجے شکر ہزاراں
بھی شکر کرن منج کوں تو توفیق نوا بخش ۱۰

منج بخت کے تارے کوں سدا رکھ توں جھلکتا
منج عیش کے سورج کوں سو دن دن توں ضیا بخش

صدقے نبی کے قطب کوں اپ لطف میا تھے
دکھ درد سبھی دور کر ہور سکھ شفا بخش

اور آرام (ج)

(۳)

کیا موجود اپنے جود تھے منج جان غمخور کوں
دیا ہے جوت اپنے نور تھے موطلع النور کوں

نہ دکھلاؤں کسی جوہر فرد شاں کوں مرا جوہر
دیا حق روشنی سب جوہراں میں میرے جوہر کوں

خضر ہور چشمۂ حیواں ہمیں ہور نینہہ سائیں کا — سو مکھ تھے روشنی پایا خبر کر شاہ خاور کوں
اور ہم اور عشق — رخ سے

اچھوں ..... اچھوں ہیں پاٹ تیرا لطف منج بس ہے — لکھیا تج ناؤں منج تر پر ہزاراں شکر داور کوں
رہوں مجھے — لکھا تیرا نام میرے

کیا تج نینہہ کا بارا منجے چوندھر سو سب حیراں — ہمیں سجدہ کریں دایم ہمارے من کے شہر کوں
تیرے عشق کی ہوا مجھے چاروں طرف — ہم دل

کھلیا ہے سب پھلاں میں آج سر تھے ایک پھل تازا — طرہ اس پھول کا گُندکر رکھیں اب زیب افسر کوں
کھلا پھولوں پھرسے پھول — گوندھ

گیا سب پھول کا نوبت سو اب اس پھول نوبت ہے — سدا رکھ اپ ..... یارب تو اس سروِ صنوبر کوں

صرافاں بیٹھے ہیں صرافی سو اب نینہہ کی دوکاں — ہوے ہیں جال کے پیکے سو دھن تج حسن کے زر کوں ۲۰
عشق — پیسے حسین تیرے سونے

معانی کے سو میلے کپڑے نا دیکھو کہ عاشق ہے — سو کپڑے کاڑ کر دیکھو کہ پکڑیا ہے تمن در کوں
نے — نکال پکڑا تمہارے (ق)

## ( ۴ )

تُہیں جگ کا سامیا یا حفیظ — تُہیں جگ کوں سرجائیا یا حفیظ
توہی دنیا — توہی نے دنیا کو پیدا کیا

جو کوئی ہیں درماندے اُن کوں سدا — تُہیں کرنے ھارا دیا یا حفیظ
کو — توہی والا کرم

ترے دوست کے باٹ کی گرد تھے — دے منج نین کوں توتیا یا حفیظ
راہ سے — میری آنکھ کو سرمہ

جدہاں لگ اہے جیو منج تن منے — جلا منج کوں با حیا یا حفیظ
جب تک ہے روح میرے جسم میں — مجھے

بہو تیک درد مند ہوں منج کھلا — ترے لطف کا مومیا یا حفیظ
بہت ہی — مجھے

جکچ حال تھا سو کھیا ہوں تجے — کھیا مان میرا کھیا یا حفیظ
جو کچھ — تجھے — کہا — کہا

نبیؐ علیؑ قطب بندے پہ جم — لیا دھر میا ہر میا یا حفیظ
ہمیشہ — لا — محبت — (ج)

(۵)

مناجات میرا تو سن یا سمیع — منجے خوش توں رکھ رات دن یا سمیع
مجھے — تو

بھلا کر بھلا منج سوں جو ہوے گا — ۳۰ — برا کر برا منج سوں جن یا سمیع
مجھ سے — مجھ سے

مرے دوستاں کوں توں نت دے جنت — مرے دشمناں کوں اگن یا سمیع
تو ہمیشہ — کو آگ

آباداں کر ملک میرا سو توں — بسا سو توں دے میرا سن یا سمیع

سکل تخت پر میرا یوں تخت کر — انگوٹی پہ جوں ہے نگین یا سمیع
سب کے — اسطرح — انگوٹھی — جسطرح

مرا شہر لوگاں سوں معمور کر — رکھیا جوں توں دریا میں من یا سمیع
لوگوں سے — رکھا جسطرح تو نے

مرادات کا جم ترنگ سار قطب — اوسے سار ہت دے عنین یا سمیع
مرادوں ہمیشہ گھوڑا کی طرح — ہاتھ — باگ — (ج)

تج مکھ اُجنت کے جوت تھے عالم دِنیھارا ہوا — تج دین تھے اسلام لے مومن جگت سارا ہوا

تیرے مُنہ جوت ؍ روشنی سے روشن — تیرے سے عالم

یک لک اسی ہیغمبراں اُپجے جگت میانے ولے — تج پر نبوت ہے ختم سب تجھ توں ہی پیارا ہوا

ایک لاکھ پیدا ہوئے دنیا میں لیکن — تجھ سے

انبر ترنگ زیں چند نوا چابک سر نگ تس بیجلی — سورج کرن پرچم دسے غاشا بدل کا را ہوا

آسمان گھوڑا چاند نیا اسکی بجلی — نظر آئے بادل

توں ڈر کھلا ہے نرملا پاکھر ستارے جھمکنے — محور سہی فتراک جوں توں سوں پھراں ہارا ہوا

دھرتی سُر نگیں فرش کی چوندھر سمد جو جوش ہے — چھپیر پلنگ سات آسماں پنکھا سو تج یارا ہوا ۴۰

زمین چاروں طرف سمندر مثل — تیرا ہوا

جنت کتنے مُرجگ جس سو یک چمن تج باغ کا — کرسی عرش تج گھر انگن ہور لامکاں ٹھارا ہوا

کہتے ہیں عالم — تیرا صحن اور مقام

بہوتیک نبی کے چاؤ سوں کیتی کنڈری بھاؤ سوں — سو تس کنڈوری لون میں سمدر سب کھارا ہوا

بہت ہی سے کرتی — اس نمک تئیں سمندر

باتاں کُہریاں نرملیاں وارِیا جو تیرے ناؤں پر — سو جائے کر آسمان پر ہر یک بچن تارا ہوا

سی پاک وصاف نچھاور کیا نام — جاکر

صدقے نبی حجم راج کر قطب زماں آنند سوں

ہمیشہ اُن جین سے

قدرت تھے کہکش آئے کر دندیاں کے سوآرا ہوا

کیطرف سے کہکشاں اکر دشمنوں کیلئے

(ج)

( ۴ )

اسمِ محمدؐ سے تھے اہے، جگ میں سو خاقانی مجھے
سے　ہے　دنیا

بندہ نبی کا جسم رہے، سہتی ہے سلطانی مجھے
ہمیشہ　ہے　زیب دیتی

شاہاں غروری ٹھاؤں تھے، کرتے ہیں اپنی دھاؤں تے
جگہ سے　سے

مستی مری تج ناؤں تھے، کیستی ہیں دیوانی مجھے
تیرے نام سے　کرتی

سب جگ بھلے ہیں گیان میں، میں نا بھلوں لاہاں ہیں
عالم بھول گئے عقل

لکھے ازل بھوہان ہیں، ہے رازِ پنہانی مجھے

اس ناؤں کی بڑپن جھلک، جُج سر بلندی تا فلک
نام

آکہیں سدا سارے ملک، تو یوسفِ ثانی مجھے
مجھے

کیا ڈر مجھے فرعون کا، ہور سامری افسون کا
اسلئے تب

موسیٰ عصا زیتون کا، ہے تیغِ ربّانی مجھے
اور

بارا جو ہے شبطان میں، سنجر نے قطبا کان میں

۵۰

امید کے گلدان میں، بارا ہے رحمانی مجھے

شاہاں منے بھومان تھے، کرتا بڑائی جان تھے
ہیں بہت سے

اپڑیا علی کے دان تھے، تشریف شاہانی مجھے
حاصل ہوا عنایت سے خلعت

(ق)

(۳)

چاند سورج روشنی پایا تمارے نور تھے
تمہارے سے

آب کوثر کوں شرف تھڈی کے پانی پور تھے
آب ذقن سے

دل پرم جینے تھے دیتا گل صبا کو وصال
محبت کی یاد سے

کیا رضا ہے منج کوں آون یا نہ آؤں دور تھے
مجھ کو

نج نین کی تاب تھے کہہ طور جل سرمہ ہوا
تیری آنکھ سے کوہ

کیوں کمر باندھے بچارا دل تمارے گھور تھے
گھورنا

مکھ تجلی دیکھیا بیداری یا سپنے منے
رخ کی دیکھا سوتے میں

نیر نہہ کا منج پلا تیرے ادھر سمدور تھے
آب عشق مجھے ہونٹ کے سمندر سے

کن طرے کا باس اب باد صبا ہت بھیج منج
کان کے خوشبو کے ہاتھ سے میرے پاس

اس دماغ باورے کوں باس دے مسرور تھے
دیوانے

جم مراداں جام ساقی بھرا چھو نت بزم ہیں
ہمیشہ ہمیشہ

نامراداں کوں مراد جام دے اس جور تھے
سے

دل دریا میں غم کی موجاں آوتی ہیں فوج فوج — عشق کے تجنے اوپر کیا ڈری طوفاں دور تھے

کب کھلے گا مدعا کا پھول دل گلزار میں — ناز جیغے سوں مرے دل کوں ڈگاتی دور تھے

عاشقاں تج باٹ میں بسمل ہوے ہیں بیشمار — عاشق بیچارہ کوں رکھو پیار کے دستور تھے ۶۰

اے صبا توں قول لیا تب ہو و یگا دلکوں قرار — حق پرستی منج رقیباں نا بوجھیں اب زور تھے

دور ہوں فرسنگ در فرسنگ تیرے وصل تھے — میرے دل کا خیال تیرے شیوے بن نا دور تھے

توں سلیمان ثانی ہے تج برج فیروزی و فتح — مشتری پایا شرف تیری نظر منظور تھے

اے معانی رات دن نام محمد ورد کر — تج دعا با مدعا ہے رتبۂ منصور تھے

(دق)

(۴)

دیا بندہ کوں حق نبی کا خطاب — حکم دے، دیا نور جوں ماہتاب

نبی نانو لے کر کسی تھے نہ ڈر — توں رسڑی نمن دے و دندیاں کوں سو تاب

حقیقی پیا سوں مجازی سنتیں — جو نسبت کرے گا تو پاوے عطاب

نہ بھاوے منجے پیو بن ہور کچ
پسند آئے　مجھے پینا کے بغیر اور کچھ

میں نیری ہوں چیری منجے آپ راب
غلام مجھ سے خود کام لے

نہیں پیم میں کوئی شہنشہ مثال
محبت

صحی مانے یہ بات کوں شیخ و شاب
صحیح　اس

پھرے پیم میداں میں وو شہسوار
محبت کے　وہ

سہیلیاں سبھی چوبیں اس کا رکاب

نبی صدقے ہے ترکماں وو اس امام
غلام

ہوا دو جگت تب سوال و جواب
عالم

(ج)

( ۵ )

خدا منج مہر سوں آپی نبی صدقے کیا رافع
مجھے　سے　خود ہی　کے

منجے تخت سلیماں جوں وہی آپی دیا رافع
مجھے　کی طرح　خود ہی

یقیں کر دل میں مانیا ہوں خدا جکوں اپے بیا
مانا　خود

وو ہرگز زیر ہوسے نا کیا جس کوں خدا رافع
سکے نہ　وہ

جو کوئی دل میں محبت دھر کر رہیا ہے ایماں کا

سو اس کا ہست پکڑ کر آپ کرتے مصطفیٰ رافع
ہاتھ　خود

جو کوئی اُن کی محبت سوں غلام اُن کے کوایاہے
کہلایا
مدد اُس مصطفےٰ ہے ہور رہے گا وو صدا رافع
مددگار (سب؟) وہ
نبی کا یک محبت تھا سو بس کر باٹ پڑتا تھا

بزاں کر آپی کینتے ہیں (سب؟) اس کوں ہنما رافع
بعد ازاں خود ہی کرتے
کینک لوگاں سو ہنستے تھے انو کی یک محبت پر
کتنے ایک ان
کینک دل کوں حضوراں کے سو تھے دولت ہوا رافع
کتنے ایک
محب اُن کے جو کوئی ہیں اُن کوں کچ ڈر نئیں ہے اے قطبا
کچھ نہیں
او سے ہم دین و دنیا میں کیا ہے مرتضیٰ رافع

(ج)

# مَنْقَبَت

کہتے ولیاں ہیں شاہ جس سو شہ ہمارے ہیں علیؑ
ولیوں جنکو

پیارے نبیؐ کے جیو کے سوا و پیارے ہیں علیؑ
دل وہ

سورج ولایت گگن کے ہور صاحب سو دنیا دین کے
آسمان اور

جگ کے سنگار ہور عرش کے اپ کو سنوارے ہیں علیؑ
آرائش اور خود

شیر خدا تم ہیں کہکر برحق تمنا مان کر
کہکر سمجھ کر تمکو

سارے ملک تمنا اُپر جیواں سوں وارے ہیں علیؑ
تم پر دل سے

کرنے تمن مولود کی مہمانی سب رضوانیاں
تمہارے

سب لامکاں کیرے مکاں سر تھے سنوارے ہیں علیؑ
کے رے پھر سے

جب تھے ہوا جگ میں تمارا نور پرگٹ چو رُخت
سے دنیا تمہارا ظاہر چاروں طرف

تب تھے سپت گگن جوت پاکر جھلکن ہارے ہیں علیؑ
سے سات آسمان روشنی جھلکنے والے

دیپے من اُن کا جوں گگن دیپے سورج جگتاب سوں
چمکے دل سطح آسمان چمکے سے

جے کوئی تمارا روپ جو من ہیں چتارے ہیں علیؑ
جو تمہارا دل منقش کرلئے

راکھو تماری چھانو تل دایم خوشیاں سوں قطب کوں
رکھو تمہاری کے تلے سے

قطب ہور فرزند قطب کے بندے تمارے ہیں علیؑ
اور تمہارے

(ج)

(۲)

آدھار دے آدھار اب، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
سہارا تجھ

مجکوں سنبھالنہار اب، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
مجھ کوں سنبھالنے والا تیرے بغیر

سب جگ گدا سلطان توں، تو انبراں کا بھان توں
عالم آسمانوں سورج تو

مہراسو پشتیوان توں، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
پشتیبان تو تیرے بغیر

سورج ہے درپن ترا، انبر صحن انگن ترا
سورج آئینہ آسمان

گھر لامکاں مسکن ترا، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
تیرے بغیر

رین دن جیوؤں تج دھیان کر، شاہاں ہیں منج سلطان کر
رات زندہ رہوں تیرا مجھے
مشکل مرا آسان کر، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
تیرے بغیر
کھا نشتراں دل رگ منے، جلتے خوارج اگ منے
(کی) میں میں
منج کوں سو دو نو جگ منے، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
میرے لئے عالم میں
اپ پیار تھے اب جم مجے، غم تے سو کر بے غم مجے
اپنے سے ہمیشہ مجھے سے مجھے
توں ہیں مد دہر دم مجے، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
تو ہی مجھے
بندا قطب شہ داس ہیں، بخشش منگوں تج پاس ہیں
غلام تیرے
پکڑیا ہوں تیری آس ہیں، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
پکڑا تیرے بغیر

(۳)

دو جگ کوں جیو دینے سکے حضرت علیؑ سلطان توں
عالم کو زندگی دے سکتا ہے
یک ہات برسے ذوالفقار، یک ہات برسے دان توں
ہاتھ کرم

کہکش ونڈے سورج علم، اسمان اس کی چھانو سم
کہکشاں ڈنڈا کے برابر

چودہ بہون تج حکم تل جم کرر کا پردھان توں
تیرے

جیو بات سمجن ہار توں، اوتار نور توں ........
دل کی سمجھنے والا

یک ٹھار نہ ہر ٹھار توں، ترلوک کا ایمان توں
جگہ جگہ تینوں عالم

توں سائیں گنونتا مرا، برلیا سبھی چینتا مرا
خواہش لا

سن سیو کا کنتھا مرا، سبحان تھے سبحان توں
کہانی

حضرت نبی دشٹی کرے، دل قطب تت تج سوں دھرے
نظر ہمیشہ تجھ پر رکھتا ہے

نس دن ترا سیوا کرے، حق گیان کا سوکھان توں
رات کی عقل کان (ج)

(۴)

جیو میانے سر وقد کھینچا تمارا یا امیر
دل میں تمہارا

ہات میرے سیس پر رکھ کر کرو سب میں گنبھیر
ہاتھ سر گہرا

تم ہمن ہیں قول کیاں باتاں ہویاں تھیاں رات سب

ہم کی ہوئی تھیں

رات کیاں باتاں صبا نیں، ہیں تمیں روشن ضمیر

کی صبح نہیں تم

بیکس و ناکس ہوں ہیں، کس سے کروں پیریت کی بات

محبت

۱۰۰

میرے روں روں خط کوں پڑتا ہے تمارا دل دبیر

پڑھتا تمہارا

میں چرا کانیں بندا، بندہ ہوں تیرے نیہہ کا

نہیں عشق

طالباں ہیں تم کرو منجکوں حکومت کا وزیر

مجھے

چو کہ کیا دیکھے کہ بائے لعل ادھر پر دانت دنگ

ڈالے ہونٹ

نکلے ہیں یک کھان تھے یاقوت و نیلم بے نظیر

کان سے

تج دیا کرتار جگ ہیں گوہراں کا کھان سب

تجھے خالق

تو ہوئے ہیں سب شہاں روئے زمیں کے تو امیر

تیرے

تج تخلص ہے معانی معنی کے گنج سوں بھریا

تیرا سے بھرا ہوا

تو محمدؐ میم تھے پایا دو عالم کا سریر

اسلئے کے ا سے

(ق)

(۵)

دنیا و دین کا حق سنگار یا علیؑ توں
آرائش تو
سب اولیا کے من کا اسرار یا علیؑ توں

تو
سورج توں تو انبر کا دیوا سو دین گھر کا
تو آسمانوں چراغ (کے)
پیارا سو پیغمبر کا سچ یار یا علیؑ توں
سچا

سب جگ میں نانو تیرا ہے ہے پچھیا نو تیرا
عالم نام
ہر ٹھانو ٹھانو تیرا اوتار یا علیؑ توں

غلماں بشر ہمارے قربان تج پہ سارے
تجھ
سب مدعا ہمارے بر آر یا علیؑ توں
لا

آدھار سا تو کھن کا جیون توں تربھون کا
سہارا آسمان زندگی تو تینوں عالم
ہم پیار ذوالمنن کا لینہار یا علیؑ توں
ہمیشہ لینے والا

برحق ولی توں رب کا صاحب سچا ہے سب کا
معراج کی سو شب کا جھلکا یا علیؑ توں
۱۱۰
قطبا اگن ایا ہے مولود آج تیرا
عشرت انند دے اُن نت آیا یا علیؑ توں

(ج)

(۶)

ہے امیراں کا شہنشہ دو جہاں میں یا اللہ
ہور قبلہ میں نہ جانوں منج کوں ہے تیرا پناہ
میرے دل میں بات نیں کچ بات تج بن اے پیا
منج اوپر سٹ مہر سوں اپ روشنی کا ٹک نگاہ
ہیں غلامِ حیدرِ کرار کر سب جانتے
بادشاہاں کر غروری سو دیکھیں گے ہوں گے کاہ

دشمن ار منج پر کرے گا دشمنی کی جب نظر
(اگر) مجھ
مرتضیٰ کے کھرگ تھے گھر بار اس ہوگا تباہ
تلوار سے (کا)

دھو گناہاں اپنے مصحف کے تلاوت سیتی تو
سے
نج خلاصی تیں کرے حضرت دعائے صبحگاہ
تیری کے لئے (کی)

چڑ ترنگ مغروری کا جولان دے میدان میں
چڑھ کر گھوڑا
دیکھو ٹک چو پھر کہ بیٹھے ہیں تمہارے داد خواہ
ذرا چاروں طرف

گر کریں گے عدل یک ساعت تمیں بر حکم شرع
تم
بے حساب ارزانی ہووے گا تمن کوں بخت وجاہ
تم

سب معانی کے گناہاں بخش اپنے لطف سوں
سے
تیرے در بن مدعا کا در نہیں اے بادشاہ
کے بغیر

(ق)

# مدح حضرت بی بی فاطمہؑ

(۱)

ازل تھے بی بی فاطمہ بھاگ ساجے
(سے) (دکھے)
کہ جلوے دمامے عرش میانے باجے ۱۲۰
(میں بجے)

سُہاگاں کا گل سر ازل تھے بندے ہیں
(گلسر) (سے باندھے)
کہ داؤنی کا پُھندنا او باہاں پہ ساجے
(ان بازوؤں پر)

بی بی فاطمہؓ تائیں اسمان منجے
(کے لئے)
کہ ناداں گگن کے تو لکھ سال گاجے
(آواز) (لاکھ)

اُچائے عرش چو کی بی بی کے تائیں
(اُٹھائے) (لئے)
کہ حضرت بی بیؓ ہیں بیبیاں سیں تاجے
(بیبیوں کے سرتاج)

بی بیؓ ناؤں پر سب ہی قربان ہیں
(کے نام)
جگت کے شہاں ہیں توں کر راج راجے
(عالم) (بادشاہوں) (اے راجہ)

بی بیؓ فاطمہ عرش کے تاج ہیں
اُنن نور تھے حور جنت کی لاجے
(اُن کے) (سے) (شرمائے)

قطب شہ نبیؐ داس نن پن تھے ہے
(کا غلام) (بچپن) (سے)

نواؤ ناؤں کے دھاک تھے دند ے بھاجے
(اس نام) (رعب سے) (دشمن بھاگے)

## (۲)

گرد گھر بند سب گھرے گھر کرنے انند برسانی — فاطمہ بی بی دیئے تشریف مج جم جم تہھانی
(خلعت مجھے)

بخت اتوں کے ہیں بڑے الحمدللہ شکر کر — چاک نا ہوئے تیوں اسپند کرے ہند نشانی
(ان — نہ اس لئے)

قدرتی پھولاں کا سہرا باندے ہیں تج سیس اوپر — دیکھ مالیاں ہات جوڑے نیں ہیں اپھل یو نشانی
(باندھے تیرے سر پر — دیکھکر ہاتھ کہ نہیں یہ پھول)

چاند سورج کے حمائل قرص سہتے ہیں نورانی — ۱۳۰ — مادے منڈپ جوت تاریاں سوں ہے سچلا آسمانی
(تاروں سے سچا)

عاشقاں مل عاشقی سوں سب نوے غمزے دکھاویں — ساقیاں پھراؤ تم مجلس منے مے ارغوانی
(سے نئے — میں)

پاتراں نوے ناؤ کے غمزے دکھاویں گھنگرو میں — تال دھماری گاو نا منڈے دھکاری شادمانی
(طوائف)

بادشاہاں کرتے ہیں اپ مال اُپر جگ میں بڑائی
(اپنے پر)

مج محمدؐ ناؤں تھے ہے تاج و دولت خسروانی
(مجھے کے نام سے)

# شاعر کا مذہب

دو جگ منے منج کوں اہے کرتار معاذ
میں مجھے ہے خالق

بندا ہوں اُسی کا وہی ہر ٹھار معاذ
جگہ

امت ہوں محمدؐ کا کروں شکر خدا

تو ہے منج جسم احمد مختار معاذ
اسلئے مجھے ہمیشہ

پایا ہوں ملک کوٹ اُن پیار تھے میں
قلعہ ان کے سے

منج کوں ہے سدا حیدرؑ کرار معاذ
میرے لیے

پنجتنؑ کا منجے داس کیا پیار تھے حق
مجھے غلام سے

پنجتنؑ ہیں ازل تھے منجے ہر بار معاذ
سے میرے لئے

اللہ محمدؐ علیؑ ہور بارہ ۱۲ امام
اور

یو سب اہیں قطبا کے سو آپار معاذ
یہ ہیں اوپر

(۲)

محمدؐ دین قایم ہے ہندو بھاراں بھگاوو تم
سیاہی کفر کی بھانو اجالا جگ مگاوو تم

اجالے دین میں فوجاں جو آویں داٹ کر غم کی
(حملہ کر کے)
توحیدا کی کٹاریاں سوں ہیاں ان کا چراوو تم
(سے دل چیر دو)

پیے جے ساقی کوثر کے ہت تھے جام کوثر کا
(جو ہاتھ سے)
سدا حضرت کیسر ایر مال شاہاں میں گواوو تم

۱۴۰

کھلے ہیں بخت دروازے نبیؐ کے داس پن تھے منج
(غلامی سے میرے لئے)
محباں دوستاں سارے طبل نصرت بجاوو تم

محمدؐ کی غلامی مج اہے سب دیس ارزانی
(مجھے ہے دن)
گھرے گھر پاتراں نٹوے انداں سوں نچاوو تم
(طوائف خوشی سے)

عید میلاد نبی

فرشتے سرگ ساتوں کوں ستاریاں سوں سنوارے ہیں

جنت ساتوں ستاروں سے سنوارے

شہ دنیا و دیں کے تئیں عرش کرسی سنگارے ہیں

لئے

مگر مولود ہے شہ کا عرش اوپر طبل کاجے

شاید

مراداں پاؤنے سارے جگت ہاتاں پسارے ہیں

پانے کے لئے ہاتھ پھیلائے

خوشیاں تھے جگ سمائے نیں سو اپنے پیرہن میانے

سے نہیں میں

ترہ جگ آپنا تن من شہنشہ پر نسارے ہیں

تین نثار کئے

محمد قطب شہ غازی کرے مولود بھو چھند سوں

سے بہت

تو اس کی عمر و دولت تیں دعا صف صف ہو ٹھارے ہیں

کے لئے ہو کے

ملک ہور جن نسب کرتے دعا شہ کا صدق سیتے

اور سے

دنیا ہور دین میں ایسا سو شہ نیں کر پکارے ہیں

نہیں ہے اور

صدق ...... کارمی آپ اچھا پاتا تو دو جگ میں
بلند کیا نام
طبق نوراں کے لے حوراں سو شہ پر تھے نثارے ہیں

نبی صدقے گنا ہے ترکماں آج میزوانی ۱۵۰
میزبانی

علی صدقے سے دو جگ میں بلند اس کے تارے ہیں
(ج)

(۲)

درود لاک اس نبی پر جو نرجن رب کے پیارے ہیں
درود لاکھ
جو فیروزی ہماڑیاں تو جن کے تئیں سنگارے ہیں
(نو آسمان) جن کی خاطر

اتن دن مولود آئے خوش خبر قدسی لیا ئے خوش
ان کے
پھرا مولود گنا ئے خوش جنت آٹو سنوارے ہیں
گائے آٹھوں

فلک سرپائی مخمل کئے ملک درزیاں سوتاداں لیے

شفق کی گوٹ لالے نے منڈپ نوری ...... ہیں

چندر غواص ہو آیا، گگن سمندر بھیتر دھایا
چاند آسمان سمندر میں

نبیؐ پروارنے لیایا، ڈھلک موتیاں سو تارے ہیں
لایا

سُورج افشان گر ہو کر، نبیؐ مندھر دواراں پر
سورج کے مکان کے دروازوں

زر افشانی کیا یکسر، سو جگ میں جھلکارے ہیں

جنت حوراں ہویاں یک ول، نبیؐ مندھر جو ندھر ل
ہوئیں کے یہاں چاروں طرف سے جمع ہوکر

سُگند بالاں سوں اپنے کھل کہ جھاڑانگن نگارے ہیں
خوشبودار بالوں سے کھول کر جھاڑ کر صحن کو سنوارے ہیں

ہرے جھاڑاں جو ہارے ہو پتاں پاچے طبق لے بھر

سو بھر شبنم جواہر سو نبیؐ کے دار ٹھارے ہیں
دروازہ پر رکھے

جگت سب جگمگا یا بھی خوشیاں کا غل اُچایا بھی
عالم پھر اٹھایا پھر

اُجالا دین پایا بھی، تو بھا نگے کفر اندھارے ہیں
پھر

سدا توں راج کر قطبا، انند کا ساج کر قطبا

نبیؐ کا کلج کر قطبا کہ تج بخشا نہارے ہیں
تقریب تجھے بخشانے والے

(ج)

(۳)

خلایق اس دنیا خاطر کیا پیدا جگت سارا ۱۶۰ یقیں مانو سکل دن میں یہی دن ہے شرف دارا

اسی مولود کی خاطر سکل کا فرقت کیتا ازل دن تھے نبیؐ کا نور کیتا عرش پر ٹھارا

تولد کی خبر سن کر طبل باجے عرش اوپر حلے نوری بہشتیاں نئیں پہنائے خوب چو سارا

صفت و نکی امت ہم تم زباں آکہہ سکتے تا جگ فلک بھیں کیے دو پار ہوئیں تو بھی ہیچ جو کہ دشوارا

دیا میراں دو عالم کا اپن ہت میں جگت سارا کیا راز نہاں ظاہر ہوا اصل معمارا

گنہگاراں چھڑاون ہار کا مولود اس دن ہے فقیر و شاہ سب ملکر کرو دکھ عرض یکبارا

محمد قطب تج متک لکھے ہیں داس پیغمبر تو شاہاں کے تاریاں میں تمن نور ہے سرج سارا

(ق)

(۴)

حضرت نبیؐ مولود تھی سر تھے نوی لیا یا انند تو اس مبارک دیس تھے ترلوک سب پایا انند

گھر گھر بدھاوا کاج ہے بہو ساج سوں دن آج کے سب جگ اپر بادل ہو کر جو ندیر تھے چھایا انند

خوش ہو خوشی ہنستی اہے ہور عیش متوالا ہوا
عشرت لگیا ات ناچنے آلا ب جب گایا انند

جیسے انند منگتے انجے اُس تھے آلے لاک لاک
کرتار اپنے پیار تھے ہمناں کوں دکھلایا انند ۱۷۰

جھاڑاں چمن کے آج مت جھولیاں سو جھلتے ہور
لالے کے پیالے بھر مگر بدبا و پیلایا انند

مقصود کے غنچے مرے مولود تھے پھل پھل ہوئے
امید کی برہانت کا جھڑ پر سو جھولایا انند

قسمت کرنہارا اپن جس دیس تھے قسمت کیا
اُس دیس تھے اے قطب شہ تقسیم تج آیا انند

(۵)

نبیؐ مولود خوشیاں تھے ہوی دل کی بہاراں خوش
عشق خوشیاں و شادی تھے ہوے ہیں روزگاراں خوش
مبارک منج اچھو اے عید ہور مولودِ پیغمبر
ملے ہیں قطب سوں بارہ اماماں ہور نگاراں خوش
کریں عیداں خوشیاں عشرت ولے اس عید سم ناویں
علیؑ مستی کے جولاں تھے ہوئے ہیں شہسواراں خوش

عشق کی سرفرازی اُس کے گیسوں تھے پنچیا ہے
سے
تو اس کے ہاتھ تھے اُبجے محبت کے نگاراں خوش
پہنچ نکلے
تجھے ............ چاند کہوں یا کیا کہوں تج کوں
ہمن دل تخت پر بیٹھا ہے نت نت روزگاراں خوش
تجھ
جو کوئی تج یاد عشقاں سوں رکھے سر سجدہ یک چِت سوں
ہملے کے
اُسے دو نوں جگت میا لے سرا ہے افتخاراں خوش
تیری دل سے
عشق کی آرسی اوپر غباراں کد نکو یا رب
میں
اوسی کی آرزو تھے دام میں ہیں گلعذاراں خوش
کبھی نہوں
عشق مولود میں پیالے دیو شرطاں سوں بھر بھر کر
سے
پلا منج یاد کی مستی نہیں ہے منج خماراں خوش
سے
ملے میں خوب عیدئہ ہور خوب بازہ ہور خوب پیرت منج
مجھے
ہمن میانے ان میانے پرت کی ہے لیاراں خوش
اور محبت ہم
ہم میں ان بیں محبت لہراں

۱۸۰

خدا کا چھانوں ہے منج پر تو منج ہے فر یزدانی
سایہ مجھ
نبیؐ صدقے قطب آگے رکھیں سر گنہگاراں خوش
کے آگے
(ج)

(۶)

گناے نبیؐ کے جو مولود انندآں
گوائے خوشی سے
ہمایوں محمد قطب شہ ترکماں

سنوارے جگت سب جنت جوں چرت سوں
جنت کی طرح سے
نگارے سو بازار قصراں محلاں

سنگار آویں حوراں نمن ہر طرف تھے
(سرکے) حوروں کی طرح سے
مرصع میں ڈب سر تھے بک لوری ناراں
ڈوب سر سے پا تک

منڈپ تل ہوا کے سو ہاوے نچے آویں
شامیانہ کے نیچے سے
پرم مدی لک چھند سوں شاہ پریاں
محبت کی شراب لاکھ سے

سو دھن جو بناں رت کنچن کراں جوں
نازنین کے (گڑھ) کی طرح
سو چک دیسی کچ دکھ ہو ویں جگ کے حیراں
ذرا پستاں دیکھ کر

سو ہنس کو یلاں جیو کریں تحفہ اپنے
دل
سو ہنس لکھ ہنسلیاں کے دیکھ چھندبنداں
غشوہ و ناز

تخت پر جو شہ بیس راے جگت سب
بیٹھ کر
دیکھت چتر سرمائی شہ کا جوں آسماں ۱۹۰
دیکھ کر مثل

دھریں سب ذکی وقت یو شہ کوں سنرہیں
زمین پر
ہرے لال برداں کے ہر یک ملوکاں

جب آشہ ملوکاں سوں مجلس بھرادیں — کھڑے ہوئیں دو رست جوڑ ہت ہند و راجاں

بادشاہوں سے — دونوں طرف — ہاتھ

بدخشی لعل حوض خالے ہیں بھر — اجت جوت جوں جام و شیشے بھی رخشاں

عجب نہیں جو ہے ناؤں سن کر ڈھلے کھم — لے پیالے اوپی پیالے ہے پیتے مستاں

کا نام — بہت

دیکھن شہ بزم کی تماشا رواں ہو — ملک لک لک افلاک تھے آویں شاداں

دیکھنے کیلئے — لاکھ لاکھ

دیکھنت شہ کی عشرت دعا کر کویں تب — گو رات دن قطب شہ نت انداں

دیکھکر کہویں — بسر کرو — ہمیشہ چین سے

نبی کے دعا تھے قیامت تلگ تم — گناؤ نبی کے سو مولود لاکھاں

کرم سے — گواؤ — لاکھوں

(نج)

عید بعثت نبی

(۱)

خوشیاں کرو موالیاں مبعث رسول آیا
بہو دھاتاں انند سوں عیشاں سنگات لیایا

اول برات روزی روزِ ید (ہے) فیروز
اس بعد عید قرباں جس تھے دو جگ اکھایا

شاہاں میں رتبہ عالی قطبِ شہے موالی
مبعث رسول عالی چھند بند سوں کنایا ۲۰۰

اس شاہ کی سو دوراں دنیا و دیں کوں رجھا
خوانِ خلیلی احساں اپ عہد میں کھایا

اللہ رضا سوں جگ میں سو ہیں تو انداں
غم کا نشاں کسی کوں جیتا ڈھونڈ یا نہ پایا

مبعوث کی خوشیاں تھے حوراں کئے جو خوشیاں
جنت کی خوشبویاں تھے دو جگ مگ مگایا

صدقے نبیؐ تر کماں جم راج کرتوں عیشاں
شاہ علیؐ نبیؐ تھے منگ تج شہی ولایا

(۲)

آیا ہے وقت سر تھے مبعوث مصطفےٰ کا
پایا ہے نور ادک بھی عالم سکل خدا کا

چھایا ہے حق کی رحمت کے چھاؤں دو جہاں میں
بھایا ہے دو جہاں کوں جہانو حق عطا کا

لیائے ہیں وحی جبرئیل حق کے حبیب کوں تب — اقرا کہ توں ہے خاتم سالم سو انبیا کا
(کے پاس) (جملہ)

پیغمبری تخت پر بیسے ہیں جب پیمبر — تب پگ لگے نو انبر ان شمس و الضحیٰ کا
(بیٹھے) (قدم) (آسمان)

عالم ہوا ہے خرم فردوس باغ کی سم — من جیو سدا ہے بے غم اب شاہ ہور گدا کا
(برابر) (دل) (روح) (اور)

انبر ہوا منور درپن نمن ہوا دھر — ہوے سور چند کے سر پر تارا ہر اک سما کا ۲۱۰
(آسمان) (آئینہ کے مانند) (زمانہ) (سورج) (چاند)

قطبا بندا ہے تیرا دو جگ میں یا محمد — دایم نظر رکھ اُس پر اپنا ادک دیا کا
(بندہ) (زیادہ کرم)

(ج)

( ۳ )

مصطفےٰ ؐ ا بعثت خوشیاں کے عید کا ہے دیس آج
(دن)

صدقے حضرت شیعہ کرتے ہیں گھرے گھر عیش کاج
(کے)

حق رضا سیتی خبر لے آئیا ہے جبرئیل
(کی) (سے) (آیا)

سب نبیاں کے میانے دیئے ہیں تمن تئیں آج راج
(درمیان) (تمہیں)

عرش پایا ہے تمن پنج گوہراں تھے روشنی
(تمہارے) (سے)

نیں فرشتیاں کوں رضا صلوات بھیجیں تمنے باج
(کو) (اجازت کہ) (تمہارے علاوہ)

پیارسوں حضرت کہے بیٹھو اچھی کر جبرئیل
سے کہہ کر
تب کہے خدمت تمن کرنے تھے پاؤں گا رواج
تمہاری سے
مسجداں کوں باندکر بت خانہ کے سب بت تڑا
کو بناکر توڑکر
مصطفیٰ ہور مرتضیٰ کے بانگ تھے پایا دیں رواج
اور اذاں سے
جبرئیل لے آئے سواپ دوستاں کو کئے خبر
اپنے کہے
جے قبولے نور پائے نا قبولاں مکھ سو واج
جو
دن ازل تھے مرتضیٰ کو کیتے ہیں نائب تمن
روزِ ازل سے کرتے تمہارے
ذوالفقار اب کافراں کو مار کر لیو خراج
سے
نا سکے جبریل کچ کہنے تمارے وصف کوں
نہ کچھ تمہارے کو
بندہ خدمت میں چو کیا کر سب بنداں میں پکڑیا لاج
چوک کیا (بھول گیا) بندوں شرمندہ ہوا
دو جہاں میں حق حبیب اپنا مین تیں مانیا
تم کو مانا
قطب شہ مسکین کو دیو ہت پکڑ شاہاں میں تاج
ہاتھ پکڑ کر

۲۲۰

(ج)

( ۴ )

نبی مبعوث بھی آکر کیا ہے سب جہاں روشن
بھر
ہوا اس دن کے نوراں تھے مکاں ہور لامکاں روشن
سے اور

عجب دن ہور گھڑی ہے اے نہیں ہی کوئی دن اس سم
اور یہ کے برابر
کہ اس دن تھے گگن پر سور مکھ ہے ہرزماں روشن
کی وجہ سے آسمان سورج کا چہرہ

ہوا ہے آشکارا دین و ایماں آج کے دن تھے
سے
کیا ہے فیض اس دن کا سکل امت کا جاں روشن
سب

نبیؐ کے نور تھے روشن ہوئے ہیں عرش ہور کرسی
سے اور
انن نوراں تھے ہیں چند، سور، تارے آسماں روشن
ان کے سے چاند سورج

ہمارے ہیں نبیؐ سرتاج سارے انبیا کے تو
تب
نین اس نور تھے کیتے ہیں سب پیغمبراں روشن
آنکھیں سے کرتے

نبی مبعث جو کوئی کیتا ہے یک چت ہور یک دل سوں
(کرتا (مناتا) یکسوئی اور سے)

سو اُس کے دل اوپر ہوتا ہے طہٰ کا بیاں روشن

نبی صدقے کہیا ہے قطب مبعث کا غزل رنگیں
(کہا)

کہ اُس کی ناز کی ہور روشنی تھے ہے جہاں روشن
(اور سے)

(ج)

(۵)

کہے خوش خبر خوشی سوں اچھی کھول اَدھر خوشی کے
(سے ہونٹ)

کہ ہے مبعث آج دن کرنے کے دو اچھر خوشی کے
(حرف)

سبھیں انبیاں میں تم سر اہے تاج سروری کر
(سب ہی تمہاری تعریف کئے پہنا کر)

خوشی سات آملایک تانے سر چھتر خوشی کے
(کے ساتھ پر)

جو خبر خوشی کی پرگٹ ہوئی جب تھے دو جگت تو
(سے ظاہر)

ملک، اچھریاں، بشر دل بسے دل نگر خوشی کے
(پریاں)

کریں شوق انند دو جگ خوشی عیش عشرتاں سوں
عیش عالم
نبیؐ کے محبت نگر میں بند کر سو گھر خوشی کے
بناکر
بلی جائے کر دیکھائیں عنبر میں بلاد ھو ویں کے

چھند بند سوں بھید اپنے کر سات انبر خوشی کے
آسمان
جب یہ خوشی کنایا حضرت رسولؐ کی یں
کرایا
پھرتیاں سو واں سکیاں جو لہے لک قمر خوشی کے
پھرتی ہیں
بھو شوق سیتی آ کر رٹ دِشٹ تن یک اوپر
بہت سے ڈال نظر
روشن کئے خوشی سوں قطبا نصر خوشی کے
سے

(ج)

شبِ معراج

شاہ مرداں و محمدؐ ہیں ہمارے سرتاج

خدایا آں حبیب اپنے سوں کیا شب معراج

چاند ہور سور اُنن نور تھے پیدا ہوئے

اور سورج اُنکے سے

دین ہور دنیا انن اسلام تھے پایا رواج

اور اُنکے سے

قدرت حق دیکھو اُن میں و سبھی نیچو نگت

(؟)

خدا اُن دونوں کوں دیتا ہے دو عالم کا راج

یک کرامت انو کا نیں کسی پیغمبر میں

ان نہیں

سب نبیاں میانے ہمارے ہی نبی سہتے سراج

نبیوں میں زیب دیتے

سدا بارہ اماماں میرے نگہ دار ا ہیں

ہیں

ہوا ہوں اُن کی غلامی تھے قطب راج دھراج

سے شاہنشاہ (ح)

# عہدِ سوری

سب ہی عیداں میں اُتم عید سوائے عید سوری ہے
بڑھکر
نبیؐ صحت جو پائے عید میں او عید پوری ہے ۲۴۰
وہ

ملایک دَور فرماتے، حوراں غلماں منگل گاتے
خوشی کیتے ہیں ساتوں آسماں جب تے جو نوری ہے
کرتے ساتوں سے

اِے دن کا بھید اُن بوجھے کا جس کا دل اہے روشن
اس وہ سمجھے ہے
کہ اس دن کی خوشی ہور عیش میں لذت حضوری ہے
اور

نبیؐ ہور مرتضیٰؑ کے نور تھے پایا چند اجھمکن
اور سے روشنی
تو اُس کوں سب تاریاں میں کلا چودہ سنپوری ہے

بہوت آنند ہور عشرت خوشیاں تر لوک دھگ کیاں
بہت چین اور مخلوق عالم کی
اہیں اس عید کے جوتی منے جھلکار طوری ہے
جھلک میں

سہیلیاں سب اپس سنگار کر ہور ہار ہتھیاں لو لیا
دو دیا آپس میں اور زینت بنی اُٹھالیا
بہوت سرجاں ملے یک ٹھار اُن کا رنگ نوری ہے

محمد مصطفیٰ صدقے محمد قطب شہ ساجن
بہت
کہ گھر میں نت محمد کی سوجنتیاں کا سروری ہے
(ح)

( ۳ )

عید سوری سرس سو روں سنگار آیاں سکیاں بھی
سنتوس ادک اس عید تھے پھر پایاں سکیاں بھی
بھی

جوبن پو ریاں سینے کے طبق سُنّے میں بھر
سے
موتیاں جالیاں سر پوشاں سوں ڈھانپ لیایاں سکیاں بھی
موتیوں کی جالی کے سرپوش ڈھانپ کر لائی ہیں پھر

رُت جوانی میں آپی کہ مدن پیالے مستاں ہو
موسم
چک پھندسوں جگت جیو کوں الجھایاں سکیاں بھی
عالم کے دل کو پھر

موتیاں نورتن ہار سوں پھل ساک کلی کھال
سے
۳۵۰
اپ روپ چندر سور تھے جھلکایاں سکیاں ہمیا
اپنے چاند سورج سے

صدقے نبی کے قطب کے جھنڈے کرے بچن سن
لک دھات سوں ہر تل میں سو لیایاں سکیاں ہمیا
لاکھ طرح سے لمحہ

( ۳ )

نبی کی عید سوری آمندر مج سور سوراں کے
مکان میرے آفتاب آفتاباں
دیکھائے عیش کے کھن پر سماں سورج تھے نوراں کے
آسمان سے
بھرن چھندوں سوں رنس دن نیلویں ہیر کے لالاں میں
عشووں سے رات
سمو کر سور ہیر چند نہ حمالے من سروراں کے
عشق چاند
سو طاسک سور کا لیکر چلیاں چندر مکھیاں لٹکت
سورج چلی مہ آفتاب ناز سے
زمیں پر دیکھ حیدر اں ہو لکن جیو ملکے حوراں کے

محمد مصطفیٰ بیٹھے شفا پا پنجتن سو خوش
صفا کے تخت پر لیا یا امیں خلعت حضوراں کے

لایا
سلاماں سات لکھ لیا یا خضر بیٹے محمد تیں
لایا کیلئے
دنیا میں رہو سلامت کر ذکر لایا شکوراں کے

رہو
محمد کی جیتیا نیکی کئے خوشیاں محمد جب
قلی قطب شاہ
فلک سن دھرت پڑتارے اتارے کا تے سوراں کے

زمین
طنبور کے منتری جوزا کے ڈنڈے سنبلاں کوں لا
تو زہرہ چنگ لے ناچیں سو جھن جھن پر طنبوراں کے

تمک ہور مطبخی پوریاں تلیا چند سور کے چھند سوں
تلا
انندوں آشفق شعلے تلے دے کھن تنوراں کے
آسمان
محمد صدقے قطبا کی غزل سوری کی پوری سن
سکیاں متاں ہویاں یوں جوں شراباں پی غیوراں کے

(۴)

عید سوری انند لیایا ہے — جگت اب نور سوں نہایا ہے

پہنایا / لایا

نیہہ پون سیتی عیش کی کلیاں — دل کے چمناں منے کھلایا ہے

میں / ہوائے عشق سے

مدبرت کا سکیاں رنگیلیاں کوں — عید ساقی ہو کر پلایا ہے

شرابِ عشق

شہ کی مجلس میں مطبخی ہو فلک — رنگ رنگ سیتی خواں چلایا ہے

سے

نیر پیونے پیالے بھر بھر کر — شیعیاں کوں خضر پلایا ہے

پانی پینے کے لئے

زہرہ اس عید کی امنگاں سوں — شہ کے گن آسماں پہ گایا ہے

حق نبی صدقے قطب شہ کوں سدا — عید تھے عیش ادک لایا ہے

سے — زیادہ

(۵)

خوشیاں سوں آج جاں تاں سب جہاں معمور دستا ہے

سے — جہاں تہاں — نظر آتا

نبیؐ کی عید سوری کی کلا میں نور دستا ہے

گھر گھر آج وان کا جاں پہ کا جاں ہوتے ہیں خوش

کہ یو دن سب دناں میانے او کہ منصور دستا ہے
میں زیادہ نظر آتا ہے

ہزاراں شکر ہے جو آج دن پنجتن کے صدقے تھے

ہر یک مومن کے من کے میانے یہ پیتا سور دستا ہے
دل میں سوچ

انبر سُنھرے ہیں قدسی جوڑ چندر سور کیاں پوریاں
آسمان

رچے نعمت تھے قدرت کے سو چوندھر نور دستا ہے
چاروں طرف سے

شرق تھے غرب تک حوراں ملک رضوان نوری سب

صفاں کر مل کے بیٹھے سو اُجالا دُور دستا ہے

جدھر دیکھے تدہر ساتو انبر ہور ساتو دھرتی
ساتوں آسمان اور ساتوں اقلیمیں

سبھی کا آج دل بھر پور جوں سمدور دستا ہے
سمند

نبی صدقے قطب جم کاج کرتا ہے کہ پنجتن کے

سکل شاہاں کا سو سرتاج ہو مشہور دستا ہے
سب

عید مولود علی
علیه الصلوٰة والسلام

مومناں خوشیاں کرو ہے آج دن مولود کا
مرتضیٰ بارہ اماں عید ہے معبود کا

مصطفےٰ ہو مرتضیٰ اس دن میں کیتے ہیں ظہور
جن کرے یہ عید ہے وو طالعِ مسعود کا

جب وو ابر رحمت اس جگ پر ہوا ہے فیض بار
شیعیاں کے تیں اتھا وہ دن مگر بہبود کا

جب نبوت کا علم پیدا ہوا تب بت جھڑے
طاقِ کسریٰ تب نشاں لیتا عدم مفقود کا

فارس کے آگن بجھا جب میگ رحمت بر سیا
سرگ بن کیتا جگت کے تیں اگن نمرود کا

چار وہ معصوم کے ہیں واس جتے تھے نبی
پیشوا حضرت نبی کا تھا سو تن داؤد کا ۲۸۰

جب نبی صدقے ہوا ہے واس قنبر کا قطب
دو جگت میں ہیں ترکماں عاقبت محمود کا

(رج)

(۲)

حضرت علی مولود تھے سب مومناں کا عید ہے
یاراں خوشیاں گھر گھر کرو اے دوستاں کا عید ہے

حضرت علی مولود کن علماں منگیں بھیکاں سبھی

عالماں مانگے

سب علم ہیں فضل اس تو فاضلاں کا عید ہے

سارے نبیاں مولود پر ہے عزت اس مولود کوں

شیعہ منگیں اس فیض کوں تو شیعیاں کا عید ہے

حضرت تولد تھے شرف پایا ہے کعبہ جگ منے

ہے میں

سجدا کرو دل سیں سوں لے طاہراں کا عید ہے

اور سر سے یہ

منکر جو کوئی ہوتا اہے اس عید کے مولود تھے

سے

جنت میں نیں ہے ٹھاوں اس اٹالباں کا عید ہے

نہیں جگہ یہ

نوروز ہور سورج شرف پاویں حمل کے برج میں

اور

گاین ہیں زہرہ مشتری کی صالحاں کا عید ہے

صدقے مولود کے نین میں جب دیا ہے منج خدا

حضرت محباں ہیں سدا قطب زماں کا عید ہے

مجھے

کے

(۳)

موالیاں شیعیاں خوش ہو یہ دن سبر جن ہے حیدر کا

پیدائش

کہ وہ عید آیا جس کوں خدا وارث پیمبر کا

علی مولود دن جھلکار جگ میں جب ہوا پرگٹ

کے کا ظاہر

۲۹۰ تو اس جھلکار تھے چھپیا جھلک خورشید خاور کا

سے چھپ گیا

علی جس دن تھے سرجے ہیں سو اس دن تھے طراوت پا

سے پیدا ہوئے سے

ہوا گلشن ادک تازہ سراسر چرخ اخضر کا

زیادہ

چھڑاونہار دو جگ کے اہیں سچ مرتضیٰ میرے

چھڑانے والے ہیں

انن کا درد جس دل میں سو کیا ڈر اس کوں محشر کا

ان

علی جس رات گئے معراج ملکر مصطفےٰ سیتے

کے ساتھ

تو ان پگ تل کیا روح الامیں فرش آپ شہپر کا

ان کے زیر قدم اپنے

نبیؐ ہور آل کے صدقے علیؑ کا داس ہے قطبا
تو جگ میں پا ئیا رتنا سو جم خاقان سکندر کا

(ج)

(۴)

سینی اماماں مولود آیا — دو جگ کے من کوں اے مولود بھایا
بدھاوے پر بدھاوے لائے خوشیاں — سرج چند شمع سوں مجلس سہایا
سنوارے پھل نہالاں رنگ رنگاں — مگر ویکنٹھ بن پھل بار آیا
صدر مندر سنگارے جڑت سیتے — سو نرمل گوہراں سوں جگجگایا
سہیلیاں سب سنگاریاں سات ہور نو — سجن کے من کو وو سنگار بھایا
سبھا آئین بندی سوں سنواریا ۳۰۰ — (کرم خوردہ)
نبی کا داس ہے یک چت سوں قطبا

(ج)

(۵)

دمیا صبح صادق تمن روئے فرخ — خوشی کے دروداں بھیجو سوئے فرخ
چمکا تمھارا

تولد ہوئے آج کے دن امام — دیے جوں نوا چند ابروئے فرخ
چمکے مثل نئے چاند کے

میں اپ دین چھوڑ کر پڑیا اس دین کا مارگ — پنپاتے اجھوں ہو کوں ہندوئے فرخ
اپنا چھوڑ کر پکڑا راستہ — اب تک مجھ

کھولے عنبریں بال جب کرنے کنگھی — کہ صلوات بھیجو او گیسوئے فرخ
اس

ہوا سحر باطل سبھی ساحراں کا — فسوں پڑتے ہیں نین جادوئے فرخ
پڑھتے آنکھیں

نہ آوے اثر ہم کوں تج مے نہیں ساقی — چڑی مست ہم سر میں او بوئے فرخ
تیری سے — چڑھی ہمارے وہ

ہمن میل باندھے تمن میل سینتی — اسی تھے ہمن میل ہے سوئے فرخ
ہم تمھارے — اسی لیے ہمارا میلان

نہیں لیتے ہیں مشک تاتار کوئی — کہ آتا اہے باس اس بوئے فرخ

رقیباں پڑائی تمن تم اچھو نت
تمھاری آنکھیں تک ہے ہمیشہ
۳۱۰
دیا حق معانی کے تئیں خوئے فرخ

(ق)

(۶)

مولود علیؑ آوے فلک پر تھے ملک سوں | تو آکہ نورانی کرے جگ ہنے جھلک سوں

پیالا ہے چندر پھولاں ستارے ہیں ازل کے | پھرتے ہیں ملک ہات لے طبقاں کے فلک سوں

لے ناؤں علیؑ کا کرے مولود قطب شہ | خشیاں واننداں کرے یک لک و دو لک سوں

جم جے توں قطب شہ کی تیجے شاہ مدد ہے | لک ملک سکے لینے اشارت کے ملک سوں

تج دھاک کا پروا ہے یو دشمن انکھیاں کے | جو بیری کوں جم راکھنے زکاری فلک سوں

مشرق تھے جو مغرب لگوں سلطانی ہے شہ کی | کہتا ہے سگن سانچ جو سن جوسے پیلک سوں

قطبا کی جو بخشش کا کریں سم گننے سن کر | کاں ہو سکے سم دھنگری خار او ملک سوں (ج)

(۷)

مرتضیٰ مولود آیا ہے بہت نوراں سیتی | جبریل نے وارنے طبقاں لیا حوراں سیتی

کعبہ میں ہوئے تولد مرتضیٰ شیر خدا | کوئی نبی نا پایا اسے حرمت اتنے چاواں سیتی

مصطفےؐ آئے علیؑ کوں دیکھنے کہے فاطمہ ۳۲۰ منجہ گستاخی سوں سٹتے ہیں بہت ناداں سیتی
ڈالتے سے

تب کہے حضرت نکریں منج سوں ایسے کام کد گر کریں گے تو کریں گے کفر کے شاہاں سیتی
نہ کرسکیں مجھ سے کبھی

دین قوت پائیا ان کے تولد تھے نکٹ منج کوں کیا ڈر ہے کہو کفار کے کالاں سیتی
سے مجھے سے

ان کے نور ان تھے ہے میرے نین میانے روشنی شہ کے بندیاں میں رہیا ہو بندہ ہو قرباں سیتی
سے آنکھ میں بندوں رہا

کافراں کا سب غروری بھاگنا اس عہد ہیں مہرباں مل کنا او دوستاں خوشیاں سیتی
کرو

شاعراں بیچارے تیرا وصف کہنے کاں سکیں ہیں بندا عاجز ہوں تم دارو کرو درماں سیتی
کہاں

قطب شہ ہے منج غلاماں ہیں غلام کمترین دیو میرا ہت پکڑ جلوا سکل شاہاں سیتی
تیرے ہاتھ سب (ق)

(۸)

عشق حق کا لگیا جھلکن ادک مولود حیدرؑ تھے
لگا جھلکنے زیادہ

گگن ہور دھرت پائے ہیں جھلک ات سور چندر تھے
آسماں اور زمین زیادہ سورج چاند سے

جگت جنت تھے خوش آیا ہے نعمت آج قدرت سوں
دنیا سے

لگیا ہے نور کا برسن برسنے سا نوں انبر تھے
لگا بارش آسماں سے

ملک ساتوں فلک تھے آج آئے طواف کرنے تئیں
کے لئے
سے
جو حق کا نور اتر آیا ہے کعبے میں عرش پر تھے
سے
تجلی مومناں کے سودلاں اس دن تھے یوں پائے
سے
کہ پاوے صبح صادق روشنی جوں سور انور تھے
جس طرح سورج سے
سکل نبیاں سوں باطن تھے علیؑ بن مصطفےٰ سوں حق
سب سے
کیا ظاہر جو دو جگ تائیں نپٹ ان دو نور رہبر تھے
کے لیے
علیؑ بن کن نبیؐ کا جانشیں ہے جو علی کوں حق
نبیؐ کا جانشیں کر پیار سوں بھیجا اپس گھر تھے
اپنے سے
ہزاراں رحمت ہے تج پر جو حیدر کا دھرا یا دامن
تجھ
قطب شہ دو توجگ میں سروری ہے تج و سرور تھے
تجھے اس

۳۲۰ (ر ج)

(۹)

مولود خوشیاں آئیاں، مولود کی خوشیاں کرو
آئی ہیں

خوشیاں کے ناداں باجنے اس کوں منجے مہماں کرو
آواز بجنے
میرے پاس

چوندھیر گرچے سب خوشیاں ہور باس ہے طہار کا
چاروں طرف اور

رنگاں میں رنگ باکر کیتے رنگاں ستی ناداں کرو

جھمکے گلالی گال میں او مسہ نویلا چھند کا
وہ

منج دل کے تئیں اس دل اپر سب مل کے قرباں کرو
میرے

اس نور کے اوتار کو میں رات دن سیوا کروں

نبیؐ و علیؓ دولت ستی دم دم سبھی ایماں کرو
سے

نانگی نمازاں ناد اب سب نار کو بسرائیا

او ناد بھریا کن منے دشمن اپر بھاراں کرو
وہ آواز کان میں

اب تال منڈل عیش سوں مولود کا گرجاو تم

سا تو سُراں کے ناد سوں داؤد کا الحاں کرو
سا توں

صدقے نبیؐ کے قطب شہ جم جم کرو مولود تم

حیدرؑ کی برکت تھے سدا سب جگ اپر فرماں کرو ۳۴۰

(ق)

(✤)

موالیاں سب کرو خوشیاں کہ آیا دن خلافت کا

خلافت دے رسول آپی بیاں کیتے شرافت کا
آپ ہی کرتے

سنوارے سب ملایک اونٹ زیناں سوں منبر انبر
کی سیڑھی سے آسمان

دیئے ہیں واد پیغمبر منبر پر چسڑ فصاحت کا
چڑھ کر

کہے من کنت مولا مرتضیٰ کوں شاہ دو جگ کے

بیاں کیتے فصاحت سات رتبا سب بلاغت کا
کرتے کے ساتھ رتبہ

کنائے ہیں ملک منگل عرش پر کاجتے منڈل
کرائے یا گوائے

غدیر خم ہے یہ دن، مگر شاہ ولایت کا

جہاں لگ ہے جگت سب عید کرتے اس شہ دیں کا
تک

کیا افضل سو شہ تب سب میں دے فیض عنایت کا

نبی کوں حق کہیا یا دِ علی نادِ علی سوں کر
کہا

علی مظہر امو لکھیے رنن میری سو قدرت کا
بجے ہا

نبی صدقے علی کا منقبت قطبِ زماں کہیا
کہا

کہ ہے دنیا و دیں میں اے نشاں منجکوں سعادت کا
یہ میرے لئے (ج)

(۳)

شیعیاں کا عید پھر کرآئیا خُم غدیر
آیا
دو جہاں سب روشنی پایا ہو اس عید کبیر

ایہ قرآن نازل جیوں ہوا حضرت کے تئیں
حضرت
مرتضیٰ ہیں پیچ جگ میں جیوں محمد بے نظیر
مثل

انبیا ہور اولیا میں حق کیا تمنا بڑا
اور
سچ تمہیں داماد پیغمبر ہیں علام الخبیر ۳۵۰
تم ہی

مصطفےٰ کے امر پر سر تمیں دھر آیا چندا
تم کو
زمین پر دھر نے چاند
مرتضیٰ فرماں سو پھر کر آئیا مہر منیر
آیا

دین دنیا دونی میں حضرت تے قایم تا ابد
سے
دو جہاں کی حکمتاں ہیں تے تمہی روشن ضمیر
تم ہی

کل عالم سب تمن خدمت کو باندھے ہیں کمر
تمہارے
منج بندے بیچارہ کوں باندھو کمر ہو دستگیر
مجھ

ازازل تجھے ہے غلام مصطفےٰ او قطب زماں
منج غلام کمتریں کوں دست پکڑو یا امیر
(ق)

(۳)

عید آئیا انند سوں یاراں مبارکی کا
خوشیاں سوں دوستاں کوں غم سب خوارجی کا

پھل بھاگ سب پھلے ہیں دنداں سو کیہ جلے
کلیاں انند کھلے ہیں ہے رت یوں سکی کا

شادیاں سکل کلاؤ خوشبوی کدم کلاؤ
چودھیر عود جلاؤ دھد کار ہر ملکی کا

پیالا ادھر چکانا ساجن وقت پلانا
لالن کوں سیج لیانا ہی وقت خوشی کا

ٹیلا سو تج پیشانی ات بھاگ کی نشانی
کن موتی ہے نورانی زہرا او مشتری کا

بالی تو چھند بھری ہے یا حوریا پری ہے
بھو روپ سندری ہے دھرتی ہے حسن نیکا

صدقے نبی الاوے تل تل قطب رجھاوے
ات چھند بندی سہاوے بنتا بیاں اس پیی کا
(ق)

(۴)

سب کرو مل کر مبارکباد دی عید غدیر
اس خوشی انگے سبھی خوشیاں دسیں دایم صغیر

مُومناں کوں شادی ہور خوشیاں کا آتا ہے خبر

تو خوشی کے بحر کوں پھر آئیا ......... کبیر

میزبانی عید کا جگ میں کناوو عیش سوں
سے

مطرباں لا کر گواؤ راگ ہور لاؤ عبیر
اور

بھائی پن کے صیغے پڑتے موسناں اس عید میں

تو لکھے سُنّے کے پانی سوں عطار دخوش دبیر

ساری عیداں کا خوشی پنپور ہے اس عید تھے
سے

تو اسی عیداں میں دستا ہے بڑائی بے نظیر
نظر آتا

موسناں اس عید تھے پائے ہیں جنت کا پون
سے ہوا

جن شرف اس عید کا پایا سو او ہے جگ میں پیر

باجتے اس عید کے طبلاں سرگ سا تو منے
میں جنت

چاند سورج تو ہوئے ہیں دو جگت میانے منیر
میں

تس و نابن کوئی دن ناہیں دعا منگنے کتیں
(ان دونوں کے بغیر) (کے لئے)

مرتضیٰ تیں مصطفےٰ ہیں عید میں دینے سریر
(کو)

مدح کیتے مرتضیٰ کے تائیں پیغمبر ابیں
(کرتے) (لئے) (خود)

تو ہوا حضرت کی برکت دین و ایماں جگ منیں ہیر

رکھ منجے حضرت کے صدقے یا الٰہی امن میں
(مجھے)

ہور رکھو ایماں درست دو جگ میں ہو منج نصیر
(اور)

مدح کیتا کون کہ آپ کی مدح کوں پایاں نہیں
(کتنا) (رکھوں)

گرد انو کی نعل کا سر ماکریں شاہ و وزیر
(ان)

کر دعا توں بھیج صلوٰتاں محمد پر سدا
(تو)

اس صلوات تھے ہوگا تجھے فتح کبیر
(سے)

ہے محمد قطب شہ بارہ اماماں کا غلام

(دق) میں جو عاجز داس تیرا یا علیؑ منج دستگیر

(۵)

خلافت دے نبیؐ کہے یوں کہ منج بعد از سو حیدرؑ ہے

میرے

سکل مومن مسلماناں کوں دو جگ میں سو رہبر ہے

سب

خلافت حق تھے آیا آج جہاں سوں علیؑ کے تئیں

سے لئے

سو سات اسمان عرش کرسی کہ نو کھن کا جو منبر ہے

آسمان

علیؑ سے کفر بھنجن تھے تو تھا بنیاد دین کا پایا

سے اسلئے تھا

علیؑ سو دین رکھنہارا محمدؐ دین کا گھر ہے

ولیاں سب ایک چت ہو کر رہے سب معتقد ہو کر

دل

کہے سب سیس کے اوپر ولایت کا سو چھتّر ہے

سر

ہوا پرگٹ جدہاں تھے دنیا ہور دین قدرت سوں

ظاہر جب سے اور سے

سکل پچھت میں توں فاضل نہ کوئی تیرے برابر ہے

سب

عطارد مدح لکھیا ہے سو کہکش کلک سوں تیری
لکھا ہے

سو آسماں کے ورق اوپر بدل ریکھاں سو سطر ہے ۳۸۰
بادل کی لکیروں سے

نبی صدقے قطب شہ نے علی کا پکڑیا ہے دامن

کہ او منج کوں چھڑ او نہار ہور سب ٹھار رہبر ہے (ج)
وہ مجھے اور جگہ

( ۶ )

خم غدیر دن تھے دو جگ ہوا نورانی
عالم سکل ہوا ہے جوں بہشت جاودانی
سے
اب

سب دیس تھے بڑا ہے یو دیس کا مراتب
پنچیا ہے آج کے دن تھے عیش کامرانی
دن سے یہ دن نکلا

حق تھے نبی علی کوں اپ جانشیں کئے آج
تب مومناں خوشیاں سوں کسوت کئے شہانی
سے

بیٹھے علی تخت پر دن آج حق حکم تھے
پائے ہیں شیعیاں سب ان تھے زندگانی
سے سے
کے

ایتا بڑا مراتب تب عرش کوں دیا حق
لکھیا علی کے پگ تل جب عرش اپ پیشانی
اتنا قدم کے نیچے اپنی

جو کوئی کریگا اس دن ول جان سو عیش عشرت
دو جگ میں عیش انند ہے کرنے کا اس نشانی

حق کی نظر تھے قطبا تیرا اڑا ہے ربا
تھے
صدقے نبیؐ علیؑ ہے تج باعث ہور بانی (ج)
تیرا

( ۷ )

سب جگ کرے آنند کہ عیدِ غدیر ہے
عیداں منے یو عید بڑا ات گھنبر ہے
میں یہ گہرا

روشن ہوا ہے دین دنیا آج کی دینا ۳۹۰
دو جگ اُپرا میر سو حضرت امیرؑ ہے
دن

تج سیو..... سماں سدا دھیان سوں پھرے
تج دھاک تھے زمین سو یک ٹھار تھیر ہے
تیری سے جگہ

سلطان دین ہور دنیا کا علیؑ سچا
تر لوک لوگ اُس کے سو گھر کا فقیر ہے
تینوں عالم
اور

تلوا ہوا ہے سور بدل کا پکڑ سپر
کہکش نیز لے ہات چند خوب ابیر ہے
کہکشاں
سورج بادل چاند

سب شیعیاں کوں آج خوشیاں پر خوشیاں اہیں
سب خاجیاں کوں آج دلاں میانے تیر ہے

صدقے نبیؑ کے دو نو جہاں میانے یا علیؑ
قطبا بندے کمینے کا توں دستگیر ہے (ج)
تو

(۸)

خوشیاں سوں آج کے دن ہل ملک چوندہر تھے سارے بھی

سے چاروں طرف سے پھر

کرن عیدِ غدیر رات چپا دُ محلاں ہل سنگارے بھی

کریئے پھر

مقرب فرشتے چار ورہی کن تھے علیؑ کے تئیں

کے پاس سے

لے آئے دبدبے سیتی ولایت کے پہارے بھی

سے

کرن رسّت علیؑ شاہِ ولایت کا سو ہر ٹھارا

جگہ

کھڑے قطّار کر رضواں استت کرنہارے بھی

جنت کے حور ہور غلمان کر سب کسوتاں نوری

اور

علیؑ کے چرن دیکھے کر علیؑ کے دار ٹھارے بھی

دروازہ پر ٹھہرے قدم

سپت گھن پھر نہارے سو دھرے چوندہر تھے سر ہیں

سات آسمان پھر نیوائے چاروں طرف سے سر زمین پر

ہوئے ہل سب علیؑ پر تھے فدا چند سور تارے بھی

سے چاند سورج پھر

۴۰۰

علیؑ شیرِ خدا کا چھانو اچھو کر جم اُپر سر پر

رہے ہمیشہ

ملک پیغمبراں پیراں دعا کر ہت پیارے بھی

ہاتھ پھر

نبیؐ صدقے قطب عید غدیر آنند سوں کرتا دیکھ

سکل ہاتف سو رحمت تجھ کو قطبا کر پکارے بھی

سب پھر

(ج)

# شبِ برات

(۱)

خدا کے کرم سیتے شبرات آیا — خوشیاں کا اُجالا جگت میں دکھایا
(سے، شب برات — دنیا)
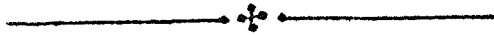
براتاں لیکر آیا ساریاں میں خوش ہو — خوشیاں عشرتاں سوں کہ جگ جگ جگایا
(لے کر، سب — کے ساتھ دنیا جگ جگ کرنا)

اماماں میا ہے محمد قطب پر — نبی ہور علی کے دیا سوں سُہایا
(محبت — اور، کرم سے بھلا دکھولا)

خوشیاں عشرتاں ذوق دایم سو زینت — شہا کے مندر ڈھٹمایاں بجایا
(بارگاہ میں)

خدا قطب شہ کوں شہنشاہ کر کر — سو سارے جگت میں دُرائی پھرایا
(کو — دُہائی ڈھنڈوری)

محمد قطب شہ کے سارے دندیاں کوں — سو نابود کر کر جگت تھے گنوایا
(دشمنوں کو — سے، گم کیا)

نبی صدقے امرت سر قطب شہ کوں — سو ساقیٔ کوثر پیا لے پلایا
(آب حیات کی شراب)

(ج)

(۲)

جو شبرات ات جھلک سوں جگ میں آیا — ۱۰۴ — توسب جگ اس جھلک تھے جگ جگایا
(شب برات، سے — سے)

شرف شبرات تھے سب رات پائے — شرف سب رات تے شبرات پایا
(سے — سے)

گگن درپن نمن جھمکن لگیا ات — رین روشن سُرج بن دِن گنوایا
آسمان آئینہ کے مانند روشن ہوگیا — رات سورج بغیر

اَجت اس رین کے ات لاج سیتے — کدھیں آپ مُکھ رین میں نیں دکھایا
رات سے — کبھی اپنا رُخ رات نہیں

رین ظلمات میں جوں خضر کا نیر — ہے مہتاباں کی تاباں کا سمایا
رات کی مثل پانی

سُرج چند تارپھل بازیاں تھے رہی دھرت — انبر گلشن تھے روشن جھلک پایا
سورج چاند پھولبازی سے زمین — آسمان سے

تجلی یوں دیا حق قطب شہ کوں
(ج)
کہ نس کوں دن تھے روشن کر دپایا
رات سے زیادہ کرکے چمکایا

( ۳ )

سکھن رات شب رات آبراتیاں لیائی ساریاں کی
مبارک لائی سب

لکھیا خوش عیش انند عشرت سو روزے کھاناریاں کی
کھانے والوں

محمد فتح کیتے ہیں اُحد جھگڑا علی سوں مل
کرتے کا کو ساتھ لے کر

تو تن کے کھرگ اُجالیاں تھے گئی بھگ فوج اندھاریاں کی
اُن تلوار کے سے بھاگ

دہن پستے نین شکر ادھر بند کھر یکے نازک

آنکھ ہونٹ دگڑیا

کہ جوں تخم خشخش نین باریک ہے کھوبے مکھ پہ نیاریاں کی

مثل کے مانند ہنس مکھے یا نہ چہرہ پر عورتوں

کجل نیناں سہیلیاں کے سو پھول بیام یا داماں

کاجل

تھوڑی بیب دسناں جوں گچھا انگیا میں یہ یاریاں کی

۲۴

دانت جس طرح

برن اسمانی پانیاں نس مینے والاں جو بالک کے

جسم اس جیا

ہنسی کندن کی یوں دستی کہ جوں جھیلی ہے تابیاں کی

نظر آتی خوشہ

سورج مشعل چندر جوتاں ستارے جوں نگ کلہ نیزاں

مشعل

دیپاتی تنکوں مکھ پیشانی خوبیاں آ کنواریاں کی

جھلکاتی چہرہ کا عرق

یو حاجب ہور کھڑی بازی نلی پھل جگ میں پرگٹ سو

یہ اور ظاہر

جو ابرو ہور جوبن مکٹ تھے پیچے گلعذاریاں کی

سے

رنچل پیالے جو بھریاں کے کمل ہاتاں میں لے سکیاں

اور کنول ہاتھوں ہیروں

کرن جھنجن ادھرے سوں خماراں سب خماریاں کی

توڑنے ہونٹ کی سے

جو سر تھے پگ لگوں موتیاں ہیں دپ ہور جوہر بانا ریاں
سے پاؤں تک جھمکتی اور

سبھیں تو ہے نبی صدقے قطب صاحب جہاریاں کی
(ج)

(۴)

سُہاگن رات شبرات آسجن گھر آئے بھی سر تھے
پھر از سر نو

جھلک جوتاں کے ابرن تن چڑا جھلکائے بھی سر تھے
پھر از سر نو

چند سورج اُنن دو نوں بچاریاں کا وُھادن اِج
چاند وہ

اِدک جھلکار کے چند سور لاکھاں لیائے بھی سر تھے
زیادہ روشنی چاند سورج لائے پھر از سر نو

عجب کیا ہے جو دھرتی آج مارے لاف اسماں پر
زمین

کہ دھرتی کوں بخیل اسمان کر جھلکائے بھی سر تھے
پھر از سر نو

سکیاں جی سکھ بدھاوا جو اپس ہوناں کہ منگتیاں تھیاں
خود کو مانگتی تھیں

اُنن کے من کے چنتے تیو پنج سُکھ دُکھ لائے بھی سر تھے
اُن دل آرام

جگت سارا برس دن تھے جو تھا مشتاق درسن کا

سو درسن دیکھلا میں آ جگت ریجھائے بھی سر تھے

۴۳۰ دید، سے، دکھلا

سجن کے پھول سے تن کوں لٹا پٹ ہوا نند دل سوں

عروسانی سو پا ساں ہیں اوک ہمکائے بھی سر تھے

نبیؐ صدقے قطب ہو کے سوں کر سنبھوگ بھاگوں ل

قطب کی داس ہوں سج کر اپس کہوائے بھی سر تھے

غلام خود کو پھر از سر نو (ج)

( ۵ )

مبارک کا خبر شبرات لیکر آ بیا سر تھے

پھر سے

کہ میرے بخت کا طالع سورج جھمکا یا سر تھے

پھر سے

اُجالا عید کا لاجے سکی مکھ روشنی سے آ نگے

شرمائے (مکھ) (کی) کے آگے

انند کا نور منج پر چیتر نمنے چھائیا سر تھے

مجھ کی طرح پھر سے

دنیا آر و رس انند بالیاں سوں عشرت سے پلاتی ہے
عروس
پھیلات شاہ کا الحان سوں زہرہ گا ئیا سر تھے
نغمہ　　پھر سے

دکھائی عیش شبرات آکے اپنے حسن جھلکاراں
جیون کا جوت جگ کے جیو میں اپجا ئیا سر تھے
زندگی　نور　دنیا　پیدا کیا

پیاریاں شاہ کیاں مل عید کا سنگار کرتیاں ہیں
کی　کرتی
ایکس تھے ایک کا سنگار شہ کوں بھا ئیا سر تھے
ایک سے زیادہ ایک کا　پسند آیا　پھر سے

پیاری من منے کھلئی انند کے بھید چاواں سوں
دل　میں　کھل گئی
کہ اپ جوبن چمن میں باس خوش مہکا ئیا سر تھے
اپنے　خوشبو　مہکائی　پھر سے

نبیؐ صدقے قطب کوں جم اچھو لک عید ارزانی
کو ہمیشہ رہے لاکھ
کہ عیسیٰ کا دعا سکھ پھول باساں لا ئیا سر تھے　(ق)
کے　کی خوشبو　لایا　پھر سے

---

(۶)

کہہ طور نور اُجالا شبرات اب دپائے　۴۴۰　آب حیات مُنج کوں اپ ہت خضر پلائے

شبرات اب برابر لیایا خوشی براتاں　قطبا برات لیکر نس دن انند گنوائے

ہے سرو قد ہوائی پھلباڑی ناگ پھلڑی　مہتاب ٹیلہ لائے رنگ سورا دھر چڑائے

نس کیس میانے کیوڑے و ستے ہیں ہیرں کے جیوں　تاراں پٹاک ناداں آنند گگن گجائے

چوٹی کا پھندنا ہے طاوس کا تلا جیوں　حاجب ہوائی سینتیں اپنا ورائی پھرائے

کھوپی کے پھل لڑیاں ہیں جیوں ٹوکریاں کے جھیلے　مُنج شمع مجلس اوپر اوشمع کوں ہولائے

صدقے نبی قطب شہ پایا بڑی پیاری　پیالہ پلا پیاریاں پیاروں سیتیں پلائے

(ق)

(۷)

شب برات خوشی شادی سوں کیا روشن　موالیاں کا ہوا جیو کا دیا روشن

شب برات روزی کا برات پھر لیایا　پیا کا مکھ کا عرق دیکھ مے پیا روشن

شب برات دکھاوے برس کوں یک نس جوت — بھنواں ہلال تھے نس دن ہے موجیا روشن

میرا دل — سے رات

چندر جوتاں کا اجالا پڑیا ہے گگناں میں — ۴۵۰ — نین ہوائی تھے ہوتا ہے سب ہوا روشن

چاند کی روشنی — آسمانوں

نکی کے جھاڑ تے جھڑتے اہیں دھوئیں کے پھول — پیا بچن کے پھلاں انگے نہیں سدا روشن

سے — پھولوں کے مقابل — سے

دندیاں کے سینے پھوٹیں ہو زرعین جیوں پھانکال — خدا معانی کوں فتح و ظفر دیا روشن

دشمنوں — اور — مثل

(ق)

( ۸ )

شب رات آکیا ہے سب جگ کے تائیں روشن

شبرات — کو

جوں نور موسوی تھے روشن ہوا ہے ایمن

جسطرح — سے

جھلکاؤ آب مکھ کا دکھلاک عاشقاں کے

نیناں کے تئیں کیا ہے اس نور سیتے گلشن

آنکھوں کو — سے

خوباں کے زلف سیتے نسبت ہے اس رین کوں

کے ساتھ — رات کو

تو اس کوں سوہتا ہے سب تن پہ نور ابھرن

اسلئے — زیب دیتا

اُس کے سو ناب تھے ہے مہتاب کا اُجالا
سے

اُس جوت تھے ہے روشن چندر جو نان درپن
سے

جھڑتے ہیں پھول گل بزاس کی ہنسی تھے
سے

تو چند سُرج، تارے اُس تائیں کھولے دامن
اسلئے چاند سورج کے لئے

اس عید کے ہوس تھے دھرتی اہے ہوائی
سے زمین

نیہہ کا ہوا اپس ہیں تو دے ہوا کوں تن من
محبت

صدقے نبی کے قطبا جم جم خوشی انند سوں
سے

(ج) اک سال اچھے کہ اُس تھے ہے عیش، شمع روشن
لاکھ اہے سے (ک) (ی)

( ۹ )

مکھ جوت سوں چندر کھیاں شبرات کوں جھمکائے ہیں
رخ کی جھلک سے مہر دیاں

۴۶۰ چندر، سورج، تارے دیکھت نس جھلک کوں جھلکائے ہیں
چاند رات کی

ہر یک دھن ہر یک کدھن چین نو رتن کے ابرہن

ایک عورت پہن لباس

پی مدمدن جھلکا بدن شہ پگ چمن کوں آئے ہیں

شراب قدم

مکھ نثاب کے رنگ آب کوں افتاب جوں ات تاب سوں

رُخ

دکھلائے کر مہتاب کوں تے تاب کر پگلائے ہیں

سو دھن لٹاک کے جب جھلک دو نو الاک کے سو مہک

حسین زلفوں

جھلیا فلاک پر تھے ملک بے سُد ہو لک لک آئے ہیں

سے لاکھ لاکھ کی تعداد میں

چھاتی اپر چھاتی سندر لٹ سیام بھر کچ تس بھنر

زلف

جیانے مگر کالے ابر ڈونگر پہ چڑنے آئے ہیں

قلعہ

مہتاب دھن رخسار ہے گلریز گل کا ہار ہے

عورت کا

ڈوبھوں سو حاجب یار ہے بیکس پہ بیک چل آئے ہیں

قطب زماں حکم رواں ینچ جاوداں رہے یو جہاں

ایک کے

امن و اماں سوں کر علی جو تھے حکم یوں لائے ہیں

کے تحت یہ

(ج) جیو (صاحب) اسطرح

(۱۰)

عشق شبرات سر تھے دھن کری رے　　　نین مہتاب سیتے دن کری رے

ہیں بھی سے عورت　　　آنکھ کے سے

عجب اُس دھن کے مکھ پر ہے تجلی　　　ہلالاں تن رتن روشن کری رے

ہوایاں سو کے بنگڑیاں چکراں جوں　　　گھڑیاں بازیاں سو اپ جوبن کری رے

خط سرمہ جسطرح　　　اپنا

نین مستی کے گلریزاں سو بھر کر　　　نلی طاوس چپک چومن کری رے

پھلی ناسک جھلکنے تھے ہے شبرات　　　دھرت کوں آج نس جوں گگن کری رے

ناک کی سے　　　زمین کو جو آج کی رات مثل آسمان

لڑاں موتیاں کیاں تج ہننے کیاں جھیلاں　　　تو جھیلاں تھے جگت درپن کری رے

سے دنیا کو آئینہ　　　کی

ترے پگ دیکھ دھرتی کھلبلی دھن　　　گگن کوں پگ منے پینجن کری رے

قدم زمین اے حسین　　　آسمان کو قدم میں

نشانی گال تج مشرق و مغرب　　　بُنداں خوے تار کی سر پر کری رے

تیرے　　　بوند پسینے کے

ترا صورت عطارد کیا لکھے گا　　　تو قدرت سیتے تن ابرن کری رے

سے جسم پر لباس

عشق کے نوبہار کی توں کلی ہے　　　پھلاں امرت کے جوبن کری رے

میوۂ آبحیات

خدا بن کس نہیں ڈرتی ہے کھینولی (کھونٹی) کے بغیر کسی سے
تو ساریاں میں نڈر کی من کری رے

جو کچھ پچ کہنے کا تھا سو میں تو کہیا
دو تِن کی بات کی جتّن کری رے

نبی صدقے قطب شہ کوں بھولا کر غیر
دیوانہ بنا کر
تو سب ناریاں میں اپ جتن کری رے
حسینوں اپنے لئے محفوظ کرلی (ج)

ہلالِ عید
و
عیدِ رمضان

جگ کہتے آج گھن پر دیکھے ہلال ساقی ۴۸۰ سو نئیں ہلال میرے مہہ کی مثال ساقی
عالم (مخلوق) آسمان

چُگ جا ئیں دیکھ شفق رنگ ریشم سو بیچ رقعہ پڑیا ہے گھن پہ پر کر منج نہال ساقی
پڑا آسمان مجھے

نوری وُرق پہ لکیا خمار حسن خج تجہ انگور کی کنواری سوں دے وصال ساقی
میرا تیرا

یک ماہ تھے مرا دل لا لو نیاں گگن کوں ڈھنڈ نو چند پیالا پایا ابتال ساقی
سے آسمان ڈھونڈھ نئے چاند کا اب

تم تال انبر شفق رنگ کے اوڑ آپ بغل تھے دیتا صُرے ثریا دیکھ جح اتال ساقی
سے آسمان اپنے مجھے اب

بھر بھر پیالے بھر بھر دوراں پہ دور کر کر مے سوں ملا کہ دیتا لب کا زلال ساقی
سے

گالاں جو گل رخاں کے لالاں کرن کو چو ندھر پھر تا لیکر گمل میں پیالا گلال ساقی
کرنے کو چاروں طرف

نابات شیر خرما پستے شکر اُدھر دھر کیوں روزے رکھنے سکیاں کر کر بول ساقی
ہونٹ میں رکھکر

سُن ہمیں کہیاں کہ سوراں چاند یہ روزے ہیں ہیں جو لو چھپتا ہے مے دے سٹ بو خیال ساقی
کہیں سورج چاند ڈال

مے شرع میں منا ہے کر محتسب نہ کے توں دے بوسے لب نمک سوں کرمے حلال ساقی
منع کہے اسلئے

صدقے نبی علیؐ کے ہے مت الست تجھے قطبا ۔۴۹۰ رتن پر دیا توں مے لب لال اب سنبھال ساقی

اسکے علاوہ شراب لبہ (ج)

## ( ۲ )

چندا عین عیدی بشارت دکھایا — بھنواں سینتی ساقی اشارت دکھایا

چاند

ادھر کی مد کی گھر کوں کلُف تھا سو مکڑا — سو کئی کیلی کھل ول عمارت دکھایا

ہونٹ شراب قفل — سے کونجی کھولکر

چھپی تھی سو یک ماہ مد کی چھپیلی — مشاطا ہو عید انگارت دکھایا

ایک مہینہ تک شراب

صراحی سرو سرو سانی چھنداں سوں — پیالے رتن موج آرت دکھایا

کروں سیو یک چت سوں مد پیر کا میں — کہ میخانہ کا منج اجارت دکھایا

دل سے پیر مغاں — مجھے اجارہ

محمد نبی فیض تھے عید آکر — محمد قطب کوں صدارت دکھایا

سے

(ج)

## ( ۳ )

آیا ہے عید کا چند پھر چرخ بام ساقی — لیایا ہے آج کی نس خوشیاں پیام ساقی

چاند — رات لایا

مدعیش تھے پیا ہے ات روشنی دیا ہے — بالا سو خم کیا ہے لے توں سلام ساقی

پر

سے

بھر عیش کی پیالی دے منجکوں تو آلی — دن تیس کے ہلالی لیا بھر بکام ساقی
مجھے

عشرت منجے دلا اب جون خضر جم جلا اب ۵۰۰ — پیالے مدن پلا اب آیا ہنگام ساقی
مجھے مثل ہمیشہ شراب کے

متوال سب ملے ہیں جوں پھل چمن کھلے ہیں — اپ من منے ہلے ہیں بھر بھر دے جام ساقی
متوالے اپنے دل میں

دل لبد زاہداں کے، صوفی و عابداں کے — لے خرقے طاعتاں کے، دے مدن تو دام ساقی
مائل شراب

پیالے پیتے پلاتے بھر بھر صراحیاں لیاتے — مد پی ہوے ہیں ماتے، متاں تمام ساقی
لاتے مدہوش

کھلے ہیں پھل چمن سب رنگیں ہوے ہیں تن سب — مد جام دے ہمن سب بھر بھر مدام ساقی
کھلے پھول ہم

قطبا کوں اب خدا تھے صدقے سو مصطفیٰ تھے — اپ پیارے مرتضیٰ تھے انپڑیا انام ساقی
سے سے سے حاصل ہوا انعام (ج)

( ۴ )

نھنا بالا نوا نازکر آیا جیوں نوا چند — چند اکھے بہنواں رکھے لگایا جیوں نوا چند
چھوٹا نیا جس طرح نیا ہمہ رخ مثل ماہ نو

نکھار یکھ اپر سیام بدل یوں گھن چھائے — سبھی لوگ نچھاد یکھے نپایا جیوں نوا چند
آسمان پر مثل

خدایا توں نکھار یکھ چند اد شٹ دو کھا موج — یہی روز کھلاوں گا دیپایا جیوں نوا چند
نظر چمکایا

انچل چیر چھنا لال تلیں مکھ پہ چند ر دیکھ
بدل کوں لے میں جھل مل ہو سہایا جیوں نوا چند

ہوا رات اندھاری ہیں جھل جوت جگت مانے
کہیں لوگ دیکھو دیکھو او آیا جیوں نوا چند ۵۱۰

انم لوگ چرن سیس لگاویں سب کہت چند
سومیں پاؤں پڑیا ریکھ دکھایا جیوں نوا چند

معانی سو نکھار یکھ ہوا قبلہ منا توکو
اماماں کی دعائیں میں پایا جیوں نوا چند

(ق)

## ۵

رس عید جلوہ گر ہو گئے دن صیام ساقی
نو چند سے ساغراں میں بھر مے مدام ساقی

زہد ریا تھے بھو دن بدنام ہو رہیا ہوں
پیالے پلا پرم کے کر نیک نام ساقی

مستی تھے اپ صراحی کرتی تھی سرکشی نت
کرتی ہے جام کوں اب ہر دم سلام ساقی

تیس و یس کی خماری توڑن کے تائیں مجکو
کم کم نہ کر توں دم دم بھر بھر دے جام ساقی

صدقے نبی قطب کوں اپڑیا ہے مے طہورا
کوثر تھے ساغر اپڑا صدقے امام ساقی

(ج)

(۶)

ابرو کا انٹم رکھے سو عیدی کا شرہے
اوچند دکھت مُنج میں غلامی کا شرہے

عیدی کا سُدہا کرا دیا کرتہ کہو کوئی
اوصوم تجلی کی کھرے ٹھر ہیں خبر ہے

سورج کا پیالا سجن ہت میں اہے بھر ۵۲۰
کدھی تو تہی نا ہیں کون سترا نثر ہے

یا خضر قدح ہے سجنا ہت کا پیالا
یا دست کی تاثیر یا عیسیٰ سا بشر ہے

شربت کے طبق دورنہ مجلس میں پھراو
مج جام مِنے پھوکی نظر تھے سرا بھر ہے

عیدی کے دمامے طبلاں بجتے جگت میں
پیجن گھنگرو ناوکے گرجن سوا نبر ہے

مج خیال ہمن دل میں منے جب تھی جیا سو
اونقش ہمن دل کے نین جیو میں بصر ہے

بازاں میں تمارے سو تنہا بازہوا ہوں
اب بازمن نا دل تیو چھیں کی نشر ہے

لے دیں کوس ناؤ نکو کوئی رمز پرت کا
عالم منے ودھوک لقا مردک نحر ہے

---

۱ن دتم ۔ ۲ن دو ۔ ۳ن مجہ ۔ ۴ن دو ۔ ۵ن مجہ ۔ ۶ن تجہ ۔ ۷ن جیا ۔ ۸ن ہمں ۔ ۹ن تیو چھیں ۔

شوال کا چند آیا مبارک سوں قطب شہ — آنند کا سرا ہو کہ خوشیاں کی خبر ہے
چاند — شراب — (ق-ج)

(۷)

انبر سمدور میں بنسی نوا چند کا سٹایا عید
آسمان کے سمندر — نئے چاند

سو عشرت ہور انند منیاں پکڑ بے حد لیایا عید
اور — ہیں نہ؟ — لایا

گگن کا ہے محل بن تھام ہور بن طاق بندے کر
آسمان — بے ستون — اور بے — باندھے

نوا چند رو جر کا طاق بندے سو بندہایا عید
نیا چاند

سکل متاں دیکھت تس کوں شکر کا سجدہ کرنا کر
سب — دیکھکر — اس

نوا چند کا نوا محراب اسماں پر دکھایا عید — ۵۳۰
نئے چاند — نیا

گگن گج کا نوا چند دانت ہے تس کج اُپر چڑ کر
آسمان ہاتھی نیا چاند — اوپر چڑھکر

خوشیاں کے فوج سوں شہ گھر منے مہمانی آیا عید
کے ساتھ — میں

---

نا مناتی

جو خمخانہ کوں موند یا تھا روزیاں کے قفل کر ساقی

بند کیا روزہ

نوا چند کیلی سوں خمخانے کوں سر تھے کھلایا عید

نئے چاند کی کونجی سے چھپر سے

رجھانے شاہ کے من کوں انند ہو یہ عیش کے راگا

دل اور

نوا چند رکا چنگ لے چنگ میں چھند سوں بجایا عید

نئے چاند

جنت بن میں کھلیں جوں پھل کلیاں رحمت کے شبنم تھے

کے باغ جسطرح پھول کی کلیاں سے

سکیاں گل لاگ او دھر کلیاں کوں مد سوں تیوں کھلایا عید

گلے لگ کر ہونٹ کی کلیوں کو شراب سے

نبی صدقے قطب کے دشمناں کوں کاٹنے گھنس جوں

گھانس کیطرح

نوا چند کا بلی خنجر پکڑ کر ہت میں آیا عید

نئے چاند کا ہاتھ (ج)

(۸)

خورشید مکھ اپرد سے ابرو ہلالِ عید
رخ پر نظر آئے

اُس ابرواں کوں سجدہ کیا ہے وصالِ عید
ان کو

خرم خوشیاں سوں شیشوے کی سیو یاں بھری پری

ساقی پلا پیالہ کہ آیا ھلالِ عید

تج خندہ کا شکر وے منجے شیرخرمے میں
شربت پلا ادھر سینتے کھلیا گلا لِ عید

لیایا شراب گھر تھے پون عید کا خبر
چنبڑی کی کستواں کر دیا ہے لال عید

طرے کے لال تار یا تھے چوتیا شراب لال　۵۴۰
جوبن بھٹی چڑاؤ کہ پایا زلال عید

لوبیاں کے منج بیرتا ہوں اُس ہونٹ باغ
پھولاں پھلاں سوں پنجا ہے اُتم نہال عید

رُستم نہ کھینچ سکے تیرے بھنو کماں کوں
پلکاں کے تیراں سیتی پھنکایا اچھال عید

مکھ پر گلٹ چڑا لے رکیٹ کا گمت منے
تو حسن بھار میں سہے سو گکا ڈھال عید

ما چین و چین چیارے چھنداں چیں تھی باز
نج ہار کے کندن تھے سو لیایا ہی مال عید

تانے ازل تھے منج یہ گگن رنگ کا چھتر
پیاریاں پریاں سو باوے آپڑا ور مال عید

صدقے نبی کے سورج چند تارا اچھے گگن
نت مبت سوں قطب کرو نو سال عید

(۹)

ساقی ہو عید آیا دیکھ خیال موہنیاں کے

مے لیایا کرنے نیناں متوال موہنیاں کے

لایا　　آنکھیں متوالی

شبیر خرما قند بداماں پستے جیواں ملاکر

صنعت سوں کیتا صانع لب لال موہنیاں کے

کے ساتھ کرتا

ڈھل کانوں تھے گلالی گالاں پہ لال لالی

سے

لینگے چھنداں سوں موتیاں اتھ دھال موہنیاں کے

سے

کیوں رشک میں نہ آویں دیکھ عاشقاں رقیباں

ہو جھلتے جوباں پر کنٹھ مال موہنیاں کے

ہار

لکھ لکھ الک سرک سٹ دکھلائے فن سوں تل تل

لاکھ　　زلف میں پیچ شکن ڈالکر

تو سنبڑے خیال پنکھی دیکھ خال موہنیاں کے

گرفتار ہوں　　کے پرندہ

سولہ سنگار کر سب جب لٹکتیاں سوہریاں

نازسے چلتی ہیں

سن ناد بج آئے خلخال موہنیاں کے

آواز

جگ میں چلیں لٹکتے ات چاتورائی سوں سو

چاتری شوخی

کبکاں ہنساں گیندں سکھ چال موہنیاں کے

سیکھ کر

صدقے نبیؐ کے قطبا مے لال لال پیالے

بھر بولے پیالے کر لال موہنیاں کے (ج)

پی

( ۱۰ )

عید سوی لیا نیا خوشیاں انند
لایا
اس انداں سوں کریں خوباں انند

رنگ بھریاں کسوت کیاں بہو رنگ رنگ
بہت
کرتے ہیں تس رنگ تھے مناں انند
سے

دیتے ہیں ساقی عروساں چھند کے
عاشقاں کوں نقل او ادھراں انند
سے

سرو نمنے باغ و بستاں میں سکیاں
کی طرح
جب ڈلیں چھب سوں کریں چمناں انند
وہ ہونٹ
سے

شاہ کے مکھ سور تھے پاپاں ہیں سب چند تھے جوں تارے تیوں تاریاں انند

رخ آفتاب جیسے سے چاند سے جس طرح اس طرح

تج ہماتا ہے سدا اے خوان عید تیری عیدی تھے کریں شاہاں انند

تجھے زیب دیتا سے

قطب شہ دایم علیؑ کا داس ہے

جم کریں شہ عید تھے عیداں انند

ہمیشہ سے (ج)

(۱۱)

روزیاں کا عید آیا ہے بہو چاؤ ہور بہومان سوں

روزوں بہت اور بہت

ساقی پلا مدعیش کا اپ حسن کے پرمان سوں

شراب اپنے

منج تائیں مد کا شیر میں ہور اس میں خرما ہونٹ کا

میرے لئے شراب اور

نا بات اپ بوسے کا دے اے شہ پری اتا گیان سوں

اپنے

مدخانہ عشرت کا کھلیا بہتا یون آنند کا

شراب ہوا

خوش بھید ہے مل پیوناں مدجیو کے جانان سوں

پینا شراب دل

سکیاں سنگاریاں ہیں اپس پیو عشق کے رنگاں سنتیں
خود کوں پیا سے
اُس کے بڑے ہیں بھاگ جس کوں شہ منگے دل جان سوں

عید آ کے مکھ جھمکایا اب چونپ دل میں لائیا
لایا
سنگار میں اپجائیا ناریاں بلیاں سو جان سوں

ملی ہیں
گن عید کا گاتیاں سکیاں پیو پیو کیاراتیاں سکیاں
گاتی ہیں کی
سائیں کے من بھاتیاں سکیاں ماتیاں ہیں پیو کے دھیان سوں
دل
صدقے نبی کے قطب شہ کوں عید سکھ دن دن اچھے
کا رہے
جب لگ چندا ہور سور ہے ہے عیش جگ فرمان سوں
چاند اور سورج ہیں سے (ق)

عید
بقر

(۱)

خبر بکر ید خوشیاں سیتیں میرے تائیں لیایا ہے
خوشیوں کے ساتھ لئے لایا

خوشیاں اوپر تھے قربانی ہو لے بکر ید آیا ہے
سے

اے مجلس عید دیکھت عیش ہور خوشیاں سیتیں دایم
یہ کی دیکھکر اور سے

انداں راگ کوں آلاپ کر بہو گن سنایا ہے
بہت

گلالی پھول منج مجلس تھے رنگ پا کر سہاتے ہیں
میری سے

کہ ساقی اپ نین پیالیاں سوں مد منج رجھایا ہے
اپنی آنکھ کے سے شراب دیکر مجھے

سہیلیاں اپ سنواریاں ہیں پرم کسوت کے رنگاں سوں
خود کو جامہ محبت سے

کہ بکر ید آکے سب جگ میں طبل عشرت بجایا ہے

سکیاں منج مستی کیاں ماتیاں عشق کا کھیل منج سہتا
میری کی ماتی مجھے زیب دیتا

جگت اے عشق کوں دیکھت اچنبھا ہو لبھایا ہے
اس

منجے چوندھر انداں ہور خوشیاں کا گر جنا سُہے
مُجھے چاروں طرف اور
تو مستی عید کا ہر یگ پہ رکھ مومن منایا ہے
قدم میرے دل کو
نبیؐ صدقے قطب شہ کوں سُہے جم عید مستانہ
زیب دے ہمیشہ
کہ میرے سیس اُپر دایم چھتر شاہی سہایا ہے
سر
(ق)

( ۲ )

خوشی خبراں سنایا عید بکرید
کہ قرباں ہونے آیا عید بکرید

کھڑکتا مرغ دل کے بوستاں میں
کی
طرب مطرب کوں لیایا عید بکرید

نگہ غمزیاں سوں کھینچا منج کوں ساقی
کے غمزوں سے مجھے
اپن سُدبُد گنوایا عید بکرید
لایا

خدایا کعبۂ مقصود دکھلا
دلیل رہ دکھایا عید بکرید
اپنا

نہ کر غصہ شکایت عشق تھے بیں
خرم دکھ میں نپایا عید بکرید ۵۸۰

جکوئی ہے عشق میں ثابت قدم او
کی راہ
جو کوئی وہ
پرت میں اُس کُہ جھایا عید بکرید
عشق اُسے

معانی کے چمن سے تھے لے گل
ہر اک گل تھے سہایا عید بکرید
(ق)

( ۳ )

ہویدا ابھی ہوا جوں جان بکرید
کیا سب جگ کوں آباوان بکرید

جنے شہ کے دندیا تھے جگ میں سکوں
کیا ہے شاہ پر قربان بکرید

جنت میکی ہوا واں نعمتاں سوں
کیا تازہ جگت کا جان بکرید

ہوا بھرپور جگ کا بین ہور من
بچھایا ہر طرف تو خوان بکرید

خبر لیایا کہ حق شہ کوں دلایا
حیات و بخت جاویدان بکرید

بھرائے بزم ساقیاں مد مدن سوں
کہ ہے مستان کا مہمان بکرید

نبی صدقے قطب لک برس جی تو
کہ تج تھے پاوے نت جیوان بکرید
(ج)

(۴)

اُتم بکرید آیا جگ ہوا خوش اپنے من میانے
دل میں
گھرے گھر عید ہووے آج سارے تر بھون میانے ۵۹۰
ہر گھر میں تینوں عالم میں
سکل غلمان ہور حوراں ملک اس عید سوں خوش ہو
سب اور
بھرائے آج دن مجلس خوشیاں کی سرگ بن میانے
جنت کے چمن میں
چندر بھر پھول تاریاں کی رنگیلی اوڑلے چادر
چاند
لگا سینے کنک عنبر لگا ڈُلنے کوں کھن میانے
آسمان میں
کرن زرتار کی پیرن سورج پن دور دھلکا کر
شعاعوں کی پیرہن پہن کر
ادک جھلکار سوں نکلیا جھلک نوری برن میانے
خوب منور ہو کر نکلا جسم میں
سہیلیاں آج یوں شہ کیاں رنگی کسوت میں سہلیا ہیں
کی
کہ یا رنگ رنگ کھلے ہیں پھول چمناں کے چمن میانے
کے
میں

الا لیاں سوں جوانی کے تول شہ سوں رلیاں آئے
نے بادشاہ کیساتھ عیش کرنے کیلئے

کرے ہر لک چھند بند تول تن کے یک سین میانے
ہر لحظہ کے لئے

مدن کا مے پلانے کوں چمن کی چپا کلی دے دے
بوسہ لذت دے دے کر

ادک متوال کرشہ کوں کیاں خوش ہے مدن میانے

پون عشرت سہاوا بو لطافت شاہ کا دیکھت
دیکھکر

ہوائے
ملک حوراں چندر سورج رہے کم ہو اپن میانے
یہ

چاند
نبی صدقے قطب شہ کوں دعا نخبین کی ہے دائم

تو نت آنند سوں کرتا ہے شاہی سب دکھن میانے
ہمیشہ اطمینان سے (ج)

( ۵ )

شہا بکرید ہے سالم و دیگن تج پہ قرباں ہے
تجھ پر سے
دھرت خوشدل گگن خوشحال جگ سب شاد خنداں ہے
زمین آسمان عالم

توں ابراہیم کا فرزند تجے تج دوستاں سوں مل
تو　ابراہیم قلی قطب شاہ　تجھے اور تیرے　کے ساتھ
جو اسمعیل کوں خف پیار سوں دایم نگہ واں ہے
۶۰۰
سے
علی کا باگ توں تج جھل جھلا ہور دھاک ہور ڈر تھے
شیر　تو　تیری جلال یا رعب　اور　سے
گگن کے باگ کوں تج پر کیا مریخ قرباں ہے
آسمان　شیر (اسد) کو　تجھ پر سے
خدا تج کوں دیا عیدی یو ہندستاں سالم کوں
تجھ　یہ
تو دن پر دن قیامت لگ ملک تیرا آباداں ہے
روز بروز　تک
جکوی تج سات یک چت نہیں سو دشمن ہے محمدؐ کا
جو کوئی　تیرے ساتھ　دل
جو دشمن ہے محمدؐ کا سدا خوار ہور پریشاں ہے
اور
توں موسیٰؑ تج کھڑگ موسیٰؑ عصا تج مکھ ید بیضا
تو　تیری تلوار　کا　تیرا چہرہ
توں عیسیٰؑ تج ترنگ ہے سور ہور اسمان میداں ہے
تیرا گھوڑا　تو　سورج　اور
ہے جم داودی الحاں تج بزم میں تج بزم میں جم جم (؟)
تیری　(داود سے ؟)
انداں پر انداں پر انداں پر انداں ہے

دیا حق تج حکم تل سب پری ہور دیو و حش و طیر
تیرے کے تلے اور

سو جن ہور انس عنصر چار و سا چانوں سلیماںؑ ہے
اور سچا تو

سٹیا تیرا کھرگ دشمن پہ پر تو تو رگت میانے
ڈالے تلوار خون میں

ہوا دشمن کا تن سب جوں عقیق ہور لعل مرجاں ہے
اور مثل

دعا کرتے اُسے سب جگ جکوئی تیرا دعا گو ہے
جو کوئی

ثنا کرتے اُسے عالم جکوی تیرا ثنا خواں ہے
جو کوئی

نبیؐ صدقے خوشی گھر گھر انند ہی ٹھار ٹھار اے قطب
اطمینان جگہ جگہ

ترے گھر میں ہزاراں سال لگ بکرید مہماں ہے
تک (ج)

۶

دن آج کی بکرید کا سب جگت میں رجحان ہے
۹۱۰

گھر گھر خوشیاں عیشاں انند مہان پر مہمان ہے

رنگاں بدل سنجاں سہیں تارے ٹکے لذت بھرے

بادل

کڑدل چند اسورج اگن کا نور سو اسمان ہے

چاند آگ

بادل سے سُفرے کے اُپر جوڑے جنت کیاں نعمتاں

کی

سو اس کندوری کوں دیکھت تر لوک سب حیران ہے

دیکھنے یا دیکھ کر

یو عید قربانی اپے قرباں ہوی سہیلیاں اُپر

خود

تو اس سبب اس عید کوں سب جگ میں اپتا مان ہے

اتنا

یا موہنیاں سنگار کر پھرتیاں لٹکتیاں دھرت پر

پھرتی ہیں لٹک کیساتھ زمین

یا گگن اُپر تارے سہیں یا کھیلیاں بستان ہے

آسمان زیب دیں

کوئی گاتی، کوئی آلاپتی، کوئی ہنستی، کوئی ناچتی

کوئی پیتی، کوئی پیلاتی، کوئی سرخوش، کوئی متان ہے

صدقے نبی کے قطب کوں قایم اچھو شاہی انند

رہے

جب لگ دریا میں نیر ہور انبر اُپر چند بھان ہے (ج،)

تک پانی اور اسمان چاند سورج

(۷)

سنگار کر اضحیٰ اچلے سو نور انواراں بھرے

پھل سور طو اکن لگا تِر جگ میں جھلکاراں بھرے

سورج

خوش عید عشرت شہ کے گھر لیاے دیکھ اس شہ ہت لیکر

ہاتھ میں لائے

لا گل گلے لا مشک عنبر جو بھیر مہکاراں بھرے

مے لب توں لیدا یز میں لے لوسے تجھل بھانے میں لے

تیرا

مد پیالے میخانے میں لے چو طرف میخواراں بھرے

شراب

چندر مکھیاں پی جام اول تارے لیاں نقلاں بدل

مہ رخاں

مست ہو پھریں یوں نشہ اگل سوراں کے جو بہاراں بھرے

۶۳۰

کے سامنے سورج جس طرح

تو قطب گھن زرکش ہو کر طبلے سورج رکھ چرخ پر

آسمان

کرناں سنے تاراں کھینچ کر ساریاں میں زرتاراں بھرے

شعاعوں ساڑیوں

پیو سات یکیاں ہو اپے جیو سات قربان ہو اپے
پیا کے ساتھ　خود　جی کے ساتھ　خود

تسلیم کر اسمٰعیل اپے تو رحم گلے ہاراں بھرے
خود

حضرت نبیؐ صدقے تھے بل یا قطب کیتا یو غزل
سے　لکھتا یہ

آنند سوں سن لا عید گل کے پر گھر یاراں بھرے
(و)　(ج)

( ۸ )

بکر ید عید آیا صلوات بر محمدؐ
آنند علم اُچایا صلوات بر محمدؐ
خوشی کا　بلند کیا

جیسکچ مراد میرا دل میں جو تھی خدا تھے
جو کچھ　سے
وو ہی مراد پایا صلوات بر محمدؐ

بارہ امام پنج تن کا مہر جسم ہما ہو
منج سیس چھانو چھایا صلوات بر محمدؐ
مجھے　سر

میری خوشیاں کی بیلاں گھن منڈوے چڑ کر
آسمان　چڑھیں کرکے
جبریل ورد لایا صلوات بر محمدؐ

یک دھیان ایک چت سوں دل ہور جیو میرا
دل سے　اور روح
حیل ہر رسول صدق لایا صلوات بر محمدؐ

دندیاں کی ذات کوں سب یک دھیر لوہی بکر ید
دشمنوں　ایک طرح
دُکہ آگ میں بھونایا صلوات بر محمدؐ
دُکھ کی　بھنایا

صدقے نبیؐ کے قطبا سخنان محفل بیانے
میں
عشرت پکڑ بسایا صلوات بر محمدؐ
۶۳۰
(ج)

(۹)

عشرت کے پھولاں کا یوں لیایا بسنت بکرید سوں
کے ساتھ
لایا
سب رنگ بھریاں کے من کے تئیں بھایا بسنت بکرید سوں
دل کے لئے

اس باس کی جھلکار سوں آیا بہار اس جگ منے
میں
سے
آنند پھل جگ باغ او پر چھایا بسنت بکرید سوں
کے پھول کے

سب بن ہرے انبر تمن پھولاں تارے کھل رہے
آسمان کی طرح ستاروں کی طرح
زہرہ سوں منگل ساز کر گایا بسنت بکرید سوں

کھلتی کلیاں کے ہونٹ ہلتے ہیں جو نازک بھید سوں
سے
کرنے صفت شہ کھیل کا آیا بسنت بکرید سوں
کے لئے کے

سُندریکیاں پر رنگ شہ میلے تو آنکھ تل یوں دسے
آنکھ کی تل اسطرح نظر آتی ہے
سورج ستاریاں پر کرن پایا بسنت بکرید سوں

عشرت بدل امرت پھوٹی چھڑ کیا ہماری بزم میا
کے بادل آبحیات کی پھوار چھڑکا
منج دل چمن میں سُکھ برگ لایا بسنت بکرید سوں

میرے
یک ٹھار مل آئے بسنت بکرید حضرت دسٹ تھے
جگہ کی نظر سے
قطبِ زماں آنند سُکھ پایا بسنت بکرید سوں

(ق)

———( ٭ )———

( ۱ )

نورانی نوروز نوراں سوں آیا | حل سب جالاں محضر تھے دھایا

ج جگات جو جگ میں و جھل کا جھم جھم | چمن جو گ چند من جاگ تجایا

م مدہر مد مستی میاسوں منو ہر ۲۴۰ | ملن من کی مجلس میں مہر منڈایا

ک کدم کر سو کستور کنکم کلا کر | کنٹی کویلاں کا مناگن گوایا

ہ ہوا ہے ہوا ہر طرف ہر جنس کا | ہوس سوں ہری بن ہزاراں ہلایا

س سہیلیاں سو ہاتاں میں ہاتاں سہایا | سہیاں صف تارے ثریا سہایا

ق قرب سوں قطب شاہ قدرت قدر سوں | قضا قوس تھے قاف تا قاف پایا

(ج)

( ۲ )

نوا نوروز نورنگ جوں کلیاں کلیاں کھلایا ہے

بندا ناریاں کوں چل چنسریاں کمل کنچو کلیاں ملایا ہے

سُگھر رنگ پھُل پیالے شبنم سوں دھولائے بھر گلالی رس
خوش رنگ کے پھول دھلا

سبز رنگی نہالاں نو رنگیاں ہت دے پلایا ہے
ہاتھ میں دیکر

ویسر جیو تیا پالاں پھیل تلاں تاریاں کی نرگس پر
[illegible]

پریم سے پیالاں دے تن کوں جیواں دے جلایا ہے
روح دیکر

ترو تازے طراوت سوں کنول گلال تاریاں کوں
سے

بنداون تا فتی ہر بنے اُپر پھولاں پھلایا ہے

بھونر پھولاں کے بچھڑی ہیں کالا جو کوئل کے بول ہو
مثل

ہری ڈالاں اُپر پھر پھر سندر پھل کر جلایا ہے

چلانے تھے بھنور کے بھریے سرون ہمن کر کہ

کلیاں مکھ موڑیاں سوں پھر خدا ایکجا ہلایا ہے

بچیاں کونلیاں کو تریاں ناریاں کلیاں کوں نوروز آیا
کچی نئی نوخیز ناری (عورت) کلیاں

محمد صدقے قطبا کوں انداں سوں ملایا ہے
(ج)

(۳)

سرتھے نوروز بشارت لے خوشیاں سوں گھر آوے
پھر سے کی اس طرح
تو حمل برج میں اپنا سو شرف عزم دکھاوے

مو امیداں کے انند پھول چمن من میں کھلے ہیں
میری دل
گھنگرواں بال پیالے منے مدبھر کے پلاوے
میں

سبز صورت سو سبز باغ میں سُہنتی گھن انچل سوں
آسمان کے
کو کلاں ناد سوں چوندھر کھنچنی پیاری نچاوے
کوئلوں کی طرح کنچنی کسبن

چنگ کرتا ہے پیالے و صراحی کوں سلاماں
روم تاراں سیتیں مطرب اپے چنگ بجاوے
سے خود

سرو قد ساقی جو بنیاد کرے ناچن کی
ناچنے
پریاں حوراں سیتیں ملکر سری راگاں سیتیں گاوے
سے سے

آئی مشاطہ نگارت ہو نگاری پری تائیں

میری — کے لئے

قدرت اس ہونٹ مٹھائی تو نبات اس کیاں کھلاوے

نبی صدقے قطب ایسی کرے نوروز رنگیلی

آبِ کوثر خدا حضرت کے ہتوں منج کوں پلاوے

ہاتھوں سے مجھ

---

بسنت

(۱)

بسنت کھیلیں عشق کی آ پیارا ۔ تمیں ہیں چاند میں ہوں جوں ستارا

نچھل کندن کے تاراں انگ جھمنا ۔ بندی ہوں چھند بنداں سوں کرسنگارا

بسنت کھیلیں ہمن ہور ساجناں یوں ۔ کہ اسماں رنگ شفق پایا ہے سارا

شفق رنگ جھینے میں تارے بگٹ جوں ۔ سورج کرناں منے زرتارتارا

پیا پگ پر ملا کر لیائی پیاری ۔ بسنت کھیلی ہوا رنگ رنگ سنگارا

جوبن کے حوض خانے رنگ منے بھر ۔ سورومار وم چرکیاں لائے دھارا

بھسکی چولی میں بھیسٹن نین نشانی ۔ عجب سورج میں ہے کیوں تس کوں بھارا

بسنت ونت جھد سو کندن گال اوپر ۔ پھولایا آگ کیسر کی بہارا

نبی صدقے بسنت کھیلیا قطب شہ

رنگیلا ہو رہیا ترلوک سارا

(ج)

( ۲ )

پیارے بسنت کا ہوا آیا — سکیاں تن مشک زعفراں لائیا
آئی — لائی

(کرم خوردہ) — کہ جو ندھر ہر یا رنگ ہوا چھائیا
چاروں طرف ہرا کی

— کہ جیو اس تھے جیون کا رس پائیا
سے
(ج)

( ۳ )

(کرم خوردہ) — کہ کویل پرم ناد اپنا سنایا
محبت کا نغمہ

— سرس مور آواز جگ کوں چھایا

گلالی رنگاں کے برن بہو جنس سوں — چھبیلیاں رنگیلیاں کے قد پر سُہایا
بہت طریقہ سے

نبی صدقے اے قطب شہ اس بسنت میں — رتن میگھ برسن عجائب دکھایا
موتی کی بارش برسکر
(ج)

( ۴ )

بسنت آیا سکی جوں لال گالا — کسم چولا ______

پپیہا گا وتا ہے میٹھے بیناں — مدھر رس دے ادھر پھل کا پیالا
ہونٹ پھول جیسے

پیاری ہور پیا ہت میں سیج ہت لے | مرون میں نہد یں گل پھول مالا
اور ہاتھ ہاتھ

کنٹھی کویل سرس ناداں ناوے | تنن تن تن تنن تن تن تنلا لا
نغمے

گرج بادل تھے داؤر گیت گاوے | کویل کوکے سو پھل بن کے نہیالا
سے پھولیں

سدا یو سواکر یں ایسی گسائیں ۶۸۰ | ولدر دور کر کرتا نہالا
نحوست نہال

نبی صدقے ہوا قطبا ترا جینت | ونداں سینے میں سلتا دکھ بھالا
دشمنوں

(ج)

(۵)

پیاری کے مکھ میانے کھیلیا بسنت | پھولاں حوض تھی چر کے چھڑکیا بسنت
میں بیٹھ

بسنت باس چن چن کے چنری بندھے | جو ابھر کے لہراں سوں آیا بسنت

جو ین حوض ہیں نو رتن رنگ بھرے | بسنت راگ گاؤ سہایا بسنت

رنگانید میانک بندے گلسری | گلے گل لڑاں سوں دکھایا بسنت

نوی بالی کو تلی کدم میں بھیجے | پرت پیالے بھر بھر پلایا بسنت
محبت کے

بسنت کی خماری تن میں بھری ہنڈولے تیں دل ڈلایا بسنت

نبی صدقے میں یوں محمد غلام نوی رت بھیتی رت ملایا بسنت

(ق)

(۶)

او منگاں سوں بسنت آیا نورانی کریاں کھوت سکیاں سب آ دسانی

امنگوں کے ساتھ — کرتی ہیں — عروسی

بسنت کے پھل کھلے ہیں اپ رنگیلے ہوا حیران دیکھ اُس تائیں مانی ۶۹۰

پھول — کو

کنول کے جھولے سُہتے ہیں اوکھ پر کہ جو پھل پر ڈُلے بھونرا سو گیانی

ہیں — پھول

جرت چرکیاں سوں شہ پہلے بسنت جب پلاوے نیہہ مد تب شہ کی میانی

کو بک کویل بسنت کے راگ گائی کہ پائی ہے اپے رت میں سُکھ نشانی

اس — سکھ کی

ہوا آ کر صفا پھل بن کوں تیوں دے کہ دکھ او نقش ہوے حیران مانی

دیکھ کر وہ

نبی صدقے قطب شہ تا امن جم جم

کے لئے

سُہاویں رنگ بھرے حُسناں سُہانی

(ج)

(۷)

شاہ کے مند سعادت کا خبر لیایا بسنت
لیایا
نین پتلیاں کے چمن میں پھول پھل لیایا بسنت

سبز سارے نور تن کسوت کئے ہیں رنگ رنگ
سرو مینا میں سو شبنم کا سرا پایا بسنت
شراب
سارے پھولاں تئیں بسنت کا پھول جھانی کیا
تو
گل پیالہ ہو کے خدمت تائیں چت لایا بسنت
کے لئے
جوت مانک سوں بسنت کے گل کھلے عالم منے
میں
پھل بسنت تھے سب فلک پر لال رنگ چھایا بسنت
پھول
سے
سور کا رنگ میں بسنت کا رنگ جھلکتا نور سوں
ہور چندر کے حوض میں چندن سوں مہکایا بسنت
اور　چاند

ترنیاں چپڑ کہ ترنگ نکلیاں بسنت کے ڈھنگ سوں
پھول ہر اک کھل کے اب باساں سیتی گایا بسنت

چھین چُنٹری پرنگٹ تاریاں کا کر آئے انگن
چپیر کنارے کے تئیں انبر کماں لیایا بسنت

سر تھے انچل ڈھال کر بھیج پر پلو کر یوں سٹے
سے
بجلی چپر کے ہاتھ لے نھاڈی تو رنگ پایا بسنت

چپر کیاں کے نیر بُند تھے سب فلک پکڑیا ہے رنگ
بوند سے
اُس گھر ابرا ں[ن۱] کے رنگ تھے موتی برسایا بسنت
سے

موتیاں یاقوت گھر گھر یوں دھک انباراں بھرے
ہر گدا مسکیں کوں خاقاں سہم[ن۲] کا دکھلایا بسنت
برابر

شکر ایزد کر معانی[ن۳] رات دن آنند سوں
نیرے مندر میں خوشیاں آنند سوں آیا بسنت
(ج۔ق)

ن۱ اُس گھر ابراں نتارے موتی برسایا بسنت
ن۲ سکھ
ن۳ قطب شہ

# دوسری عیدیں

# پوریوں کی عید

درشنی ہو آئی ہے پوریاں کی عید
درشن دلانے والی
شہ درس دیکھت ہوی حوریاں کی عید
کا درشن
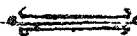
شاہ درس سیتی گمتیاں کامیناں
کے درشن سے عیش کرتی ہیں
دید پر ہے دید منظوریاں کی عید

شاہ کے مکھ سور سوں ہر دم حضور
رخ آفتاب سے
نت نویلیاں ناریاں نوریاں کی عید

وصل کعبہ کر پھریں سب آس پاس
شہ کی بھیٹن سوں ہے مستوریاں کی عید ۱۰

ناریاں جگ پر چمن دیے شہ کرو
لعل ادھر پیالیاں سوں مخموریاں کی عید

لعل خوباں بنب جب امباں جو پائے
بوسہ
تب تھے ہوی جگ میں کندوریاں کی عید
ہونٹ
سے

مصطفےٰ ہور مرتضےٰ کی دشٹ تھے
اور نظر سے
قطب شہ تھے ناریاں گوریاں کی عید
سے

(ج)

# اِتبار (اتوار) عید

قرباں ہونے شہ اُپر آئی اہے اتبار عید
عشرت کیے پردے لیا رچ مُشتری سوں شہ کے دار عید

گھر گھر خوشی ہور عیش کا پنجرہ ہوا بھو دھات سوں
ہے آج جگ خوشحال سب معنوی ہے بھار ٹھار عید

امید کے سب ملک کا سلطان ہے توں تو تجے
مطرب انند عشرت ندیم خط داس ہے ہور یار عید

مد شوق کے پیالے پیتے مستیاں کو مستان کر
دے نقل بلبل ذوق کا یک دل سوں یو خمار عید

قدبیاں بھیں اسماں کے مہماں ہو شہ گھر آئے ہیں
جگ میں اچنبا ہور ہیا دستے ہی یو اوتار عید

بندے ہو کر بندگی سیتی پائی بڑائی جگ منے
پکڑے ہے نس دن شاہ کا یک چت سیتی دربار عید

صدقے نبیؐ کے قطب کوں لیا لے کر اپنا کرے
عشرت انند کے چھند سوں یو چھند بھری چونار عید

۷۲۰

(ج)

# سکھ بلاس کی عید

سدا ہوے شہ بزم میں نہہ انند
که دولت ہے اس شاہ کا بہو بلند

سنوارے گگن سے رنگیلے محل
رتن جوت جھلکے کہ یا سور چند

سجن کے جشن میں سورج سے جھگت
دکھاویں عجب ویسے سوں چھند بند

سبھی ساز بجتے ہیں گن بھید سوں
پنجتے ہیں اُس سازتے جیو کے چھند

گرجتے ہیں اس دھن تھی ساتوں گگن
جگت رقص کرتا ہیں پچ گزند

نہیں بزم اس ساز کا ہور کہیں
نظر نا لگے تیوں سٹو آگ سپند

نبیؐ صدقے قطبا کرے سکھ بلاس
که دایم اچھو عید کی تیوں انند

(ج)

عیداں کیاں ہیں خوشیاں سب ہی اس عید میں — سالاں کے غم بھاگیاں سب ہی اس عید میں

کی — سالہا سال بھاگ گئے

فتح و ظفر ہور عیش ہے اس دن منے — نوراں کی ہیں کلیاں سب ہی اس عید میں

اور میں

ایسی خوشیاں پر لکھ گہر نیواز ماں ۲۰۳ — روشن ہوا ایماں سب ہی اس عید میں

لاکھ

چند اسورج لیتے جھلک اس دور میں — پائے شرف پرجاں سب ہی اس عید میں

چاند — رعایا

جھاڑ سو کیاں کوں لگے پھل عید تھے — گوہر بھرے سیپیاں سب ہی اس عید میں

سوکھے ہوئے کی وجہ سے

اس دیس میں کوئی غم نشاں پاتا نہیں — رقصاں کرو ذوقاں سب ہی اس عید میں

دل — ذوق سے

قطب زماں کے سب گناہاں بخش اللہ

پکڑیا علیؑ داماں سب ہی اس عید میں

(ق)

(۱)

خدا کی نظر تھے برس گانٹھ آیا — کریم کے کرم تھے برس گانٹھ آیا

محمد کے میم تھے مدد مانگ کر میں — علی عین عادل علم کوں اچایا

الف آسماں آسماں گیر بندکر — حسن ہور حسین حسن جاجت لایا

قمر قاف قبے اوپر جگ جگایا — پریم پی کا پیالا پیا منج پلایا

گلاں گاف گل گوند سہرا سنوارے — حمائل سو ہے حمد کا حق نیایا

توہی ہستی کا ہانس منج گل نباکر — نبی ہاتھ نابات نیکا پکایا

صدق صاد کا صبح صادق صفا سو — قریب قطب کوں قاف قاسم دکھایا

(۲) (ج)

نبی کی دعا تھے برس گانٹھ آیا — خوشیاں کی خبر کے دمامے بجایا

پیالا ہوں پیا حضرت کے ہت آب کوثر — تو شاہاں اپر مجھ کلس کر بنایا

مرا قطب تارا ہے تاریاں میں نجھل — تو مجھ پر فلک رنگ[۱] کا چتر چھایا

---

۱۔ سلطنت گولکنڈہ کا شاہی رنگ نیلگوں تھا۔

فلک دور منے سو منڈپ اُچا کر — جڑت سب تارے سو اُس پر جڑا یا
مانند

کلس دستے تھاناں اُپر چند سوج — وو جھلکار نوراں سیتی جھک جھکا یا
دکھائی دیتے ستونوں پر چاند — وہ — سے جھک جھک کرنا چمکنا

سورج چند اپنے تال ہو کر بجیں نت — منڈل ہو فلک ٹم ٹمایاں بجایا
چاند

کرے مشتری رقص مجہ بزم میں نت — برس گانٹھ میں زہرہ کلیان گایا
گرہ

کلیاں عشق کی مجہ ہیئے میں کھلا کر — پھولاں غم کے دل بو ستا تھے گنوایا
دل — سے

مرا گلستاں تازہ اُس تھے ہوا ہے — ۵۰ — مجہ اُس باغ تھے میوہ دم دم کھلایا
سے

دندے دشمناں کوں سو یک جا ملا کر — سو اسپند کے پاتراں کر نچایا
کو

خدایا معانی کی امید بر لیا
لا

کہ جیوں سانت کے مہو تھے جگ سب اکھایا
مینہہ سے دنیا — (ق)

(۳)

خدا کی رضا سوں برس گانٹھ آیا — سہس شکر کر توں برس گانٹھ پایا
سے — گرہ — ہزار — تو — گرہ

دعائے اماماں تھے مجہ راج قائم — خدا زندگانی کا پانی پلایا
(سے میرا — آب حیات)

نبی کا دعا ہے منڈپ سیس اوپر — اماماں دعا سوں طنابا بندھایا
(سر — سے کی)

گل مصطفےٰ سیتی سہرا گندھا کر — مجہ اس گل کا سہرا حمایل پنہایا
(سے سہرا — پہنایا)

دعائے علی تھے سراجی چڑھا کر — اپن سایہ سوں سایہ باں مجہ پہ چھایا
(سے — اپنے مجھ پر)

ہر یک روم کی جیب سوں شکر کر توں — کہ تجہ بھاگ تارا شرف سوں نپایا
(رواں زباں سے — تیری قسمت)

معانی محمد پہ صلوات کرتوں — کہ توں داس پن تھے جگت میں سہایا
(غلام سے)

(ق)

(۴)

نبی ناؤں تھے پھر برس گانٹھ آیا — ۶۰ نوے فتح خبراں شہاں کوں سنایا
(نام سے — نئی کی کو سنایا)

نبی کی غلامی تھے ہے تاج تج سر — شہاں تاج پر تاج تیرا سوہایا
(سے تیرے — سہایا)

پھولاں کے منڈپ ہور گانڈے کے تھانبا — کہ ساتوں سہیلیاں سوں منڈپ اچایا
(پھولوں گنا کھم — اٹھایا)

گلالی پھولاں کا بندے سر کوں سہرا — او پھولاں جڑت قرص حمایل نپایا
(باندھے — وہ پہنایا)

قطب تارہ دکھلائے قبلہ کی باٹ
لئے ہے بس شرف قبلہ جگ کوں دکھایا

قطب تارہ قطبا فلک کا کلس ہے
سبھی تاریاں میں نکٹ ہو دپایا

چھتر کا کلس سور کیسلی نوا چند
سو اس کا جھلم نور جگ کوں جگایا

کلس کا ہے جھلکار دو جگ کا سورا
فلک آپ منڈپ ہو حوراں نچایا

سورج چاند تارے پھر پھول کھولا
فلک تال منڈل گرج کر بجایا

خرچ زہرہ کے پھول ہور پان کا
عطارد کے لکھنے میں ہرگز نہ آیا

گلالی کلیاں کھلیاں دل باغ میں
کہ باقی پھولاں کی رتاں کوں گنوایا

تمن آرزو تھے ہے دل باغ ہریا
اناراں و گل تار منج ہت و لایا

کیا دشمناں کی نظر چاک چاک
کہ جیوں چاک گاڑی کے نمنے پھرایا

خدایا قطب شہ کوں رکھ اپ پناہ
برس گانٹھ تج یاد سیتیں گنایا

(ق - ج)

(۵)

حبیب حق تھے برس گانٹھ دیس آئے آج — علی کے مہر تھے مجلس سو کچ کچائے آج

سے سالگرہ کے دن — سے

رحیم انبر کوں تاریاں سینے سنواریا سو — منڈپ پھولاں کا محمد کے ہر اُچائے آج

اسمان سے — محمد قلی اُٹھائے

سو لکھناں سو سلکھن گھڑیاں ہیں امرت بھر — سہیلیاں جیوا خضر نیر سو پلائے آج

سعود

جو سہرا میم محمل کا سر پڑا امیر — علی کی لے کی حمائل منجے پنائے آج

تجھے پہنائے

سنے کے صدا او پرپھول گیند جوبن کے — ہزار چھند بنداں سوں سکیاں سچائے آج

سینہ پر — سے

صراحی سنبلہ ہور مشتری کالے پیالا — سہیل ساقی ہو منج مدپلائے دھائے آج

اور — مجھے شراب

فلک طبق میں ملک نقل بھر تاریاں کا — ۸۰ چکھاونے منجے آنند سات لیائے آج

تاروں — چکھانے مجھکو لائے

سو لال گال طبق میں سکیاں عل نہ بھر — سو نشہ سجان کوں بہو چھند سوں لیا کھلائے آج

محبت — بہت سے لاکر

گگن طبق میں سورج چاند کے سو کانسے دھر — کہ زعفران و مشک رنگ رنگ بھرائے آج

اسمان کے

نجھل ہل کا جھلک نت جو جگ میں یو دیسے — کہ تل کرے چاند سورج بھر کے جوت پائے آج

نظر آئے

فلک بدل کے منڈل کر ملک تے سور چند تال
بادل سورج
نچا نتا ر سکیاں منج کوں جم پہ بچھائے آج
مجھے

ندی رو ہا ولی موتیاں کی آرتی بھر کر
کی
سو زہرہ مشتری کے ہت پلا دلائے آج
ہاتھ سے

سدا ہے داس محمد قلی محمد کا
علی کے مہر سینتی سک انند پائے آج
سے

نبی کے صدقے قطب منگ دعلی کن تھے
کے پاس سے
سو میز بانی برس گانٹھ لکھ گنائے آج
لاکھ
(ج)

(۶)

گھڑی امرت منے ساعت سلکھن دیکھ اختر سوں
میں مبارک
گنائے ہیں ملک شہ کا برس گانٹھ آج ہنر سوں

محلاں میں ہریکس جادیا خوش زیب و زینت لیا
ہرایک لا
چتارا ہو عطارد آ چتر ہر یک بچتر سمند رسوں
مصور تصور اتار

کریں مل رقص آ حوراں ہر یک ترل چند رسوراں
چاند سورج
جھلکتے ہر طرف نوراں سو تن ابھرن کے جوہر سوں

سو مل آ مشتری زہرا جو لیکر چنگ نوچند کا
نئے چاند

اُتر کھن نھے امنگ سوں آ جما دیں راگ کنٹھ سر سوں
آسمان سے سے

سو دیکھ حیران ہو سارے گگن کے سب رہن ہارے
رہنے والے آسمان

اپس سُد کھو کہ بیچارے بچھارے نین عنبر سوں
اپنا کے آنکھ

مہکتی ڈور پرمل بھر زمیں اسمان سب یک سر

دماغ ہو ترجگت کے تر عنبر ہور مشک عبہر سوں
تینوں عالم اور

علیؑ اثنا عشر سوں مل دعا کر قطب شہ تج تیں
تیرے لئے

گرہ بائے بسا سو کا نبیؐ کے اسم اچھر سوں
ڈالے کے حرف
(ج)

( ۷ )

ملایک عرش پر شیہ کیاں برس گانٹھاں گناتے ہیں
کی

سماں سا تو محل میانے بدل فرشاں بچھاتے ہیں
ساتوں میں بادل کے

کرم کر پنجتن بارہ اماماں چہاردہ معصوم

برس لگہ کی برس گانٹھ آج اپ چاواں سو پاتے ہیں
اپنے

سدا جگ میں جیو و شہ کر سکل حوراں کیاں سجدہ
زندہ رہو سب

ملک آمین کہہ کہہ سب دعا سوں ہت اچاتے ہیں
کے لئے ہاتھ اٹھاتے

نکت مصحف کے تارے ہور ہے خوباں کے مکھ پر کی

برس گانٹھاں کی گانٹھاں ہو دو جگ میانے سہاتے ہیں
میں

سورج چند آئے مہماں ہو کہ مہمانی ہوتی شہ گھر
چاند

خوشیاں سوں ناچتیاں بجلیاں بدل عشرت کے چھاتے ہیں
بادل

ابھالاں میل کر آنے لگے چھنداں سوں چو ندھر تھے
بادل ساتھ چاروطرف سے

کہ یا انبر کے بیٹے کوں ملایک مشک لاتے ہیں
آسمان

قطب شہ کوں مبارک کر دیا سوں پنجتن دایم
کے ساتھ بخت کرم سے

حیات ہور بخت دولت سوں خضر نمنے جلاتے ہیں
اور سے کی طرح

(۸)

خدا ہور مصطفےٰ کی دشٹ سوں آیا برس گانٹھ
اور — نظر سے
بڑا سو برس گانٹھاں کا خبر لیایا برس گانٹھ
لایا

بڑائی چودہ اماماں ناؤں سوں منج پہ بندو سہرا
نام سے مجھے — باندھو سہرا
نبی دولت تھے عالم کوں مرا بھایا برس گانٹھ
سے

سہیلیاں مل گلالی گل حمائل منج پناوو
گلے میں — پہناؤ
حمایل قرص چندر..... دکھلایا برس گانٹھ

او چائی پھول منڈپ پیار سوں پیاریاں نویلیاں
اٹھائی
دعا پھولاں کی خوشی ہور سو لایا برس گانٹھ

بجاتے دن و ناں تم تم بلاتے گاوتے چھند سوں
گاتے
خوشیوں پاتراں اچل کوں نچایا برس گانٹھ

محبت آرتی یوں وارتے جیوں ڈھال
سو موتی ڈھال دریا کاں جھمکایا برس گانٹھ

جداں لگ سور ہے کر توں برس گانٹھاں انند سوں
جب تک سورج
شہا میانے محمد قطب لیکھا یا برس گانٹھ

(ق)

(۹)

خدا کی رضا سینتی آیا برس گانٹھ
سے
سعادت ستارہ دکھایا برس گانٹھ

جو امرت گھڑی دکھ دمامے بجائے
تو جھتر سینتیں پاں دلایا برس گانٹھ ۸۱۰

مکٹ موتی منجا بندی مانگھ سیتی — جگے جگ نبا تاں نبٹا یا برس گانٹھ

باندھے

سورج میگھ انبر کنکریاں کے جھیلے — چندر کے نہالاں سو چھپا یا برس گانٹھ

امو لے نین میں ربل مول راکھے — اوشیریں کی شیریں دلایا برس گانٹھ

نبی کا غلام ہے محمد قطب شہ — خبر لاکھ سالاں لیایا برس گانٹھ

لایا (ق)

(۱۰)

نبی کی غلامی تھے آیا برس گانٹھ — سہاگن سکیاں میں سہایا برس گانٹھ

سے

جوبن کے طبل مل بجاوو تو بایاں — سبد نال بر زنگ بجایا برس گانٹھ

رنبھا پاتراں ناچتے بر دبارہ — ........ماراں نبایا برس گانٹھ

نین چھند درپن میں دیکھنے نشاں — تو اب چھند پیالا پلایا برس گانٹھ

ہتوں سوں نھنی لی ہے ہت میں صراحی — گگن کے گھنے گھن گتا یا برس گانٹھ

صد سے

نبی داس نن پن تھی ہے قطب شہ — شہاں میانے شہ کر لکھایا برس گانٹھ

سے میں (ق)

جلوہ
اور
دیگر رسوم

پرم پیاری کا جلوہ گاو سارے　　اُسے چند سور سوں پریاں سنگارے
(چاند سورج سے)

سُہاگاں بھاگ کُمل منک کھلے ہیں　　سہیلیاں آرتی تارے نوارے
(سہاگ کے) (کے پھول پیشانی پر)

رچاو تخت جلوے کا خوشی سوں　　کہ چوندھر چوک موتیاں سوں سنوارے
(کیسا تھ) (چاروں طرف) (موتیوں سے)

چڑاو دلہیل اپ ساتوں سہاگاں　　شتاب ہاتھوں کے زہر بہت نکارے
(ساتوں) (ہاتھوں کو)

پلا شربت دیو و ہاتاں میں بیٹھے　　ہمارا وو ساریاں موتیاں کنارے
(ہاتھوں) (بندھاؤ)

محمد قطب شہ ہو اس پری کوں　　خدایا رکھ جداں لک میں ستارے
(اور) (جب تک)

(ق)

( ۲ )

بنے ہور بنی کوں پلاو و سدا　　سو عاشق و معشوق ملاو و سدا
(اور) (پکارو؟)

نین میں دھر سائیں کے دھیان کوں　　پرم کے ہنڈولے جھلاو و سدا
(آنکھ) (محبت)

مری نین پتلی سدا نیر میں　　مہا جل موں میں کھلاو و سدا
(آنکھ)

سو بالی کی چوڈی گندی چاؤ سوں ۴۳۰ مشاطہ عشق ہت کھلاو سدا
حسین کمسن گوندھی گئی کیساتھ کے ہاتھ سے

ملی کونلی پیاری پیارے سیتی الس میں اپے سب ہلاو سدا
کمسن کیساتھ اپنے آپ

مجازی پیالا سو کیا کام آئے پرم مد حقیقی پلاو سدا
محبت کی مے

نبی صدقے قطب انو بلیاں سوں نت وقتا پیا انس دن بلاو سدا
نتی رات دن (ج)

( ۳ )

میں تیرے کاج جلوے راگ پایا تو کارن چونپ سوں سہرا گندایا

انند کے موتی مانک تخت سنگار گلے میں ہانس عشرت کا پنایا
ہنسلی و پہنایا

رنگیلی مہیتدی ہت ہور پانولا کر کندن کلیاں کے ہاران خوش گندایا
ہاتھ اور لگا کر

سہیلیاں (نے) سنا تو گل کنٹھ مال بانہیاں پیالے عیش کے سب کوں پلایا
گلے میں ڈالیں

نبی صدقے قطب نت سدریاں سوں
ہمیشہ
بدھاوا رات دن منگل گوایا

(ج)

(۴)

پیاری کا جلوہ ہمن من میں گلائے — عشق سینی جیو پاتراں کوں نچائے
(ہم) — (کے ساتھ) (کئے)
جوبن جوکی اوپرم جو میوہ دل کا — اوپدمن کوں ٹیلا کرا چند لگائے ۸۴۰
(وہ)
طنبورا و کنگری میں اپ از گاکر — دو تن ہت سوں پیالے میں مد کوں پلائے
(اپنا) — (رقیب) (ہاتھ سے) (شراب)
سُنے کے طبق میں جوبن پھول گینداں — اُس اوپر دو کجلے بھونر خوش سہاوے
(سونے)
سرو قد صراحی جوبن اس کا پیالا — انچل ابر میں جھمک بجلیاں دکھاوے
بھواں خم سوں مج پانوں پڑ کر سکے سو — نین مستی سینی پیالا پلائے
(میرے) — (آنکھ کی) (سے)
قطب پنجتن کا غلامی قبولیا — تو اس عشق انگوٹی میں چند سور پائے
(قبولا) — (انگوٹھی) (چاند اور سورج ڈالے (ج))

(۵)

...... ناقص الاول ...... ......

رچے جب عشق نوری میں سار دل کا — نین پھانسی سب کر موہن من رجھاوے
(آنکھ کی) (دل)

رکھے جب کجل آپنے نین میانے　　تو سوکیاں کے پاوے چھنداں سوں بجاوے

کاجل　آنکھ　میں　　خط سرمہ

جو آوے سورج نمنے سنگار سوں　　تو ہر بال تھے راگ نیہہ کا او چاوے

کی طرح　　سے　عشق　اٹھائے

جو اوڑے ہے جلوے کا چادر صفا سوں　۸۵　سو دھن کے گلے ہانس ہیرا (؟) سہاوے

حسین　ہنسلی

کنگی کوں بہت ناز سینی پکڑ کر　　عشق شیریں خسرو کوں چھند بند دکھاوے

سے

نبیؐ صدقے او ناری قطبا سوں میلی

ملی

وہ

کہ جس کے سو بھاوا جگت من کوں بھاوے

عالم کے دل　　(ج)

(۶)

بھاگنی بھاگاں کا جلوا گاوو تم　　اس سہاگاں کے سیدبجاوو تم

کے

منجے پھولاں میرے دل میانے سے　　عشق چوکی پر چڑا پلاوو تم

کے پھول

نور تن منج عشق سے جیو کا ... سمجھو　　موتیاں لہراں کے تم بجاوو تم

خوشی

پھل ہنسی ہار کلی آنند ہے　　جلوے کا شربت پلاسمجاوو تم

پھول

دن ڈنا گرجے جو بن بادل نمن — کنگناں جھلکار منج سنتاؤ تم
کی طرح — کنگن کی — مجھے

رات کی بے خوابی میں پایا رتن — خوشیاں پاناں کے طبق بھر لیاؤ تم
بے — پان — بھر کر لاؤ

قطب شہ بھاگی نوے مندر چلو
خوش قسمت — نئے

نھنّی بالی تال سوں نچاؤ تم
کو — کے ساتھ نچاؤ؟ — (ج)

# مہندی

( ۷ )

امرت گھڑی گھڑی میں خوشیاں طبل بجائے

ابحیات ۸۶۰

قطب زماں کے تائیں بھوگن سینتی پلائے

کو بہت کے ساتھ

دیتے ہیں یار گہ او جس رنگ ہے سہاتا

وہ

اوہاں ناتوں لے نبیؐ کا سورج شمے لگائے

نام کی شمع

صدراں میں زر نگارے تارے جڑے کتدن اس

مُتنے کے سر و جھاڑاں زیبائی سوں سہاوے

سونے کے ساتھ

زہرہ منن محافے روشن ہیں اس انگن میں

کی طرح

یا سور کی ہیں کرناں جوتاں سوں سر اوچائے

سورج اٹھائے

سو رنگ رنگیلی مہندی بہو رنگ سوں کلا کر
خوش رنگ	بہت	سے	ملا کر

کیتیک چاواں سیتی شہ پانوں کوں لگائے
کتنے ایک	کے ساتھ

سب پیارے ملکے پیاروں کوں جا مین شہ پہ بل بل

سب سندریاں سوں لکھیاں رنگ رس سوں نچائے

صدقے نبی قطب شہ نا ئیں سہے اے خوشیاں
زیب دیں یہ	کو

جو اس خوشی انند تھے سب جگ کے تیں ریجھائے
سے	کو

(ج)

---

# کنٹھ مال

(مالا)

(۸)

تیر دھیٹ شوخی سوں آکر کھڑی جب — سو او چیٹ نظر میری اُس پڑی تب

نبلی پیرت لاکے ہے ٹھیر نین منج — سکی ملنے تیں پیو کوں جاتی قرن اب

کہ قرار نہیں مجھے — کے لئے پیا

پیاری ہے نازک کلی جوں چنپے کی — تو ریشم تھے آلے ہیں یالاں کے اُس کھب

جسطرح — سے اعلے

دو رُخسار اُس کے ہیں رنگیں گلالاں — او چلنے کوں دیکھ ہنس دریائی ہوے سب ۸۷۰

اسکے

او مکھ پاک نرمل ہے سورج کے نمنے — چنپے کی کلی جوں سُہے ناسکا چھب

وہ مانند — زیب ناک کے

نین سائیں کے دیکھ کملاوے نرگس — ادھر ہیں رسیلے کہ نابات کے چھب

آنکھ کمھلاوے — ہونٹ نبات

نبی صدقے کنٹھ مال جب پین آئی

پہن کر

قطب کنٹھ لاکر چومیا اُس کے دو لب

(ج) چوما

# کسوتِ زریں

کسوت مکلل زرزری شہ آج سنگارے اہیں
لباس پُرتکلف زریں پہنکر بادشاہ نے آج آرائش کی ہے

گوہر سوتن مکھ نور کے چوندھیر جھلکارے اہیں
چاروں طرف ہیں

خوباں جتے دنیا منے، خدمت کریں شہ کے کنے
جتنے ہیں پاس

یوسف صورت نازک نھنے چوبھیر کھڑے سارے اہیں
کم عمر

کہکش دنڈے جوڑے رتن، سورج کلس کنچن برن،
لباس

زرتار کیاں ڈوریاں کرن، ٹھوے سو جون تارے اہیں
کی شعاع مثل ہیں

تارے وو فاضل سور تھے، جھمکے اُن کے نور تھے
وہ سورج سے سے

دیکھ سب ملایک دور تھے حیران بیچارے اہیں
سے

بجلیاں کے ٹکڑے کرین دھر لے دھاکے چھند بند کر
(دکن - کان ؟)

کولانٹ کھیلے سربسر کیا شوخ مہ پارے اہیں

سجے کے ویسیں بوداں مِن سنگ جوں کا ڑچیا ٹھونک (؟)

خط سرمہ قطرہ ٹیسہ (شاید) آنکھ کے قریب (ہوں بھوجنگ)

چنگیاں ہیں ڈورے لال رنگ شعلے سوں رخسارے اہیں

چنگاریاں

بُند مہندی کے ہاتاں منے گل لال جوں پاتاں منے

بوند ہاتھوں میں پتوں میں

موتی جھڑیں باتاں منے جھل تھے سمند کھارے اہیں

۸۸۰

باتوں میں رشک سے سمندر

تٹوے کُلاٹی لاگ کے ات روپ نت بھو بھاگ کے

قلابازی کرکے بہت

پتلی کمر کچ پاگ کے جگ من بھولا نہارے اہیں

دل بُھلانے واری

سب مست گج گنبھیر جوں قدراست دھرتے نیر جوں

(گج ہاتھی؟) گہرے کی طرح

آہستگی میں نیر جوں بیگی منے بارے اہیں

پانی کی طرح تیزی میں ہوا

ہوتا انند خوشحال سب نٹ گاتے ناٹک سال سب

بجتے طنبورے تال سب منڈل کے دھمکارے اہیں

چنچل چتر مُدونت فنی لک لک ملک جس درستی

جھکے درشن کرنیوالے

سو قطب شہ پیو بھوگنی جگ جیو کے پیارے اہیں (ج)

# شاہی ہاتھی

(۳)

خدا کا ہست بہت ہور جھڑتا　　　دندے دشمن کے سر پر پاؤں دھرتا

ہاتھی　اور　　　دشمن　پاؤں

انکس اس سیں پر قدرت تواحد　　　کہ سنڈ چھانسے میں دشمن نت سپڑتا

نیا چاند　سر　　　سونڈ　ہمیشہ گرفتار ہوتا

فلک کے دور ہیں دو کھانڈے نتیرے　　　سینیا ونت سوں درجن سینچ کرتا

دشمن

اندو جھلکار سورج نا و بجلی　　　کبوں اس کا گگن نمنے بچھڑتا

(کبوں؟)　آسمان　مانند

ترے حملے کوں دو نگر تاب کیوں لیایے　　　کہ اس گرجن تھے بادل گرج دھرتا

قلعہ　لائے　　　سے

ہتی سنکھ جو کوئی درجن جو آوے　　　سو ہیبت تھے دندے تن میں ہدرتا　۸۹۰

ہاتھی مقابل　دشمن　　　سے دشمن کا　لرزتا

نبی صدقے چڑے قطبا سکھ آساں

سواری کر

سو کنجر قطب شہ ہت جگ سنورتا

# تقسیم اوقات

(۳)

پہلی گھڑی سانتی کے مہ موتیاں سیتی نھانے پری
نہانے

دوسری گھڑی عشق چادر اوڑے ہے او استری
وہ عورت
دوسرے (میں)

تیسری گھڑی باندھے پرم کی کلسری اپ کنٹھ میں
تیری اپنے گلے

چوتھی گھڑی چوکاں ریچے پیلاتی منج مدحیدری
پلاتی مجھے

پانچویں گھڑی پانچوں رنگاں اگنا وبگڑی تان سو

چھٹی گھڑی چھاتی اُپر باساں سُنگانی عنبری

ساتویں گھڑی ساتو سکیاں ملکر بتدا و چیر منج
مجھے

اٹھویں گھڑی چھنداں سیتیں اوڑے پون کا چادری
سے

گھڑیاں گھڑیاں ناگن کیے ہیں گنتا ہو اب پہلا پہر
نہ شمار کر کے
کنولی کے کیاں میں جھکے باس سوں پھل کیوڑی
بالوں پھول

دُہری پہر دو پہری پھل اپ کن منے بائی سکی
دوہری پھول اپنے کان میں لگائی
اے مد منجے کیا کام آوے مد پلا دو کوثری
مجھے یہ

تیسرا پہر اللہ محمد ہور علیؑ کا ہے پہر
تیسرا اور
خوشیاں کا پیالہ ناد بجتا ہے غلام قنبری

چوتھے پہر آکر ملے قطب زماں سوں پدمنی
سے
صدقے نبیؐ قطب زماں ہے اس زماں کا انوری

عشقاں کی آتش تھے کدھیں یک تل نہ بیچوں معنیاں
سے کبھی لمحہ
کافر کے مکھ اوپر بندیا ہوں پھند بیتیں عنصری ۹۰۰
باندھا

(ق ۔ ج)

(۴)

مُکٹ راگاں پیاری آپ راگے راگ گاتی ہے

مُلھارے راگ گاتی مکھ لہراں سوں سُہاتی ہے

صباحی راگ گا کر منج صبا کے تخت بیلاوو
بٹھاؤ
مجھے

دھناسیری گاکے وصن منج کوں سرنگ پیالا پلاتی ہے
عورت خوشرنگ

مرے سنگ مل نچاتی سُنگے گاتی سُگھرابھرن

سِرے راگان جو گاتی اِستری توں منج کوں بھاتی ہے
اسلئے مجھ کو

الاپے گا نرا گنرا کماں بھوں کا چڑائی ہے

عشق کی آگ میں ابروکماں کوشی سکاتی ہے

کہ گوری راگ جو گاوے تو گوریاں کا ملک جیتا

سو سارنگ نیں سب رنگ میں سو رنگاں سوں سہاتی ہے

سبھی راگاں کے گل پھل ہار پایا ہے سو ملہارا
گلے میں پھول کا ہار ڈالا

جو گاوے رام کیری رام کرراوال تز جھاتی ہے

سبھی راگاں محمد قطب شہ کوں جم بہائے تھے

(ج) نبی دولت شعر میں سراشکر نمنے جگاتی ہے
کے مانند

# راج ترانہ

(۵)

سبحان کے بھومان سوں جیو تمیں راجے سدا
زندہ رہو اے راجہ
جم جم جیو پت میت سوں آنند خوبیاں کاجے سدا

حضرت نبی کا ناؤں لے سب مجلس آرائی کرو
نام
حضرت کے ناؤں سوں (؟) مہمانی شہ ساجے سدا

منجا لہے اسمان ہور تارے جڑے اسکوں جڑت
ہے اور
اسکے کلس سورج چندر دو جگ میں بیراجے سدا
۹۱۰

بارہ اماماں ناؤں سوں اسکے طناباں باندے خُش
کے نام سے خوش
اسکی شیریں میٹھائی تھے خسرو شکر لاجے سدا
سے شرمائے

ل فاطمہ کے داس کوں سکیاں چپٹرا دو تہل تھم

یاقوت موتیاں کے طبق اُس آرتی چھاجے سدا

ساقی پیالا پیم کا بھر بھر پلا عیشاں کے تئیں

تو اہو ناچے مشتری ہت زہر چنگ باجے سدا

ہاتھ زُہرہ

حق کے کرم سوں جم جیو قطبا تمیں پت بیت سوں

تم

(ج) صدقے نبیؐ دولت بخت جم راج کر راجے سدا

(۱)

دکھ درد گیا عیش کے دن آئے کرو کام
رنگ لعل گلابی چو وے اس مکھ تھے پیو جام
ٹپکے سے

جلتا سو شمے بزم طرب میں نکو لیا وو
شمع
مے سور کے انگے ہوے سب دیوے سو گمنام
سورج مقابل چراغ

عشاق کوں پیو یاد سوں مے پینا رواہے
اس مکھ کے عرق باج روا نہیں منجے آشام

عطار توں مجمر میں کیتا بایگا عنبر
تو کتنا ڈالیگا
منج جیو کے مجمر میں سدا باس ہے فرجام
میرے دل

شکر فروشاں کرتے کِتا نرخ شکر کا
کِتنا
نِرمول شکر کا لذتاں پایا یہ ہمن کام
پایا

مکھ آیتِ تفسیر میں الجھے علماں سب
پھنس گئے عالماں
۹۲۰
عشاق سوں الجھے ہیں ترے لٹ کے سر کے دام
پھنسے زلف جیسے

تج حسن خزینا سو مرے دل میں کیا ٹھاؤں
تیرے
گنجور رکھن ہار کہیا تیں تجھے منج اِیّام
کہا سے مجھے

تج بندگی تھے سب ہی بندیاں میں سو بڑا ہوں
سے
کیا بوجھے منجے جگ میں کہ مشہور مرا نام

نا بوجھیں عشق پنتھ سو کاں پاوینگے اس انت
کہاں انتہا
ہے طوق گلے قاف کہ قلاب سو جیوں لام

ن جوں۔

مو بات سو جا دارو غہ[1] سوں کیا ہے کہنگے کوئی
میری

او بات کوں سب جانتے ہیں خاص میں مور عام
وہ اور

دو دیس میں جانے کہ کریں عیش معانی[2]
دن

دکھ بھان پیو دے کہ نہیں جگ کوں سرانجام

(ج۔ق)

---

ن[1] داروقہ۔ ن[2] قطب شہ۔

# کھیل

# چوگان

ساجن کھیلے نینہہ سوں چوگان خوش
پیو تھے من کر دیے میدان خوش

ہات چوگاں سینتی جوبن گیند کر
کھیلو اپ پکھیاں سوں تم سلطان خوش

حسن سوں نینہہ کا ترنگ چڑ کر پھراؤ
تج تھے پایا او ترنگ پریان خوش

سینہ ناریاں کا ہے میداں اُس کے حال
دو جوبن ہیں کھیلو تم چوگان خوش

ہر طرف رنگاں سینتی کھیلے ہیں پھول
کھیلو چوگاں ایک ہے بستان خوش

چھند زوروں سینے جینتوں منے
سو ہنا ہے تم ......... خوش

اب نبی صدقے قطب شہ شوق سوں
پیار سوں لیایا ہے اپ جیہان خوش

(ع)

# پھوکڑی پھو

## (۳)

سکی تال دے منج ٹٹکتی کھڑی — کہ ڈھان ڈھلکنی کھل کر ہنسکنی کھڑی

کھیل

جو ڈھان ڈھلکنی کے کھل کھیلن آئی وھن — نہ یک پھوکڑی پھو کھیل مسکتی کھڑی

مجھے — کھیل — کھیلنے — سیکھ کر

خوی کے بنداں تھے بجھے زرزی چیر — جیوں ابراں میں بجلی جھمکتی کھڑی

پسینہ — بوندوں — سے — جسطرح — بادلوں

سہیلیاں گے گندنے تھے چین گاس باندھے — او شہ چرکیاں سینتیں بچکنی کھڑی

گوندھنے سے — وہ — سے

سکی کن گنواری بوجھی اس کا تال — او چھند بند دھکارن لٹکتی کھڑی

وہ

سینی حقہ بھر بھر نہ بوجھیں سو عشق — جو بوجھیں ایس اپ لچکنی کھڑی

وہ — خود ہی

محمد شہ ہے اس زمانہ کا شاعر
نبی صدقے اس نہہ ٹھمکتی کھڑی

اسکی محبت میں

(ق)

# کھڈی

(۳)

ناقص الاول

عجب کھڑی ہے دو جگ میں کہ اس کھڈی کی دولت تھے
سے

۹۴۰

اپن دل کے انداں کے کریں جگ سروراں کھڈی
اپنے

منڈپ دے عیش کی مجلس بھر اعیشاں کی کرتے ہیں

گُھر کھافاں ہیں ہور جوتی دُراں بیچ سمدراں کھڈی
اور بیچ

جتنے جیواں ہیں عالم کے وتے جیو دان پا سر تھے
سے جتنے اُتنے

اُمنگاں سوں کریں اپنے دلاں کسے تج گھراں کھڈی

ملایک سب دعا کرتے صدق سوں ہات اُچا تل تل
سے ہاتھ اُٹھا کر ہمیشہ

محمد کی قطب شہ ہر براں کرتے براں کھڈی

(ج)

اس عنوان کے تحت وہ نظمیں جمع کر دی گئی ہیں جنہیں برسات کی
بہاروں اس کے آغاز اور برسات کے موسم میں دربار اور محلات کی
مصروفیتوں کے مرقعے پیش کرنیکے علاوہ دوسرے موسموں کی
طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ آخری نظم موسم سرما پر ہے

روت آیا کلیاں کا ہوا راج　　ہری ڈال ہر پھولاں کے تاج
رت موسم
مینھوں بُند کا لیو ہت پیالا　　روت ناریاں ساجیں اکس تھے بک ساج
مینھ کے　بوند　بانٹتی ہیں　　ایک سے
تن تھنڈت لرزت جوبن گرجت　　پیا مکھ دیکھت کنچکی کس سکسے آج
تھنڈ سے　لرزتا ہے　گرجتا ہے
ناری مکھ جھمکے جیسے بجلی　　انجل باوک میں سہے اُس لاج
کیس پھول دیسے تارے اسماں　　اِس زمانے کی پری پدمنی آئے آج
بال　نظر آئے جیسے
چوندہر گرجت ہور مینھوں برست　　عشق کے چمنے چمن موراں کا ہے راج
چاروں طرف　گرجتا ہے اور مینھ　برستا ہے　　ہر چمن میں
حضرت مصطفےٰ کے صدقے آیا برش کالا　۹۵۰　قطب شہ عشق کر ودن رین راج
برشکال　　(ج)

( ۲ )

مرگ سلطانی ستارہ جگ میں آیا پھر کر آج　　رُکھ سکل سر سبز ہو کر سر تھے کھلئے لعل تاج
سے　　درخت سب　پھر سے　کھلے
لال رنگ کھیلیا ہی مکھ پر لال کے لعل بدخش　　تو سُرج اس رنگ تھی ہرات جاوے لاج لاج
کھیلا　چہرہ　　سُورج　سے　شرم

میرے اتم مرد کوں رکھو توں سدا اپ سوں ۔۔۔ یار رحماں! آب کوثر سینچتے دے اس کوں رواج

کو تو سے ۔۔۔ سے کو

تیرے مکھ پر خسروی فر منور دیستا ۔۔۔ تو ہی ترکستان کے شاہاں و ہندستاں کوں خراج

چمکتا ۔۔۔ دیتے تجھے تب ہی

تج کھڑگ تھے تیغ رستم بہت ہی عالم منے ۔۔۔ رستماں ہیں تجکوں گنتے ہیں شجاعت کا سراج

تیری تلوار سے میں ۔۔۔ تجھے

وو کھڑگ جھلکا ز بجلی ہو کے جھمکے[۱] گگن منے ۔۔۔ کڑکڑا ابر کڑکیا ہے سب ہی دشمن کوں براج

وہ تلوار آسمان میں

بھنوں کماناں نا چڑا اپ جیاں کے گوشہ سوں ۔۔۔ کیونکہ تج شاہی کے دشتی تل دسیں دوجے دواج

کمان ابرو نہ چڑھا اپنی آنکھوں سے ۔۔۔ تیری نظر بیچے نظر آئیں

آسمانی دور کا چوگاں لے چڑیے نہ ترنگ ۔۔۔ دور چوگاں ہیں چھلے گیند تیوں ملجے ہیں راج

پھنسے جوں

اے معانی[۲] توں دعا تھے ہو رہیا تھا نا امید ۔۔۔ تج دعا یا مدعا ہے کر محمد نمنے راج

تو سے ہو چکا ۔۔۔ (ق۔ج) تیری ۔۔۔ کی طرح

(۳)

پیا ساقی مے ہور خوشی سیتی ناچ ۹۶۰ ۔۔۔ ہوا سبز و خرم ہوا جیسا پاچ

اور سے

نمن شوق کا نین تھے مینہہ چوے ۔۔۔ اے باتاں نہیں جھوٹ تم دیکھو ساچ

تمہارے آنکھ سے مینھ برسے ۔۔۔ یہ ۔۔۔ سچی

---

۱؎ جھلکے ۔ ن ۲؎ قطب شہ ۔

کہو داکھ جھاڑاں کوں میرا سلام　　　تمن آرزو دل ہوا شیشہ کاچ

(انگور کے　کو　　　تمہاری)

خوشی شادی سیتیں ہمن بزم میں　　　صراحیاں اپر ساقی پیالاں کوں راچ

(سے　ہماری　　　کے اوپر)

کھلیا مدعا پھول مُج باغ میں　　　نکو آو دوتن سامنے مو نجاچ

(کھلا　کا　میرے　　　نہ　غیر　میرے)

جلاؤ سپند تا نہ لاگے نظر　　　دوتن آگ میں تم پکاو و کلماچ

(لگے　　　غیر کو)

معانی علیؑ دم تھے خوش ہی ہوا　　　کہو مطرباں کوں بجاو و کلماچ

(کے　سے　　　سے)　(ق)

(۴)

سہیلی بنے نیلی رت میں شوانی　　　گھٹا چھائے انبر نگار رنگ نہانی

(آسمان پر)

سُہے سب انچل دھو نو جیوں گگن پر　　　مرگ میں مرگنیاں کی کسوت سُہانی

(جیسے　آسمان　سر پر)

پیاری کے خوی بند مشاطا نگارے　　　بھواں کج سہیں پو جیوں اسماں سمانی

(جسطرح)

عشق کے بنے بن سو پک نادگاوے　۷۰　پپیہا کے بولاں سوں پیو پیو فغانی

چمن ناد سوں نال دارو بجاوے　　　جوبن کی پکھاوج بجاوے سمانی

(سے)

گلالی ہیں گالاں پیا لے ملھاری
نویلی نوی کونپلیاں تھے جوانی

نبی صدقے ایسے مرگ سال نت نت
علیؑ کی دعا تھے چھتر آسمانی

(ق)

(۵)

انداں سیتے بھی آیا مرگ سال
دندیاں پامال عزیزاں ہوئے خوشحال

کنارے آسماں کے نیں شفق رنگ
دندیاں مارے گئے اچھلیا رکت لال

فلک نیں گڑگڑاتا مست ہے ہت
کہ شہ کے درجناں کوں کرنے پامال

اُنن کے دفع میں کچھ نیں مجے کام
کہ آپی سب چھپے اُس سیت پاتال

کماں قوسِ قزح دینے ملک کوں
دندیاں مارن کوں لا محور کے تس بھال

ظفر شہ پائے کر سب درجناں پر
خوشی سوں گاوے زہرہ فتح بہ حال

نبی صدقے نکو کر غم توں قطبا
علیؑ ہور آل دایم تیرے کھوال

(۶)

مرگ سال آئیا پھر تھے مرگ نینی سنگاراں کر
آیا پھر سے اے آہو چشم
جڑت مانک بہوٹیاں لعل موتیاں لیک دھاراں کر

بدل جو رے میں کیورے پھنکڑیاں جھمکاؤ بجلیاں جیو
بادل
چھپیا لکھو نپے میں پھل تارے بدل کے اندھکاراں کر
پھول بادل اندھیرا

رسیلے کنٹھ سوں آلاپ اب کویل کے کُہکارے
گلے سے کو کو
پپیہے ناد سوں مدپیونت کدنا خماراں کر
کی آواز سے شراب پی ہمیشہ کبھی نہ

ہریا شیشا، ہریا پیالہ، ہریا کسوت، ہریا جوبن
ہرا ہرا ہرا ہرا
ہریا جوانی ہریالی ہیں ندیاں مونیاں کے ہاراں کر
ہرا

نچھل مکھ نیر پوراں ہیں مچھیاں لوچن تراہ چنچل
مچھلیاں آنکھوں کی
جو بن گج گرجنے او پر لٹاں بادل کے بھاراں کر
ہاتھی زلفیں

ہوا اپناد کھا کر چونپ سوں کر سا زلہارا

رجھالے شاہ کوں پیاری بجا کر جیو کے تاراں کر

محمد قطب شہ کے کنٹھ لگ نس دن لگے جھڑ جیوں
(گلے، رات، جھڑی جیسے طرح)

(ق) دو جیات بھوک گرمی تھے پسے خوی بند ماراں کر
(سے، پسینہ کے بوند)

(۷)

سہیلیاں مرگ سال آیا ہوا سوں
(سے)

گرجنا اس کا سہتا ہے ادا سوں
(زیب دیتا، سے)

مُشک ہور زعفراں عنبر کلا کر
(اور، ملا کر)

سکیاں تن کوں لگا وو بہو صفا سوں
(بہت، سے)

چُوا چندن اگر پر مل سُہاوے
(اگر)

۹۹۰ سجن مجلس میں ہر رنگ ہے بہا سوں
(سے)

طبق پھل بان کی پیاریاں بھراویں
(پھول ریاں)

سنواریں چولی اپ تن پر صفا سوں
(کی، سے)

پیا اپ من کی پیاری سوں ہی یک جیت
(اپنے دل، سے، یکدل)

پلاوے نیہہ کا پیالا وفا سوں
(اپنے، سے)

گوا وو راگ برسات اس ہوا میں
(گا، برسات)

سکیاں پیو کوں منا لیا وو میا سوں
(محبت، لاو محبت سے)

نبی صدقے مرگ آیا، انداں کرو قطب نماں اپنے پیاسوں
عیش کے ساتھ (ج)

( ۸ )

مرگ آئیا مرگنیاں اب مرگ کوں مناؤ
آیا ہے
مرگ ایسے پیالے میانے لعل تجھے بھر پلاؤ
میں ہونٹ سے
جھاڑاں کوں پھول ہور پھل سہتے ہیں جیوں جواہر
اور مثل
صدراں زمردی رنگ ہر اک محل چھاؤ
میں
دستیاں جھڑاں میہوں کیاں موتیاں لڑاں کے تئیں
نظر آتی ہیں جھڑیاں بارش کی موتیوں کی لڑیوں کی طرح
اس موتیاں کا سہرا گند کر منجے بندھاؤ
گوندھ کر مجھے باندھو
رنگ بر بہوٹی کسوت کریاں ہیں پاتراں سب
آن کاس کے کنارے بجلیاں کا رت جگاؤ
آکاش رتجگا کرو؟
بر رنگ نمنے بادل بر رنگ ہو دکھایا
کے مانند
شہنائی دار و اِن کا دو جگ کوں سناؤ

برسانت کے پھلاں کا بھید پایا ہے باس روں روں
پھولاں　　اثر کیا
۱۰۰۰
دھپ کا لے پھول باساں اب من تھے گنواؤ
سے
دھوپ کالے کے پھولوں کی خوشبو
اے قطب شہ محمد خبراں خوشی کی آیاں
آئی ہیں
(ق)　ہم فتح میزبانی ات مرگ میں گناؤ

(۹)

گرجتا دیکھ مرگ چو ندھر تھے فوجاں کملیاں بالیاں
چاروں طرف سے فوجوں کی طرح جمع ہو کر لیں دو شیزہ لڑکیاں
مکمل ہو لگیاں جھمکانے بھی جیوں بجلیاں بالیاں
لگیں　　مثل بجلیوں کے
بکھایاں پھوی سوں چولے سب..... کے بسن منڈولے سب
بیٹھ
لگیاں کھانے کوں جھولے سب نویلیاں چھبیلیاں بالیاں
نئی　شوخ
متیاں ہو مدکے پیالیاں سوں نین غمزیاں کے چالیاں سوں
مست　شراب　پیالوں سے　آنکھیں غمزوں کے چالوں سے
جوانی کے الالیاں سوں کریں مل مل رلیاں بالیاں
ترنگوں سے　　کرتی میں مل مل کر عیش

کھسا جوبن کسن میں تھے مدن ابلا کہ تن میں تھے
چولی　سے　یا کہ شراب　سے

کھلاتیاں ہیں نین میں تھے چھبیلیاں پوتلیاں بالیاں
سے　پتیلیاں

پین ابھرن جگ مگیں چھن چھن گلے شہ کے لگیں چھن چھن
پہن کر　چمک دکھلائیں ہر لمحہ

چلن میں ڈگمگیں چھن چھن ہویاں بھی باولیاں بالیاں
رفتار　ہوئی ہیں پھر دیوانی

بکس تھے ایک ہیں جوتی دکھیت بھولیں جگت کوتی
ایک سے زیادہ　چمک والی دیکھکر

خجل ہویں ڈھال کے موتی ڈھلیں جب چھبلیاں بالیاں

نبی صدقے قطب ساتاں رہیں مل دیس ہور راتاں
ساتھ　دن　اور رات

(ج)　لوین سکھ اپنے من بھاتا چھنداں سوں نرملیاں بالیاں
سے　پاک صاف

(۱۰)

گرجا ہے میگھ پھر تھے تازہ ہوا ہے بستاں
پھر سے

پھولاں کی باس پایا بلبل ہزار دستاں
خوشبو

اے خوش خبر صبا توں لے جا جواں قداں کن

کے پاس

۱۰۱۰

چمناں کی آرزو میں بیٹھے ہیں مے پرستاں

وہ نونہال پھولاں ہے جام خوے سو بادہ

پسینہ

نرگس اپس پلک سوں جھاڑو کرے شبستاں

اپنے

مکھ نور پر دسے یوں مج خط عنبری او

نظر آئے مجھے وہ

جیوں سور اُپر ہے بادل ریحان سوں گلستاں

جسطرح سورج پر

جاہل سو دیں گنواں کر، ہم دین پر سو ہنستا

اپ دیں خبر نہ بوجے کرتا لوگاں سوں دستاں

اپنے کی

دستور عشق کے تھے باہر توں پگ نراکھیں

سے قدم نہ رکھے

ڈر ہے اگر رکھیگا تجھ دور خار رستاں

بے ہوش میرے دل کوں میٹھے ادھر جلائے

ہونٹ

گلزار ہے عجب او دو لعل شکرستاں

وہ

مجھ عشق کے گدا کوں اورنگ شاہی دیتا

سب عاشقاں مجھ انگھے ہیں طفل جیوں نتاں

میرے سامنے

روزی ہوا معانی سچیں بخش کا پیالا

بخشش

بھرے ہیں ہر طرف تو جم شوق کے خمستاں (ق)

تب ہی

( ۱۱ )

گر جیا مرگ خوشیاں سوں سنگارو آؤ سکیاں

سے آرائش کرو

پڑتا ہے میگھ پھوی پھوی چولی بھگاؤ سکیاں

قطرہ قطرہ

عطار باؤ پن میں پھولاں کے کھول طبلے

مہکار اچایا ہے پھر من میں دھاؤ سکیاں

اٹھایا

جوں لال پھول ڈالیاں پرتیوں ڈنڈاں پہ اپنے

باز و بنداں کے سر تھے پھند نے پھلاؤ سکیاں ۱۰۲۰

پھر سے

اسمان ہور زمیں سب یک رنگ ہو سُہاتا
اور
ہے آج عیش کا دن ملہار گاؤ سکیاں

کر کسوت احمری سب سر پاتو لک مکلل
سر سے پا تک
سورج شفق میں جیوں تیوں ہریک دپاؤ سکیاں
چمکو

یاقوت ادھر پیالیاں میں بھر کے مے محبت
ہونٹ
شاہ نول محمد تیں بھی پلاؤ سکیاں
نئے
نٹویاں کوں نین پتلیاں کی مد پلا متی کر
کو پھر
مست
شہ کے مندر انگن میں نٹ سوں نچاؤ سکیاں (ج)
مکان کے

( ۱۲ )

مرگ جھینے کوں ملا لے ملکاں مل گگناں میں
ملائک
سمد موتیاں کے جو برسائے سو بھرے انگناں میں
سمندر

دھرت بند چیر جو اہر چولی رنگ پاچ کر انگ پر

پر بہوٹیاں لعلاں سوں اترے ہیں بہناں میں

کی　کے ساتھ

کوکے چوندھر تھے میوراں ہر بن چو طرفاں دیکھ

چاروں طرف سے موراں

نکھی رنگارنگی نغمیں کر بن مست ہو چمناں میں

نغمے

ہرے صحرا میں نہوے لالی گلالاں نہوے بن میں

شبنمی تیل سوں شمعاں جوں زمرد لگناں میں

موہنیاں تازے طراوت سوں سرنگ انگ رنگ کی ابری

خوش رنگ جسم

بھونے بند چھند سوں لٹکتیاں جو بناں لے جوبناں میں

امرت اوصاف تجل سات ہے ظلمات سوں بھٹیں

۱۰۳۰

یا تجل دو بدلاں سیام ہے جوبن کے کھناں میں

دو　سیاہ بادل

دیکھ عجب چھند دو نین مج تے ہے حیراں ہو کہے یوں

وہ

جو اہے کیوں لگناں آپ سوں کنچک کسناں میں

کریں قطراں سے ہوا کے پیالیاں بھر بستی سہیلیاں

میگھ ملہار نے ہور گاتے عوتن تن جھمناں میں
بارش

ہوئے مشکیں بھنوراں وو جیو وطن کر رہیں پھل میں
وہ پھول

نزل آچھے ہیں تلاں وو سمناں سے ذوقناں میں
اُن

سر تھے پگ لک جو کل ہور ہنے منے سکیاں
سر سے پاؤں تک میں

من ہرن ناچ لیدیاں گھنگرو ہور پینجناں میں
اور

خوش نبیؐ ہور علیؑ کے صدقے غزل مرگ کی کہیا
اور

سو قطب نورسوں جم ترے کہ جوں سورج کرناں میں (ج)

(۱۴)

سالاں بسال مرگاں آنندسوں کھجاؤ
سے

جوبن طبل خوشیاں سوں نت نت تمیں بجاؤ
سے ہمیشہ تم

تج تن کے جلوے میانے جلو کے راگ سُہنتے
میں

رجنی کے ہت پیالا ہے سب کنے تیں لجاؤ
ہاتھ کو

چُنری جو چُن کے باندھے او چیرا اس کوں سُہنتا
وہ

بتیس[۳۲] برن ساز وں اب تن اُپر سجاؤ

اپ کھونپ میں گندے ہی کیوڑے کے پھول چھند سوں
اپنے بالوں گوندھے

چھند سوں پیالا ہتیلی ناریاں کنے تیں لجاؤ
سے

صدقے نبیؐ کے عیداں جلوا تمن سُہاوے
زیب دے
تم کو

(ق) ۲۰۴۰ قطب زماں کے تائیں تحفہ تمیں لجاؤ
لیئے تم لے جاؤ

(۱۴)

مرگ رحمت کا گرج انبر پہ عنبر رنگ بھالاں کے

ملا بر سیا حیات ہور خضر جوں ون جالے جھالاں کے
اور

مہے پر برسیں جوں باراں اپی سم ہیگ کے دھاراں

ملک لے ہت ہو نیزداراں چلے نیلوں میں ڈھالاں کے
(ہاتھ)

سُرج شہ پیٹ سوں جھمکیں سہیلیاں چاندجوں جھمکیں

سو کھن درپن میں پڑ جھمکیں نہ جل عکساں روماں کے

.... ناقص الآخر ....... ...(صفحات غائب ہیں)....

(پ)

# مولودِ نبیؐ اور بارش

(۱۵)

نبیؐ مولود میں آیا مرگ سال　　دنیا میں نیں سو حظ پایا مرگ سال
نہیں ہے
بدل کے منڈپاں چوندھر اُجا کر　　مندل بجلیاں کے گرجایا مرگ سال
بادل　چاروں طرف اٹھا کر
زمیں تازی ہو ہنستی ہے خوشیاں سوں　　عجائب کچ ہو چھایا مرگ سال
سے
فرش ہری پہ موتیاں کے بچھانے　　اپے فراش ہو دھایا مرگ سال
خود
جہاں میں خلق کوں یک دھیر تھنے　　کرو کر عیش فرمایا مرگ سال
سب　سے
انت آچھے میگ کا گلاب لیا کر　　سنے پر جگ کے چھڑکایا مرگ سال
سینہ　چھڑکایا

قطب مولود کرتا دیکھ امنگ سوں
سے
نبیؐ شہیلا اپے گایا مرگ سال
۱۰۵۰

# ٹھنڈ کالا

(۱۶)

ہوا آئی ہے لے کے بھی ٹھنڈ کالا
پیا بن سنتیا تا مدن بالے بالا

رہن نا سکے من پیا باج دیکھے
ہووے تن کوں سکھ جب ملے پیو بالا

اے سیتل ہوا منج گمے تا پیا بن
مگر پیو کنٹھ لا کرے منج نہالا

سجن مکھ شمع باج او جالا نہ بھاوے
بھلایا ہے منج جیو کوں او اُجالا

جو رات آوے چندنی کی منجکوں ستاوے
کہ چند نا منجے نین نین سوز لالا

مرے من کا بھاتا ہے لالن سوں ملتا
منجے بھاتے ہیں پیو ہت کنٹھ مالا

نبی صدقے قطبا انداں سوں ملکر
اپس سائیں سوں پیوے جم مد پیالا

(ج)

محلاتِ شاہی

# خداداد محل

خداداد محل کوں محمد سنوارے — تو اس میں جنت کے نگاراں نگارے
(کو محمد قلی قطب شاہ — معشوق)

بلندی محل کا ہے اسمان جیسا — سورج چاند تارے سو اس تھے سنگارے
(سے زینت پائے)

نہ اس جگ میں دیکھے کوئی ایسے محل کوں ۱۰۶۰ — مگر دھرت پر قدسیاں لیا کے ٹھارے
(شاید زمین لاکر رکھے)

جوں آٹو بہشت منے آٹو جھجے اس — خضر چشمے بہتے ہیں تس میں سدا رے
(جس طرح آٹھوں کی طرح آٹھوں — دیکھو؟ جس)

جگت کوں حیاتاں بخشنے کے تائیں — جوں عیسیٰ کے دم تس میں بہتے ہیں بارے
(لئے — مثل کیے ہیں)

سرج چاند پیالیاں منے امرت بھرے — بدخشی لعل سم کئے رخسارے
(سورج میں آبحیات — کے مقابل)

اُن مکھ ہیں لب عقیق یمن جوں — سو مکھرا سہیل ہو کے تابش سٹیارے
(کی طرح — ڈالا)

پون تھے ہیں نازک سو پانی تھے تپلیاں — مرگ اچھریاں پاتراں سور سارے
(اُن کے چہرے — ہوا سے سے — جنت کی حوریں سورج)

فلک تھے جو زہرہ زمیں پر سو آ کر
نچا کر بجا یا چنگاں کے دھکارے

دکھاویا رنت بہت نین سوں تو کر بے
فلک کھول کھڑکیاں ملک لک نظارے

رنگا اسمانی چنڈ یاں جھبیلیاں سو بند کر
سورج مکھ کرن جھلکے تن کے کنارے

بھواں آسمانی کماں مس غلولاس
دو تن کے جیواں کے سو ہدفاں اتارے

نبی صدقے بارا اماماں کرم تھے ... کرو عیش جم بارہ پیاریاں سوں پیارے

خدا کی رضا ہور محمد نظر تھے
علی پیار سوں قطب کو ثر پیارے

(ح)

# سجّن محل

(۲)

ساجنی سجّن محل میں ساج کر چھنداں سو آئی

جان جانی ہو کے جاں کا پیالا سو منجکوں پلائی

مجھے

سر میں چڑیا ہے اثر سر تھے کئے ہیں مُجہ خبر سُد

مجھے　　پھر سے　　چڑھا

نین خمّاراں کا بھٹّی ناز سوں سر تھے چڑائی

سے　　پھر سے　　چڑھائی

کیس میانے پھول تارے چاند سورج گُندے ہے

بال　　میں

پھول کیاں تھے دوجا آسمان سچلا منج دکھائی

بال　　سے　　دوسرا　　سچا　　مجھے

بھنواں میانے روس باگر کہتی پیالا پیو مُنج کوں

بھوں　　میں　　گرہ　　ڈالکر　　مجھ

نین دھر کے نُقل سینتی مُج کھلائی ہے ملائی

سے　　مجھے

گال گلالی اوپر طرا پھولاں کا گند دھری ہے
گونٹا کر
گال بر کان نازک ہے اُن کا ہوا ہوں میں کھلائی

نورتن ہاراں کے پھانسے کر گلے میں بائی ہے اپ
ڈالی　اپنے
تو ہزاراں بجلیاں انچل جھمک میں پہنچائی

قطب شہ توں اس سکی کا کیوں بیان کرنے سکے گا
تو
نبی صدقے گرد گر ہو سب سکیاں کوں مل نچائی　(ق)

# اعلیٰ محل

(۳)

اعلا محل اعلا دسے اعلا خوبیاں ہُنتر گھڑی
نظر آئے

اعلا سکی اعلا دسے جوبن گھڑی دوداں بھری
نظر آئے

انگ جوت کے چند نور پر کنچک دسے بادل نمن
جسم کی جھلک — چاند — نظر آئے — کی طرح

تارے تگٹ پھولاں سُبھیں باندی ہے ساری زرزری
۱۰۸۰
زیب دیں — باندھی

جب سیس پر ڈھالے پلو چندنا چھپتر تانی سکی
سر

اے ساز کرشمہ سوں ملی تب یوں دسے جیوں شہ پری
سے — ایسی نظر آئے جیسے

تج بل کڑی کے لعل ہیں سب مملکت کا مول ہے
تیرے

تیری ہنسی کے بھید تھے چھپیا ہے سحر سامری
سے

تج مکھ کی لالی تھے دیپے سورج کی لالی بھاگ سوں
سے چمکے

تاریخ بہو دیکھیا نہ کس تاریخ ایسی استری
بہت دیکھا عورت

مانک ادھر کے چشمے تھے شربت بنجتا جیو کا
ہونٹ سے پیدا ہوتا زندگی

اس نیر میں پیاسے اچھیں پاشہ اچھو یا لشکری
پانی کے ہیں ہو

صدقے نبیؐ اعلے محل میں قطبؔ شہ جم جم اچھو
ہمیشہ رہیں

جب لگ اچھیں اسمان پر چند، سور، زہرہ، مشتری
رہیں چاند، سورج

(ق)

(۴)

حیدر محل میں دایم حیدر کا جلوہ گاؤ
عرش آسماں دھرت پر نُصرت طبل بجاؤ
زمین کے

لیا نسیم ساقی منج بزم میں صراحی
لا میری
پیالے کی جوت میانے سائیں صورت دکھاؤ
کی میں

سورج طبق سے گالاں میں مے نقل دھرو تم
پیاری پرت کے ہاراں پیاری کے گل میں باؤ
کی گلے ڈالو

نہ کے نہالاں میانے کنچگ کے باد کہ دیو
زہرہ و مشتری سوں پاتر نُبھا نچاؤ

مہتر گھڑیاں سوں ہاویں سینے اوپر کچویں
شہادیں
تا بات دو دیتی امرت گھڑیاں بھراؤ

۲۰۹۰

پدمنیاں چنتیاں مل شر و پ پر چھلیاں ہیں

ان ہات قول بیڑا دیکر سکیاں اچاؤ

صدقے نبی قطب شہ جلوے کے تخت بیٹھے

حوراں پریاں سہیلیاں مل آرتی دکھاؤ

(ق)

---

# محل کوہِ طور

( ۵ )

کہہ طور پر سدا ہے سبحان کا اُجالا
تو خلق سُرمہ کرتی رحمان کا اُجالا

اس طور کا سو ٹھارا مانند ہشت ہے
اس نور تل چھپیا ہے اسمان کا اُجالا

مقام
اس محل کوں سو دیکھت بھک پیاس سب کا جاوے
کے تلے چھپا
جا نو جھلکتا واں شہ مرداں کا اُجالا

دیکھ کر بھوک
بارا برج پر ہے بارا امام دِشٹی
تو اس اُپر جھلکتا ایمان کا اُجالا

بارہ کی نظر
ہر اک کنگورا اس کا جامِ جہاں نما ہے
پر
ہے ہر منار پر شہ کنعان کا اُجالا

یا قطب سات کھم کا یا تخت ہے سلیماں
جو جگ پہ ہور واں اس فرمان کا اُجالا

(کھمن یہ آسمان)
انگن ہے اس محل کا جوں آرسی سکندر
دِستا ہے تس پہ توراں ایران کا اُجالا

صحن مثل آئینہ نظر آتا ہے
چند سور اُنو بچارے بیتاب ہوویں دیکھت
اس محل کے نورانی میدان کا اُجالا ۲۱۰۰

چاند سورج وہ دیکھ کر

ساتو سو فلک مبانے مانند نہیں ہے اُس کا — اُس اَنگے تار نمنے ہے بھان کا اُجالا

ساتوں　میں　آگے　مانند　سورج

قدرت تھے سورچند سوں بنیاد اس محل کا — سب کھان پر جھلکتا اُس کھان کا اُجالا

سے سورج چاند سے

اس محل کے کنگورے لاگے ہیں عرش پگ کوں — جگ قبلہ ہو کے دستا اس ٹھان کا اُجالا

لگے　کے قدم کو　نظر آتا　جگہ

ساتو سو خسرواں کی بیٹیاں دیا خدا منج — جم جھلکے تس میں بیٹیاں جانان کا اُجالا؛

مجھے　ساتوں

ہر شہ نشیں میں ہر دن ہر برج پر حکم سوں — ہر شہ پری سوں مجلس جاں خان کا اُجالا

قطبا نبی کے صدقے آنند کر اس محل میں

بستا ہے اس میں شیر یزدان کا اُجالا

(ج)

---

(۶)

سُلکھن سعد ساعت سوں سُرج چند اختراں خوشیاں
(سے — سورج چاند)

قطب مندر میں کیتے دل دیکھ امرت منتراں خوشیاں
(کرتے)

ملایک نور درسن کے، محلاں باند درپن کے

دیکھت تاں فرش رتن کے کیئے نو انبراں خوشیاں
(آسمان)

سکیاں چند سار رتاں میں پیالے مدپی باتاں میں
(چاند کی طرح — شراب کے)

کریں صریاں سوں ہاتاں میں پیالے گوہراں خوشیاں
(صراحیاں — سے — ہاتھوں)

نین جھلکار جا کھن پر دیکھت ہنتے سرگ بن پر
(باغ جنت)

سو تن کے نور تن تن پر کریں جو جوہراں خوشیاں

۲۱۱۰

خوشیاں عیشاں انداں سب تھے گنیاں کس پہ چھنداں سب

رہیا ہو پستہ خنداں سب بھرا تر جگ کھراں خوشیاں

نکل کھن تھے گہر تل تل محل یاقوت مرجاں مل

آسمان سے

کریں کھن سات ہو یکدل دراں سوں سمدراں خوشیاں

موتیوں سے سمندر آسمان

سہیلیاں جب بچن بولیں بچھل نرمل رتن رولیں

پنکھی جیوں کیمر غولیں وکھت کھولیں پراں خوشیاں

دیکھ کر دلوں

سکیاں چن بند ملک بیناں بجاتیاں امرتیاں بیناں

بین بجاتی ہیں

امنگ سوں باج ارت دیناں سہج ہوئیں جنتراں خوشیاں

سورج

نبی صدقے قطب جگ کی غزل صد ہور دو دس کی

سے

اور دن

کھباوے گرہ کن اس کی تو سن ہوئیں کناں خوشیاں

کھباوے کر کان میں

(ر ج)

# ۱

# نہنی

نہنی سر تھے اپ کو سنواری عجائب
مشاطہ پری ہونگاری عجائب

پھر سے  خود  عجیب طرح

نویلی کہ قدسم سرو کد نہووے
کہ نو کھنڈ منے ہے پیاری عجائب

کے  کے برابر  کبھی  آسمان میں

مدن پھول کی رنگ ساڑی بندی ہے
سہے اُس کی موتیاں کناری عجائب

کے  باندھی  زیب دیتے ہیں  موتیوں کی

تمن یاد کی مستی مُنج کوں چڑی ہے
نین من ہیں کھلتی خماری عجائب

تمہاری  مجھ کو چڑھی  (چشم دل)

نبی صدقے قطبا ریجھانے کے تائیں ۲۱۲۰
بجاتا ہے تانا دو تاری عجائب

لئے  (ج)

( ۲ )

پرم موتی چوایا ہوں سکیاں گندو خوشیاں سیتیں

کے  ٹپکایا  گوندھو  سے

کہ مکھ روپاں کے جھلکارے جھمکتے ہیں نوراں سیتیں

عشق کا داؤ منج سوں کھیلتی ہے او نغنی پیاری

مجھ سے وہ

چندا مکھ پر نوے چنداں دکھاتی ہے نواں سیتیں

نئے

کہوں تج بھیس کے باساں کہ یا تج بھید کی کہنی

تیرے کہانی

کہ تج باساں کے مہکارے مہکتے عشق جاں سیتیں

تیری خوشبو

مہکتا باس تج تن یوں کہ مہکے سانت کا مہ جیوں

تیرے

پرم کی بات کرتا ہوں پرم کے عاشقاں سیتیں

ترے نیناں کی جھمکن ہیں سہاوے بھید کاجل کا

لگے ناچاک ڈوتن کا نین کے منتراں سیتیں

محمد بال پن تھے ہے محمد کے غلاماں میں

محمد قلی بچپن سے

تو جیتا داؤ میں پنتھاں سوں سارے سنیاں سیتیں

(ق)

( ۳ )

ہنستی ہے کھلتی ڈلتی پیالا پلاتی منج کوں
میری مستی تیری مستی جو کھن سہاتی منج کوں

نوی ہنسی نوے غمزے پیاری نوے دکھاتی
جلوے کے راگ گا کر پھر پھر پلاتی منج کوں

ہنس ہنس کے مکھ سوں مکھڑے کے پھل بچھاتی
عشقوں پیالا نازوں ہیو کر ڈلاتی منج کوں

بولے جو بول مسکاتی بولنے میں
یک یک پیالا دے کر نس دن گماتی منج کوں

چکا چکا کہ انچل لیتی ہے مور چھب سوں
زلفاں کے پینگ میانے نہہ سوں پنگاتی منج کوں

میں

مستی بوتی نھنی اپ تن اُپر چڑائی
اپنے
اے بوتی ہیں رُپے کا چند ادکھاتی منج کوں
یہ روپیہ چاند

خاقانی و نظامی کا قطب شہ ہے شاگرد
شہنامے کی کہانیاں سر تھے سناتی منج کوں (ق)
پھر سے

( ۴ )

نازک نھنی بالی محبت میں سو نا جانے ہنوز
لوچن کجل جھمکیں ولے بارے نہ پہچانے ہنوز
کاجل
نہ پر سو من دھرتے نہیں شیشے سر ابھرتے نہیں
میں شراب
پیالی میں مد کرتے نہیں مج عرض نامانے ہنوز

امید مج تیرا اہے تج قول کوں سیرا اہے
معشوق توں میرا اہے جانے نہ دل لانے ہنوز

نھن پن کے کھیل مولاں نہیں امرت ادھر تولاں نہیں

مکھ صاف نیں بولاں نہیں اپ نرخ نا جانے ہنوز

اپنا

قطب زماں کوں جان توں نہہ کے بچن میں آن توں

(ق) وے عشق کیرے وان توں کینتا اپس تانے ہنوز

کرتا

(۵)

دوڑ کر لاج سوں انچل وو نھنی لٹکی چمن

اُس نھنی ڈال اوپر کیوں لگیا ہے سیو یوں

سو کا سوں کرمیں جو غصہ د ناز کی بات

۲۱۴۰

جب ہونٹاں تھے جھڑے پھول جیو منگے اسکوں مگن

نیہہ نہالاں میں لگیا یک جھاڑ کوں خوش پھل رتن

باغ کا ہے او سرو مانی خدا رکھ اُس جتن

او بہشتی باس سوں کھیلئے ہیں پھل سب جگ منے
اس
اس کی باساں کن نیا سے سب خطا ہور سب ختن
کوئی نہ پا سکے

جب کتاں کے بھید گند الے ہو نٹ نٹ کار سوں
او ہنکاراں نا دُسن کر گرگڑ برانے سب پتن

وہ
عشق کے طبلاں بجے دایم بہشتی عدن میں
بھید او لے کر دکھاتے ہیں آرت لپنے نین

تیرے مکھ تھے پائے ہیں سب خوبرویاں روشنی
سے
جو ہراں کیا کم تجھے دستے ہیں تج مکھ پر لچھن

چندنی میں جب چھند سوں لٹکے تو چندا جائے چھپ
چاند
گگن
آرتی ہونے تج اوپر آتے ہیں تارے گگن

ییں نجانوں کیسے نوراں تھے ہوئی تو آفرین
سب پنکھی چھوڑے ہیں تیرے جوت تھے اپنا وطن
سے

مُنج اوپر کاہے چڑاتی ہیں بھنواں کا تم کماں

غمزے کے ناوک سوں دیوا اپنے ہونٹاں کا چمن

اے معانی ختم کر ہے تیرا گوہر بہو بہا

(ق) مصطفےٰ[۳] و مرتضےٰ[۳] منج کوں کمر باندے کسن

---

# ۲
# سانولی

مری سانولی من کی پیاری دیسے ۲۱۵ کہ رنگ روپ میں کونلی ناری دیسے

(نظر آئے) (دل)
سُہے سب سہیلیاں میں بالی عجب سرو قد ناری اوتاری دیسے

سکیاں میں ڈولے نیہہ بازی سوں جب اومکھ جوت تھے چند کی خواری دیسے
(اس کے) (سے) (چاند)

توں سب میں اُتم ناری تج سم نہیں کویل تیری بولاں سٹے ہاری دیسے

(تیرے مقابل) (سے)
تیری چال نیکی سبھی من کوں بھائے سکیاں میں توں جوں پُھل بھاری دیسے

(پھول)
بہوت رنگ سوں آپ رنگیاں سکیاں ولے کاں ترے رنگ کی ناری دیسے

(کہاں)
نبیؐ صدقے قطبا پیاری سدا

سہیلیاں میں زیبا تماری دیسے
(تمہاری)

( ۲ )

پیا سانولا من ہمارا بھلایا
نزاکت عجب سبز رنگ میں دکھایا

دل

تو اپ حسن سورج سوں جگ کوں دپایا

کہ تاریاں میں اس جوت سیتی سہایا

اپنے کے سے

رنگیلی دھڑی اس اپروں سہاوے
کہ اپ رنگ سوں جگ نگیلیاں رجھایا ۲۱۶۰

اسکے ہونٹ کی اس طرح چمک سے

چنچل سیتی رلیاں کیا آج سب نس
انند مطرباں سوں خوشی سوں گنوایا

اپنے سے رات

ہنسے اس کنول مکھ تھے جھڑتے ہیں موتی
تو اس شاب موتی سوں جگ جگمگایا

کے ساتھ

نبیؐ صدقے قطبا سوں مل مد سجن جب
پیٔے اپ خوشیاں سوں تو گل بانہ بایا

سے

(ج) گلے میں ہاتھ ڈالا

( ۳ )

نھنی سانولی پر کیا ہوں نظر
خبر سب گنوا کر ہوا بے خبر

نین چلبلائی سوں کرتی ہے ناز
ہمن روں روں بھیدیا ہی اس کا اثر

ہنسا جب کرے ناز دو چھل سیتیں — دسن جوت منج کوں دسیں جوں قمر

ترا قد سرو نکلے جب چھند سوں — اڑے کھونپے کا تج اوپر تب جنور

سو دھن کسوتاں کر جو آئی انگن — اچھالا دو کسوت تجے پا یا انبر

موتی رنگ کا منتینی پینے تون — دیسے منج نظر تل ہنستی سندر

معانی نزاکت ترا سب بوجھیا

۲۱۷۰

توں اس کوں کھے کا چکا دو شکر (ق)

لے کھڑی کنولی پیاری اپنے ہت میانے پیالا
ہاتھ میں
لے جھلکتی ہے ڈھلکنی میں پون جیون ہرن والا
ہوا
عشق باساں کے سو پھانسے باک کھینچے آپ دھن
آپ ؟
کیس میانے پھول جڑی چوٹی منے دو نا و بالا
بال میں میں
کونلی مکھ پر پھول چڑائی ہے یوں نوراں تی
سے
عشق کے فر لکھے ہیں پوچھو تم امن ناواں کالا
عشق تباں تجھے لگے ہے میر نین میانے قہاری
میں سے
نین لذت منج چکھا کر میرے تن میں کرا و جالا
آنکھ مجھے

کھینچتی کھنچاتی کھڑی ہے پیاری اپنی کھچ سنتیں
سے
انچل اوچھل تھے نچاتی ہے نین پتلیاں کا چالا
آنکھ سے
نورتن روشن ہوے ہیں اُس کے انگ کے رنگ ستی
جسم سے
چاند سورج کے حمایل بائے ہیں گلے کنٹھ مالا
ڈالے
ہے محمد قطب شہ بندہ علی کا کمتریں
(ق) تو ازل تھے اوڑتے ہیں منج سر پہ اسمانی رومالا
سے

( ۲ )

تج قد دیکھ سرواں ہا کے کئے ہیں بن میں
تیرا (کر)
تج قد سہاوتا ہے جنت کرے چمن میں
تیرا

پلکاں نمد تلکے کر راکھیا ہوں ہیں تکئے تیں
رکھا
جو پوتلی وہندی ٹک آئے منج نین میں
پتلی وہ میری آنکھ

دو لب ترے رنگیلے یاقوت کوں دیے رنگ

۲۱۸۰

لے بھبک رنگ عقیقاں رنگیں ہوے من میں

خلوت میں گمنتے شہ جب ڈُبتا ہے چاند گھن پہ
گذارتے ڈوبتا آسمان
چھپ جائے سورتن میں نکلے جو شہ انگن میں
سورج رات صحن

باریک تج کمر دیکھ باریک ہوا ہوں جوں بال
تیری (دکر)
ویسا نہیں ہے کوئی تار ایک پیرہن میں

کالیاں گوریاں سکیاں کوں جگ میں جو تھیاں سو بسرّیا
تھیں بھول گیا
کھونلی سکی کوں دیکھت میں سُدھ بھولیا دھن میں
کوتلی دیکھ کر سُدھ بھول گیا

(ج)

( ۳ )

اُتم پیاری نظر بازی منجے تج سوں کھڑی ہے
مجھے تیرے ساتھ
نظر بازی کوں مج سوں نظر رکھ جب کھڑی ہے
میرے ساتھ

کندن رنگ پُتلی کونلی ہور سروپ دیوں نولی
اور
سُلکھن سندری آلی لچھن دیداں پری ہے

گلالی نین ہیں تیری سمد پور موج مارے
سمندر پورا
سُورج سے گال پر دنت نو رتن اَنک چڑی ہے
دانت
پہو رنگ رنگ بالے بال ہے تج میں چنچل اتھہ
سوہج
بہت
سُہے تج راج ناریاں کا کہ توں کونت پری ہے

کر تگ نینی سہیلی توں میرے جیو کی پیاری

(ج) محمد قطب سلطاں سوں مل ہل ہت چڑی ہے
ہاتھ لگی

(۴)

معاز گی تھے تازہ چنچل آئی میرے بر منے
بیل کوں لے سبز آنچل پھول جیتقہ پر منے

کونلی پیاری ہیلی باری ڈاو ساری داو سوں ۲۱۹۰
نین تاری رنگ دھاری مدخماری سر منے

نیہہ دھن کا نارہٹن کا پادن جھنکایوں سہے
آس من کا عیش تن کا ذوق کن کا ہر منے

دو تی گاری دُکھ تے کاری ہوک گھاتی کرتی ہے
لاک چاڑی لوچ باڑی جج کوں آڑی در منے

اے معانی تیری مانی سب ہیں سیانی نار ہے
ہوکر
بھید جانی نہ پچھانی تخت رانی گھر منے
سمجھ

(ق)

سکیاں ہجا منا لیا رہ پیاری کوں آج — کہ سب چھند بھریاں کا اہے سیس تاج

لاؤ — ہے سرکا

کہو یوں کہ مندر کوں بھو زیب سوں — سنوارے ولے نا گمے تج باج

بہت کے ساتھ — نہ بسرا ہو تیرے بغیر

مدن آسنا تا ہے گر گیان کوں — کرو دادا بیں آ تمارا ہے راج

خود ہی آکر تمہارا

عجائب ہے کسوت تمن حسن کی — کہ اس تھے سُہاتا ہے عشوباں کا ساج

تمہارے — سے

توں خوباں کا ہے روپ بیں پادشاہ — تو لیائے ہیں سب تیرے تیں نیہہ خراج

لائے — لئے عشق کا

تمن مکھ کا نور جب دیکھوں ہیں — او یک چھن منجے سو برس کا ہے کاج

تمہارے — لمحہ — وہ

نبی صدقے قطب تھے مجلس سدا

۳۲۰۰

سُہاتا ہے جوں حسن سوں ملک لاج (ج)

(۲)

پیاری نگرنوں سجن سوں منم
(نگر — کے ساتھ — غرور)
جو جاگی جوانی تو پھر ہو گی خم
(جائے گی)

بقیں جان جگ میں آیا نت ہے
(یہ)
کہ گوہر پھٹے پر ہوتا مول کم

جوانی و جوبن ہے سب پاؤنا
کہ تجھ تھے ہووے عیش سائیں کوں جم

میا آپ سائیں کا رکھ اپنے دل
کہ تج تھے ہووے عیش سائیں کوں جم (مکرر)
(سے)

چھنداں سیتی سنگار کر آی دھن
(محبت اپنے)
سہے مکھ اپر خوی کہ جوں پھل پہ نم
(تجھ سے — زیب دے چہرہ پہ پسینہ پھول شبنم)

پیواتے ہیں سکیاں ہیں اپ حسن کوں
(سے — پلاتے اپنے)
اوچائے ہیں خوباں ہیں اپنا علم
(اٹھائے)

نبیؐ صدقے قطبا ہے تج نیہہ تھے مست
(تیرے عشق سے)
سہے سب بتاں ہیں توں اس کا صنم
(سہائے) (ج)

(۳)

خوشی دولت گھڑی باجے پلاؤ ہلچو ناداں سوں

عشق کی داو فی لیاؤ بجاؤ عیش تماشاں سوں
(لاؤ) (تماشہ)

ترازو عشق جو کھی ہے پیاری آنکھہ انکھہ سینتیں
عشق کے ڈاو یک یک کھیلتی ہے ڈاؤ ڈاواں سوں

کہو الحمد للہ میری پیاری ہے پیاری
عشق کا شرط لکھے ہیں شرط سوں تیرے ناواں سوں
۲۲۱۰
نام

عشق گوہر جڑائی ہے اپس کی واونی میانے
خود
میں
اپس کی بانہ پر پھند نا بندی ہے بھاو بھاواں سوں
اپنے بازو باندہی

عشق کی باتاں ہیں منج کوں عشق کی کہنی سناؤ تم
مجھے کہانی
پری پر میانے ہلجیا ہے مرا دل نہہ پریاں سوں
پھنسا

عشق ہور عاشقی کا جلوا گاؤ عشق سوں سارے
اور
سے
تہینتا ناچنے گاتے بجاتے سبد تالاں سوں

پلاتی مد بھرا پیالا مرے تیں مد بھری پیاری
(ق) محمد قطب ہت کنگن بندھی ہے لاکھ چاواں سوں
کے ہاتھ میں

(۴)

پیاری تو بول مارے تج بول نیں پنت پیارا

تیرے کو نہیں

دستا ہے بول تیرا ہر ایک جوں کنارا

نظر آتا ہے

چوٹی تیری سوناگ ہے ہور زہر اس میں کڑوا

اور

او گھر کھیلاں میں دستی توں ساچلی سنپارا

نظر آتی تو سچی

وہ

پھر پھر بھنور کے نمنے تج باس ہوں تو لیووں

مانند تجھ

اس باس میں نہیں ہے نرگس کا خمارا

دیکھ دیکھ کر صندل کوں لانا مشک کی لانا

تو تن کی باس آتا سحلا جبا سنبارا

پہنی ہے کاج کی کاج اچھری بندی سو ہت میں

پہنی باندھی ہاتھ

کیا جانیں پاچ ہور کاچ او ہندوی کنوارا

اور وہ

تج بول میں نمک نیں تیرے ادھر میں رس نیں
تیرے ہونٹ میں نہیں



تیرے کنک میں کس نیں ہور چوٹی ہے اندھارا
اور

ایسے رتن رسن سوں دریا تھے قطب کاڑے
زبان سے نکالے

دو جگ میں اس کوں دائم ہے مرتضیٰ ادھارا (رج)

( ۵ )

پیاری تیرے بچھڑے تھے رین منج نیند آوے نا
بچھڑنے کی وجہ سے رات مجھے

توں قدرت کی گھڑی تج بن گھڑی پیر موبھاوے نا
تیرے بغیر مجھے نہیں بھاتی

رین دن کوچ جانے نا جو کوئی جیو عاشق ہے تیرا
رات دن کچھ جی سے

لگیا ہے یاد یوں تیرا کہ بھی کچ یاد آوے نا
کچھ

پرت تیرے کوں لقماں بھی سکے نا دارو دینے کوں
محبت نہ سکے

صحت کیوں ہووے عاشق تیں جو لب شربت چکاوے نا
کے تئیں

پیچی تج رات کا یک رات منج سنوارات ہودستا
نظر آتا
واقعی تیری

کنا کس سیج رہتا ہیں جو توں سیج اپ بلاوے نا
کہتا
اپنے

تری اس آنچ تھے دل ہے جیسا ابلوج کا کلا
سے

کہ جوں نابات توں گھٹ ہی اپس کوں پگلاوے نا
نبات

تری باتاں تری دھاتاں تری ریتاں اہے بہو دھات
ریت رسم

دیتی جیکچ توں گالیاں دے یوسی دلاوے نا
جو کچھ
بوسے؟

نبی صدقے عشق باتاں حد اپج نین دیا خانا
نہیں
کی

تجے قدرت نیتا ہے جو قطب کوں سمجاوے نا
مجھکو
اتنا

(ج)

———✤———

# ۵
# گوری

سُہاتا ہے مکھ حسن گوری کا شاب
چہرہ کا
او مکھ چند پہ چند کیاں میں لا جوں نقاب
اُسی چاند جیسے چہرہ پر چاند کا

او قد سرو نیں ہے کندن کا نہال ۲۲۳۰
نہیں
جھمکتا ہے تو اُس تھے سورج کا تاب
سے

توں رنگ رس کی باغ کی ہے کلی
وہ
تو چوتا ہے جیون کا تج مکھ تھے آب
ٹپکتا زندگی تیرے سے

رسالے او دھر ہیں ترے مدھبرے
تو رسیلے ہونٹ
سو کرتے ہیں عشاق دل کوں کباب
کے کو

کہوں زلف یا تازہ سُنبل سُہی
او مکھ پھول پر جوں کہ چند پر سحاب
اس چاند

تری چال مدمت تھے لاجیں گج
سے شرمائیں ہاتھی
نہیں اُن میں اے بھید ہور اشتاب
یہ اور یہ تیزی

نبیؐ صدقے قطبا سوں گوری ملی
سے
تو گل بانہ دے اُس سوں پیوے شراب (ج)
گلے کے ساتھ

(۲)

عشق کی پتلی ہے گوری رنگیلی
چتر ناریاں میں دسنی ہے چھبیلی

سُہیں تج پدمنیاں کیے روپ برماں
کہ ہے چندر مکھیاں میں توں رسیلی

بنے سولہ سنگاراں تیرے انگ تھے
کہ سب خوباں میں توں دستی گہیلی

برستا ہیں تیرے نور جلوا
نہ دیکھی تجھ سی کوئی سندر سہیلی

نبیؐ صدقے قطب شہ سوں او پیاری
پرا و احسن کا کر آکے میلی

۲۲۴۰ (ج)

(۳)

عشق کی پتلی توں میرے دل کھڑی
تجے نیہہ کے پر لگے اے پری

سُہے ناز نیہہ پتلی کوں نیہہ کا
عشق سونتے ہیں منج اُپر جت دھری

عشق کوپ سوں کھینچ باندی کمر
جوبن پیالا لے ہات میانے کھڑی

پرم کی سہیلیاں کرو ہم سوں بات
پرم باغ میں سُہتی کسوت پری

تنے تن ترے رنگ بھرے پھول ہیں
توں سیو رائی ہوناں منے ہی کھڑی

عشق صحبتاں میں پیا لا پلا
تری نیہہ بھٹی کی مستی چڑی

نبیؐ صدقے قطبا کوں گوری ملی
لِلات اُس کا ہے سورج و مشتری

(ق)

# ۶

# چھبیلی

چھبیلی سوں لگیا ہے من ہمارا — کہ اس بن نہیں ہمن یک تل قرارا

صبوری کوں نہیں ہی ٹھار دل میں — صبوری کیوں کرے سو کر نہارا

الک پھانسی سوں پنکھی جیو پکڑنے — ۲۲۵۰ دکھائی گال اوپر تل کا چارا

بسے من میں سو اسکے خیال نس دن — نہیں اس خیال بن منج من میں ٹھارا

نین بہری چھوڑی سو کے ڈوری سوں — کرے چنچل پنکھی دل کوں شکارا

میا کرنا کرے معشوق اپے ہو — کھونا کیا کرے عاشق بچارا

نبی صدقے قطب عاشق ہے تیرا

سدا مل اچھ ہو یک تل بی نیارا

(ج)

۷

# لالا

ہلیا من تو بالا کی سن مو لالا — برہ تھے موجا لا بلی بالی بالا
میرا لال — فراق سے میرا
...... بن بن ہی آلا موکر متوالا — منگے میر اجیا لا صراحی پیالا
مجھے — مانگے خیال
نز ختا ...... چولا منیجے باج ڈھولا — ہو لہے اَبو لا مرا سائیں بالا

اَدھر کا پیالا دے ہونٹاں ہوالا — توں کر پھول مالا تو تن جاو جھالا
ہونٹ
مو من تو سوں چھولیا گیا من سو تولیا — برہ راز کھولیا توں داپے وصالا
میرا دل تجھ سے — اپنا وصال
میں گاوں یلّا بلے من نلّا ۲۲۶۰ — ہوا من اللہ ابیں آگلے لا
دل اللہ (گلا) ؟
نبی صدقے قطبا تو من سیج بسلا — بُلا لیا بھُولا لیا لو ارو ملالا
بھلا ملال (ج)

(۲)

عشق ہیں مست متوالی ہوں لالا — توں اپ ادھراں تھی منجکوں دینا پیالا
اپنے ہونٹوں سے مجھ کوں

سرا کے سر نہیں اور س سرس ہے — ادھر رنگ میں حیات آب لالا
(شراب — وہ — ہونٹ)

بھٹی جوبن جوانی بھٹنی سوں — مو دل میخانہ پیالا دیو گلا لا
(میرے دل کے میخانہ کو)

خماری سن کا ہے منج دینا بوسا — چمن گالاں میں ہے دنت پھل گلالا
(دانت)

یوں ماتی پیالے نین کیتی — تیرے ڈھلنے تھے ہوے میں متوالا
(جوانی کی مت — کرتی — سے)

ترے روساں تھی ہوتی رات کالی — ترے ہنسنے تھے ہوتا دیس اجالا
(سے — سے — دن)

نبیؐ صدقے رہے تج عشق میانے — قطب سوں کیا پرت دیو کنٹھ مالا
(تیرے — میں — سے — عشق) (ج)

(۳)

پیالا لیو میرے آپچھے لالا — کہ او پیالا ہی سورج بھی زوالا
(لال — وہ — زوال)

نجاوو پھر کہ آو میرے مندر — ۲۲۷۰ کہ پکڑیا ہے تمہارا منج خیالا
(نہ جاو — مجھے — خیال)

سنگاتی ہیں تمیں میرے جوبن کے — لگو چھاتی کہ جاوے دل ملالا
(جوبن؟ — کا ملال)

ہوی ہوں میں تمارے نیہہ کی ماتی — کہ دیتا ہے وو نہ منج کوں الالا
(عشق — وہ نیہ)

سجن تج عشق کے دھوپاں میں پیا سی — ہوی ہوں منج بلا تج لب زر لالا
نہ بھاویں منج رتن کے ہار پیار یاں — منجے بھاتے ہیں تج بو ہنت کنٹھ مالا
نبیؐ صدقے قطب شہ کے سو اوپر — اوڑاتی ہوں سکیاں ماوے رومالا

(۴)

تمیں میرے مندر سو آج آو لالا — تم اوپر تھے واروں گی جوبن بالا
منجے وصل کا دیو پیرت پیالا
زر نیا سو میرا تمارا میا ہے — تمارے سو باہاں منجے کنٹھ مالا
تمیں میری چھاتی کوں چھاتی لگاؤ — برہ کی سو منج تن تھی جاویگی جھالا
مرے جوبناں تھے سو پھل باس لیوے — محبت کے موتیاں کا گل باو مالا
کسی ہات ناپیو سوں مد پرم کا — توں میرا پیے ہے پرم ساقی آلا
نبیؐ صدقے دایم قطب شہ انند سوں — کریں بھوگ ون کے تن تن متلالا

چتر ماتی کے ہت تھے لیو پیالا — نقل اس کا ادھر پر ہے حوالا
(ہاتھ سے) (ہونٹ)

مناؤں گی ادھر کا جھوٹا دیو منج — میں متوالی ہوں لالن متوالا
(ہونٹ) (مجھے)

شہ بھیجے ہیں تماری نیہہ چھڑتے — اڑا او منج پرت کا شاہ شالا
(مجھے)

بچن پیرت کے کچ نہیں بجھتی ہی تو — مگر توں ہے سکی نادان بالا
(کچھ) (بوجھتی)

(ج)

(ناقص الآخر)

( ۲ )

نین پھاندیں دل رہیا ہے ہمارا — او بند کھولے نا کھولے جیو کا پیارا
(آنکھ کے پھندے) (وہ)

———— — اس اوپر ادک سوہے او زلف بارا
(زیادہ) (وہ)

———— — اس انگے دسے چال ہنس کا بچارا
(نظر آئے)

—————— ۲۲۹۰ ہوے پیو کے مکھ کا ہے جھلکار سارا

کلی پھول تھے بھی ہے نازک او لالن　　پھولے ہے او چھب دیکھ کر توہی نارا

لگے پھل انداں کے منج نہہ برکہ کوں　　کہ جس رنگ تھے ہوتا چمن کا سنگارا

(سے، وہ، پھول، میرے عشق کے درخت، سے)

نبی صدقے قطبا کوں تج نہہ پنتھ بن

(تیرے عشق کی راہ کے بغیر)

نہیں من کوں بھاتا ہے کچ ہور ٹھارا　　(ج)

(کچھ اور مقام)

(۳)

مرا لالن ہے لیلیٰ میں ہوں مجنوں　　کروں تل تل زیادہ نہہ پیو سوں

(ہر لمحہ، عشق، سے)

اپس سر پر بندیا ہوں نہہ سہرا　　کہ میں عاشق ہوں تج پر ہور مضموں (مضمول)

(اپنے، باندھا، عشق کا، تجھ پر اور، طرح سے)

میا سیتی کرو چک سار میری　　کہ بھیدیا ہے تمارا عشق رو رو ل ل

(محبت سے، اثر کر گیا، تمہارا، جیسے ہڈیوں میں)

تجے دیکھن تھے پاوے سکھ مو تن میں　　کہ جھمکیا ہے مرے دو نین میں نوں

(تجھے دیکھنے سے، میرے)

محبت تیرا منج سب تن میں بھیدیا　　نگر چالے چتر چھنداں کے ممسوں

(میرے، اثر کر گئی، چالیں)　　(فن سوں؟)

دو تن ہمناں سوں کرتی آڑیاں باتاں او مور کھ کی سو باتاں کیا کہ بولوں

غیر ہم سے ہے ٹیڑھی باتیں

وہ

نبی صدقے کروں اپ دل سوں سیوا

سے غلامی

اپنے

۲۳۰۰

قطب شہ کا کہ ہے شاہاں میں موزوں

(ج)

---

# ۹

# موہن

اہو مائی مدن موہن پیارا
پرم سو کھینچیا آنچل کنارا

نگینا لجو کندن کے میانے سنپڑے
سو ووں سنپڑ الیا منجکوں پیارا

نگینہ درمیان
پیا کوں پاووں پر جنیا منا وو
اسی طرح مجھے
نہیں وو مانتا کہیا ہمارا

پانے پر یعنی بعد
پکیلی دیکھ منج انجا نتی ہیں
کہا
کہاں ہیں نہاس کر کرتا پکارا

مجھے
نمیں منج تو لجاتی سیج اوپر
تم
ولے دیو وادھر کا منج ادہارا
ہونٹ مجھے

نبیؐ صدقے کہی پیلی ہیں قطبا
مجھے
کہ ہم تم پیم میں مجنوں بچارا
تمہارے عشق

(ج)

(۲)

پرت تازی لگی ہے منج سکی موہن پیاری سوں
محبت مجھے سے

بندھیا ہوں دل او چاتر چھند بھری کنو نت ناری سوں
باندھا وہ

امیداں کے انجھو موتی کے راساں بائے ڈھکر ڈھک
آنسو

رین ساری صبا لک منج گئی ہیں بیقراری سوں
راتیں صبح تک میری

کیاں کسوت سکیاں ہر یک پرن کی اس چندر مکھ کوں

سہانی سبز ساری سوں شفق انچل کناری سوں

اجھوں دستیاں ہیں تج مکھ میں نشاںبیاں سائیں اتگ سنگ کیاں
اب تک نظر آتی تیرے چہرہ کے جسم کی قربت کی

اجھوں کھلتی اہیں تیری نین رین کی خماری سوں
۲۳۱۰
اب تک رات

سجن کیے نیہہ ییں بن مست ہوئے نیں کام حاصل تو
عشق بغیر نہیں

نہیں ہے عشق کوں کچ آشنائی ہوشیاری سوں
کو کچھ سے

پیا ملنے کے قصے شوق سوں کو رنگ رنگ سینتے

سے

کہو

نہ گو ساجن کی دوری کی بچن نینہہ کی دُکھیاری سوں

کہو

سے عشق

نبیؐ صدقے ہوے ہیں منج کوں لا باں کے اوپر لا با

مجھے

کئی ہوں نینہہ کا سودا قطب شہ نینہہ بھاری سوں

(ج) عشق کے عشق گراں بہا سے

( ۳ )

ہمن بائیں میں حلقہ کان میں ہا وے سو اُس دھن کے
چلیج فرمائے ہم سر پر کہ حاجب ہیں تمی من کے

سورج ہور چاند کوں کرتے پیا کے مکھ کے سم لوگاں
و لے میں نا کروں سم چاند ہور سورج کوں ساجن کے

پیا کوں دیکھنے مو دل کلے ہے آپ وزیور سوں
کہ پھول پنکھڑی من بکھرے نہ ہوے نظراں جو لالن کے

یکیلا میں نہ الجھیا ہوں سو اُس زلفاں کے اے بند میں
بہوت ہیں سحر اُس دو نین جادوے پرفن کے

اُسی تھے گل کوں چو بھر تھے چُبے کانٹے سو تن رنگوں تی
جو تیری باس رنگ کرنے گئے پھولاں سو سب بن کے

برن تج حسن کا جگ کوں دیا ہے روشنی دایم
کہ تارے آرتی کر میں تجے آتے ہیں سب بن کے

کہ کرنا سک پیا کے وصف کا تعریف حیراں ہیں ۲۳۲۰
گنوائے عاقلاں سُد بُد سو دیکھت نین موہن کے

تجے سوتے نین دیکھا بر آیا منج کوں حاجت سب
ہوا یوں مدعا حاصل کہ گوہر نکلے معدن کے

نہیں ہے آجکل تجھے پیو سوں یاری ہمن جیو کوں
جھمکتے جوت ازل تھے ہے معانی دل کے درپن کے

سے

(ق)

# ۱۰

# حیدر محل

حیدر محل میا لے نابات گھول ساجے
دن دن انند سیتے طبلاں مدن کے باجے

اُس سرو قد کے اوپر جلوہ ہے نور تن کا
عشق کے پاتراں سب اس کاس و یکھ لاجے

سب عاشقاں کے دلمیں ہے عشق پھول جلوا
پتلیاں نین کیاں میرے من میں انند سوں کاجے

عشق کا ٹیلا لائی اپنی پیشانی اوپر
چو پھیر نور تن کے تاراں منڈل سو باجے

چادر عشق کا وڑے جوں بر بہوٹی دیسے
تیرے عشق کے لاجاں دیکھے ہیں لال جو بھاجے

ماوے سو برد بنکر پرداں سوں ناچے نرسن
ماوے رومال اڑتے ہیں راج کرتے راجے

صدقے نبی شکر کر تج کوں ملی اے پاتر
حیدر غلامی سیتی تج سیس تاج ساجے

(ق)

(۲)

بھواں ابرو میں ماوے بردباندے ۲۳۳۰ عشق کے راگ تاں میں بھید باندے

ترے کیس میں کنول ہور سور آوے کماں بھنواں میں کاجل ساجساندے

بال اور
چولی تنگ انگ میں نت نار نگ پیچے نین سو کاں سوں موچیت نت پھاندے

آنکھ کے خط سرمہ سے میرا دل
سنے جالی منے من میں ہلجا........ عشق ناداں سوں نت آنند تھیں ...دے

میں سے
توں گھور کر دیکھ رکھی ہے کن پہ طرّا کنتے کاندیاں پوچھوں نا بوجھے کاندے

نبیؐ صدقے ملی حیدر پیاری اے پیو یاں سیتیں چت سوں چیت باندے

ان پیووں سے
ترے انچل پہ ہے چندنی کا چھایا قطب ڈاواں سوں براں کاس باندے

(ق)

(۳)

حیدر محل میا تے جلوا عشق کا گاویں
سے

یزدانی تا نت چوندھر رنگاں سیتیں بجاویں
سے

اب ہات میں بندی ہے جلوے کے نا د کنگن
اپنے؛ باندھی

نیناں کی پتلیاں کوں پتلیاں نمن نچاویں
پتلیوں کی طرح

عاشقاں محبتاں کا پیالا بھرے پیاری

(ق) ..........ناقصُ الآخر..........

---

نوٹ ۔ حیدر محل یا حیدر پیاری کا ذکر اس نظم میں بھی ہے جو محلات شاہی میں "حیدر محل" کے عنوان سے شامل ہے۔

# ۱۱
# محبوب

دل چمن میں او پری ناز سوں ہستی محبوب ۔۲۳۴۰ سرو سنگار کے بن میں کھڑی ہنستی محبوب
پھل گلالاں ایسے گالاں تھی ہوا بلبل مست رنگیلا جام لے اب ہت منجے کستی محبوب
تیرے دربار کوں قبلہ کے نمن بوجے جے سر بسر ہے اسے منج عشق کی مستی محبوب
اہے باریک کمر بال تھے اس بالی کا اس اُپر زر کمرات ناز سوں کستی محبوب
لے نوبلی نہ بوجھے کوئی تیرے مذہب کوں بہو مذہب منے مذہب ترا استی محبوب
نبی کے داس پنے تھے ہوا ہو قطب زماں اسی تھے تیغ ہے میرا سند استی محبوب (ج)

( ۲ )

جگت حسن میں ہے ترا حسن محبوب میں طالب ترا ہوں مرا توں ہے مطلوب

تمیں بات دل جان کی بوجتے ہیں — سو کے کے قلم سیتیں لکھ بھیجو مکتوب

تم — خط استر کے | سے

ترا حسن یوسف سوں کرنا ہو لاوا — تری آرزو میں ہیں عاشق جوں یعقوب

ترے حسن کا ذکر مو گل ہے تسبی — مرے دل کے گوشے منے توں ہی مرغوب

میرے گلے کی تسبیح — میں

اُسی تھے شہاں میں ہوا سر بلندی

سے

۳۳۵۰

نبیؐ کے غلاماں سوں ہے قطب منسوب (ج)

---

✤

# ۱۲
# مشتری

نین پتلی ہم سوں کری ایک بات
نین بن ہیں دعوے کے پھولاں کھلات

عشق کسوتاں تھے مجے مشتری
عشق انت ادھر میوہ تج کوں سہات

(سے مجھے) عشق تورے جوبن کی ساراں کرے
(ہونٹ تجھے) ادھر تیرے کوثر کا پیالا پلات (پلاتے ہیں)

(ہونٹ) ادھر پر ترے ہے پرم کا نشاں
ادھر چومنے تھے سو لاجے نبات

(سے شرمائے) اچھت چاند سہتے ترے دو دو دل
ترا مکھڑا پرم کہانی سنات (سناتا ہے)

چتر ناریاں ہیں چتر پن سے تجھے
کہ آپس کے من میانے منگوں متات

نبیؐ صدقے ماوے چتر قطب سیں
کہ راباں منے قطب تارا جنتات (شاہوں میں)

(ق)

( ۲ )

دعا معشوق کا کر کام تج با مدعا ہے
اُسے جیتے تھے سب جگ پر ترا فرماں روا ہے

ترا ہستی اسی کا نانو ہے تن میں جیا ہو
تو تج مستی ازل تھے تا ابد لگ با صفا ہے
تیری سے

اسی مستی کے تئیں توں جب رہیا ہو دیس دلمیں
بہت دن ۳۳۶۰
ہزاراں شکر و سجدے کر کہ تج سو مرحبا ہے

ہمن دل کے گنوارے میں سجن کا نور دستا
گھوارے
سورج کرناں کی ڈوریاں سوں جھلکتا خوشنما ہے

سکل دندیاں کے طالع میٹیا ہے زحل تارا
سب
ہمارا مشتری طالع میں طالع کا بقا ہے

خدایا قطب کے تارے کوں دے توں سرفرازی

خوارج کے ستاریاں میں منگل کیرا جفا ہے

نبیؐ لشکر میں لنگردار ہو کر رہ معانی

(ق) کہ لنگرداری میں تج کوں ہزار اک شفا ہے

لاکھ

# بلقیس زمانی

عشق پادشاہی سو ہے تج آج　　حسن ملک میں نا سُہے تج باج

تو چُمنے مٹھائی شیریں کو نہ آئے　　دیکھ اس مکھ تجلی سورج پکڑیا لاج

سچی اس زمانے کی بلقیس توں　　انچل سیس سہاتا ہے تج جیوں تاج

تو خدمت ہیں حوراں کھڑیاں ہات جوڑ　　اُتن قول بیڑا دے کر وتم ساج

کھنجن تیر کھنجن پہ کرتی بڑائی　　تیری چوٹی گُندنے ہوے مشاطہ ساج

جوبن پیالا دے ہت میں پیالا پلا　　۲۳۷۰　　ادھر نقل سوں توں دے کر کال ساج

عرضداشت عاشق کوں معشوق پاس　　عشق تاراں سوں تم بجاو و کماج

ہے سرپا نوں لگ توں کندن کی بنی　　دو تن کوں توں نا دیکھ کر مکھ ماج

نبیؐ صدقے پایا ہے جنت کی حور　　محبت قطب کے خوشیاں سوں توں راج

(ج)

ناری سُہے تجہ اتا لے چالا — جھلکار سہی ______
زیب دے تجھے

چال
سنپولی اُپر بھونگ سٹیا چام — چھوٹے آ لکاں ہیں پھول مالا

رتن تھے اِدک دیں ہونٹاں پر — ادھراں کے اُپر جیکڑ سو لالا
سے — ہونٹوں — لال

دیکھ چندنی میں چند مکھی کوں — سورج کوں پڑے اچھنڈ ہوں پیالا
چاندنی — سے

دن رات ہوا جو کھولے دھن کیس — نس میں جو ہے سے پڑیا اُوجالا
عورت نے بال — رات

ناریاں میں جو ناز بھاگ اچکل — انگ سنگ سوں کرے پیا نہالا

نت پیوے علیؑ کے صدقے حاتم
قطبا کے ادھر تھے مے پیالا
سے

۲۳۸۰ (ج)

# ۳
# بہمنی ہندو

اِن بہمنی ہندو کا کس دھر کروں شکایت  نیں لیکھے ہیں مورخ تاریخ اس حکایت
(نہیں)

بے دام اس کا خدمت کرتا ہوں اپنے دل سوں  دیتے ہیں دام انو کوں ہور کرتے ہیں عنایت
(ان، اور)

آس ان اسا ساتھے سب ہونٹاں سوکھے ہیں تج نین  نیں ہی صواب پانی دیتا تمن ولایت
(امید کی آہوں سے)

اُس شہر کی سو بتاں کن نا دیکھیا نہ سنیا  ناکو توال قاضی ناکس کا ہے حمایت
(کوئی دیکھا سنا)

غمزے کے سمند میانے تیر اتر ہت نہ دے کر  ڈوبن ہوئے ہیں اب تو تم ٹک کرو ہدایت

آہاں اُساس دل کا راہ خیال باندھیا  اپ ناز روشنی باتا مجکوں ہے ہو نرایت

تو انت میں جیو کا دوری کدھیں انٹر نہ سکتا  تج حسن کیے جھجی کا کوئی نا بوجھی بدایت

---

ن اُن ۔

یک چھن اگر نہ دیکھوں تج یاد کا جو شہلا
تج باج گمنا منج کوں مشکل اہے بغایت

تیرے بغیر گذارنا مجھے

نیناں کے لعل تھے دل پکڑیا ہے جوش میرا
سٹ چھانوں عشق کا منج توں آپی لوایت

سے

تم یاد تھے ہوا ہے مو مور نمنے موتن
۲۳۹. اب نا کریں تو ہم پر ہور کب کریں رعایت

تمہاری سے اور

کوئی نا سکے معانی آپ کی تیر بیاں کر

پڑتا ہے اپنے دل میں سب دن علی روایت

(ق ـ ج)

# ۴

# ہندی چھوری

رنگیلی سائیں تجھے توں رنگ بھری ہے
سُگڑ سُندر سہیلی گُن بھری ہے

کی وجہ سے

لٹکنا بجلی نمنے اُس سہاوے
وُ ہندی چھوری بہو چھند شہ پری ہے

کی طرح — اس کو زیب دے — وہ — لڑکی — بہت

چندر مکھ موہنیاں جب ناچتیاں ہیں
وُتن میں توں سورنگی جوں پری ہے

چاند جیسی صورت والی — اتنوں — خوشرنگ

سبھی حوراں نہ آسیں آج تج سم
کہ توں بالاں میں سب عنبر بھری ہے

آسکیں — تیرے مقابل — بالوں

اُپجتا ہے ترے مکھ تھے جے شابی
او شابی تجھے سدا تج سروری ہے

پیدا ہوتا — سے — جو — جوانی — اُس — کی وجہ سے — تجھے

گگن منڈپ تاریاں سوں سنوارے
او ہاں گاؤن سو زہرہ مشتری ہے

آسمان — وہاں

نبی صدقے یہ بھائے قطب شہ کوں
تو سکیاں میں توں جیسی شہ پری ہے

اسلئے

(ج)

# ۵

# پدمنی

تج ناک موتی مکھ اوپر دیستا ہے آب سوں

یا خضر کے چشمے میں تر تا بُڑبُڑا پُر تاب سوں

وو بُڑبُڑے کا عکس تیرے مکھ اوپر یوں چھائیا

جیوں چاند کی جوتی منے مشکیں کلنگ ہے داب سوں

تج نین کی راوت چڑھائی بھنوں کمانا روس کر

سب عاشقاں میں منجہ اُپر راکھے چاپ ناب سوں

جب ناک میں مکرا سہاگن بین آئی جلوہ میں

وو قفل دے منجہ گیان پر سکہ کرے شرب تاب سوں

ملکوا جو لٹکائی بھونک بالاں میں پدمنی پدم کے
یک تل میں الجھای منجے اس کمر کے قلاب سوں
مجھے
قلاب سٹ من میں کوں کھینچی الک ڈوری سیتی
اپ عشق کے کھیلاں دکھاتی ہے عجب لکھ باب سوں
لاکھ طرح
ہسنن سنکھن ہور چیتنی بھل کر رہے دھن بھید میں
دو پدمنی مل کر سہے اب قطب شہ نواب سوں
وہ
(ق)

---

چندر مکھ تج لعل لب ہیں، دسن جوں تیر تارے ہیں
چاند چہرہ تیرا دانت مثل

کہو یہ چاند کاں کا ہے کس اسماں تھے اتارے ہیں
کہاں سے

اگر یہ چاند اس اسماں کا کہیں جگ تو قبولوں کیوں

سماں کے چاند کے مکھ میں کون دیکھیا جو تارے ہیں
اسمان چہرہ

سورج چند سوں سندھر مکھ کوں دیئے تشبیہ سب شاعر
سورج چاند سے زیادہ حسین چہرہ کو

ولے پوچھیں جو مجکوں تو اُس انگے او بچارے ہیں
مجھ سے کے مقابل وہ

کہے دیکھے کرشمہ کر وو سندر نازنیں منج کوں
وہ مجھے

تو اُس نیناں کے جھلکارے جھلکتے جوں کٹارے ہیں
ان آنکھوں

سما آباج کے اوپر ہدف سو سور کرنا
بھواں کے قوس سوں تارے کے نیناں تیر مارے ہیں

سرج ہور چاند کے کرناں جھلکتے سو دسیں مج ول
کہ جوں منگتے سندھرکن او گدا ہو ہت پسارے ہیں

ایسی سندر کوں پایا ہوں خدا کے رحم تھے قطبا
جو حوراں ہور ملک دیکھ کر ہوے حیران سارے ہیں

# سجن

سجن یا ہاں پکڑ دیو وادھارا
تُماری سیج ہے جیون ہمارا

سنو منج بینتی ساجن دیا سوں
گھڑی تل تل تمن پر ہیں بلھیارا

(میری آپ بینتی عرض حال کرم سے) (تم بلہار)

مرے تن من میں نس دن یو لسے شہ
تجی سوں جیونا میرا ہے سارا

(رات) (تجھ ہی سے جینا)

تمن مکھ جوت سوں سب میں اُجالے
سورج چندا دیوے مشعل ہمارا

(تمہارے چہرے کی)

تمارے مکھ کے درپن میں دیکھوں میں
جوں اسکندر کے درپن جگ سارا

(تمہارے چہرہ آئینہ) (جس طرح آئینہ میں ساری دنیا)

سکی تج میں اچنبا ہے اچنبا

(تجھ)

نبیؐ صدقے کہے قطبا کی پیاری

—— کرم خوردہ ——

(ج)

---

مری مٹھ بولنی میٹھائی سوں پیالا پلاتی ہے

خماری رات کا اپنی نین میانے دکھاتی ہے ۲۴۲۰

آنکھ میں

مری شیریں کنگھی کرتی، کنگن بجتے ہیں ناداں سوں

آواز سے

رتن ٹیلا دھرے منگ میں نوے چھند سوں دپاتی ہے

ٹیکا — مانگ — نئے — چمکاتی

نوی متوالی مد پیالا پلاتی نین نقلاں سوں

نین خمّاری اپنے تن چرڑھا دھن کن بناتی ہے

انچل جھلکار کی چونیاں چند سورج نمن جھمکیں

کی طرح

ڈھلک نارا لٹک چالاں منے چالاں نپاتی ہے

مدن کا ٹھاں نوے جوبن نویلے تن اُپر سُہتے

پون کے راگ رنگ گا کر منجے چھند سو رجھاتی ہے

رتن کی پیاری مانک جوت پیالا بھر پلاتی منج
مجھے

رنگیلی بیر بہوٹی بر بہوٹیاں میں سُہاتی ہے

نبیؐ صدقے محمد قطب سوں مل اچ گرُی اب توں

(ق) چندا ایسی سہیلیاں سیتی سورج سا مکھ دکھاتی ہے

# ۹
# نور کی موُرت

کجل انکھ میں سو ماہی کے مراتب سوں علم پکڑے
چگر بالاں چند امکھ پر سو حبشیاں کا حشم پکڑے

توُ فوجاں حسن کے ہلّے جو بن گج مست ہو چلّے
کمند کنٹھ مال تج گلّے کمندیوں کوئی کم پکڑے
ہاتھی

ترا مکھ جام چندر ہے سوہت درپن سکندر ہے
والایت حُسن بندر ہے تو خوباں تج سوں ہم پکڑے
ہاتھ

مصور تج لکھے صورت نہ لکھ سک نور کی مورت
۲۴۳۰
اپن میں آپ ہت جوڑت قلم سٹ کر شرم پکڑے

چلی لٹکت چمن کھن میں اٹھے غلغل تو پھل بن میں
جھڑیں پھل پل برگ انگن میں جھلوں دیکھ سر وخم پکڑے

عجب قدرت برن ہیں تج جگت خوباں سراں ہیں تج
للات ان کا چرن ہیں تج دیکھت اپ دل میں غم پکڑے
تجھے دیکھکر اپنے

معانی ختم کر اب توں سُنے جے کوئی ہوے مجنوں
جو یک شمہ سنے تج روں کدہیں نا جامِ جم پکڑے (دق)
کبھی

---

# کسبن

(۱۰)

لاج کے خوے بند اُپر رات کا کہنے جواب
شرم بوند

کیوں چھپائے پی نہ چھپ سے نیر نرمل کا جواب
بھی سکے صاف پانی

نکہ اچھر لکھے مکھ اوپر طرحِ صحبت کا بیاں
ناخن سے حروف چہرہ کے

آرسی دیکھ ہو گا تب خاطر نشاں تج باحساب
آئینہ

طرحِ صحبت باغ میں کیتی ہے توں وضعی نوا
کرتی نئی وضع سے

جانتی توں کچ بوجا ہوں تیرے سب چالے و شاب
ہے تو کچھ سمجھ گیا چالیں

پیتی......سوں مد تج کسبنا ناوں ہے
سے شراب تیرا کسبن نام

حیف میری عاشقی تج حیف معشوقی کے باب
تیری

مج محمد ناؤں ہے معنی سو بولیا راستی
میرا نام سچ سچ

آ و خوش یا نہ آ و خوش ہے نام میرا آفتاب

(ج)

ناز

# نازنیں

دھن دید پر نا دید رکھ سورج نہیں رہتا کھڑا
عورت کی
تارے چندر رسن یو خبر سب رین میں رہے گڑ بڑا
چاند کر یہ رات
سو دھن کا مکھ جھلکا و تا انس میں سورج چھپ جاو تا
نازنیں رُخ جھلکتا رات جاتا
دن میں چندا نہیں آوتا تارے تُٹیں سب جھڑ پڑا
۲۴۴۰
چاند آتا ٹوٹیں
سہیلی کا کھونپا ہے یدک بند خوے جھڑ جو پھول نجھل
بوند پسینہ کے تینھ
دیکھت چنچل نینان چپل بجلی تو جاوے گڑ گڑا
بیچ نیر کوی نا آئے کر کوی آگ پھر نا جائے کر
بیچ پانی
باڑی سو پلکاں لائے کر سوکا کرے آڑا اڑا
خط سرمہ
دھن سیس پر پھولا چڑے انبر پہ جو تارے جڑے
سر اسمان
حوراں ملک دیکھن کھڑے دستا تماشا یو بڑا
دیکھے نظر آتا یہ

ہاتاں میں لالی یوں بسے کیتے شکار و سب کسے
ہاتھوں کرتا شکار وہ ہر ایک کو
خونی نشانی ہیچ دسے عشاق لے جنگ سنپڑا
نظر آئے

صدقے نبی کا داس ہوں ہیں داس اسکے راس ہوں
غلام
قطبا علی کا داس ہوں پکڑ کھڑا دل دل کڑا
غلام پکڑ کر

(ج)

# (۲) اسرارِ شباب

—( ❁ )—

سورج تارے دپائی ہے سُندر چندر پشانی میں
چمکائی حسین چاند حسین پیشانی
نگر دستا ہے عکس اُس کا گگن سمد و ر پانی میں
نظر آتا آسمان سمندر
بو باندی ڈال ساڑی لال پتلی چین کے چن کر

دھرت پر سور ہوں دیکھیا شفق رنگ ارغوانی میں
زمین سورج میں نے دیکھا

رچی اپنی پیشانی پر وو خونی خون کرنے کوں
کہ سمجے خوب کر عاشق نہیں چوک اس نشانی میں

ادھر کے رنگ لالی سوں سکی یعقوت کوں بالی
ہونٹ یاقوت
شکر نابات کوں پگلائی ہے شیریں زبانی میں

سیکائی چال گج ہنس کوں پھلائی پھول ہنسی میں
سکھائی چال، ہاتھی کھلائی
۲۴۵۰
جواناں کوں نہ خاطر لیائی مغروری سوں جانی میں
لائی جوانی

ادھر امرت پیا جانوں سو مکرا جیو پا جھلتا
ہونٹ
سدا کیوں نا جیوے ہنتا ہے آبِ زندگانی میں

بچن ہور سینوں سوں جیو لینے و دینے جانتی ہی تو
گفتگو اور اشارے سے دل لینا اور دینا
نبیؐ صدقے قطب ماہر ہے تیرے بھید جانی میں (ج)

---

# (۳) انداز شباب

یوں سینے ہت رکھی ہے اپ کمر — سورج چند نمن جھمکے وو زر کمر

میں اُس نور سوں لیدیا ہو کیا عجب — ڈو جگ روشنی پایا کس نیں خبر

تو دوری ڈراوے منجے دور تھے — وو کیا بوجھے مو دل میں ہے تو نگر

نہ ار دھنک سوں سیس اُپر پائے اکھل — کہ جیوں ابر چھپاتا ہے سور و قمر

اچھوں ور اکر نا اچھو فرق نہیں — وو ہموت ہے میری نظر کا بصر

کہتے لوگ جو کھو حسن حسن سوں — جو صراف ہوے کا بوجھے گا گہر

منجے اپنا کھہ نہیں کنتے آپنا — کھونا کھو ہلجیا تہے منتر

مکر جیلے کی وار و نہ بھاوے منجے — وو لعل نین تھے چڑھیا منج اثر ۲۴۶۰

معانی کی باتاں تھے جھڑتا نمک — جے چاکھے کہے ہے نمک سوں شکر

(ق)

(۴)

# چنچل نین

(✻)

دو نین تج ابرو تلیں ہیں نار کیرے خواب میں
دونوں آنکھیں تیرے کے نیچے

دو مست شوخی سوں سہتے مسجد کیرے محراب میں
سے سوتے

تج نین چنچل ......... کان کر دو زلف سوں

کھیلیں جو دھر تھڈی کے کو تج مکھ کے مہتاب میں
تیرے

یہ کیا عجب پڑتا نظر جو دوپ پڑتی چاند پر
دھوپ

یا مکھ نورانی جوت بھرے ہے نین کیرے شاب میں
روشنی آنکھ

ہیں لشکری نیناں تری سنجور سلح کلا کرے
آنکھیں

کوئی ریس تس کی کیوں کرے سوندل کرے اسباب میں
اُن

نینو کھلاتی سندری تب قطب شہ کوں بھاؤتی

مل سیج میں ریجھاؤتی چوسار توں ہر باب میں

چاروں طرف تو (ج)

# (۵) ماہ ابرو

تج ابرواں کے چند تھے دستا خجل چند عید کا

تیرے چاند سے نظر آتا چاند

ساقی بھواں کا دور تج پیالہ ہے منج امید کا

تیرے میری

نس دن دعا تھے مو نظر پڑیا ہلالی بھواں اوپر

رات سے میری پڑتی

اس روشنی کے سم نہ آوے روشنی خورشید کا

مقابل

تیرے ادھر پیالے کا ہے شیرینی ہور تلخی دھرے

ہونٹ اور

اس کے برابر نا کھوں پیالا کدھیں جمشید کا

کبھی

راکھوں نظر تج حسن پر صلوٰۃ بھیجوں شوق سوں

۲۴۷۰

تو میرے طالع ........... کا

سب سرو قداں میں کرے سو سرو خوبیاں سوں سماع
سے
تو جیو کا جاں بھاگ دے دیتا قبا جاوید کا

کوئی آج لگ سمجھے نہیں تج حسن کے نکتے کتئیں
تیرے
معنی نہ بوجھے عالماں ہرگز کدھیں تج بھید کا
کبھی تیرے
پہچانے
تج مکھ مسی کا سکہ ہے عاشقاں کے دل منے
میں
تا بُج رقیباں جھوٹے کوں دیکھیں کرتب تقلید کا
بوجھ
تیرا نزاکت حسن کا پڑھنے میں لکھنے میں نہ آئے

او نور ہے روشن بہوت نیں ہی سکت یک دید کا
وہ
نہیں
تم یاد بن ہور یاد نیں یک تل معانی کوں کدھیں
اور نہیں لمحہ کبھی
شاہا نظر منج پر دھرو تشریف دیو و عید کا
مجھ
(ق)

# (۶) کعبۂ رخ

(✲)

سکی کا مکھ مکا، ہور کیس کسوت جوں بنائے ہیں
چہرہ مکہ اور بال کی طرح
دیسے یوں مانگ موتیاں کی کہ حاجی حج کوں آئے ہیں
نظر آئے کرنے کیلئے

ہُسے تل حجر الاسود، ہور ذقن جو چاہ زمزم ہے
سیجے اور
سو کرا ڈول جوں پانی سے بند موتی جو آئے ہیں،
بوند ٹپکائے

سکی کے زلف حلقے ہیں سو جوں کعبے کے درمیانی
مثل
یوں ہت قطب کے داعی دعا کر کر بلائے ہیں

چنچل کی نیں تھے حج کوں نشانیاں خون کیاں دستیاں
آنکھ سے کی نظر آتی ہیں
مگر قربان کرنے جیو حاجیاں کے دن آئے ہیں

ن منگ کر

منا عرفات دھن جوبن تمے ہور عاشقاں حج کے
اے عورت اور
کینے قربان کر کر جیو نشانیاں لہوں کی لائے ہیں
۲۴۸۰ دل لہو؟

دیسے یوں جالے موتیاں کے بچھل جوبن تیہ چنچل کے
نظر آتے ہیں
کہ جوں جلمتو دو تھانیے کا پون سوں کس دو لائے ہیں

(ق - ج)

## (۷) سرو خوش قد

سرو خوش قد دیکھیا سب سرو کے بن میں عجب
دیکھا
اُس کے سر کوئی نہیں سب باغ و گلشن میں عجب
(سر یکا) طرح

سرو سرواں سراسر اونچ ہے سورج نمن
سربلند
او سورج کرناں جھمکتے مجہ نین کھن میں عجب
اُس سورج کی کرنیں چمکتی ہیں میری آنکھوں کے

باغ میں کرتے چمک چالے سکل سرواں ولے
چالیں سب
چل نہ سک تجہ چال سم گاڑے گئے بن میں عجب
سکے

باغ میں سب ...... سرواں ڈُلیں حیران ہو
سیں تم کر بات کرتے یک کے یک کن میں عجب
سے کے کان

گل کھلے تارے نمن کنولے رنگیلے سرو کوں
کی طرح
چند سُرج اُس پھل لگے سب سرو کے بن میں عجب
چاند سورج اسکو

سب پھولاں کی باس ہیں مہکار مجہ پھول کا ہو
خوشبو میرے
لذت اُس جھلکار کا چُھبیا ہے مجہ من میں عجب
چھبھا میرے دل

یارب اُس سرو رواں کوں نا دکھا بادِ سموم

کیونکہ اُس کا نور دستا دل کے درپن میں عجب
نظر آتا آئینہ
تڑتی دم دم میں اتاروں سرِ رعنا کے اُپر
سب رقیب اسپند کر جالوں اگن فن میں عجب
جلاؤں آگ

جاں بھی چھپا رکھوں معانی پاوُتی دو تن نشاں
جہاں بھی رکھوں پالیتی غیر ۲۴۹۰
طاق لوچن میں چھپا او نور لوچن میں عجب
آنکھ (ج)

## (۸) چاندنی او رسجن

سجن مکھ کا او جالا چند تھے آلا
چاند سے اعلیٰ
ادھر تھے چوئے جم امرت پیالا
ہونٹ سے ٹپکے
سپورن ہے کلا چند تھی اے نسا کی
چاند سے
تو سب جگ پر سٹیا ہے اپ اجالا
ڈالا اپنا
ستارے نمنے جھمکے کن کے موتی
کی طرح کان
دیا اس رنگ سائیں مکھ گلا لا
دیسے جوں دو دو چند اس میں یا موہن
نظر آئے
سُہیا جوں کہ نرمل چند بالا
جسطرح
جھلکتی ہے رین الماس نمنے
رات مانند
سجن دیو اس صفا میں نرالا
چندن کے اونٹ چندنی ہے زیبا
نبی صدقے قطبا کوں نبیاں سب

(ج)

# (۹) چاندنی اور پیا

(✦)

چھلے چندنی میں جب لٹک پیو ہمارا
اوس عکس دیے چندر تھے اپارا

بسے جس ہیا میں پرت ہم سجن کی
بن اسکی پرت کچ نہیں اس پیارا

جنے سائیں کے عشق کا مد پیا ہے
نکر سے اسے ہور مستی اتارا

جکوئی ماتی ہے سائیں کے حسن چھب تھے
او سے مانیں نہہ پنت میں جگ سارا

پیا نور بستا ہے منج دل جھمک میں
کہ جس نور تھے ہے سرج آشکارا

سکی پیو چِنتا لگیا ہے ہمن کوں
سجن بن نکر سے لے ہور کوئی توارا

نبی صدقے قطبا کا من تج سوں لاگیا
کہ اپ جیو میں تیرا کیتا ہے ٹھارا

(ج)

نیاز

# علم عاشقی

جس پیو کوں ڈھونڈتی تھی ناںج جہاں جہاں میں
نہ پہچان کر

سو پائی تس اپس میں جیوں سوں تہاں تہاں میں
اسکو اپنے دل سے ہر جگہ

سمجی کہ کچ ادھر تے مج ........ (پی) کا تھا تھا
سمجھی کچھ ہونٹ سے مجھے

تو ایسے بے نشاں کوں دیکھ کے نشاں نشاں میں
تجھ جیسے دیکھکر

مُج دل نین میں نورا و سنپور کر کے خوش خوش
میرے کی آنکھ وہ بھرپور

پھر پھر دکھائے مکھ تو دیکھی عیاں عیاں میں

کئی بِرہ آ چرایا جو ہر وصال سو سو

اب سنپر آئی ہوں اُس ڈھنڈ ڈھنڈ کہاں کہاں میں
حاصل کرلی ڈھونڈکر

معشوق پیو کی عاشق ہوئے کر کے جگت منج

پیا

او علم معشوقی کا کرتی بیاں میں

اُس

کینتی دیکھت پیارے تیری ہو داس داسی

کہتی

کی صاحب اپنے سوں مل رونگی ایاں میں ۲۵۱۰

کیوں ؟

رہوں گی

حضرت نبی کے صدقے تج پیو اہے جو جاں جاں

تیرا پیا ہے جہاں جہاں (ہر جگہ)

کہہ توں جہاں جہاں او قطبا تہاں تہاں میں

(ج)

# رسم عاشقی (۲)

نین بت خانہ پتلیاں کوں اچھوتا کرتا ہوں سیوا

سندور ٹیلا پیشانی راکھے تل تل ریت ادے نیوا

لگائے

مسلماں ریت کافر ریت کیا ریت اے نہ جانوں میں

کہ جگ کے لوگ ریتاں چھوڑ پکڑے ریت تج جیوا
یہ

تیری
دھری ہے کان میں مدرے چڑائی ہے ابو تی تن

کہ پتلیاں میانے دستی ہے سوچلی پتلی جیوں دیوا
میں نظر آتی

امنگ ندی کی کشتی میں سکھیاں چڑ کھیلتیاں ہیں خوش

انچل اردہنگ ست پکڑے او ناکا ہت ستی ریوا
چڑھ کر

ہاتھ سے
پرت جھنتر سوں آئی ہے سکھی اب دو د جوبن پیو

نین امل کھلا کھینتی صراحی نہ سرا پیوا
شراب

میرا امرت انچل او جھل لذت منجکوں کھائے

پسار یا ہات میں آساں سوں او اس منجکوں تک ریوا
اس سے وہ

نبی صدقے پرت باغاں میں عشرت کرتا ہوں کرسوں

قطب شہ کوں کھلاتیاں ہیں سہیلیاں رنگ بھرا میوا

(ق)

# کتابِ عشق

(۳)

کجل آنکھ کے رنگ ہیں بھید ہے | تو بھید بھید میں جوت خورشید ہے
--- | ---
گھر پاکاں میں تھے پنجیا گھر ہے ۲۵۲۰ | عشق کا جنیتا سو امید ہے
عشق حرکتاں ہیں سو حرکت اہے | خوشی پھول چادر میں جمشید ہے
خوشی سینے بو سادے منج تخت پر | گھرے گھر عشق میوے کا بھید ہے
خوشی خوشبوی خوش ہے اپیند اُتار | عشق باس کے جلوہ میں بھید ہے
خوشی خرمی میز باقی گناے | عشق کے نشاں پر مراوید ہے

عشق کی کتاباں کیا عشق سوں
لکھا
قطب شہ نبی صدقے جاوید ہے

(ق)

# نقشۂ وصال

(۴)

اے نار میرے نین کوں دے آپنا دیدار عیش
آنکھ کو

سرون بھی تپنتے ہیں مرے ان کوں بھی دے گفتار عیش
کان

منج ناک دھن تج ناک تھے دم باس کا دھرتا ہوں
میرے تیرے سے

دم باس دیکر توں اُسے دایم دیئے آپار عیش
خوشبو تو بے حد

تج دُر ادھر تس میں نبات امرِیت بھر ......
تیرے موتی جیسے ہونٹ آبحیات

میرے ادھر پر دھر ادھر منگتا ہوں میں آثار عیش
ہونٹ رکھ ہونٹ

تج رخ ستی مُنج رخ اہے نہیں اس تھے رُخ فرخ کہیں
تیرے سے میرا سے زیادہ

رخ سوں ملا رخ کوں کہ ہے رخسار کوں رخسار عیش
سے

منج کنٹھ دھن تج کنٹھ کی کنٹھ کوں بہت منگتا اہے

میرا گلا عورت تیرے گلے

منج کنٹھ سوں ہم کنٹھ ہووے سور کا جھلکار عیش

۲۵۳۰

میرے گلے سے گلا سورج

باہاں میریاں مشتاق ہیں تج بانہہ کے گلہار کے

بازو تیرے بازو گلے کا ہار

باہاں منے بانا سکے تج بانہہ کا گلہار عیش

بازووں میں نہ سما سکے تیرے بازو گلے کا ہار

منج ہات منگتا ہے ادک تج ہات سوں ملنے کے تیں

میرا ہاتھ بہت تیرے ہاتھ سے لئے

منج ہات کوں اپ ہات سوں کرنے دے توں اے یار عیش

میرے اپنے سے تو

بھیٹن کے ڈوبٹ سینتی دھن کُچ کُچ اپنا طول کر

سے

ہم دو نو کچ سوں کُچ لگا کُچ کُچ کریں ہر بار عیش

پستانوں سے چھاتی تھوڑا تھوڑا

چھاتی سوں چھاتی ایاک کر یک جیب ہور یک میت سو

اور دوست

تج نکھ سینتی نکھ منج کرنے ہیں ہے ٹھارے ٹھار عیش

تیرے ناخن ناخن میرے

میرے تمے روماولی جمنا و گنگا جوں مل اہیں

رواں رواں سو مچھلی ہوے کر کرتے ہیں تج گنگ دھار عیش

رواں رواں

تیری گنگا کی دھار میں

وہ لکیر جو ناف سے نیچے کی طرف سیدھی جاتی ہے۔ اسکو سیلی بھی کہتے ہیں۔

دُونا بھی دو بھونرے اہیں سنگرام کے دریا منے
میں وصل
دو من تراد و تیر نیر کرتے اہیں اس ٹھار عیش
جگہ
تج منج کمر کے کٹ منے بیرت یکٹ سپنڑ یا بکٹ
اس کٹ منے کرتا ہے وا ایم مدن کا بھار عیش
میں
تیرے مرے پاداں سکی جوں ناگ تاگن مل رہے
مثل
صدقے نبی کرتا قطب کرتار تجھے آپار عیش
(ج) خدا کی عنایت سے بیحد

# (۵) عیش وصال

---( ۰۰ )---

سدا منج عید سوری ہے کہ میں دھن وصل پایا ہوں
مجھے عورت کا
وفا کے منتراں سیتی سو دھن کا من ریجھایا ہوں
سے نازنیں دل
کہو چند سور کوں جا جو دیکا یک آج نا نکلیں
چاند سورج کو ۲۵۴۰
کہ دھن مکھ نور تجھے اپنی مجالس میں دیپایا ہوں
عورت کے چہرہ کے نور سے

ہزاراں منتاں کرنا تو ٹک ہنس بولتی نیں تھی
نہیں
سو آج انتری ہے باتاں میں کہ میں مدبی پلایا ہوں
شراب بھی
شراب ہور عشق بازی باج منج تھے نا رہیا جاسے
اور کے بغیر مجھ سے نہ رہا
کہ یو دو کام کرنا کر میں لے سوگند کھایا ہوں
بہت قسم

سکی ہرگز نکو کہہ ہو کھیا میں بات تج کوں جو
نہ تجھ سے
کہ دو تن پھٹ پڑے گی وو اسے میں آزمایا ہوں
غیر رقیب پھٹ پڑے وہ

سمند دل میانے غواص ہو کر غوطے مار برساتھی
دل کے سمندر میں
(برسات میں)
بچن کے موتی ..... ڈھنڈ سکی تج تائیں لیایا ہوں
سخن ڈھونڈ کر تیرے لئے
سو دھن جا عیش کوں پوچھے کہ توں آیا ہے کس خاطر
نازنیں
کھیا ہنس عیش ازل تھے میں قطب شہ خاطر آیا ہوں
کہا سے
(ج)

# بعدِ وصال

(۶)

رین سب شہ سوں مل جاگی سو چھب نیکاہی پیاری کا
رات
اچھا
نین ماتے الک بکھرے اثر کھلت اخماری کا
زلف

دیا جھولے پرم بارا ڈولے پھل ڈالی ہونارا
پھول
چھوٹے گل موتیاں ہارا..........

چلے لٹ پٹ لٹک بالی سو ہو شہ مد سوں متوالی
انچل سر چھوٹ گل لالی جھولے ہن متواری کا

چینچل کا مکھ چھبیلا ہے ادھر امرت رسیلا ہے
ہونٹ آبحیات
اجت جھلکار ٹیلا ہے چکندا رات ساری کا

دسن کے داغ کالاں پر پھنور جوں پھل گلالاں پر
پھول
دسے پھل جھلک بالاں پر سو جگمگنا رت اندھاری کا
۲۵۵۰
نیظر آئے پھول
سو لکھن چھند بھری چنچل کھسائے سیس تھے انچل
عشوہ
سرکائے سر سے
متی ہوئے مست جوں منگل سو ہر پی پیو کی پیاری کا

نبی صدقے قطب راجے طبل آنند نت کاجے
راجہ ، شاہ
سدا پھل گیند کنٹھ ساجے سو جوبن وطن ہماری کا

(ج)

محبت
افسانہ

# پرم کی کہانی

سنو لوگ میری پرم کی کہانی — کہ پہلا ہے رنگ عاشقی کی نشانی

تمن عشق بھیدیا ہے منج بال بالا — کہ ہوی ہوں تمن پیم میں ہوں دیوانی
(تمہارا — اثر کر گیا — میرے بال بال میں — تمہارے عشق — میں)

محبت کی لذت فرشتیاں کوں نیں ہے — بہت سعی سوں میں سو لذت پچھانی
(نہیں)

پرت میں جنے اپنا دل کیتا دریا — عشق پنتھ میں اس کوں ساجا کہ مانی
(محبت — کرتا — راہ)

جکوئی عمر کھویا ہے ساجن ہوس میں — جیون پھل وہی پایا کریں جانی
(جو — جو کوئی — زندگی کا ثمرہ — پایا)

اوسی کا ہے وو جگ میں جیونا انند سوں — جنے نیہہ بوجھیا ہے سن اے ایانی
(جیتا آرام سے — جس نے عشق)

نبیؐ صدقے قطبا جگت مول پایا
(دنیا کی قیمت)
سواد عشق ہے اس تھے نیں خوش کہانی
(وہ — سے نہیں خوشتر)

(ج)

# پریم کے چھند بند

(۲)

پرت جل میں جنے رہے ہور نچانے — او پیرت بات کوں ہرگز نمانے
جنے جم نیہہ دھیاناں میں رہیا ہے — اُسے معلوم ہیں سب نیہہ کے مانے
ہتو اپ پیرت کے تیں دو جگ نپایا — بڑے بھاگ اُس کے جن اپے نیہہ پچھانے
عشق کا جن نوجے ان نگٹ بھاو — پرت میں اُن کرے بھو آنے بھانے ۲۵۶۰
ہمارا بھید نیں بُجنے نکو آو — ہمارے ہور پیا کے درمیانے
کرے سیوا پرم کا رات دن وو — برہ کی رین جن کوئی بہانے

نبیؐ صدقے پیاری قطب آکھے
پرم کے چھند بند سب توں پچھانے

(ج)

# رقیب

## (۳)

اے دو تن نراسی توں ہے سر بسر غلیظ
چڑ چڑ کہ منج سوں ہر گھڑی باتاں کر غلیظ

لے چیز تو غلیظ اہیں جگ منے و لے
ہو سے نہ کوئی جین کہیں تیرے سر غلیظ

بہتر جو بحر و بر ہیں نہ لے ناؤں کوی ترا
تج ناؤں لینے تھے ہوویگا بحر و بر غلیظ

تیرا چتر خدا نہ کرے جو چتارے کوئی
تیرا چتر چترنے تھے ہوگا چیتر غلیظ

شکر کوں آپ ادھر سوں شکر کر نکو کہہ توں
تیرے ادھر غلیظ تھے ہوگی شکر غلیظ

دیکھے گا ٹک جو خواب میں تیرا لشت چھاتو
لگ گا تو نہاس جاوے گا شیطان ڈر غلیظ

کس دھات تج کوں قطب کہے خوب ہے کر
اے دو تنی نراسی توں ہے سر بسر غلیظ

(ج) ۲۵۷۰

# رشکِ رقابت

(۴)

دیکھو سہیلیاں یہ دوتی جا پیا کوں کچ سناتی ہے

میں شہ کی پیاری ہوں کر دیکھ نسک نقشاں چھاتی ہے

نہ سک کر

مرا نیہہ شاہ سوں قایم دوتی کیتا کو اکی توں

جھوٹی باتاں پیا سوں کر سبب دندکی بساتی ہے

دشمنی

پیوا کی توں کیتا ایسے للن سوں ملکہ اے دوتن

مِلکر

دو دین کے پرت میں اپنے شرم توں کیے گنواتی ہے

کیوں

رہی ہوں جان بُج کر میں پیٹے سب عشق کی بھی مُنج

پڑا کے کیا برہ نیہہ کا بچھولیا کے لڑاتی ہے

سجن کے دِشٹ جن ناری پہی تس کیا اڑا کی توں

مکر حور حیل چھوڑے نوں پھر اس کیا آزماتی ہے

نہوے باتاں میں جس کے گن سو وہ شہ کوں رجھاوے کیوں

ترکماں سوں اُن یکساں ہے جتی کنکر رجھاتی ہے

سو اُس سہیلی سیانی کوں سہاتا ہے سہاگ یہ سب

جکوئی خوشحال سوں شہ کا ہنس ہنس و قتاں گماتی ہے

کہی پیاری نبیؐ صدقے محمد قطب شہ کوں تُوں

ایسے او گن نبھاوے منج دو تن جو کن ڈراتی ہے (ج)

## بڈھی کی کہانی

(۵)

پریاں کے باغ میانے دیکھیا مند ھر گلالی — واں یک پری کے مکھ تھی سب بن لیا تھا لالی

اوتار نارپہ چنچل گل لال گال پھل ول ۲۵۸۰ کھڑکی منے تھے اچل سر پر تھی سر تھے ڈہالی
میں سے ڈھلکائی
تارے چندا پرو کر راکھے سو مانگ سر پر چگنی جڑی منور اوڑے جھبنا سو آلی

پڑیا نظر یکایک ہلجیا سو جیو بے شک چنگی اٹھی جیوں چکمک حسن و ہمن ملالی

مج اس لگیا ہلاوا او تن سو دکھ سہاوا اس کھڑیں لائے لاواں گتاں سو جا اچھالی

سن عقل اس بڑی کی ساس آئی اس گڑی کی سو جیو مکھی کھڑی کی کھڑکی پہ چھبا نپہ کھالی
بوڑہی
بھنواں کوں گانٹھ با کر مج کوں نپٹ دپا کر غصے تھے اس جدا کر دیتی ہزار گالی

مکھ پر بڈھی کی جھڑی کو شان کی ٹل کی جھڑی سو چندپ کرنا تڑی او پا کنی ہے مالی

وہ
قطبِ زماں معانی بس کر بڈھی کی کہانی
شیطان کی ہے نانی آپس کوں آپ جالی (ق)
جلائی

✣

# عشق و عقل

(۶)

پرم آپنا چتر جگ پر سو چھایا — جہاں اپنا پنی چھایا اپس واں دکھایا

پرم پھول بن میں سگندباس مہکا — پرم آپنے ہات ارگج کلایا

سبھی عالماں آپ ٹپرن جاہیں ۲۵۹۰ — نہیں کوئی پایا لے پیرت کا مایا

پرم کے سو پیمانے سوں مد پلا کر — پیا طاق ابرو سوں سجدا کرایا

عقل کے تخت پر پرم تخت بیٹھا — عشق عقل کے ہات ایسے نوایا

نہ عاشق کوں کٹتا ہی بن عشق یک تل — وو عاقل سدا جن پرت سوں گمایا

پیارے سوں گمتا نبی صدقے قطبا
پرم اُس کوں ساجے جنے یوں گمایا

(ج)

# دنیائے فانی

(۷)

سنو عاقلاں سب کہ دنیا ہے فانی
جو کوئی بوجھیا اُس ہی صاحب قرانی

دنیا رنگ سوں جن بہوت دل نہ باندے
شہاں میں سُہاتا اُسے ...... سلطانی

وہی مرد ہے جے دنیا میانے دین کا
کرے کام ساجے اوسے کامرانی

دیو و جگ کوں بہو جن اُو بخشش کرو جم
کہ جھمکے گا اُس نور تھے تم پشانی

طمع کوں پیا یاد پانی سوں دھو کر
اس دل میں تھے ہو بچن کن کہ دھیانی

نبی ہور علی سوں قطب کی ہے پیرت
سدا تو ہیں پایا ہے تخت شہانی

(ج) ۲۶۰۰

پہچانا اُسے — زیب دیتا ہے — سمجھتی ہے — چمکے — سے تمہاری — سے جو بہت باندھو — میں جو — وہ — کے یاد کے — سے اپنے سے — اور سے — اسی وجہ سے

# مُتَفرّقات

الجھائے جیواں کوں سکی اپ چوٹی کیرے تاب میں
پھانسے دلوں کو اپنی بل

پتلی نمن لٹکائے ہے دل اپ نین محراب میں
کی طرح اپنی آنکھ کے

کہیا کہ مکھ دکھلا مجے، چھاتی سوں چھاتی لا مجے
کہا چہرہ مجھے سے مجھے

کہئی اپن گھر آ مجے، یو سد ہوا اس جاب میں
اپنے کے جواب

سورج بدن جھلکائے جب چھپ جائیں تارے لاج سب
شرم سے (چھپا)

دیکھت سو اس کا جوت چھب طاقت نہ رہے جھتاب میں
دیکھ کر رہے

کیا چلبلی سو دھن ہے توں ہر فن منے پر فن ہے توں
میں نازنیں

ہور فتنۂ دکھن ہے توں، سرزو ہر یک باب میں
اور

صدقے نبیؐ قطبا سوں ہن کرتے رلیاں ہر یک تل
عیش ایک لمحہ

لبدائے کر مج جیو دل پگلائے جوں قند میں
میرا پگھلائے

(ج)

# ایک تلنگن سے

(۲)

پیاری جو وتی ہیں ہنت تج پیم
تیری محبت

منجے جیو دیونا ہے پیم میں نیم
مجھے دل دینا محبت میں دھرم اتفاق اصول

کرب سوں میں نو جی تھی پیا کوں
نہ پہچانی

کہ یک تھا مج نین تل کوہ ہو بھیم
میری آنکھیں

ڈھونڈیا ہوں میں نہیں پایا پرت جیہ
ڈھونڈا

بہوت جویا ہوں نیں پایا ہوں میں بھیم
نہیں اور

پرم پیو کا ہمارا جیو سنجیو
پیا کی محبت کا

پرم پنتھ میں ہی عشاقاں کا یہ نیم
راہِ عشق اصول

نبیؐ صدقے قطب شہ سانولی سوں

۲۶۱۰

بچن ہندی سوں بولے ایم مریم
زباں ہندی میں ایم رے ایم (کیا رے کیا)

(ج)

# دکن کی پتلی

(۳)

سدا مُنج مست کرتی ہے نین سیتیں نین پتلی
کہ بالی غمزے کے پیالے پلاتی ہے یوں پتلی

نین سوں صبر کر کہتی کروں اب صبر میں کیتا
نین ہوتے ہیں روشن دیکھتی توں ہے گگن پتلی

بھنواں کشتی منے میں یوں رہیا جیوں نوح کشتی میں
پرت دریا منے پایا پری ایسی رتن پتلی

ترا مکھ لوح کلبا یا دڑوں ناں میں پری جن تھے
ہندو پاتر سنپڑتی نیں سکتی جیوں ہرن پتلی

اگر منگتی رنجانے عاشقاں کے تیں گھڑی تل لے
انچل جھلکا رساں سوں چلے ڈگ ڈگ کوں پتلی

نین کے حوض میں پتلی نوی چالیاں سوں ترتی ہے
نین عاشق ہیں دیکھن کے بچن سننے کرن پتلی

نبی کے صدقے ہر تھے جینتیا ناداں بالی کوں
انداں سوں ملی قطب زماں سے تیں دکن پتلی

(ق)

# موہن اور حیدر نگر

(۴)

سو حضرت کے گو شاں پہ اپ پر کھایا
اُن ہت تھے حق پیالہ کوثر پلایا

مرے سیں موہن سیرا سو مِتا ہے
تخت ہور بخت کا قطب نجم اُدیا

فلک ما دے منڈپ چھایا ہے رنگ رنگ
پریاں ہور حوراں کوں اُس تل نچایا

دونے سو دل کے کھن کا چہ ہیں
کلیجا سو سُن دشمناں گڑ بڑایا

بریاں نظراں تھے اسکوں اسپند اُتار
حیدر نگر آں انداں بھرایا

محمد قطب شہ بندہ ہے علی کا
علی آپ صدقے دو جگ میں بچایا

(ج)

# کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ

## دُوسرا حِصّہ

## غزلیات

# تفصیلی فہرستِ غزلیات

(جُملہ غزلیں ۳۱۲ اور جُملہ اشعار ۲۲۵۴)

| نمبر شمار | ردیف | صفحہ | تعداد غزلیات | تعداد اشعار |
|---|---|---|---|---|
| ۱ | الف | ۱ | ۳۱ | ۲۳۱ |
| ۲ | ب | ۳۰ | ۱۱ | ۸۱ |
| ۳ | ت | ۴۳ | ۱۲ | ۹۹ |
| ۴ | ث | ۵۶ | ۱۱ | ۷۷ |
| ۵ | ج | ۶۶ | ۱۰ | ۶۹ |
| ۶ | ح | ۷۵ | ۸ | ۵۵ |
| ۷ | خ | ۸۲ | ۴ | ۲۸ |
| ۸ | د | ۸۵ | ۱۰ | ۸۳ |
| ۹ | ذ | ۹۴ | ۱۲ | ۸۹ |
| ۱۰ | ر | ۱۰۷ | ۱۷ | ۱۴۱ |
| ۱۱ | ز | ۱۲۳ | ۲ | ۱۶ |
| ۱۲ | س | ۱۲۵ | ۶ | ۴۴ |
| ۱۳ | ش | ۱۳۰ | ۱۰ | ۷۱ |
| ۱۴ | ص | ۱۴۲ | ۵ | ۲۹ |

| نمبر شمار | ردیف | صفحہ | تعداد غزلیات | تعداد اشعار |
|---|---|---|---|---|
| ۱۵ | ظ | ۱۴۶ | ۳ | ۲۱ |
| ۱۶ | ع | ۱۴۹ | ۱۲ | ۸۵ |
| ۱۷ | غ | ۱۵۹ | ۵ | ۳۰ |
| ۱۸ | ل | ۱۶۳ | ۲ | ۱۶ |
| ۱۹ | م | ۱۶۶ | ۹ | ۷۰ |
| ۲۰ | ن | ۱۷۴ | ۳۹ | ۱۷۶ |
| ۲۱ | و | ۲۱۳ | ۵ | ۴۱ |
| ۲۲ | ہ | ۲۱۸ | ۶ | ۵۰ |
| ۲۳ | ی | ۲۲۴ | ۸۱ | ۵۴۸ |

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# ردیف الف

(۱)

دلا منگ خدا اکن کہ خدا کام دیویگا — تمن من کے مراداں کے بھرے جام دیویگا
مانگ کے پاس دیوے گا — تمھارے دل مرادوں دیوے گا

خوارج کی اگن قہر کے پانی سوں بجھاگا — براہیم نمن مجکوں سکھ آرام دیویگا
آگ سے بجھائیگا — ابراہیم کے مانند مجھے

دو عالم کے دوارے کھلے ہیں عیش کے خاطر — جے کوئی نبی نام سوں دل رام دیویگا
دروازے — جو سے

جے دل میں محبت علی و آلِ علی ناہ — اسے خون جگر دار وُے ناکام دیویگا
نہیں جس

نکھا غم توں زمانے کا ترا کام خدا سوں — ہر اک پستی منے تجکوں بلند نام دیویگا
تو سے — میں تجھے

اپن بخت حقیرے تھے کدیں دلمیں نکر غم — تجے دار دئے صحت سوں شفا جام دیویگا
اپنے سے کبھی — سے کا

تجھے

رقیباں کے دکھوں سیتی قطبؔ شہ توں نکر غم
سے تو
خدا سارے رقیباں کے گلے دام دیویگا
پھانسی

( ۲ )

سب اختیار میرا تج ہات ہے پیارا — جس حال سوں رکھیگا ہے او خوشی ہمارا
(تیرے)

نیناں انجھوں سوں دھوؤں پگ اپ پلک سوں جھاڑوں — جے کوئی خبر سولیاوے مکھ پھول کا تمھارا
(آنکھیں آنسوؤں سے دھوؤں، قدم اپنی پلکوں سے جھاڑوں — جو، سے لادے، وہ، ہماری، تمھارے)

تج نین تیرے ہور بت نین کیاں پتلیاں — مجھ نین میں پوجاری پوجا ادھان ہمارا ۱۰
(آنکھیں، اور، کی — میری آنکھیں، مشرب)

اس پتلیاں کی صورت کئی خواب میں جو دیکھے — رشک آئے مجھ کرے مت کوئی سجدہ اس دوارا
(کوئی — دروازہ)

تج عاشقاں میں ہوتا جنگ و جدل سو دن سب — ہے شرع احمدی تج انصاف کر خدارا
(تیرے عاشقوں — تیرے پاس)

تج خیال کی ہوس تھی ہی جیو ہمن سو زندہ — او خیال کد نجاوے ہم سر تھے ٹک بہارا
(تیرے، سے، ہمارا — وہ، کبھی، سے، باہر)

جب توں لکھیا قطب شہ مہر محمد اپ دل
(تو، لکھا، اپنے)
ہے شش جہت میں تجکوں حیدر کہ تو ادہارا
(تجھے، سہارا)

( ۳ )

نزاکت حسن و دولت ہے منگے جا ہی کرن سکتا — نوا یوں نوجوانی سوں سکل شاہی کرن سکتا
(مانگا، سکتا — نیا، سے پورا، کرسکتا)

دیپا مشرق و مغرب میں جھلک درپن مکھا تیرا | کہ تو جلوہ فلک تھے ہے سو تا ماہی کرن سکتا
آئینہ ۔ رُخ ۔ چمکا

تمن مکھ میں خدا کا نور جم نینا بھر یا دیکھے | کِنن صورت تمن سر بھر نہ ہمراہی کرن سکتا
سے

مکھا سورج کتاباں تھے نوا خط سو لکھایا تو پ | اہی خط پر سبی عاشق سو یک راہی کرن سکتا
تمہارے چہرے ۔ میری آنکھیں | کسی کی ۔ تمہاری ۔ مقابلہ

کتے دن تھے پڑا کر جج کتا پڑھیا نو چھاٹک | الف پڑھنے ہمن چوگاں اگر خواہی کرن سکتا
تو ۔ سے ۔ نیا ۔ سے | سبھی ۔ ہمراہی کرنا

تمن جو انس ہمن زردی نیا یا مکھ بیچارا سو ۲۰ | دکھے عاشق شفا خانہ تمن لاہی کرن سکتا
کتنے ۔ سے ۔ مجھے ۔ کتنا ۔ پڑھا ۔ نہیں پوچھا | ہزار ۔ فائدہ

تمن مکتب میں نہو اداں برہ بحثاں سدا کرتے | سکا ون علم شیخاں کوں نچھل کاہی کرن سکتا
تمہارے ۔ بیچے ۔ فراق | سکھانے ۔ شیخوں ۔ مشکل ۔ کیوں

دم عیسیٰ کتے مردے جلاون ہی و تیرا لے | دوری ہارن ملن جیون مجہ آگاہی کرن سکتا
کتنے ۔ جلاتا | دوری موت وصل زندگی

زمانے کے اندھارے تھی معانی توں نکر غم جگ
اندھیرے سے ۔ دنیا میں

پیالا ہت پیا کے پیوتوں جگ شاہی کرن سکتا
پیا کے ہاتھ سے پیکر دنیا کی بادشاہی کر سکتا ہے

( ۴ )

سکی باتاں شکر کرتی و لے میٹھائی آسے نا | دوانی نیشکر میں کوئی کدھیں نابات باسے نا
سکھی ۔ نہیں آسکتی | اے دیوانی ۔ کبھی ۔ نبات نہیں رکھتے

خبر ہو مشتی ہوی ہور لگیا یک آئے مج ٹھارا ۔۔۔ نپوچھے ٹک پھرے پھار اتو اب ہا سماسے نا

قرار ۔۔۔ باہر ۔۔۔ فراق سما نہیں سکتا

کہوں آپن بر جس کن اگن شعلہ پڑے اس تن ۔۔۔ سو مشکل ڈاتیا مج من ہمن دکھ کوئی سناسے نا

اپنا فراق ۔۔۔ کے پاس ۔۔۔ ڈرا ۔۔۔ میرے دل میں ہم اپنا دکھ کسی کو سنا نہیں سکتے

مگر کھولے خدا ای کھ دکھاوے اس سورج کا مکھ ۔۔۔ اندھاری نین پاویں سکھ مجھ پر کھ ٹلسے نا

سورج ۔۔۔ اندھیری آنکھیں ۔۔۔ رنج ہونا دور ہونا

معانی ٹھاوں توں جانے غوص ہو کر رتن پایے

جگہ مرتبہ ۔۔۔ موتی

سو خالی سیپیاں لیائے وجیاں سم تجکوں آسے نا

اغیار ۔۔۔ برابر

## ( ۵ )

مکھ مین بنفشہ رنگ تلا کا نور میں توں پائیا ۔۔۔ جیوں کن سیام رنگ چند السوں مل سب چند نا چھپائیا

تل ۔۔۔ تجھ سے پایا ۔۔۔ جگت ۔۔۔ چاند سے ۔۔۔ چاندنی

مکھ کعبہ کے میانے منے مقصود حج پانے منے ۔۔۔ ۳۰ ۔۔۔ امید کے خانے منے گوہر کے دیوے لائیا

درمیان ایرا ۔۔۔ چراغ ۔۔۔ لایا

کنتل مین کیوڑے بھیس ہیں لوگاں کہیں نس دیس ہیں یا ۔۔۔ مانک اجالے سیس ہیں منتر سو بیں ہلجائیا

رخ ۔۔۔ میرا ۔۔۔ زلف ۔۔۔ میں ۔۔۔ متاثر ہوا

مجنوں سو میں تام ہی وحشی توں مج سوں رام ہیں ۔۔۔ اس مکھ الکھ مجہ دام ہیں یک بیچ میں گل باہیا

رات دن ۔۔۔ مجھ سے ۔۔۔ آ ۔۔۔ جو نظر نہ آئے ۔۔۔ گلے میں ڈال دیا

تج گال پھل الے اپر لٹ ہے سو گل لالے اپر ۔۔۔ یا ہے بھنور لالے اپر سو نقش مج من کائیا

تیرے ۔۔۔ پھول اعلےٰ ۔۔۔ زلف

مج خیال ہیاں تون بسے مج گیان دیوا تون دسے ۔ کتا کسوٹی پر کسے میں دھیان تج سوں لائیا

میرے میں تو میرے چراغ تو نظر آئے کتنا ہی تیرا ہی

برہا معانی مل اہے اُس کا دلا مج دل اہے

خیراتی

پھل سنگ رقیباں مل اہے کیوں بی تو دہن بلکائیا

پھول کے ساتھ بھی خیال

( ۶ )

ہے عشق ہر اک دھات ہر اک دل میں پیارا ۔ مج عشق پیاری کا اہے جیو کا ادھارا

مجھے سہارا

پتلیاں نیناں کی سو کل جگ کو بھلائے ۔ اسماں میں اُٹھے شور دیکھت زلف تمارا

طرح جی

آنکھوں سب دنیا دیکھکر تمہارا

تری ٹھڈی کے جل منے سو جیو کا جیون ہے ۔ او چشمہ منے ہیں نمن جیو کیا ٹھارا

آب ذقن میں روح زندگی میں

زاہد جو ترا مکھ دیکھت جیو دئے ہیں ۔ تج نیر ٹھڈی کی بھی ہے عیسے کا بارا

اُس مانند جی مقام

تیرے آب ذقن دم

انکھ پاس کے سم پھول اپن پاس نوائے ۔ ۴۰ کملا کر جھڑے برگ کتے باس میں ہارا

چہرہ دیکھکر جی

برابر پھیلائے کمہلا

کر نار تیں کیس میں توں پھول تے گوندا ۔ قدرت کی کلیاں کا ہے لٹاں میں مہکارا

بال بالوں

بن سیر تمن ساری کلیاں سوک رہی ہیں ۔ ٹک آ کے کرو گشت چمن جی اُٹھے سارا

تمہاری سوکھ ذرا

سب مالی تجھ پھل نیر پلا جھور رہے تھے — یک تل میں ہر یک پھول ہوا نور ستارا

دیکھیا ہوں ترے نین منیں صنع خدا کا — تو سر نہانی سوں جھلکتا ہے پسارا

عالم منجے تعلیم کریں علم و ہنر کا — لکھے ہیں ازل تھے ہمنا عشق قرارا

دو تن سو حسد کیوں نہ کرے نت ہمنا پر — ہے تاج مرے سیس منور جھمکارا

پایا ہوں اماماں کی دعا تاج شہانی — مج تاج میں ہے نور الٰہی جھلکارا

اے قطب معانی کہ ترا قطب خطاب ہے
کر شکر خدا پر کہ قرار ہے سو تارا

( ۷ )

باغ دل میں تج محبت کا اچنبا پھل لگیا — باس سنگ پھولاں عرق کا ہیں ہوا ہوں ڈگ لگیا

لیے علم ہور لیے کتب ہور کس تھے بوجھیا جانا — ۵۰ — عالماں بیچارہ دکھ کر اسکی تک میں رہے تھکیا

سانولی قد سر کوں لاگے ہیں لب میٹھے نبات — چکھنے جا کر میں ڈراں سیتی رہیا ہوں دک دکیا

شیشے کی قلقل تھے پیالے میں باندھی بڑ بڑے ‌ ‌ ‌ بڑ بڑا دونیہ کے زوراں سوں جگ میں جگمگیا

توں اندھارے سینے میں نا منگ روشنی اغیار تھے ‌ ‌ ‌ روشنی تج دیوے کوں قدرت اجالے کا لگیا

ہیں امّی کر گنتے ہیں سب امیاں تو علم میں ‌ ‌ ‌ مو زبانی کا قلم تج وصف لکھ نا سک بھگیا

تم معانی کے گناہاں کا رقم کرتے ہیں کے

ہیں محمد ناؤں تھے دونوں جہاں میانے جگیا

( ۸ )

سکندر کے درپن ترا مکھ دو پایا ‌ ‌ ‌ میں اپ کام اس آرسی میانے پایا

تری یاد سوں نکلے مو دل تھے لالی ‌ ‌ ‌ کہ اپ پیالہ سوں لالہ سب کوں رچھایا

صراحی میں پنہاں ہے مے گنج قاروں ‌ ‌ ‌ گدا گنج پا کر اپس کو پنوایا

اپس خیال میانے دکھیا گنج زر کوں ‌ ‌ ‌ سنے بڑ بڑے پر اپس جیو چو بھایا

نہ بیچو منجے مشک نافے کے نمنے ‌ ‌ ‌ ۶۰ ‌ ‌ ‌ ازل تھے گرہ پا کہ طبلاں بجایا

ہمن تم میں اے باو شرط وفا تھا ﴿ وفا چھوڑ باتاں رقیباں سنایا

کہے ظلم کُتوال کا شہر میں ہے

معانی کوں ڈر کیا توں لطفاں نیایا

( ۹ )

کل مو تو نور دیدہ یسو شاب تاب تھا ﴿ اُس مکھہ شراب و دشت مرا آفتاب تھا

تا دیس اُس تماشہ مکھہ سور نور دوست ﴿ میں روتہ تھا سو یوں کہ نہ اد و قت خواب تھا

مجلس ترا ہزار پریخانہ سکل ﴿ جیو اس میاں بصورت و معنی خراب تھا

اوز ہر ڈنک نینو جو پئے گا نیں سو دہاک ﴿ دیوانہ سیں آگ برہ تھے کباب تھا

میں تو میاں ریختہ جیوں دانہ تنک ﴿ نت ہر طرف تھے کار رقیب اضطراب تھا

مو آہ و نالہ تب تھے دکھایا ملن گھڑی ﴿ او نقد عمر مو دو نفس در حساب تھا

او کی بنت جیا کا نہ سکے دیکھن سو کوئی ﴿ او شرم مو کا اس رخ چندر حجاب تھا

تسبیح زاہداں کرو نقل وعدہ ہوا ،، تسبی گنہ سو کیا ہی یہ بات اس کتاب تھا

ساقی تو آہ کرم معانی کے تھیں نرج

اس کیا ہی اختیار گناہ شراب تھا

(۱۰)

یوسف گم سو پھر آگا اب بکنعاں غم نکھا
گھر ترا امید کا ہوگا گلستاں غم نکھا

ای ہیا نہ دکھ دکھیا سو خوب ہوگا حال تج
من کا چنتا ہوئیگا پھر آ کہ جاناں غم نکھا

برہے کہاو دو دن نہادور اپنے پیو تھے
دایم یک دھانوں نہ رہسے کار میراں غم نکھا

جم بہار عمر تج ہے پھر کہ آگا باغ میں
چتر پھل کا کھلک رنگیں مرغ خوشخواں غم نکھا

ہاں توں نا امید نا ہو کو نجانے سر غیب
کیا اچھیگا پردے او جل کھیل تپلیاں غم نکھا

او جنگل میں شوق سوں اکعبہ خاطر رکھ قدم
تج اگر بولیں چبیں کانٹے مغیلاں غم نکھا

ای صبا موجا تھے نا ڈر منکا بھاتا ہوئیگا
تو تجھے ہے نوح کشتی بان طوفاں غم نکھا

بات تیرا دور اگر ہے عشق ہنتھے دکھلائیگا
راہ
شاہِ راباں تو ہے راباں میں زراباں غم نکھا
از

حال میرا دوہی نادان ہور کوپے رقیب
سب تو جیپا ہی خدا ہور شاہ مرداں غم نکھا
اور

قطب شہ اس کنجِ فکر و خلوت دینی منے
غصہ
میں
تا اچھے ورد و دعا و درسِ قرآں غم نکھا
جب تک رہے تیرا درد

( ۱۱ )

منج جیو کی آرزو کوں بند ہے سنتیں پیا
دوتن کی بات پکڑے ہے یکرو سنتیں پیا

ملنے کوں عاشقاں کوں نہیں باو آنہ ٹھاؤں
میرے دل — مجھ سے
پکڑے کمان آپنی ابرو سنتیں پیا
غیر — سے

قرباں جاؤں نا میٹھے باطل کے سحر پر
اتنا — جگہ
سب جادو پکڑے نین کے جادو سنتیں پیا
اپنی

مشکی خطا کا باس بچارہ دسیگا کاں
مشک — خوشبو — دکھائی دیگا کہاں
پکڑے ہیں سب ہی باس کوں اب بو سنتیں پیا
آنکھ — خوشبو

کیا کم پلاؤ نا منجے ساقی پیالہ بھر
جوڑے ہیں سر تھے پاری او سند و سنتیں پیا
اس

داؤ دوراگ پنچی صراحی کرے نادستے
طرح سے
رنگیں کیئے ہیں بزم کوں دارو سنتیں پیا
پھر سے — سے

ہر غم میں تجھے خوشی ہے معانی توں غم نکھا
کے بعد
تعویذ باندھے ہیں ترے بازو سیتیں پیا

(۱۲)

تیرے ہونٹاں کے حُقّے میں تھی دوا انجکوں دوا
میرے درداں کوں سدا تیری شفا تھی ہے شفا

سے
نین جھلکار تیری بجلی من جب جھمکی
آنکھ
درددوں کو سے
دشت تھی مُنج شوق کا مینہ پڑکہ ہوا سب ہی ہوا ۹۰

مانند
پھول و پھل کھیت ہمارے کوں لگے ہیں میٹھے
نظر سے میرے کے
نین و دل بحث آپس آپ میں کرتے ہیں بجا
آنکھ

ان ہیر نو
کیا غرض تجکوں اے بجھاں سوں پلاوے ساقی
اپنے آپ
غم تجھیں عیش و خوشی کا ہے صفا ہور صفا

تجھ کو ان بجھوں سے
حسن تیرے کا کریں چاڑی نین آپ میں اپ
شہرہ
بعد غم اور
یک نین کیا تو جھا یک کیا کہیا توں ان میں بجا

عشق بازی جو منگے کرنے ہونا صبر اُسے
مانگے
غم ندیاں اُبلے تو کرنا ہے اسے صبر دوا
کی

وعظ تیرے سوں معانی بندھیا ہے دل یا رب
سے باندھا
کرد آبین نبی و علی تھے اُس کی دعا
سے

(۱۳)

دیکھو کہ کیوں کئے انو ہمنا سیتیں وفا
یک تل نہیں ہوا کہ کرے سر تھے بھی جفا

لیکھے سو پایا ہوں نہیں کچ یار کا گناہ
جن ظلم کئے تو اسکوں اہے درد یے دوا

مارے پنکھیاں ہو دل کا کبوتر تو تجھ میں
دیو نہ دانا پانی یہ تم شرع ہے روا

تم ظلم ہے ہمن کوں خوشی سو دیل سوں
کرنا نہ کچ پکار کہ چپ رہے تو ہے شفا

ساقی وو تن کے رشک نین نا تر پیالہ دے
جم کوں نہ تھا ای پیالہ نیں اس تا نیں دیا ۱۰۰

جاسوس بیدھی باٹ دکھا نہ تجھ میں
رہ باٹ میانے ہور نکر سب سوں ماجرا

کرتے ہیں دعوے شعر کے سب اپنی طبع سوں
بخشیا فصیح شعر معانی کے تئیں خدا

(۱۴)

جگ جوت عشق کا او لائی انچل کنارا
لیدیا جیا پنکھی جیون اس جوت کوں ہمارا

جب توں بلائی ہمنا پیرت میں آپنا کر　　جو سی نگر توں بھر کر ہم خاطر استخارا

تج مکھ کی جھلک ہور پیشانی کی تجلی　　چھپتا ہے رنس کوں جیوں چھپتا دیس تارا

اے دیدواں تعدی ناکر منجے نہیں ڈر　　ینہ شہر میں ہے قاضی کوتوال سیج کارا

اب انکھیاں کوں کہہ توں ٹک مرحمت نظر کر　　طالع لکھے سوں انپڑیا اسکوں نہیں ہے چارا

زہاد ہور عالم ہور جوہری صراف　　نا بوجھیں توں بوجھیا سو کر بات آشکارا

نیہ بند انجھواں تے جاتا پھتر ترخ گل
حیران ہے معانی او دل میں نہیں ہے ٹھارا

(۱۵)

جے کو کہ ہتیلی جام لیتیا　　۱۱۰　　سلطانی جم مدام لیتیا

پانی کہ خضر حیات پایا　　مدگھر تے ...... جام لیتیا

سر ...... کام راکھو　　اے ـ ھا ـ سوں نظام لیتیا

مو یار کن تھے رام لییا
سے

میرے
باہر تو اَدَھر تے سا قیا نا — اس دور کنے کہ کام لییا
تیرے ہونٹ سے نہیں ہے — جس نے

لوچن تیرے تیو ہائے مستی — اور شٹ چنچل تھے وام لییا
آنکھ — اس نظر

ذکرِ مکھ و زلف تج ہمن دل — لوچن سو صبح و شام لییا
چہرہ تیرا ہمارا — پُرنقش

مو سینہ داغ درد دکھوں — روپوں نمکی تمام لییا
میرا — دکھوں سے

او چاہ ٹھڈی معانی کی جان
اے ذقن

تو حسن دو سو غلام لییا
تیرا

(۱۶)

زلف کی جدول میں الجیا ہے دکھو بادِ صبا
پھنسا دیکھو

الجتا ہے باد ایسا بوجھو وکیا ہے بلا
پھنس جاتا — پہچانو وہ

نین میٹھائی سوں لبدے زاہداں تج نیہہ میں
چشم شیریں سے کھنچے (مائل ہوے) تیرے عشق



ہم مکھی کوں چاکھتا ہے او مٹھائی سب روا
چکھتا وہ

تیرے مکھ کے نور تھے ہوتا منوّر چاند اجت

سے نہ جیتا ہوا

دل کی تحقیقاں سوں دیکھو ہی باتاں بے ریا

سے بھی

تیرے مکھ کے مصحف اوپر کھنچے سو کے کازر

سُرمہ کا خط

جزم ہور ہیا ہے دل تشدید نا کر آپیا

تشدّد

سبز خط انگے کہتے ہیں بات لوگاں سبزی کا

کے آگے

کیا خبر ہے اُن کوں کیوں بیلا ہوا ہی سب گیا

انھیں کہ گیاہ

کیس کھولے کرنے کنگھی رات ہی ہمناں کوں وو

بال تو ہمارے لئے وہ

مانگ کاڑے جب کی وو دیس ہمناں کوں صبا

نکالے تو وہ دن ہمارے لئے صبح

تُج کِتا کوں اے شمع اپ روشنی تھے نہ کھینچ

تجھسے کتنا کہوں شمع اپنی سے

مارتے ہیں دم بدم گردن کہ توں ہے بے حیا

تو

سِدے کر ہُنراں ستی دکھلاتے اس کا نور سب

سید ہے سے

نور جاناں اُف سیتی اس تھے سدا ہے بے نوا

سے

رات ساری تیرے غم تھے کھنچے صفاں ہمناں اُپر

ہم پر

میٹھے بچناں تھے لکھیا میرے خلاصی کا رقعا

باتوں سے رہائی رقعہ

اپ گناہاں سوں ہمیں کھاتے ہیں غوطے رات دن

اپنے ہم سے

اپنی قدرت ہات سوں منج کو بچاووا ے خدا

کے سے مجھے

تیری انچل باد تھے ہے عیسوی دم جلوہ گر

ہوا سے

وو انچل منج ہات میں ہے جیوں کے موسیٰ کا عصا

وہ میرے

میں نہ جانوں کعبہ و بت خانہ و میخانہ کوں

۱۳۰

دیکھتا ہوں ہر کہاں دستا ہے تج مکھ کا صفا

ہر اس جگہ جہاں نظر آتا ہے تیرے

بھاتے ہیں پردے اندھارے کے معانی تیرے سب

اٹھ جاتے ہیں اندھیرے

شکر کر حاصل ہوا ہے مدعا توں اُس دعا

تیرا سے

(۱۷)

خبر لیایا ہے ہُد ہُد میرے تئیں اُس یار جانی کا
لے آیا                پاس
خوشی کا وقت ہے ظاہر کروں رازِ نہانی کا

مرے جیو آرسی میں خیال تج مکھ کا سو دِستا ہے
دل کے آئینہ    تیرے    نظر آتا ہے
کرے او خیال منج دل میں نشانی زر فشانی کا

چیتا ہو عشق کے جنگل میں بیٹھیا ہے دری لے کر
وہ    بیرے
چیتا بن کر
لیا ہے جھانپ سوں آہو مَنَ دل منج ایانی کا
چھپا    مانند    بھولی

خدا کا شکر ہے تج سلطنت تھے کام پایا ہوں
تیری    سے    مقصد
دُندے دشمن کے مکھ پر پیوتا مئے ارغوانی کا
سامنے    مخالف

چھبیلے مست ساقی کے پچھیں دوڑیں سو مخموراں
پیچھے
پلادو مئی ہوا اب تو ہوا ہے گل فشانی کا

دو دِن افسوں کے بارے تھے ہمن کوں کیچ نہیں ڈرہے
غیر کے پھونک سے ہم کر کچھ
ہمارے دیو کور ہے روشنی صاحب قرانی کا
چراغ کو

لگے ہیں انجواں کے پھل ضعیف اس نخل کوں ہیرے
آنسو
ہراک انجو ہے دُر دانہ مُنجے وو خسروانی کا
آنسو وہ

ہمیں ہیں عشق کے پنتھ میں دونو عالم تھے بے پروا
سے راہ
لگیا ہے داغ مُنج دل پر سو اُس ہندوستانی کا
ہم لگا میرے

پڑے دنبال ہیں میرے سو اُس نیناں کے دنبالے
آنکھوں
خدایا عشق مشکل ہے بھرم رکھ توں معانی کا

(۱۸)

کل مج کوں نور نین لسو نشاءِ تاب تھا
اس مکھ شراب و دِشت مرآ فتاب تھا
مجھ اسکا چہرہ نظر
تا دیس پیو کے مکھ کے تماشا کے نور تھے
میں عیش میں تھا یوں کہ نہ او وقت خواب تھا
صبح تک چہرہ سے وہ

مجلس ترا سہاتا ہے خوباں کے حسن سوں
مج جیو انہی کے روپ سینی کامیاب تھا
میرا دل سے
اس ہن سو کا سینتیں پرت مج کوں یو پیا
دو جیاں کا دل ہمارے برہ تھے کباب تھا
آنکھ خط سرمہ سے محبت مجھ کو اغیار فراق میں

(۱۹)

سلیماں کن لیجاوے کن خبر منجھ مورینک بارا
کے پاس لے جائے کون چیونٹی کی بار
کبوتر دل کوں عرصہ بند کروں پرواز اس ٹھارا
جگہ
عجب سحر ہے کہ سحر سامری اس تھے گیا ہے چھپ
سے
او لب خندے کے افسوں پر سو وارں آپ لکھ بارا
اس نثار کروں اپنے کو لاکھ بار
برہ کی تاب تھے منج کوں خدایا توں سلامت رکھ
فراق تپش سے مجھے تو
تمن امید سوں بیٹھیا ہوں بھیجو لطف کا بارا
تمھاری سے ہوا
نین راوت لئے سو کی کے تیر ہے ہاتھ غمزے سوں
آنکھ خط سرمہ
سو کرتا نیزہ بازی ناز سوں منجہ دل ہیں او پیارا
سے میرے وہ

صفاں سب رستماں کے بھاگ گئے تج خسروی فوجے
تیرے سے

شہاں نو رات دن کرتے مدار اجیو سوں سارا
تیرا

کریں طاقت گنوا کر عابداں میخانہ کوں سجدہ
دل سے کو

۱۵۰

کیا زنار ہیں تسبیح دیکھن روئے زیبارا
دیکھنے کے لئے

تجھے سوں ہے معانی کوں جواں کر آپ بوسیاں سوں
قسم

لہ ہیں صد بار قرباں جاؤں اُس لعلِ شکر خارا
کو اپنے سے

( ۲۰ )

خبر لیا دو کہ میرے تئیں سو اُس بے رحم عالم کا

نجانوں ہیں کہ او بے رحم ہے سب جگ میں آدم کا
نہ وہ

اگر وہ ملتفت ہووئے ہماری بات پر یک چھن
لمحہ

فواروں میں خزینہ اُس اُپر اس دل کے درہم کا
نثار کروں

گدا تج عشق کا ہوں دے زکاتِ عشق مُنج ساٸیں
تیرے مجھے اے سائیں
لہ ہے اعجاز مُنج من کوں کہ جیوں عیسیٰ مریم کا
میرے دل کو جیسے

فقیر و ناتواں ہوں میں کہاں شاہاں کی مجلس مُنج
مجھے
مگر اپ خیال میں دیکھوں او صحبت آبِ زمزم کا
اپنے وہ

مراقد ہے سو تج نیہ باو تھے لرزاں سو جیوں تیغہ
تیرے عشق ہوا سے مثل
عصا دے ہاتھ میں میرے کہ جیوں موسیٰ محرم کا
جوں

توں ہے خورشیدِ خاور ذرہ میں جب نا گنے مُنج کوں
تو نہ شمار کرے مجھے
گنو یا نا گنو تج بات ہے سب حکم خاتم کا
تیرے ہاتھ

پیا تج بند میں ہلجا ہوں کر آزاد مُنج بند تھے
تیرے گرفتار مجھے سے
معانی کوں غلاماں میں خطاب اب دے مکرم کا
کو

(۲۱)

یاد مج اُس رات کا دیوانہ کیتا ۔ وو نھناں مج خواب میں افسانہ کیتا

مجھے ۔ کرتا ۔ وہ ۔ کم عمر مجھ سے

رات میرے نین مج سونے نہ دیویں ۔ ۱۶۰ ۔ او ہمن گھر میں نپٹ ویرانہ کیتا

آنکھیں ۔ مجھے ۔ وہ ۔ ہمارے ۔ بالکل

کم تکو کر یا خدا اُس زلف کے تئیں ۔ مج دل آزاری بدل آں شانہ کیتا

میری

شمع ہمناں جیوں کرے پروانہ کوں اب ۔ مرغ بسمل جھو نکر پروانہ کیتا

جیو میرا اُس پری کے نیہہ سوں لِ ۔ عقل و ہوش و سُد مرا بیگانہ کیتا

دل ۔ عشق ۔ سدھ

میں نہ جانوں کیوں اچھے گی حور جنت ۔ حُسن تیرا مج عجب دیوانہ کیتا

کیسی ہوگی ۔ کرتا

اب پچھے گا قطب معنی حال کیوں

مجھے ۔ معانی ۔ پوچھے

قبلہ کوں اُس کام میں میخانہ کیتا

کو ۔ اسکے عشق میں ۔ سمجھتا

(۲۲)

صبر سوں معمور تھا مندر سو منج دیوانے کا ۔ عشق آپی آ کیا سودا سو میرے خانے کا

سے ۔ (دل) ۔ مجھ ۔ آپ ہی

وصل کہہ یا دوری کے دونوں کا معنا ایک ہے　　　نس ہیں جگنا شمع پروا کیا شمعے پروانے کا

سب ہی کچ کوں انت نیں نا نیم حرف کو انتھ نیں　　　بھوت ڈھونڈ دیکھے نہ پائے انتھ سنہ افسانے کا

عاشقاں کا دور ہے آلودہ تیرے بادے تھے　　　سنگ سنگیں باندے ہیں بنیاد اس میخانے کا

قطب کے میخانے تھے مے پینا آساں کام نیں

بن محمد کون پیوے سو اس پیمانے کا

(۲۳)

پیا باج پیالا پیا جائے نا　　　پیا باج یک تل جیا جائے نا

کہیتے پیا بن صبوری کروں　　　کھیا جائے اما کیا جائے نا

نہیں عشق جس وہ بڑا کوڑ ہے　　　کدھیں اس سے مل بیسیا جائے نا

قطب شہ نہ دے مج دوانے کو پند

دوانے کوں کچ پند دیا جائے نا

( ۲۴ )

کل منج وزیر دل تھے قاصد بشارت آیا
میرے سے
یا حضرتِ سلیماں کن تھے اشارت آیا
کے پاس سے اشارہ

خوش نین نیر سیتی تن خاک کوں گلا دو
آنسوؤں کے پانی سے جسم کی کو ملاؤ
دل کے مندِ ہر کوں سر تھے وقتِ عمارت آیا
مکان کے لئے تئے سرے سے تعمیر

میرا سو عیب ڈھانکو اے مے سوں بھیگے کپڑے
شراب سے بھیگے ہوئے کپڑو
او پاک دامن آپی ہمنا بچارت آیا
وہ آپ ہی ہم کو بچانے

منج یار حسن تھے جے بولے ہیں باتاں بے حد
میرے کے سے جو
یک باب ہے سو اُن میں جو اس عبارت آیا

جا گا سو ہر یکس کا ہووے گا آج پرگٹ
جگہ مقام ہر ایک (سب) ظاہر
او چھند بھر یا سو چند ابیٹھن صدارت آیا
وہ عشوہ ساز چاند بیٹھنے صدر میں

جم کے سو تخت اوپر جے تاج سورچند ہے
جنکو سورج چاند
چمٹے کی دیکھو ہمت جو اس حقارت آیا
چیونٹی
۱۸۰

اُس شوخ دید تھے یوں ایماں الپس سنبھالیں
کی سے اپنا
او ساحر کماندار کرنے سو غارت آیا

قطبا تو ں داس اس شہ کا جم فیض اُس تھے مانگیں
تو غلام ہمیشہ سے
سو دا ہے تج پرم سب وقتِ تجارت آیا
تجھے عشق کا

(۲۵)

سجن میری چنچل اہے بیہم ماتا
ہے عشق بھری
سکیاں کوں پیا بات رنگیں سو بھاتا
سکھیوں کو کی بھاتی

موہن کو پ کرتے ہیں اپ ناز سیتی
موہن غصہ اپنے سے
دو تن جا کہے ہے مگر میری باتا
غیر یا رقیب بات

ستاتے ہیں چھنداں سوں ساجن ولیکن
ستاتے فریب سے
سجن کا میا نینہہ منج دن (دل؟) نیاتا

مری چنت کرتے ہیں ساجن پرت سوں
فکر محبت سے
اُسی تھے سدا برہ کوں میں سنتاتا
سے (اسی لئے) فراق ستاتا

دو تن گلتی ہور بلتی جوں موم بتی گنواتی ہے جلنے منے ساری راتا
رقیب اور جل کھاتی میں رات

سدا مانگوں میں جیو ہور دل سوں پیو کوں کہ اس بن دوجا میرے من نے سماتا
جان اور سے پیا کو دوسرا نہیں

بنی صدقے قطبا سوں کہو بنتی میری
سے عرض

کہ تم حسن کا چھب مرا من رجھاتا
تمہارے

(۲۶)

سنو میری ساتی پیا ہور ون راتا ۱۹۰ کہ پر سیج پر سائیں پر سنک گماتا
ساتھی سہیلی اوروں کے ساتھ مشغول رہنا غیر کے سیج پر پیا عیش وعشرت سے بسر کرنا

ہوا بے سبب سائیں ہمنا سوں کروٹ پکڑ دووتی کا من ہمن من ستاتا
یار ہم سے ناراض دوسری ہمارے دل کو ستاتا

پیا مج سوں یوں مل کہ جل کھا دو تن میں ہوں تیری ماتی تو ہے میرا ماتا
اے پیا مجھ سے اسطرح جل رقیب شیدا شیدا

حکایت پرم کا نکو منج تے پوچھو پیا بات دے ہوں میں سب من کا بھاتا
عشق نہ مجھ سے ہاتھ دے چکی ہوں دل کی پسندیدہ چیز ہیں

میں بھولی ہوں تیرے چھنداں سوں پیارے کہ خاطر دکھا کر بھی پھر پھر منا تا
فریب خوردہ عشوہ طرازیاں سے

نہیں امن خاطر منجے وصل میانے کہ ہر دم منجے برہ سائیں ڈراتا
مجھے میں مجھے فراق یار

بنی صدقے قطبا کی ماتی کہتی ہے
دیوانی کہتی
قطب شاہ سُندر گنی مدماتا
اچھے گن والا عشق میں مگن

(۲۷)

تری نیہہ کا منج کو بچھو لڑیا — مرے سب ہی تن میں بس اُس کا چڑیا
عشق مجھے — زہر چڑھا
میں آئی ہوں تج پاس اُتارا کرن — تمیں کرے ہارا اتارا پیارا
تیرے کرنے — تم ہی والے
جو دیکھی میں اُس روپ ونتا سجن — نین اُس سلونی تھے پھر بس چڑیا
آنکھ سے زہر چڑھا

(۲۸)

کھوا بھیٹر کے آویں گے من ہرنا ۲۰۰ لگوں گی آج پیا کے چرنا
دلبر — قدم
سنوا نری ہوں میں صدر سینا تو تئیں — موانگن میں توں پیا پگ دھرنا
سنواری سینہ تیرے لئے — میرے صحن تو قدم
رکہ دیو و منج کوں اثر تم للنا — کہ تمیں من کے میرے ہیں پیر تا
لال لالن — تم ہی دل قول قوت
دو تے کا کوڑ کیٹ دو تن کوں — نیہہ نگر میں تو سکیاں سوں پھرنا
غیر کے ساتھ — عشق کے شہر کے ساتھ

پھول بن میں تیرا نازک ہی دہن چپ رہنا آہ سکی نا کرنا
خاموش آہ نہ کرنا

نبی صدقے قطبا کے من میں
جوں سسی ناؤ سکی چپ رہنا
چاند مانند کرنا ؟

(۲۹)

سکی آپی توں سائیں سمجاؤ نا مندر میرے سمجاؤ کر لیاؤ نا
تو آپ ہی سائیں کو سمجھاؤ مکان سمجھا لاؤ

پیاری کا کرنا ہے من بھاؤنا پیا مکھ بچن لے منگل گاؤنا
دل کو بھانے والا بات بول

پیا ہات میں ہے مرا اختیار منج اپنا کیا ہے موں من بھاونا
کے ہاتھ مجھے میرے دل کو بھانیوالا

منجے غنچے کوں دیکھ یاد آوتا النکار سوں سائیں مکاؤنا
مجھے آتا دیور سے کا مسکرانا

جلاتا دو تن کوں اگن رشک میں ۲۲۰ ستاتے دو تن منج سوں راؤنا
غیر آتش ستاتے غیر اے راؤ ؟

بلانا وخت منج ہنسی بازی سوں دو تن دیکھتے منج مندر آونا
بلاکر بے وقت مجھے رقیب کو دکھانے کے لئے میرے مکان میں آؤ

نبی صدقے قطبا توں اس چھو کری
سین کی سرک میں سو ہلکا ونا
بستر کروٹ پھانسونا

(۳۰)

پیا بچھڑا ہے منج کوں دکھ گھنیرا ۔۔ نہ جانوں کب ملے گا پیو میرا
مجھے
جو سلطاں وصل نہہ سوں زور لیاوے ۔۔ تو بھاگیا برہ اپنا چھوڑ ڈیرا
زیادہ عشق لاوے بھاگا فراق
پتر رخسار کر سو کے قلم سوں ۔۔ کجل سیاہی سوں لیکھے ہے گھنیرا
خط سے کاجل سے لکھے گہرا
اپس سائیں سوں یک چیت سیوا کرنا ۔۔ اگر یوں نیں تو دو ہی ہے کیرا
اپنے سے یکدل ہوکر بطرح نہیں
صبر سوں کام دونہہ جگ کر تو اپنا ۔۔ اِتا لا دیو گن کن سیتھ دھیرا
سے دونوں اتنا عقل گھڑی آہستہ آہستہ
محمد قطب شہ راجا اپن سر ۔۔ محمد نانو لے باندیا ہے سیرا
راجہ اپنے کا نام لیکر باندھا سہرا
نبی صدقے سدا اِکھتا تر کماں ۔۔ کہ منج سر تاج ہے حضرت امیرا
میرے

(۳۱)

نوازیں اپ میا سیتھیں توں منج کوں ۔۳۰۔ کہ میں باندی ہوں تج سوں محب سارا
اپنی سے مجھے باندھی تجھ سے محبت ساری

---

لے سوکا = سرمہ کا وہ خط جو آنکھ سے زلف تک کھینچا جائے۔

نکو ہو نکو ہو سہیلی کھیلی تجے سنہ کریں گے پیا سوں نہالا
تجھے محبت سے

# ردیف ب

(۳۴)

تج دل پیا دل ایک ہو میانے نہ آسے کوئی تب
تیرا کے سے درمیان آ سکے
صنعت انو پراس
یک چت ہو مل پیو سوں جو سی نہ پوچھن ہوئے تب
دل پیا سے جو تشی

خاطر خوشی خبراں سنتی خوش ہو خوشیاں کرتا ہی خوش
خ
خسرو خماری ہوے خوش یاں کے خیال سو خوشبوے تب
سے

رنگوں رقیباں کے رسیلی راج سوں لیا جاں کرو
ر
رنگ کے رین میں رنگ کر رُخ ہوے رنگیلا خوتی تب
سے
رات

پیو کی پرت کا پھول پا لو پیم پانی پو رکر
پیا محبت عشق کا
پ
پلکاں کے پینگا میں پکا وہ پیو کوں پھل ہوتے تب
پلکوں کے بیچ پیے گا

سائیں نگھر کے سامنے سکیاں کی سُتراں کیوں سہوں

س
نارفنیاں

سُہتا ہے سائیں سیج سب سُندر رمنا ناسونے تب
سجتا پر

جوبن جوانی جوت پر جو لاچڑا ئی چِنت سوں

ج
چمک جسم نثار کر دیا فکر

چنچل چپل چت میں جھولانے جھولنا جگ جو دے تب
دیکھے دل

صدقے نبی صدقا قُطُب ہی صدق سوں صاجفراں

ص

صہبا صراحی صاف پی آنا صبا کا بوئے تب

## (۳۳)

صباحی اد مکھ دیکھ پینا شراب
فرح بخش ساعت میں لینا شراب
صبح کو وہ چہرہ دیکھ کر

ترے حسن تھے دان دے شاہ کوں
او مکھ کے عرق تھے سو پینا شراب ۲۴۰
سے خیرات اُس سے

تری نین مستی ہو روں روں چڑی
پرت مے بھریا دل کا لینا شراب
آنکھ (روم) رواں رواں چڑھی عشق کی مے سے بھرے ہوئے

عشق ساز کے تار مطرب بجاؤ
کہ قانون تاناں میں لینا شراب

ازل تھے نبیؐ حب قطب پیوتا

سے حب نبیؐ پیتا

ترے پیالے سوں ساقی دینا شراب

(۳۴)

جب سجن دیکھوں توں آتا میرے خواب — رات دن نہ سوں گماتا میرے خواب

خواب تو — دنہہ عشق میں گذارتا

میں ہوں عاشق تیری چت نیناں سوں دیکھ — تیرے بن کوئی نہ بھاتا میرے خواب

دل آنکھیں — بغیر

تج امولک نور تھے روشن جگت — عشق جھلکاراں دیتا میرے خواب

تیرے بے بہا سے — روشن کرتا

میرے رواں رواں تھے بدل غم دور ہیں — چاند سورج توں دکھاتا میرے خواب

رواں سے غم کے بادل — تو

جم اچھو صدقے نبی عشرت سوں قطب

رہے کے ساتھ

نیہہ سوں نیناں دکھاتا میرے خواب

محبت کے ساتھ آنکھیں

(۳۵)

خوشا مستی تمہاری ہمن پر بل کیا ہے اب

بھی ہم

کہوں مے کا خماری تج کدھر توں ساقیا ہے اب

تجھے تو

سدا دیتا ندا مطرب مقام دلپذیری کا

۲۵۰

ہمارے تم میانے آشنا باتاں کیا ہے اب
تمہارے درمیان

دم صبحے، مَی لعلے ادھر بھر توں پلا تِل تِل
ہونٹ بھر کر تو لحظہ بہ لحظہ

صبا مرغاں کریں تہ تہ نواسوں نو کیا ہے اب
نئے سے

سلیماں دوجی انکھی صبا بارا خبر لیا یا

تر ناّے ترن تاران بجا کر دل چھیا ہے اب
چایا

جیا جیوں پھل پیں گلے باندھے گئے نیوں توں پچن پا کر
تیرا

پون دل گل کھلاں ہارا طرب کا مد پیا ہے اب
شراب

دو دا اور و مرا ساقی کا پھر دیکھن مجھے بس ہے
دیکھنا

منگیا توں سو خوشیاں کرو والیا کر دیا ہے اب

مرید پیر میخانہ ہوا ہوں دیکھ اے زاہد

ہماری مے پرستی ہیں تمن تسبی ریا ہے اب
تمہاری تسبیح

نڈر اچپل چنچل لوچن ہمن ساجن کے خوش ڈہب ہے
نڈر شوخ شوخ
آنکھ ہمارے
انھاون دل کئے دشٹی سوں سنجر کار رہا ہے اب
نظر

فلک سارے سکل تارے اپن رغبت سوں ہیں
سب
سب اپنی سے غلام
سدا قطب سعادت کا معانی نج دیا ہے اب
تیرا چراغ

(۳۶)

اب تجھے و اجی دے اس لعل شراب آلو داب
غرض
یا ہدف تو کرا و تیر نین شاب آلو داب
وہ
ہنس ہنسا شیریں زبان سوں دیو منج گالیاں جھنک
مجھے
میری آساں کم نکر توں جہتاب آلو داب
امیدیں تو
دل چمن بند قبا کھولو گریبان چنپہ کا
پھیلیا
فرح دیو اس بتیاں ثواب آلو داب

کب لگن آسر وتیوں پھل بیچ عرق راکھے سدا
تک پھول
او لجان خوی کینہ لیلات نقاب آلوداب

اس ادھر انگے معانی گڑ کے تیں منگتا کھڑا
اس کے ہونٹوں سے مانگنا
منگتا سو دے یا بگالیاں سوں جواب آلوداب
گالیوں کے ساتھ

(۳۷)

خوش رات تب سو تیرا مطلوب آئے طالب

مست آک مستی سیتی گالیاں دلائے طالب
آکر سے

نند کا سرامیٹھائی بے حد انچھیا ہے ڈرتا

اس دن کی مار کر تو جیفی جو کھائے طالب

اچھر کسی کے مکتب نا لیکھیا بت پرست او
حروف نہ لکھا وہ
دل گھر بیں چیتر کر کر صورت دکھائے طالب
تصویر اتار کر
اس سات بلجا ہوں ہیں پچنگی ہے عشق کا سو
پھنس گیا ہوں شرر
سب کنکرے جھلالاں جگ بیں دیائے طالب
چمکائے

چوطا یاں کوں دیکھوں سب آرزوئے یار ہیں

مطلوب میرا بارے پھر پھر بلائے طالب

کوتو نہیں کہن تیں پتلی دو تن کو بالیا

کہو کہتے ہیں غیر

او ظلم کس وضا سوں کرنس جگائے طالب

وضع سے رات لو

وہ

مکھ برن تجھے ہزاراں کھنیا ہیں لکھ کتاباں

رنگ سے لاکھ

منتر سوں ناصحاں کے کانٹے چوبائے طالب

سے

پچھائے

کہتے ہیں طالباں تیں ویرا اچائے تو رخ

سے اٹھائے

او مکھ کی بندگی تھے تک دل نہ ارکھائے طالب

اس چہرہ

سے

مکھ پانی اے سجانی ٹک ست معانی اگ پر

ڈال

۲۷۰

نہ پیالا مو پلا سو آنند پائے طالب

عشق کا مجھے

( ۳۸ )

سجن تج مکھ عرق بُند بُند بہت وَرزُ ور دِستا اب
تیرے چہرے کا بوند بوند نظر آتا

او مدجن کو پیئے سو عاشقی میں ہور دستا اب
وہ شراب کوئی اور ہی نظر آتا

کماں بھنواں کے نا ندے ہیں سجن کیا بھید ہے بُجھو

دو تن کچ کوندے ہے غیبت کشش بل ور دستا اب
رقیب کچھ

ڈراں تھے بھوں اچا کر چک نہ دیکھو بہوں ساجن کے
ڈر سے بھوں اٹھا کر چوک کر بھول

کہ مکھ سمدر کی موجاں تھے ابلتا خور دستا اب
سمندر سے

سکت تج جیو دینے ہے ولے مارن قواعد نا
تجھے دل

تری خوبی نچھل بازار میانے سور دستا اب
پاک میں سورج نظر آتا

معانی قطب شہ کس دھر نکہ رمز نہاں پیو کا
کسی طرح پیا

کہ ہے جے سر مجلس کا سو سچلا حور دستا اب
جو صدر سچا

(۳۹)

باغ کے پھولاں سرا مست ہیں بن دیک آب
بغیر دیکھے
بات اب باساں سے کرتے ہور پیتے ہیں شراب
اور

اپ عرق بنداں تھے بھرتے ہیں پیالہ دم بدم
اپنے عرق کے بوندوں سے
او پیالہ کن پیوے ہے اس سدا مستی کی داب
وہ کون پیے میں دباؤ

تم بہشتی کرند اتا ہے مے خانہ میں تھے
سے
خوش طہور امے تمی پیو کہ ہے وقت شباب
تم بھی

اس بچن میٹھے تھے جھڑتا ہے نمک بھوتا زسوں
اس کی میٹھی گفتگو سے بہت
او نمک داں تھے نمک دیو کہ ہوگا سم کباب
سے اس

عرضہ کرنے پھول سب آئے ہیں تج کن ہات کھول
تیرے پاس
نرخ ہمارا انا توڑو ہیں ہم تمن تھے نور یاب
تمہارے سے

تج میں دیکھیا ہوں سلیماں فر عجائب حسن کا
تجھ
سر و خم کھاتے ہیں تیرے پاؤں پڑنے کوں شتاب

مے فروشاں لاج تھے باندھے ہیں میخانہ کے در
شرم سے
عیسوی دم موسوی فر تھے ہمارا کھول باب
سے

بیہدہ کرتے پرستش چاند ہور خورشید کوں
اور کی
میں کروں سجدہ تجھے توں نور کا ہے آفتاب
تو

مکھ عرق تھے بھر صراحی ساقیا منج بزم میں
سے میری
تا معانی پی کے گاوے ہور بجاوے نہہ رباب
اور عشق

(۴۰)

جب کھلے امید دروازے دعای منتجاب
کے
اب تو اپ تسبیح ہور قرآن تھے پایا ثواب
اپنی اور سے

غم کی آہاں داٹیاں نیہہ کا پانی چھنک
عشق　چھڑکنے سے

داکھو کا ہنگام ہے ساقی پلامے جیوں گلاب
انگور　مثل

ہے ٹھڈی پانی ترا سرچشمۂ آبِ حیات
آبِ ذقن

حقہ ہے جیوں نوشدارو کا ادھر تیرے خوشاب
مانند　ہونٹ

آپ مکھ آئینے تھے مو دل کا کریں سب زنگ دور
اپنے آئینۂ رخ　سے　میرے

بھی کدھیں زنگ اس کوں نا پکڑے تمی دیو آب و تاب
پھر کبھی　کو　تم ہی

نٹوے سدا کان لیتے ہیں جیوں یون نت ناٹ کا
ناچنے والے　مثل ہوا

پاتراں غمزے کتیاں دکھلاوتیاں مو نین خواب
رنڈیاں　کرتی ہیں　دکھلاتی ہیں　میری آنکھ ہیں

عاشقاں کوں نہیں ہی حاجت کچ سلح سنجودسوں
کے لئے　ہتیار　جوڑنا

۲۹۰

تم نین بھالے ہمن دل پر رہیں حاضر جواب
تمہاری آنکھ کے　ہمارے

اب معانی شوق کے موتی جھڑیں تج نیہہ بیچ پلو
ری کا پہلو

جوت اس موتیاں کہ یوں دیسے کہ جیوں سمدر پر آب
چمک　کے　نظر آئے

( ۱۴۱ )

اے بہشتی حور تج کیا کم نقاب ــــ دوجی جگ میں روشنی تو مکھ کے باب

اس سبب دیوانہ و حیراں ہوا ــــ مت سٹیں گے کس اوپر تم آب شاب

مستحقِ عشق کوں دیو زکات ــــ تا اچھے فردا قیامت تم ثواب

باٹ مارے تیر پلکاں کی ہمن ــــ کس سیتھے اِی شیوے سکھ کرتے کباب

نینہ ترنگ چڑ کر کرے سب کوں شکار ــــ میں بھروں پروانہ ہو دیو خطاب

عاشقاں جلتے ہیں پروانہ نمن ــــ کرتے ہیں بے رحمی و منگتے جواب

دین و دنیا کھوئے ہیں تج عشق میں ــــ بے خبر ہوں لطف سوں سٹ نینہ ب

عشق کے پنتھ میں ہماری پند ہے ــــ غیر کے باتاں نہ سُن ہیں بے حساب

دو نو جوبن ہیں ترے قصر بہشت ــــ ۲۰۰ دو ادھر تیرے ہیں جیون کوثر پر آب

یارب اس علوی کوں رکھ علویاں منے ــــ آب نینہ میں رہ پلا کوثر شراب

حلقہ نہہ کا ہے معانی کان میں
(عشق کے)
راکھو اپنے حلقہ میں نا کر عتاب
(رکھ)

(۴۲)

سونے میں دیکھیا کہ پیتا ہوں شراب ۔۔۔ عاشقاں کا دل ہوا اِس تھے کباب
(دیکھا) ۔۔۔ (سے)

جو رکھولے روزہ شیخاں باس تھے ۔۔۔ آ بجاوے میرے میخانہ رباب
(سے) ۔۔۔ (میں)

میرے بت کوں پوجتے سارے بتاں ۔۔۔ سبھی رتالاں کہو اس کا جواب
(معشوق حسین)

ٹنکر و ٹنکر و ٹنکر لاکھاں ٹنکر ہے ۔۔۔ میری مجلس کوں ملک نا دیکھیں خواب
(نہ میں بھی)

ٹھارتے کے نیں پوچھو چند سور کوں ۔۔۔ ہور کے دھرتی مکھ اُپر بادل نقاب
(ٹھراتے کیوں نہیں پوچھا تو چاند سورج کو) ۔۔۔ (اور کیوں زمین کے چہرہ پر کے)

چاند سورج تاریاں کوں منج عذر کہو ۔۔۔ ایک تل نا ٹھارکے لئے نقاب
(تاروں کو میرا) ۔۔۔ (ٹھہر لیو)

آسماں کہنے کُنہہ مشکل بہوت ۔۔۔ گر کہیں گے تو کہیں گے بوتراب[۱]
(راز کا بہت)

تج نین تل میرے دل تل نہ بسے ۔۔۔ ۳۱۰ ۔۔۔ ایک تل انکھ تا اوچا چوتا شراب[۲]
(تیری آنکھ کی میں ہر لمحہ) ۔۔۔ (ایک لمحہ اُٹھا)

[۲] ایک تل انکھ کھول تا پو دے شراب

عاشقاں کے شعر تھے جگ کر اُٹھے میری آہ کا آگ ہے جیوں آفتاب[1]
سے

قطبؔ شہ بندہ گناہ گار اہے
سب کرو یاراں دعا ہو گا ثواب

# ردیف ت

(۴۳)

نھنی کے ناز مستی دیکھ کر سر تھے ہوا مست
بہوت نیکا برا گا مدعا کا کام منج دست
بہت اچھا بُرا ہے گا میرے ہاتھ

چھرے

نین غمزے سیتی پیاری گلے میں بالے زنجیر
نجانوں کس جنس ہوگا منجے اس ہانس تھے رست
آنکھ کے ڈالے ہنسلی سے چھٹکارا طرح سے

ترے مکھ صفحہ کے خط تھے جتے علماں سبز پا
پڑن ابجد پڑے سب عالماں مکتب مین ہشت
پڑھنے جتنے علم بھول گیا چہرہ سے

کنگی کرنے کوں کھولی کیس شیریں سو شیر پیا
کرے اُس باس تھے میرا دماغ باد را رست
کنگھی اسکی خوشبو سے بال دیوانہ

وفا منگنے ہمیں بے عقل شہر حسن میں اب
وفا کا باس نہیں اس شہر میں کیسا ہے نہ برست
کی خواہش کرتے ہم

---

[1] عاشقاں کے شعر جگ میں جگ جگے اُن او ساساں روشنی ہے آفتاب
آہوں سے

دَرَد تیرا اُڈرا تا ہے یکیلا دیکھ کر مج ‏ کروں جب یاد دکھ کی آہ سوں غم جا دو تا پست
اکیلا ‏ مجھکو ‏ سے ‏ بادتا

قطب شہ سب شہاں میں ہے شہنشاہی خدا کا
شاہوں
کھڑے ہیں رست انس و جا دو دربار کے بند دست
اس

(۴۴)

یوَن کی شاخ کوں لاگے ہیں پھل جوبن کے مست ‏ ۳۲۰ ‏ صبا کا باو لجا عرض میری دست بدست
جوانی ‏ کو لگے ‏ ہوا (جھونکا) لے جا

اوبال پن میں دیا جوبناں کا ملک کا سخت ‏ او تول سیتیں مو دل بھانڈہ کاچ کا شکست
بس کے بچپن ‏ نظر آیا جوبنوں کو نیل ‏ جلد بازی ‏ اتاؤلا پن ‏ سے ‏ میرا ‏ برتن

نکو پلا منجے ساقی پیالہ بھر بھر کر ‏ کہ پیتے ہیں ہمیں دایم پیالہ اس کے دست
نہ ‏ مجھے ‏ ہم ‏ ہاتھ سے

روا ہے گرچہ سبھی طاقِ ابرواں کوں نماز ‏ تو طاقِ ابرواں کوں جن نماز کیتا وحیت
تیرے ‏ جو ‏ کرتا

دلیل پایا ہوں تو زلف سیتیں آبِ حیات ‏ اچھے جو زندگی کا نیر تیری زلف میں ست
سے ‏ تیری ‏ ہے ‏ پانی

ترے خیال کے مرغاں ہوے ہیں جگت پنکھی ‏ تمہاری یاد سوں بے خبری تھے مرغ دل موں بحت
پرند ‏ تمہاری ‏ کی ‏ سے ‏ میلا ‏ ہے

ن[1] آہ ۔ ن[2] معانی

نکو کرو پنکھی تم بال و پر سوں مغروری ۔۔۔ کہ بے پنکھاں سیتی تم میں ہوا ہو مست الست
نہ ۔ پرند ۔ غرور ۔۔۔ بغیر بال و پر ۔ سے

تماری یاد بغیر نیں ہے بزم مور نجیں ۔۔۔ کہ میرے بھاگ لکھیا ہی ایے عیش و زالت
تمہاری ۔ نہیں ۔ میری ۔۔۔ حصہ۔ قسمت لکھا ۔ یہ

سدا تو مدح نبیؐ و علیؑ کی کہتا ہے
قطبؔ شہ شعر نزا تو لکھے ہیں و بدست
ن معانی

(۴۵)

میرا رے پیارا سو سراپیک جو دولت ۔۔۔ میں تو کہ کیا جانو کوں بخت سوں بولت
پیکر ۔۔۔ بولتا ہے

انچل تو بکیاں رن گنا موتی سو تارا ۔۔۔ ۴۴۰ نا یک و پیا موتی ثریا نم جھولت
رنگ ۔۔۔ چمکا

دو جوگ ڈلا موتی کُتل بکھرے تارے ۔۔۔ مکھ نور کہہ جوں سورتار یاں کوں سورولت
بکھرے ہوئے ۔۔۔ تعجب ۔ سورج ۔ رولتا ہے

اُبھری ہے نین رنگ خماری کی گلابی ۔۔۔ مدبیک گلے لاگ جوبن کھولک بولت
آنکھ میں ۔۔۔ شراب پیکر ۔ گ ۔ کھولکر ۔ کہتا

ساقی تو اُبار یک ٹکا مو پہ سراسٹ ۔۔۔ گل گشت چمن پیالا ہتا لیک سو سولت
۔۔۔ ہاتھ میں لیکر

دو نین تو رکھے دشت نپٹ میرے خیالوں ۔۔۔ برہے کی کتابوں سوں دلا لیکھ امولت
غیر ۔ نظر ۔۔۔ فراق ۔ لکھ

سب دن تو متا اچہ معانی کہ نکر غم
رہ
برہے کی شکایت تو کسی وصیر نکھولت
فراق طرح نہ کھول

(۴۶)

مج تیرے لال لب کے چمن سوں کام دیت
مجھے سے
خوش دل موہو گا نٹ آباری کا جام دیت
میرا دیتا

تو ناؤں یاد دل تھے سبھی یاد ابل تھے دھوت
تیرا نام سے دھوتا ہے
وو ناؤں ورد کرتے سو دو جگ میں نام دیت
اس نام کو دیتا

یک چھن سو مج کوں صبر تیرے مکھ بنا تو ناہ
لمحہ مجھے بغیر نہیں
کس دھر کہ کس دھر آکھوں و لامو نہ رام دیت
طرح دیتا

ٹک دیکھ اب تو حسن بلکاؤں تو اسے بجاء
اب تیر آسن دیکھ منگیں مجہ کوں واہم دیت
مجھکو

مشکیں کرنگ دل میں سدا رکھے کر بخیال
باہر رکھے
میں وہم کس وضا سو بچھاؤں کو فام دیت ۳۴۰
وضع فہم

کوئی تو محرماں کوں رضا نا ہیں چند وصال
عاشق بیچارہ کیا کرے کو نا پیام دیت
کہو

کیا تا ئیں توں غم کرنا معانی انند کر
کس لئے تو
قلقل پیالہ بھر ندا ہاتف مدام دیت

---

لہ قطب شہ۔

( ۴۷ )

مدن مست بدل مست کجن مست پری مست — ہوئی مست پون مست اگن مست پری مست

عشق کا دیوتا ۔ ادا ۔ ناز و انداز ۔ ہوا

چڑھی مست بہی مست ڈلی مست رہی مست — مکھا مست سدا مست سہن مست پری مست

چہرہ ۔ سمجھتی ہے

کھڑی مست انچل مست ڈھلی مست او رہی مست — گزک مست نقل مست بچن مست پری مست

وہ

پری مست پیون مست سرا مست ہوئی مست — ملی مست کھچی مست ارسن مست پری مست

شراب ۔ زبان

کھپا مست پھلاں مست کجل مست کھلی مست — لٹاں مست نین مست دیکھن مست پری مست

پھولاں ۔ کاجل ۔ زلف ۔ آنکھ ۔ دیکھتی ہے

تلا مست طرا مست دھری مست دھڑی مست — شکر مست چمن مست ہنسن مست پری مست

ٹیکا ۔ چومنا ۔ ہنسی

چولی مست کھلی مست کمل مست بھنور مست

کنول

قطب مست کری مست بون مست پری مست

جوانی

( ۴۸ )

مکھ نہ تیرا دیکھ کر میں آج مست ۳۵۰ تیرے مکھ کے تئیں ہوا ہو بت پرست

چہرہ

مکھ عرق میں زور مستی ہے عجب
چہرہ کے
میری مکھ زردی ہیں رنگ لعل بست
چہرہ کی

واکھ وانے انگلیاں کی بوٹ ہیں
انگور کے
رنگ بوٹاں[1] ہیں مئے عناب ہست

زاہدا کیا پند کہے اے بے خبر
رب کی حکمت میں سو کنج حکمت ست

میرے آکھر ہیں لکھے سونا پھرے
زرف
خوش لکھے ہیں عشق سطراں رت رت

جانتے وارو حکیماں درد کا
نہیں دوا ہوسے نہ ہرگز[2] اُن کے دست
عشق کی ہوسکے ہاتھ سے

ہر یکس میں مستی ہر یک دھات ہے
ہر ایک طرح طرح
قطبِ معنا[3] مست از روزِ الست

(۴۹)

تمہارے مکھ کے کہر تھے سو نور پایا بہشت
سے
عدن چمن میں تمن مہر کا ہوا ہے کرشت
تمہارے

پیا کے حسن تھے سورج چھپا ہے مغرب میں
سے
گلے میں طوق سو دکھ چاند کے مرا یہ سرشت
دیکھ

---

[1] بوٹاں ۔ [2] ہر گماں ۔ [3] معنا ۔

رقم ہوا ہے مرے خیال میں سچا تو خیال
نہ حک تھے جائے نہ آب زلال تھی او نوشت

تو مکھ کے باغ تھے مو آرزو کے پھول کھلے
سو اس نہال کوں بسلاتے باغبان نششت ۳۶۰

سو باس تیر تھے اپ دل میں لالہ داغ دیا
پھولاں سو باغ میں تج بلج وستے ہیں سرشت

نہ کر خیال ہمیں پی شراب مست ہو لے
کہ مکھ کے پانی ترے تھے سدا ہیں منہ بہشت

پیا کا حسن معانی ہے جگ میں جیوں اوتا
سپند جالوں لگے مت او سے کسی کی دشت

جلاؤں تا نہ لگے اسکو نظر

( ۵۰ )

خال ہندو کا بھلا کر مجھ کیا ہے بت پرست
سب خیالاں اپنے سٹ کرتا ہے میرا خیال دست

وو طلسما خال تج در بند ہے منج جیو کا
کس نظر اس خال پر پڑیا کدھیں بند تھے نجست

مادہ قابل دیکھ کرتا اس زمیں کو کھان دار
میرے دل کی کھان تھے گوہر نہ پایا بالعل ہست

مادہ کان کان سے

---

۱؎ سو اس نہال کوں بسلائے باغباں کا ٹرت ۲؎ قطب شہ ۳؎ جوں ۴؎ او سی مت ۵؎ کدہی ۔

جن چرے چار او دانے کا اچھے معمور سب | دایم اللایام پیالہ عشق کا ہے اُس کے دست

عالماں سب خضر کہے تج سبز خط تھے خط لکھیں | جدلاں اُس زلف کے میرے دل او پر نقش بست

علم کا عالم پڑھایا نہیہ کی آیت منجے | آیت اس پرکار کا پرکاری سوں منج دل نشست

کن کمر باندھے نین لہو رنگ انگے یک تل | اُجلا ہیلا ہور رہیا بیچارہ نرگس سب پست ۳۷۰

نین کے نیر آب تھی چوتے ہیں منج نینان تھے بند | دو یُداں زریا کے موتی ہو لکاتے دست

قد الف ساقی توں ہت لے جام وضع دل کا | رےنمن قد میرے کون سید کریں توں اپنے ہست

بادشاہی مرتبہ پایا ہوں تم درگاہ تھے | پے رقیباں دیکھکر دکھ تھی کئے اپ جیو پہ جست

اے معانی توں چھپا کر کاہے پیتا ہی شراب
کوتولاں لکھ رہے باتاں تریاں سب زرست

(۵۱)

نظر تج پہ ہے کیا تماشا کا حاجت | نہیں سبز خط آگے چنپا کا حاجت

اختلاف نسخ

۱؎ کا ۲؎ نون ۳؎ یے قطب شہ ۴؎ نہیں سبز خط انگے خضرا کا حاجت

طبیباں کریں منج کوں[1] بالی سوں[2] ارو — کہ بالی ہیں موہن ہے بالا کا حاجت

ہمیں نینگر ننے بلجے ہیں بندیں — نہیں ہور ہمنا[3] کوں جالا کا حاجت

تمہاری نین تھے کھلے پھول جیو ہیں — نہیں ہو کو دونا و بالا کا حاجت

مرا دل ہے زربفت کا کارخانہ — نہیں منج کوں بازار والا کا حاجت

تو کہنیاں کتاباں کے جیو میں لکھیا ہوں — ۲۸۰ معلے ہے نین کھول کہنا کا حاجت

انگوٹھی سلیماں کی تج ہات نیں ہے — سکندر کے درپن اجالا کا حاجت

مرا دل کندن حسن کا کھان ہے تو — نہیں ہے سناری تقاضا کا حاجت

ہمن مدعا مدعی نا بوجھے کچ — نکو بحث کر نیں ہے اعدا کا حاجت

معانی[4] ترا زرگری کوئی نہ بوجھیں

کہ اس علم میں نیں ہے دانا کا حاجت

---

[1] تس کوں [2] کہ اس بالی کوں نہیں ہے بالا کا حاجت [3] ہمناں [4] غوغا [5] قطب شہ

(۵۲)

نہ جانوں کیا اُتم ہی رات پایا اُس کا میں صحبت

اچھا

دعائے صبح میراب دکھایا ہے اپن قدرت

اپنی

انچل کا ناز کا جب چھانوں پاڑی منج پہ او چنچل

ڈالے مجھ وہ

سبھی بھاگاں ہیں دِستا ہے مرے بخت نینہہ کا دولت

قسمتوں نظر آتا عشق

بہت دن تھے لگیا ہے پیاس تیرا آس کا منج کوں

سے لگا مجھے

پلا دو نیر اب ہونٹاں کا ہے او نیر منج جنّت

میری وہ پانی

نزاکت حسن تیرے کا نہ آوے جیب سوں کہنے

زباں سے

اے باتاں سُن کہ سب پکڑے ہیں تیرے شوق سوں حالت

کے سے

تُمارے مکھ کے چھاواں تھے ہمیں روشن ہوے ہیں سب

یہ

تمہارے پرچھائیں سے ہم

اے چاواں دیکھ کر دو تن کوں پکڑیا تاب ہور دہشت

لاڑ غیر کو پکڑا اور

دیکھو تم عاقلاں کا عقل کہتے جام کوں چھوڑو
کو
۳۹۰
کہ رگ رگ بھید یاے دیوانگی کا اُن کوں سب علت
چھید دیا ہے
اثر کر گیا ہے

منجھے پائے ہیں ٹھن پن کھوتے اس چاہِ زنخداں کا
بچپن بسر کرتے
کریں کیوں ترک اے مذہب ازل تھے پایہ ہوں ملت
سے پایا یہ

ہمیں ہیں شیعہ کر کرتے خوارج دشمنی سب سوں
ہم سمجھ کر سے
علیؑ ابن ابی طالب انن کوں مارو ہت ضربت
ان کو ہاتھ سے

معانیؔ[1] عاجز و بیچارہ ہو آیا تُمن در کوں
تمہارے
کھولو دروازے لُطفاں کے کرو مو پر نظر رحمت
مجھ

( ۵۳ )

یک چمک ناز کا دیکھیا ہوں رات جن سُنے دین کا گنوائے بات
میں دیکھا جو

---

[1] قطب شہ۔

سو ہونٹاں کا بھیسی برہ آگ پر — آگ سرناو چائے سب جنّات
اُٹھائے

چھاوں انچل بٹھیاں نین کی پتلیاں — ان نہ چمکا طلسم ہے ہیہات
بیٹھی ہیں آنکھ

برہ کی اگ کھلا سمندر کوں — میں ہما ہوں کھلاؤ مُنج نابات
فراق — مجھے

قدِ رعنا و ہور لٹکتا چال — پایہ ڈوضع تھے دو جگ لمعات
اور — سے — پایا

زلف سحراں ہیں طالباں الجھے — باطل السحر نیں ہے اس ابیات
کے جادو — بھنسے — نہیں

نین دریا میں اُبلے ہیں موتی — ۴۰۰ — عشق گدڑی بکاوے ہاتے ہات
آنکھ کی

حسن کے دعوے ہور کی کرتے — اس دئیے ہیں ازل تھے حسن برات
اور کیوں — اسکو — سے

شعر تیرا معانی صدقے نبیؐ
لکھ لیتے ہا ہات گاتے پلات
لیتے — پلاتے

(۵۴)

رُخ کئے میخانہ رُخ لے پیالا ہات — ڈگمگی چالاں سوں سب کس کوں بھلات
کی طرف — میں — سے — ہر ایک کو بھول جاتے

نقل جتنگی کے تھے ہوا پیدا اے نور — چاند سورج جگ میں اس نور اں سہات

چنگاری — سے — یہ — اسکے نور سے زیب دیتے

تھا ازل تھے اس ہیں ہور ہمنا میں راز — کیوں[1] کہوں نیں ہات ہیں ہی اس کا آت

سے — اور — ہم — نہیں

میری آہاں جوت تھے بوجتا دِوا — کیا پکارے تج پکاراں ہوئے صات

سے — بجھتا — چراغ

کیا کرے گا نیشکر کا توں مٹھائی — پایا اس اودھراں سیتیں شاخ نبات

تو — ہونٹوں — سے

داکھ کے تھنوا دپنچے تیرے باغ — عیش و خوشیاں کرسدا دو نو سرات

انگور — بچے — اُگے

حسن تیرا لیکھے ہیں قدرت قلم — کیا کم آوے تج مشاطا کا رِجھات

لکھے — تجھے — رجھانا

موگرا چنپا جتا خوشبو اچھے ۱۰ — کیس کے بیچاں میں پیچ ہے رات

جتنا

ہے — بال — میں

تیر مارے سو معانی[2] پھر نہ آئے

ہے عجب تیر مار کر لیتے پھرات

پھیر لینا

---

[1] کیوں کہوں ہے بات میرا اس کے بات [2] قطب شہ

# ردیف ث

(۵۵)

کرے سب شے اپے او نار احداث
مٹھائی اپ ادھر ولدار احداث

آپ ہی وہ معشوق

ایس مکھ پھول ایسے رنگ بھر کے
کیا ہے جگ میں سب گلزار احداث

اپنے ہونٹ

اپنے چہرہ سے

ترے دو زلف ہیں جے کفر رنگ کے
کیئے عاشق کے تیں زنار احداث

جو

سلونی روپ ونتی جیو کی پیاری
ہمن پر لی (لے) کرے ہی پیار احداث

ملیح خوبصورت

بچن اس کے کریں رادیں کے سم کیوں
کہ ہے اس بات میں گلزار احداث

مٹھاس برابری

خداوندی اُسے سہنتی دو جگ کی
کیا اپ پیار سوں سنسار احداث

اس کی

زیب دیتی

نبی صدقے قطب شہ دل میں کینا
محبت حیدرِ کرار احداث

اپنے سے دنیا

کے کرتا

(۵۶)

اپ چلن سوں لٹکے جو توں مردے سبھی پاوین بعث
اپنے سے چال تو زندگی

سکے سو پھل تج دشٹ تھے تانے ہو کر لیاوین بعث
سوکھے پھول تیری نظر سے لاویں

سب عاشقاں تج عشق میں جوں پھول بن تازے اچھیں
تیرے مثل ہو جائیں

۴۲۰

موراں پپیہے کویلاں تج شوق تھے گاوین بعث
تیرے سے

تج نین تھے سکھ چین سب پائے ہیں آدم ہور ملک
تیری آنکھ سے سکھ اور

امرت بنی سیتی سدا تج ہونٹ برساوین بعث
آب حیات سے تیرے

نابات ہور ابلوج تھے دھرتی ہے میٹھائی بہت
نبات اور مصری سے دنیا میں

تیرے بچن تھے پائے ہیں میٹھائی سب اوین بعث
سے مٹھاس

بھواں کماناں تیر پلکاں ساندکر مارے جو توں
کمان ابرو جوڑ تو

ہر تیر سوں تو لاک جیو سو تن میں الجاوین بعث
سے لاکھ الجھ جاویں

جب توں کرے یک دشٹ اپیں دونوں جگت سب جی اُٹھے
نظر تو
تج نین نرمل روپ سوں تل تل کوں دکھلاوین بعث
تیری آنکھ صاف شکل دکھلاویں
صدقے نبی قطب زماں، عیسیٰ نمن بولے بچن
مانند
چوندھر تھے جیون کے بدل عالم اُپر چھاوین بعث
چاروں طرف سے زندگی بادل کے اوپر

(۵۷)

سکی چھند کوں ترا ہے ناز باعث
غرض کو
منجے تج عشق کوں ہے راز باعث
مجھے تیرے کو

پیا مٹھ بول تھے، ہور اُس ادھر تھے
پیا کے میٹھے سے اور اس کے ہونٹ سے
ہمیں ہیں مست، نیں جنگ ساز باعث
ہم نہیں چنگ و ساز کی وجہ سے

نین تیرے کے کیتے دشت چاڑی
آنکھ کرتے نظر چار آنکھیں
چھپے کیونکر کہ ہے غماز باعث

نظر جیو کوں پیا بھل مکھ سبب جوں
دل بھول کر
پرم مد کوں ہے خوش آواز باعث
محبت کی شراب کو

بچن بولے رنگیلی سنے جیسے موتی
کہ جس موتیاں سوں جیو دم ساز باعث
جن موتیوں سے

کھلے ہیں پھول نیہہ کے مرغ من کوں
عشق دل کو
ہوا ہے اس تھے اے پرواز باعث
سے یہ

نبی صدقے ملیا قطبِ زماں سوں
او ہوجے چھند میں ہے ور رساز باعث

(۵۸)

گنوانے دین کوں میرے نین تبخانہ ہے باعث
مے زمزم کی ندیاں کیا کم منجے میخانہ ہے باعث

مو آہاں کے تیر پر دوڑتا ہے عشق کا پانی
ہزاروں شکر کرتا ہوں نہ اس پیمانہ ہے باعث

بچھایا ہوں پلو میں آرزو کا کام دیو مکر
توں نا دیوے توکن دیوے وصل کا دانہ ہے باعث

برہ شہراں منے جب تھے سٹیا ہوں بیج میں نہہ کے
ہر یک پھولاں ورق ہیلا نے پرت شاہانہ ہے باعث

نین کی چلبلائی میرے دل کے بن منے بنچیا
پڑے بلبل فسانہ کی منج او افسانہ ہے باعث

نہ ماریں دم ہمیں ہرگز کہ مت دم نکلیگا اس کا
ہمیں کیا کام ماریں دم ہمن جانانہ ہے باعث

معانی کے پرکھنے پر ہنساں کیا کام کرتے ہیں
نکو لیا دو گھڑوں موتی مو یک دُر دانہ ہے باعث

(۵۹)

تیری نین کے چوٹاں منج پر کیا حوادث ۔۔۔ ساقی دے منج پیالا جاوے صبا حوادث
انکھ مجھ ۔۔۔ مجھے دل سے

پلکاں کے بال بھالاں نا مارو ہیں تن پر ۔۔۔ آسان اُساساں تھے دل میرا لیا حوادث
کے بھالے نہ ۔۔۔ امیدوں کی آہوں سے

کیا کام آوے منج کوں لے لال دُراکھ مستی ۔۔۔ مو سر منے چڑھیا ہے نیہہ مے پیا حوادث
مجھے یہ انگوری ۔۔۔ میرے میں چڑھی عشق کی شراب کی

باتاں کتے ہیں لوگاں دشواری ہور غم کیا ۔۔۔ غم ہور محبت اپنے دل پر لیا حوادث
کہتے اور کی ۔۔۔ اور

تم ناز حسن سکہ ہے دل اوپر ہمارے ۔۔۔ رقیباں رقم نہ بوجھیں ہے اے جیا حوادث
تمہارے کا ۔۔۔ یہ

دل دل کی بات کہنے کوئی کھول کہنہ سکے ۔۔۔ کھل کھل کتاباں پڑھتے دل کوں دیا حوادث
نہیں سکتا ۔۔۔ کھول کھول کر

او طاق ابرواں دیکھ موں پی معانی زینت
وہ
بے کیف جیونا ہے جگ میں دیا حوادث
جینا

(۶۰)

مرے جیو بادشاہی کا سدا تم ہی اچھو وارث ۔۔۔ عریضہ اپ بندی کا اٹک کن دھر سنو وارث
دل کی ہو ۔۔۔ اپنے یہ ذرا کان دھر کر

تمہارے عشق کا میں وو دن پن تھے پیا جیو سوں
منجھے سب عاشقاں میں اب ٹرا ہے کر گنو وارث

نکو سکنے وا کن عشق درداں کا کدیں ہرگز
طبیباں سب ہو عاجز کہ یاں دارو کہو وارث

گنگا ابلیا ہے میرے نین کے انجھواں کے بنداں تھے
منجھے ڈر کیا ترا ون ہار دریا کا ہے تو وارث ۵۰

تمہارے نور تھے پایا ہوں میں پہچان عشق کے سب
رقیباں پکڑے ہیں دنبال اس تھے تم رکھو وارث

او در امید کا ہے توں پکڑ و زور یک چیت سوں
او در کا حلقہ کن ہیں با کے ہیں تیرے انو وارث

معانی کوں وو انگن کا گرد عنبر تھے ہے خوشبو
منجھے پھولاں کا بو کیا کام آتا ہے جو ادو وارث

( ۶۱ )

تو حسن کا جھمک ہے جیوں کی دلیری حارث
تو پگ پکڑ کہیا ہوں تم ہیں ہمارے وارث

اپنے نین کی کدنا باتے کمت دکر گل
کھینچیں نہ اپ طرف کیا ان کوں ہوا ہے باعث

مسجد نمن کیا ہوں اس ابراں کوں سجدہ
میں بندہ ہوں گنہ گار بخشو مرا خباثت

پرکار منے پکڑے تو زلف دور میرا ...........

مانند تیرے

دیتے ہیں خوبرویاں سب کے نین میں جلوے — مکھ خال نقطہ منج پر کرتا اہے حوادث

آنکھوں — چہرہ کے خال کا مجھ

نیناں کے دھار اوپر خوشیاں سوں ناچتا ہے — کہو اے رقیب کا ہے تم ہو رہے ہیں ماکث

آنکھوں سے — کیوں

بوجھیا اہے معانی راز و رموز پیو کا

۴۶۰

ہر کوئی فہم کر کچ ہوتے اپس میں ناحث

کچھ اپنے آپ

( ۶۲ )

بچھڑی کے درداں کوں تم ہوٹاں کا منج کوں مے غیاث

فراق تمہارے مجھے

او اثر سر کوں چڑے تو منج کوں ہے او مے غیاث

وہ چڑھے میرے لئے وہ

میرا سُد بُد سب لے کر کے ہور بتاتے ہیں جُدا

اور

دل کے آساں ہور اُساساں کا ہوا ہے نیئے غیاث

آہوں

وصل کا دیوے خبر جن دے کر داپ جیو کا

جو اپنے دل

تو فرشتے آئیں کہہ دیویں منجے پے پے غیاث

دیں

جوشِ غم پکڑیا ہے دیو وِہ۔ کالنگر تبیں

عشق م

آس کی کشتی میں بیٹھا ہوں کرو تم سے غیاث

بیں پلک او پر پلک نا مار کھو تا عشق باٹ

نہ کر کا راستہ

منج کوں اپنا ہیو کہے توسب نتے او ہے غیاث

میں وہ

مجھے

حسن رنگ کا مے پلائے منج کوں نھن پن تھے پیا

سے بچپن مجھے

دین میں کچ نا بوجھوں منج کوں ہے دین و مے غیاث

نہ کچھ

میرے لئے

تیری یاداں کا معانی کرتا ہے تسبیح نت

ہمیشہ

مصطفےٰ ہور مرتضےٰ تھے ہے تو جی لے لے غیاث

اور سے

(۶۳)

مومنیں ہور دل میں لگیا ہے مدام بحث — چپ رہ تو عقل کرتی و دونوں کلام بحث

میرے اور لگی وہ

کہہ مطرباں کوں ساقی کہ اب صوت کم کرو — کن رکھ سنو کہ کرتے صراحی و جام بحث

سے کان دھر کر

بوسے کیے توں لبتی نہ آئے اسے جیو سہم ۷۰ ہر کن کرے وو بخشا ہے اس کا خام بحث

دل مقابل

رستم ہے حسن کا کٹ اپس نہیم فن سنے کیا کام آوے ایسے وقت زال و سام بحث

وہ سے

ہمارے عشق کے میں میں

لازم گناہ کرتے ہیں کو توال و قاضی سن یں شرعی ہوں کی کرتے اہیں لوگ عام بحث

سنکر

نازک ہوا ہے شیشہ تجے دل اس رکھو سنبال لاگیا ہے ہم تمن کوں ازل تھے مدام بحث

کو سنبھال سے تم کو سے

لیکھے اچھیں معانی کے انگار تج رقوم

لکھے ہیں

کچ ہور یاد آوے تو وہ ہے حرام بحث

کچھ اور

( ۶۴ )

اُس کے مشکیں خط کا میرے دل اُپر لکھو لو حدیث عالماں عاجز ہوئے ہیں ایک تل بولو حدیث

ایک لمحہ

بات میری کہہ رقیباں دھر لئے طاقت مرا تم سلیماں ثانی ہیں کن دھر سنو یک مو حدیث

کان دھر کر میری

تیرے طاقِ ابروان کا کن میں بابا حلقہ سُن اب منجے زیبا ہے کہہ بولو پیا یک دو حدیث

کان ڈالا

عالم اپنے علم کا کرتے ہیں سب لوگاں میں لاف تو نین کے جام کا مے پیکہ پڑتا او حدیث

تیری آنکھ

پیکر

تیرے تل ہیں میرے دل کے کنٹھال کے موتی صحی — کرتا ہوں تسبیح اس موتیاں کا نام آ کھ خد
(سچے) (ناشتہ)

شمع تم مجلس میں قصا اپ زباں سوں بولیا ۔۔۴۰ — رشک آتا ہے منجے کیوں بولتا ہے تو خدمت
تمہاری قصہ اپنی سے بولا مجھے تیرا

سب گنہ تیرے معانی دھو گئے اس دو یاں
(سے)

نقش کر اپ دل منے توں دو جہا میں سو بہشت
(اپنے میں) (اسکی)

(۶۵)

جنے پیوے او نین جام اُسے جام عبث — زلف پھاندے منے الجھیا ہو منجے دام عبث
جو پیئے اس آنکھ سے — کے پھندے میں پھنسا میرے لئے

بزم میرا سو تمن یاد تھے روشن رہے جم — جیو کی دوری بند صبا ہوں بھیجنا پیغام عبث
تمہاری سے ہمیشہ — دل باندھا

جیو کی آرسی میں کن نہ دیکھیا تمنا کوں — اس کا ناؤں نا لیو و کوئی لینا ہے او نام عبث
دل کے آئینہ کوئی تم کو — نام

عشق کا ملک تری یاد ستی جیتیا ہوں — دستے ہیں میرے انگے رستم ہو کہ سام عبث
سے جیتا — نظر آتے آگے

تمہارے عشق ہیں جیوں موسیٰ گگن لک انبڑ یا — اس چھجے پر چڑھیا ہو بھی منجے ہے بام عبث
آسمان تک حاصل کیا

تمہارے حسن کا دیوانہ ہوا ہوں جگ میں — اس تھے جھگڑا کریں ال خاص بھی ہور عام عبث
سبب سے — اور

اے معانی توں پرت شوق کا پایا ہے لذت

تو محبت کے

قند نابات مٹھائی اہے تج کام عبث

تیرے حلق کے لئے

# ردیف ج

(٦٦)

طبیباں دیکھ کر مو درد نا بوج کہ دارو مد دھیتر کا یو نا بوج

میرا نہ پہچان سکے

ملن کا سد دیا بوجک ستارا ۴۹۰ ولیکن فتنہ جیو کا تو نا بوج

وصل کا یاد دلایا بتلانے والا

کون شعلہ تھا کیتا خ جو جم من کہ عاشق غیر عاشق کون جو نا بوج

کیا پیچ ولی کی طرح

وہاں تھے باس خوش بار لے آیا ولے مجہ باس مخفی تو او نا بوج

سے میری اسکو

گگن کہتا جو دو تن تجھکوں دیکھیا ادھر پر چین و اتاں کا مو نا بوج

خراب گن غیر (رقیب) ہونٹ نشان میرا

مست

کتے ہیں تم کہ عاشق دیکھیل مج جنوں تھادو پیرن کا یو نا بوج

کہتے دیکھا مجھے

---

ن ۱ طبیباں ناڑ میری دیکھ نا بوج دیویں دارو جھٹیں مو در یو نا بوج

نارشی

معانی[1] مست تھا او نرگس نس
رات کو
مو باتاں عرض کی نل یک دو نا بوچ
بیری

(۶۷)

تمہارا مکھ سو کعبہ من دِسے مجہ آج — دو جگ کے لوگ سب آویں کہ قبلہ حاجت آج
کے مانند نظر آئے مجھے
تمہارے مکھ کے نہل جل میں مچھ عجب ترتی — خضر کا چشمہ تمن روزی ہے رکھو سر تاج
صاف پانی مچھلی تیرتی ہے — نہیں حاصل
تراوَدن سو دیا نور حور جنت کوں — بھوں[2] تیری سو اعرافیاں کوں دینے داج
چہرہ
تمن دوا ئر مکھ ہے نگیں سلیماں کا — طیور و انس و پری پر کرو سدا تم راج
تمہارا چہرہ
ازل تھے عشق کے پاڑے کنیں کئے مج بٹ — فقیہ و زاہداں میانے منجھے کئے ہیں سراج
سے — میں مجھے
ہمارا درد تمن دوری تھیں ہے گاڑا سخت — سو درد دوری کا اپ وصل سوں کرو مو علاج
تمہارے فراق سے — فراق اپنے سے میرا
نبی کا داس معانی[3] ہے عرض خوب سنو
غلام
سکل شہاں نے شاہی کا منج کوں دیو رواج
تمام میں مجھے

---

[1] قطب شہ [2] بھونک [3] قطب شہ۔

(۹۸)

دن ازل تھے جیو تاراں سوں بنیا ہوں خیال تج

روز سے دل کے سے بنا تیرا

نقش بندی خیال ہیں مو دل ہوا ہے خال تج

میرے میں تیرا

نین نیلیاں یاد کے دریا ہیں غوطے کھاتے ہیں

آنکھ

نیہہ کے طبلاں بجا درپن دکھا ہو گال تج

عشق آئینہ مجھکو تیرے رخسار کا

اُس کے نیناں کی سیاہی میانے ہے آب حیات

آنکھوں میں

کیا بوجھیں غواص زیبا حسن کا ہے حال تج

پہچانیں تیرے

عشق کیاں یاتاں سمجھنے ہر کسی کوں آوے نا

کی

جانے وو اپ دل ہیں بسلایا ہے بھرت ڈال تج

وہ اپنے بٹھایا محبت تیری

مکھ تیرا دیکھ کر پایا خوشی دل مو صباح

ایک چھن کر صبر دیکھوں مکھ مصحف خال تج

ہیرا

لمحہ

تیری باساں تھے ہمارا جیو دایم تازہ ہے
ناچ کر ہور بوسہ دیوؤں ہیں ننگ کا نال تج

شکر کر چھِن چھِن معانی آپنے پروردگار
نیہہ باغاں ہیں گلابی پھُل کھلے ہیں لال تج

**( ۶۹ )**

چندا مکھ پری کی کن دیکھنے باری تھے بالاں پچ
غصے سوں اُس اُپر کھینچوں کماں ابرو ہلالاں پچ

تمارا حسن میرے دو نین ہیں نقش باندیا ہے
جے کوئی دیکھیں تمن کوں کچ ہوویں اُنکے نہالاں پچ

نہ آوے سرو کوں ہرگز کدہیں او تاز کا ڈلنا
سہاتے ہیں انوں کوں ناز ہور چالے وچالاں پچ

---

۱ـ جی کوئی دیکھوں۔

جیتے ہیں سمند، ہور خشکی کوں بھی کیا جیتے منگتے
حمائل منے باندے ہیں گلے میں کنٹھ مالاں کچ

گنوائے غم گیا ہیں باغ ہیں دیکھیا عجائب کچ
پیا کے پاؤں پڑنے تیں ہوئے ہیں پھول ڈالاں کچ

دو دل ہور پونگ کے موتی تمن کن میں کرے باتاں
اُسی تھے ہو کے نرل ڈلتے ہیں خوباں کے گالاں کچ

معانیؔ عشق کے تاراں سوں بُنتا ہے سراسر سب
سراسر کن نہ بن سکیں اُنوں کے ہیں خیالاں کچ

(۷۰)

رقیباں ناز دکھلاتے دکھو رنج
توں اپ پائیں سوں اچھ اُن تھے نکو رنج

تمارے ناز جھلکاراں کا نیں تاب
کہ عاجز ہوں منج او پر نا کرو رنج

پیا منج خاص خیلاں میں گنے ہیں | کہ ہے منج شب نویساں تھے بہو رنج
خدا اپ صنع تھے دیتا ہے تم ناز | پرستش نا کرے اس دل رہو رنج ۲۰
منگے عاشق جو او پھول حسن سنگنے | کہ اپنے جیو کتاباں پر لکھو رنج
ازل تھے حسن کا دل کارخانہ | کہ اس کے تار پوداں کا سہو رنج

معانی کوں تمن غمزیاں تھے نیں ہوش
نچھل صوفی بندا ہے نا رکھو رنج

( ۱۷ )

او چشمۂ حیات کوں نالا خدا توں رنج | اس وہن تھے عاشقاں کو ملیا ہے برت کا گنج
مو درد کا علاج کرن توں حکیم ہے | مو آہ درد دیکھ حکیماں کدہیں نہ رنج
یوسف کا ہور قصہ زلیخا کا جگ بھریا | ہم تم کوں دیکھ کاٹ لئے ہات جوں ترنج
ہو بیس اپر بھنواں کا انکس کا ہے راکھتی | نیناں کے شہر میا نے بندے ہیں منجے پنج

---

۱۔ قطب شہ

تو ناز کی سوں جانو نا کس کا بھلاں کیے دل
تیری سے بھولے
پیشانی ٹیکا لائے ہیں سیندور جیوں مونج
پیلے رنگ والا

مو سر منے چڑیا ہے خماری اویار کا
میرے میں چڑھا اس
اس یاد سیتی پیالے پلا ساقی چار وینج

تو نین قصہ حسن کے معانی ہوا ہے
تیری آنکھ کا کی میں

اب نیہہ کی ترازو میں کھڑ توں اسکوں سنج
عشق تو تول

۵۳۰

( ۷۲ )

مج جیو منے ازل تھے ہی جاناں کا احتیاج
میرے دل میں سے
غم کے جنگل منے اہے رضواں کا احتیاج
میں

پیرت کا ناز راز تمن کو عیاں اہے
عشق تم
روشن ضمیر کوں نہیں داناں کا احتیاج

تم لعل ادھر تھے پائے ہیں یاقوت رنگ سر
تمہارے ہونٹ سے اچھا رنگ
سوزنگ بھرے کوں نہیں اہی پاناں کا احتیاج
کو

تو نین وشٹ تھے نہیں ہے صبر کوں قرار
تیری آنکھ کی نظر سے
تج کفر زلف تھے نہیں ایماں کا احتیاج
تیری کافر ہے پان

مو خاک کوں تمہاری محبت سیتیں گھڑے
میری سے
ہم تم میں اس تھی نہیں اہے پیماں کا احتیاج
سے

مو نین میانے بیس کے بھی کے نہ آوتے
میری آنکھ میں بیٹھ کر بھی کیوں نہیں آتے
مجلس ہماری کوں نہیں درباں کا احتیاج
وجہ سے نہیں ہے
کو

ملہ قطب بشعر

ہونٹاں کے نیر پی کے معانی دیے خضر
پانی نظر آتا ہے
دربار تیرے کوں اہے شاہاں کا احتیاج
کو

(۷۳)

سکی آج پیالا انند کا پلا منج
خوشی مجھے
دیا قوت اودھراں کی مستی دلا منج
اور جیسے ہونٹوں مجھے

محل دستے ہیں نور کے ات صفا سوں
نظر آتے بہت
سکی لیا سجن کوں منا کر بلا منج
لے آ کو

گگن سے طبق موتیاں سوں بھری ہو
ہے
موتیوں سے
پیا آرتی تا ہیں پیو کوں ہلا منج
کی پوجا کے لئے پیا پھرایاں

ترے نیہہ بن جیونا منج نہ بھاوے
عشق کے بغیر جینا مجھے نہ پسند آئے
۵۴۰ مسیحا من آپ دم سوں جِلا منج
کی طرح اپنے سے مجھے

ادھر تیرے بن منج نہ بھاویں عقیقاں
ہونٹ بغیر مجھے پسند آئیں
بدن تیرے بن نیں ہے نیکا طلا منج
بغیر نہیں اچھا سونا

ترے حسن بن ہور منج نین میں کد
کے بغیر اور میری آنکھ کوئی
نہ آوے کہ ہے اس سیتیں ابتلا منج
سے

نبی صدقے قطبا علی مہر سیتے
سے
بندھا دل کہیں نیں اُن بن و لا منج
نہیں ان کی بغیر محبت

(۷۴)

دنیا کے کارخانہ کا نہیں زر بہا امولک کچ
بیش قیمت کچھ
سُنے کے تار جب جانگے نکل کر تب رہسے وچ
سونے جائیں گے رہیں گے

سو دھن میں کونپلیاں پنچے سو لیو کونپلیاں بیت
اچھی عورت پھوٹے اپنے ہاتھ میں
تو اس تھے مدعا پا کر دسے گا عاشقاں میں کچ
سے نظر آئیگا

ترے قد سدرہ طوبیٰ ثمن سیجا اسماتا جو
کے مانند سیجا زیب دیتا
لگے تو رس بھرے میوے رنگیلی تجکوں او دو کچ
تب تجھے وہ پیتانی

سنے کے باغ میں تیرے بہشتی میوے پھنتا ہوں
کہ تازے میوے کے انگے سو کے سو میوے ہو سب بچ
سامنے سوکھے ہو ہیچ

سینہ
امید کا باغ ہیں تج کوں لگے ہیں تازہ میوے سب
کے تجھے
شکر کر میوے کھا کر توں وکھ اپنے جیو تھے او لچ
تو ہیچ دل سے نکال دے

بنگی شاخاں اُپر مالی رکھے آرا غصے سیتے
ٹیڑھی
رکھے کا امید صحی شاخاں پر اگر آرا تو ہوگا لچ

سمومی باو اب ہمنا ڈراتا کیا ہے گرمی سوں
بادِ سموم ہم کو سے
۵۵. ہمارے باغ کوں نہہ باو لگتا باو تیرا ہیچ
کو عشق کی ہوا ہوا ہیچ

(۷۵)

برہ منج جاجتا ہے سائیں تم باج
فراق مجھے جگاتا تمہارے بغیر
مرے مندر تم آدیو وصل کوں راج
مکان

جو عاشق سائیں کارن جی چھپاوے
کی خاطر
اُسے نیں عاشقاں کے صف منے لاج
نہیں ہے میں شرمندگی

باتاں عشق کیاں منج یوں وو لگکر نہ پوچھو .. غم کی پیا ہی دھویا یک چھن منے صبا صبح
کی مجھ سے کہکر
وو دل سیتی تمن سوں جن کوئی کیتے پیرت جیو کے نین سوں ہر گز نہ دیکھے دلکشا صبح
سے تم سے کرتے محبت میں
میرا خمار توڑو اپ حسن کی نگہ سوں جیوں مے پرست کرتے پیالے سیتی دوا صبح
اپنے سے دل آنکھ سے جس طرح سے
تسلیم کر معانی او طاق ابرواں کوں
اس
گدا کا حاجت بر آیا ہے کو اصبح ......

(۷۸)

نرے ہونٹاں کے رتن تھے سنیا ہو بات صحیح عالماں اس کوں نہ مانیں تو وہیں سب ہیں قبیح
سے سنا نظر آتیں
دل کے باتاں بوجھے معشوق پیر کے حق ہیں کہ نجانوں نہیں کہتے ہیں منجھے کھول صریح
پہچانے کی محبت مجھ سے
تمہارے حسن تھے دستا ہے ہمن مکھ پرنور تو ہمن علم کو کہتے اہیں سب لوگ فصیح
سے نظر آتا ہمارا ہیں
سینہ چھیلے گیا ہے باو اُساساں تھے پیا ہونٹاں کا پھونے ملم لاو کہ تا ہوئے ملیح
آہوں سے مرہم
زندگی نیر اپر میل نہ کرسوں ہر گز مے تمن ہونٹ کا ہووے جو ہمن جیو کا مسیح
آب حیات تمہارے ہمارے دل

دل کے سینے میں بھریا تیری محبت کا مے
او خماری چڑی منج سر میں صبح ہو یو صبیح

تو کنک دشٹ تھے ہوا ہے معانی سنا
نہیں حاجت ہی نہی چو دہ کوں کرنا تشریح

(۷۹)

نین تمھارے کرے ہیں ہمن سوں بات صریح
خدا کا شکر کہ سب کوں کیا ہے مات صریح

لوچن کے بھالے چھپے ہیں تو عاشقاں دل میں
اساس آہ کی باتاں تھے دیسے رات صریح

لوچن اُپر بندے ہیں تم خماری کا پردہ
عشق کا آب نوا باندھی ہے دھات صریح

ہوا ہے نقش مرے دل میں جیوں تمن صورت
خطا ختن میں نہ لکھیں تمہارا گات صریح

تمہارا خیال لوچن نیر میں تیرے مچھ ہو
کہ سبھی ..... میں تو منجھے دکھات صریح

بہوت ہیں رمز کی باتاں پیا او سائیں میں
دو تن غرض کیا تیری ذات ہی کہات صریح

معانی تج کوں محمد غلامی ہے شاہی
توں غم نہ کر کہ مناجات میں نجات صریح

جنے ثابت قدم ہے عشق میانے — دھرے گا پیم اُس کے سیس پر تاج
جنے کامل کیا ہے پیم اپنا — غنی ہے دو جگت میں نیں وہ محتاج
پرت کوں جان عاشق جو اہے فرد — توں یوں بوجے تو تج دکھلائے منہاج
پرت تج کوں کرے گر تیر باراں — توں اپنا سینہ کر اُس تائیں آماج

نبی صدقے قطب شہ دو جگت میں
علی کا مہر تج سر درۃ التاج

# ردیف ح

(۷۶)

اگر تو دین میں ہی ٹیلا لاونے کوں مباح — پیشانی ٹیلا لگا دیو تا کہ پاوُوں نجاح
لوچن کی پتلیاں کے بتخانہ کوں کیا سجدہ — فقیر و ناتواں ہوں میں کروں اسی الحاح
کھولے جو کیس کنگھی کرنے کوں دسے ظلمات — جو سر تھے بائے پھر اکھو تپہ مکھ دسے اصباح ۵۶۰

تمہارے ہونٹاں کا یک بوسہ نوش دارو ہے
کہ مرتھے ہوؤں جوان اُس تھے پاو قوت ارواح

(پھر سے — سے)

بھواں کماں نین تیر تھے کنن نہ چھوٹیا
ہدف ہو بیٹھے ہیں مارو نہ مارو تم ہے صلاح

(کمان ابروئے چشم سے کوئی بھی)

تمہارے ہجر دریا میانے بابا نیہہ کشتی
ہلیا ہے ذوق کا بار انہ جانے کن ملاح

(کے میں ڈالا عشق کی — طوفان نہ معلوم کون)

پیا کے مکھ میں دسے جوت خضر و موسیٰ کا
کہ اس کی یاد کوں توں ورد کر مسا و صباح

(نور نظر آئے — کو تو)

ہمن سیتی نہ کرو ہٹ میا کرو ساقی
خیال بزم میں یک دو پیالو منج اقداح

(ہم سے — کے — محبت)

معانی بھید پیا اُس یاد نور تو دل میں
(تیرے)
اُسی تھے دستا ہے روں روں ترا کہ جیوں مصباح
(وجہ سے نظر آتا ہے رواں رواں)

(۷۷)

ساقی پلا پیالا منج کوں ہوا ہوا صبح
دو تن کی جاڑی ڈر تھے منگتا ہوں میں دعا صبح

(مجھے خواہش — غیر رقیب خفگی سے)

سائیں کا راز مستی تج پر چپیڑیا دعا کر
شکرانے کا دو رکعت کرتا ہوں میں ہوا صبح

(کی تجھ)

مجلس ہوا معطر اس زلف عنبریں تھے
کیوں یک دو پیالے نا پیوں دستا ہے صفا صبح

(سے — نہ نظر آتا)

(۸۰)

تمہاری یاد میں نس گئی پلاؤ ساقی صبوح
اویک قطرہ لہو تا ہیں توڑیا توبہ نصوح

رتن ہونٹاں کا پلاؤ تمیں منجھے جلاب
کہ سر تھے ہوؤں جو اُس تھی پاؤں قوت روح

تمہارے پاس بھیجیا ہوں خیال کا حاجت
سنے جو یک چمن او عرضہ ہوے منجکو فتوح

تمہارا حسن دکھیا جب ہوا ہوں جیوں خورشید
تمہارے ذکر تھے پایا ہوں عمر میں جیوں نوح

معانی کوں نہیں ہے ڈر اندھاری راتاں کا
کہ رات اون دسے اُسکوں پیا کا مکھ جیوں یوح

(۸۱)

تمن کوں آمین اچھو ساقیا دعائے قدح
کہ مطرباں کرو مجلس نوا برائے قدح

خبر لے آؤ تمیں میرے تیں پرت جاسوس
کہ میرے سر میں رہیا ہے اچھو ہوائے قدح

اُسے نہیں ہے سورج چاند پیالے کی پروا
تمہارے ہونٹ اچھنگے جیسے بجائے قدح

شراب خانہ صراتھے چڑھے نہ مستی ہنج — ہوا ہے نین کے لعل تھے ابتدائے قدح

ہماری مستی نہیں تیرے پیالے تھے ساقی — دو ناؤں سیتی پلاتا ہو ویں فدائے قدح

ہوا ہے مست معانی صراے بحر تھے
کہ پیو کے نین کے دستے اہیں لوئے قدح

( ۸۲ )

تو مکھ کی تازگی ہور باس تھے سمن مجروح — کئے ہیں ہیرے پہ جو چھر تھے کانٹے تن مجروح

تھڈی کے خم تھے پلاؤ ہمیں کوں لعل مد — ہمارے ہونٹ ہوے تم کو بے چومن مجروح

ہوا ہے جہا خیالاں تھے شیشہ مو دل کا — نہ دیکھوں نور سوں مست ہوئے نینگے کن مجروح

مو تن کو کیئے ہیں جیو بیل زلف کی بھانسے — انجھو تھے پاکتہ کرمالی کا وطن مجروح

ہمارے سائیں کو ظاہر ہیں دل میں کی باتاں — دو تن کی بات کہوں تو ہوئے دہن مجروح

کمال ہجر تھے چھوڑے اہے محبت تیر — ہزار شکر کروں بھی نہوئے بچن مجروح

معانی کوں نعیں ڈر غم کی موج طوفاں تھے
سے

پیا کا لطف نہ کرسے کدھیں ہمن مجروح
نہ کر سکے کبھی ہم کو

(۸۳)

ہونٹاں کے بوسہ تھے پایا جیا روح
دل سے
ہونٹاں کے نا دمیانے ہے دوا روح
مانند درمیان

نگین نمنے ادھر کوں چین پکڑے
کے مانند ہونٹ نشان
نجانے چین میں او چین کا بہا روح
اس نشان قیمت

شکل بن آرسیاں جگ کیا ہوئیں صاف
آئینہ کی
دیکھو مکھ آرسی دیسے صفا روح
چہرہ آئینہ میں نظر آتے

پیا کا شغل مستی کس نہیں سر
جسکے سر میں نہیں
اُنوں تھے ہے بگانہ آشنا روح
اُن سے بیگانہ

نین پتلیاں ہوئے ہیں بھوت آتانی
آنکھ کی بہت
حسن پانی کے پیالے میں دکھا روح
۶۱۰

ہو اور بن سکندر تم تھے روشن
آئینہ سے کا
کروں کیوں جام جم پر میں فدا روح

معانی دل بھرے تو حسن کا گنج
کے تیرے
کرے نت خوشیاں سیتی نوا روح
سے نیا

# ردیف خ

(۸۴)

پڑوں بلبل کے نمن حسن کا قصا سب شاخ
جن نہ سمجھے یے قصا سینہ ہی اس کا سنگلاخ

بات دو تن کی تمن کان منیں ہے محرم
اس ہوا ہے تمن آرزو تھے تو گستاخ

جب کنگھی بلجے تمن کیس متے ناداں سوں
عاشق اوبیش کنگھی دیکھ کا ہوتا سوراخ

مصطفےٰ ٹھانوں ازل تھی دئے ہیں حیدر کوں
جنے شک لیا دیکھے جیوں کہ تنور طباخ

نار کے نور کا پیالا دے منجھے ساقی توں
جھکنا اغیار کا دیکھ پکڑیا ہی مو دل نفاخ

حال تمنے دسوں میں عاشقاں ہیں تھے پیا
بات چوگان لیو نہہ کا میداں ہے فراخ

پیو کے درداں تھے معانی اچھے کیوں دور کھو
اس کی یاداں سینتی جنتا ہے عشرت کا کاخ

(۸۵)

چندنی مکھ کے اپر مکری کا ڈلتا گستاخ ۶۲۰ جب رکھے کان اپر تو دسے ہمنا گستاخ

پان پھولاں کا تمن کیس منیں ہے محرم
تمہارے بال میں
کنگھی اپ شوخی سوں تم کیس میں رہنا گستاخ
اپنی سے تمہارے بال

پوچھنا عاشق و معشوق کی باتاں مشکل
پہچاننا
بے معما میں دو تن بات کوں سننا گستاخ
بیچ رقیب کی

تم اودھر تھے پائے ہیں پانی سرنگ لعلی کا
تمہارے ہونٹ سے خوش رنگ لالی
وو اودھر باج اودھر ہور ہے چمنا گستاخ
وہ ہونٹ بغیر اور دوسرے چومنا

حسن باغاں میں کھلے پھول بہت ہور رنگ رنگ سوں
سے
تمہاری باس تھی بھی پھول ہے سنگنا گستاخ
سونگھنا

مرگ کا نافہ تمن یاد تھے ہوا خوشبو
سے
ہرن تمہاری سے
نافہ میانے تھے دوجا نافہ کوں چھپنا گستاخ
سے
میں سے دوسرے کو گستاخی ہے

تمہاری یاد تھے ہوا ہے معانی مجنوں
سے
مجنوں اگے ہے پیرت کہنے کو کہنا گستاخ
کے سامنے محبت

(۸۶)

غیر جب لیوے تمن نام ہووے میرا دہن تلخ
تمہارا
شکر و شہد پلاویں تو نجاوے وو سخن تلخ
وہ

بھالے پلکاں کے تمہارے اہیں جراح قلم جیوں
میں قلم بال ہوا ہوں نٹ کرد مو یہ نین تلخ

دل لہو رنگ تھے یاقوت رنگیلے ہوئے ہیں سب
کے کے سے
مجھ
جن کنگر جوت نہ پاوے اہیں اس کے سو پچھن تلخ
چمک ہیں

پھول کلیاں کئے مجلس خوشی سوں مل چمناں میں
وسے ہر یک ہیل کوں ہر یک پھول میٹھا ایک منتلخ ۶۳۰
نظر آئے

عاشقاں کئے ہیں منج کوں ہدف پیو پیت پیر میں
بن تمن تیر اہے منج کوں وو جا تیرو دیکھن تلخ
مجھے پیا کی محبت
بغیر تمہارے تیر کے جتنے دوسرا دیکھنا

تیرے سنگھار کے موتیاں تھے پڑیا جگ میں اجالا
دسیں اس جوت کے انگے تارے ہور رین تلخ
سے نظر آتے ہیں روشن اور

چاکھیا شیرینی معانی ہمارے مکھ میٹھائی کا
تو ادھر تھے چوے میٹھائی ہوے کد بھی بچن تلخ
چکھا
تیرے ہونٹ سے کبھی

( ۸۷ )

نیناں کی شوخی میں دیکھیا ہوں آج نوا تلخ
پلکاں کے بچن سوں منج کرو میرا ہیا تلخ
آنکھوں نئی تلخی
ذکر سے دل

ہم درد کا گانا ہے تمن بزم منے راگ
پیو نیہہ کے کھوٹے بنا ہے میرا جیا تلخ
ہمارے تمہارے میں نغمہ
پیا کی محبت بغیر دل

تم ہونٹ میٹھائی تھے ندی بہتی ہے منج ہونٹ
اپ نیہہ میٹھائی تھے میٹھی منج پہ کیا تلخ
تمہارے کی سے تیرے میں
اپنے عشق کی سے شیرینی مجھ

پیرت کا پیالا پلائے منج کوں ازل تھے
ساقی چھپاؤ میرے انگے شیشہ سرا تلخ
عشق سے مجھے
سامنے شراب

شہ کر گئے ہیں عشق کے شہراں منے منج کوں
صندل رکھو سر پر نکرو کد بھی ہیا تلخ
شاہ ہوں میں شمار کیئے میں مجھے
کبھی محبت

عاجز ہوا اس فن منے سب ساحراں کا سحر — دو تن گندناں تھے ہوا ہے سب ہی فالنج
ہیں — رقیب کی تھے

جم عیش سوں کر راج سکل جگ ہیں معانی
ہمیشہ سے — سب دنیا

کیتا ہے ترے دشمناں کا کام خدا تلخ
کرتا

# ردیف د

(۸۸)

سہیلی نہ کر توں ہمن سیتے دند — کہیں بوجھے ہوں تیرے سب چھند بند
تو ہم سے دشمنی — سمجھتا

منتر پڑتی ہے دو تی پیو دِشٹ پر — کہ زیبا دسے اس نین اپنے چھند
غیر پیا کی نظر — دکھائی دیتے ہیں اسکے آنکھ کو

سکی چالے نا کر مو پیاری سیتی — کہ سلتا ہے منج سینہ میں تیرا دند
چال نہ میری سے — کھٹکتا میرے

پیا کوں سچا نیہہ بھاتا اہے — دو تن اس کے نیں پیو انگے ارجمند
عشق پسند ہے — رقیب اس وجہ سے نہیں کے پاس

نہیں دیکھے ہیں کس چمن میں کدھیں — سجن قد ایا سرو کوئی بلند
کسی کبھی — کی طرح

محبت پیالہ پریاں لے کھڑیاں — دسے یوں ان ہت میں جیوں سور چند
کا کر کھڑی ہیں — نظر آئے ان کے ہاتھ جسطرح سورج اور چاند

## محمد غلامی تھے قطب زماں

کی

سے

## سکیاں گگن میں پایا ہے اپ مُنہ کا چھند

کر گلے ڈالا اپنی محبت

(۸۹)

پیاری بھنواں ہیں تیریاں جوں کہ چھند — اُتے دیکھنے میں ہیں عشّاق بند

تیری جاتا

توں سولہ سنگاراں کوں جب مَن آئے — تجے دیکھ کر پائے عیشاں انند

تو پہن کو تجھے

ہوئے عاشقاں بے خبر دیکھ تج — تجے کون سکلائے اے مست چھند ۱۵۰

تجھکو تجھے سکھلائے یہ

بہوت بھید سیتی تو فتناں سو آئے — نظر نا لگے تیوں کر دان سپند

بہت سے جمع فتنہ سے اسلئے کو

سُہاتی ہے مہتاب کی رات چھب — کر اُس نور کی تپلی سوں مل انند

زیب دیتی سے ملکر

پیا گھر میں دِن دِن صفت عید ہے — کہ عیداں ہویاں اُن تھے سب ارجمند

ہوئیں سے

نبی کی غلامی میں ہے قطب شاہ

صفت اُس کے ہے ناؤں کی پیاروں کھنڈ

نام

( ۹۰ )

ہمن سوں ییک ہو غم کرتا ہے فریاد
کرو ہم دو نو کوں اس غم تھے آزاد

سٹیا اُمّید کے تخماں زمیں میں
میرے سب تخم کوں تم کرنا آباد

کہ ہے منج روح تم باساں سوں زندہ
کرو بادِ صبا سوں منج کوں ٹک شاد

لہو رنگ کا بسنت لیا وو کہ کھیلیں
ہمیں اس کھیل عاجز ہیں توں اُستاد

خیال اُس حسن کا منج جیوں سوں پکیا
پکیا بن آگ سوں تم دیو ٹک داد

نہ بوجھے آدمی اُس نار کا ناز
لکھن وو نا د نا آوے کس اوراد

کتے ہیں گوہراں سوں حسن دستا
وو خط و خال کرتا منج دل آباد

ہنر ہور لے ہنر ظاہر ہمارا
محبت کا قبا پہنیا ہوں میں شاد

پیا کی یاد سوں پینتا ہوں میں مے
ہمارا حال کیا جانیں گے سکھ زاد

اُساساں آس سیتی کرتے ہیں بات
ہمارا آس برلیا قدِ شمشاد

معانی بے خبر باتاں توں کہتا
ولیکن رکھ خدایا توں اپ امداد

( ۹۱ )

موعمل بنیاد نا جانوں کہ کیوں کیتا ہے بنیاد
مرتضیٰ کا با نظر بنیاد تیں ناہوئے فریاد

رنگ میرا کس رنگاں تھے تا پکڑے رنگیا ٹک
سب رنگاں تھے دھو گیا ہوں یا علی منجکوں کر آزاد

مستی کی باتاں کہو یارات کی باتاں کہوں اب
دونوں قصہ کھول کہتا چوک بخشو تم ہیں استاد

اے ہمامیرے خیالاں کی ہوا میں اڑتا ہے توں
گھر کہاں ہے تیرا دکھلا تا کروں میں گھر کوں آباد

جیقہ کی باو اتھے بجتیاں ہیں نفیریاں صد ہزار ۔۔۔ ۶۷۰
اس نفیریاں میں کریگا کن نفیری منجکوں یاد

لکھ رکھے ہیں سب ہی ابجد میں الف بے کی کیتاباں
تم پڑہاؤ موکوں ابجد تا دسوں ہیں سب ارشاد

صح کرے ہیں سبھی استاداں اس ابجد کی کیتاباں
جن بوجھے وو علم سب علماں تھی ہو ویگا ان آباد

بے نقط اعراب سوں کرتا ہے تعلیماں منجھے ان
ہیں اگر چہ کوں گا سیں تم نہ پکڑ وہم یہ ایراد

اے معانی سب کے بولا دیکھ میں تجھے [illegible]

بات تیری پھول منے اس نمک شکر خدا دا
کے مانند ہیں

(۹۲)

سکی کے ہات کنگھی کیس دیکھ کرتا ہے فریاد
اُٹھیا فریاد از حد دیو لوٹک ہماں کوں ہم داد

نین تپلیاں چنچل چابک سوار ان جیو کے منج
جنا ور ہیں ہمیں تیرے ہمارا توں ہے صیاد

سکی تج ناک کی پھلڑی کہ ہے یا قوت کا دانہ
کہ سب دانے بسر کر میں ہوا او دانے تھے آباد

اُتر میری ارگاں کا تج نین تپلیاں میں ہلجیا
ہلج رہ کر ہوا ہوں میں تو اس کاماں میں اُستاد

الف ہور میم و عین بن جگ منے ہور کچ نجانوں پیچ
کہ میں موں خاک تج رہ کا کرو موں خاک آباد

ان شیرینی سوں شیریں کئے سب کام شیریں
کہ میں لڑتا ہوں غم پہاڑاں سوں جیو لڑتا ہی فرہاد

بسر کر قبلہ میں تم طاق کوں کرتا نماز اں
ندیوں داد میرا کس کروں میں داد و فریاد

کمینے گھانس پر توں چھاؤں سٹ اپنے کرم سوں
کہ جیو لٹکتا ہی چھاؤں اپ گھانس بج دو قد شمشاد

دنیا کی دھرپ آنچاں تھی معانی توں ٹرل
جمع آنچ
دکھاں کی آنچ تھے تج کوں خدا کیتا ہے آزاد
سے تجھے

(۹۳)

جنے رکھے قدم اب کام بھی نکو فریاد
جو
جو کوئی قدم رکھے کج باٹ ہیں سو اُن افتاد
راہ

تمہارے کام میں مو کام کا نفیز بجیا
جو
پڑیا ہے کن ہیں وو آواز سب آوارہ آباد
پڑگئی کان وہ وہ گرا

تیری کمر کوں سرائے ہیں باد تھے نازک
میرے بجا
او باد گانٹھ کیے عقل تھی کدیں نکشاد
کو سراہے ہوا سے وہ بعد

گنوایا دین تمن بت پرستی میں اپنا
وہ ہوا کوئی بھی سے کبھی
او پوجنا تھا یقیں اس تھی میں ہوا آباد
تمہاری

گدا ترا ہوں کروں ہیں گدائی کس ورکن
سے
سوال کرنے دو دینے تھے میں ہوا آزاد
وہ

سوال کرنہ تم اپنا کدھیں نکو چھوڑو
کے پاس
ترا نصیب ازل تھی لکھیا ہے یوں استاد
اس سے
کبھی

کہیں معانی کوں نخواد عاقلاں سارے
سے
بچے
ہجے بسرا ہیں ابجد کے کرتے سر تھے یاد
بھول
پھر سے

۱۹۰

(۹۴)

کہو کس نور تھے یاراں ہوا یے نور پدید
میں پچھانوں تمہیں پوچھو کہ کون ہے یے عید

اب تو تج دیکھتے سُد بُد تو مرا کھوئے گیا
کس کی مجلس کوں معطر کرے موئے کس کی رشید

اُس چومن تھی مو چومن دور خدایا نہ کریں
کہ حیات آب ولب ہے مرا دل اُس پہ کشید

ہے بڑائی جو ہمن شمع پہ تم نور پڑے
پوچھو خورشید کوں کس تھی تجھی یے نور رسید

نیند بھانے سو نین جب تم ہی اپنے مو پچھے
ساحران کا سبھی سحر اُسی لحظ درید

کیمیا دشٹ دم عیسیٰ کہ سور بھاگ میں فتح
ایسے دُر دانہ کے ہی ہات میں میراسو کلید

کہو یاراں کہ معانی ہوا دیوانہ سو اُس
ہوئے انجان سویو جانوں کدھیں ایپ نشنید

(۹۵)

ہوت ون تھی میں منگتے داکھ لعلے ساقی یکہ درد
چکا کر اپ نین تھے لعل مدیخانہ کوں پردرد

تمن ویسا موتی کن جوہری پایا نہ ہو رہا ہے
غوطے کھا کر ہو دیں جیرا غواص انیں کن مرد

نیں دل لاگا ہے جھگڑا کن کے وصر کیتا بہوت مشکل ...
اگر آ کہوں تو ان کے جیو میانے تھے اٹھے گا گرد

یون کے حسن پر ہو سوار دیکھیں آرسی ہت کی
عجائب نینجھنی میں کھیلے اپ حسن سیتی نرد

تمن کوں حکمتاں کن سکھلایا کہ پوچھیا پیو کوں
سکھایا ہے حکیم او منج جنے تصویریں کا گرد

علم سو گیان تھے کرتا ہوں تو میں مرد اری عالم میں
انداز اکیا ہے رستم کا کہو سب میں ہوں فرد

اگر منج پر اچھے دایم پیا کا فیض یک چھن میں
نہالا نہہ کے پنجا دو کرونگا دکھ کے پھوں لا سرد

جے کوئی اپ حسن کا کرتے ہیں جگ میں آ دعوی سوں
دسیں تج مکھ کے مہتاب انگے انکھ کے دیو زرد

رقیباں اپنے تارپو دمیا دے ٹلے غم سیتی
خدا یا انکے بستر کوں نکر ہرگز کدھیں گستر

ادھر کے پھول چنا عیش ہے و انتاں کے چھٹے سوں
دو چمپا نا دجن نا فہمے اس کے دل اچھو سو درد

طنایاں تمنے کا ہے تاب دیتے زلف کوں کھینچنا
ازل تھے نہہ تمہاری میں معانی کوں خدا پرورد

(۹۶)

جنوں کے دل میں او صورت ہے انکوں ہے آنند　　دیا ہے روشنی تحقیق حسن اُسی تھے بلند

عشق کا جزو ہوا چھند بند سیتی تمام　　ای جزو کوں نکر دھور جز سیتی پیوند

بنی موتن کا تن نور تھے ہوا روشن　　کہ تل تل اسکوں نہ کتر وان تھوں ہی خرسند

جی کوئی کہ عید کیے دن چو پیک پر اکھے ہاتھ　　ہر روز ہر مہ ہر سال اس نہیں مانند

زاہد کی باتاں نکر کیاں ہمے پلا ساقی　　کہ ایک دو پیالے پیکر ہو سو اُنہہ کا سمند

شراب فائدہ نیں کر کہتے ہیں لوگاں سب　　مجے ای بس کہ کیا ہے خلاصی عقل کمند

جو عالماں نہ رکھیں مدرسے تھے بہار قدم　　سو آکے سکتے ہیں میخانہ پیر کن سب پند

قلم کے تمنے جنے ہے تمہارے فرماں میں　　پلاؤ چاؤ سوں شربت اوسے محبت قند

معانی کوں نکو دیو یاراں خاص و عام شراب

سو اس کیے نہہ کا مد پی ہوا ہے دولت مند

(۹۷)

تم کی ادھر کے پھوی سیتیں باندیا ہی گلہ قند یک چھن ہنسی تھے نیشکراب کیتا بند بند

گر منگتہ ہی کہ لہو کے دریا ہیں نہ تیرے توں خوباں کے کسی میانے وفا ہی کہ دل نہ بند

طوبی کا پھل نہ آوے ادھر پھل کے سم کدھیں ۲۰ اے بات میں حدیث سیتیں کہتا ہوں بلند

گر غصہ کرتے ہیں تمیں گر ناز کرتے تم اس کے ہمیں بندے ہیں جسے دل کرے پسند

پکڑیا ہے جوش شوق کا دریا کہاں ہی فوج تِل تِل اُتاروں تِرڑی نواروں گا ہو سپند

سائیں کی سیوہ فرض ہوا ہی معانی تج
اد فرض کوں ادا کر ہور نت کریں انند

# ردیف ذ

(۹۸)

پیا کا روپ نرمل ہے سدا میرے نین تعویذ
پیارے کا پرت پیاری کے بھن پن تھے من تعویذ

سجن کے ہونٹ امرت کا لذت یک بس چاکے مجھے
کے آبحیات ون چکھنے سے
سو ذو لذت کوں اجنوں لک کیا ہے منج رسن تعویذ
ابتک کو میری زبان

پیا نک کے قلم سوں خوش نویسی کر لے منگتے ہیں
جیسے ناخون سے کرلئے مانگتے
ضرورت ہے سکی پیو ہت میں دینا اپ جوبن تعویذ
سے پیا کے ہاتھ اپنے کا

سکی منج لب پہ وسی سو نشانی پوچھتی ہے کیا
پہچانتی نظر آتی میرے
دسے میرے ادھر کوں یار سوں پیو کی رسن تعویذ
نظر آئے ہونٹ زبان

عجب تاثیر ہے تج ناؤں میں پیاری جو سن لے میں
تیرے نام سنے
سکیاں بھل جاکے لکھ لیکے کرتیاں ہیں اپن تعویذ
بھول اپنا

مرے بازو کوں جب لالن پکڑتے پانچوں انگلیاں سوں
کو سے
سو انگلیاں ہیں سکیاں منج بازو کے کندن رتن تعویذ
میرے

پیا کا نیہہ لگیا ور زور منج کھو بند گویاں کوں
عشق مجھے
کرکچ پر جیت نا ہوسے ہمن پر اپ تمن تعویذ ۳۰
کچھ موثر نہ ہوسکے ہم تمہارا

پیا جس دن نہیں لگتے گلے منج سوں تو دکھ ہے منج

مجھ سے مجھے

گلے لگنا پیا کا ہے سو میرا دُکھ بھنجن تعویذ

توڑنے والا

نہ جا توں کسکوں اپ نیہہ پھند میں سنپڑانے منگتے ہیں

کو اپنے عشق کے پھندے پھانسنا چاہتے

سُنی ہوں میں کہ لکھے ہیں اپس ہاتوں سجن تعویذ

اپنے ہاتھوں سے

منگی تعویذ پیو کن وصل کا نیہہ تے دیوانی ہو

مانگی کے پاس عشق سے ہوکر

ہووے میری دیوانی جب دیئے منج کوں للن تعویذ

مجھے لالن

سجن یک دن بسر کر منج سلاماں لے کے لکھ بھیجے

بھول کر مجھے

سو اُس کاغذ کوں جیو منے جتن کر کے ہُون تعویذ

کو دل کی طرح احتیاط ہونے

بسا تو برس لک قطبِ زماں ہن جگ میں جینے تیں

تک جینے کیلئے

ازل دن تھے دیئے لکھ کر دیا تھے پنجتن تعویذ

سے کرم سے

---

(۹۹)

میں اُس بت ہندی کے رکھیا ہوں لکھ بچن تعویذ
رکھا لکھکر باتیں

وو منج تھے دور نا ہوئے تیوں کیا مُج پر بندن تعویذ
وہ مجھ سے نہ بازو بندھن

دعا ہور منتراں سیتی وو چنچل منج کوں سنپڑے کر
اور سے وہ شوخ مجھ کو ہاتھ آئے

بندیا ہوں اُس کے دوزلفاں سیتی میں جیو کمن تعویذ
باندھا سے دل کو کمند

پرت ور زور دھن ور زور ہور ور زور ناز اس کا
عشق عورت اور

بہوت پر جیت کا ہونا منجے نصرت کرن تعویذ
بہت اثر مجھے کرنے کیلئے

عشق کے بھار میں جانے کوں منج دل کوں نہیں کچ ڈر
بار بوجھ مجھ کو کچھ

کیا ہوں اُس کی پیرت کوں میں آپس کا سومن تعویذ
عشق اپنے لئے دل کا

پرت کے قول دیتی ہی ولے منج کوں پتیارا نیں
عشق مجھ نہیں

پتیارا تو ہووے منج کوں جو دیوے منج چُمن تعویذ
بھروسہ مجھے مجھ چومنے

۱۰۹۷

وبردا بیت کٹرا بیت ہور چالاک اچپل ہے
اور شوخ
نظر میں کس نہ آوے تیوں رکھے ہے دو جوبن تعویذ
کسی کو اسلئے کو بناکر
محمدؐ ہور علیؑ کا ناؤں لے کر قطب شہ جینتیا
اور نام جیتا ہے
سو چنچل کے دو جوبن گرتس اوپر کے بھی تن تعویذ
شوخ تنکر

(۱۰۰)

نکی دیتی ادھر کا جام احناذ — لذت دکھلاتی ہے منج کام احناذ
ہونٹ — میرے حلق میں
مرا دل تھا بہت ہشیار اول — کتی ہے مست منج ہر کام احناذ
کرتی مجھے
ہوا ہوں مست میں اُس ناؤں تھے جم — منجھے دیتا اہے اونام احناذ
اس کے نام سے — وہ مجھے
ہزاراں شیخ کوں آت شوخی سیتے — کئے بے ہوش تج بادام احناذ
زیادہ سے — تیرے (آنکھ)
کرے ہے عاشقاں کوں مست بے سُد — سکی کا کام صبح و شام احناذ
سکل عشاق کوں متوال کرنے — دیتے تج ناز ہور لٹ لام احناذ
سب — تیرے اور زلف

قطب مدن نہیں گمتا ہی یک چھن
دیا ہے مُنج علی کا نام اسناد

(۱۰۱)

سکی دل جگ میں تج فرمان انفاذ ۔۔ سبھیں خوباں میں ہی تج شان انفاذ
ادھر تیرے جو ہیں قدرت کے یاقوت ۔ اُن کے حکم تل سب کھان انفاذ
ترے بوسے تھی ہے جیواں کوں راحت ۔ ترے لب تھے اہے درمان انفاذ
نیلم ٹیلک ترا تل حجر الاسود ۔ ترا مکھ کعبہ ہے ایمان انفاذ
عجب معجز اہے تیرے بچن میں ۔ کہ ہے تیرے بچن دِل کان انفاذ
خوش آوازاں جتے اس جگ منے ہیں ۔ اُن پر ہے ترا الحان انفاذ
نبی صدقے علی کا داس قطبا
تو اُس فرمان ہے سب ٹھان انفاذ

(۱۰۲)

سُندر کے ادھر ہیں شکر تھے الذ
ترے بوسے نابات تر تھے الذ

چندر تو اہے جوت میانے لذیذ
ولے مکھ سکی کا چندر تھے الذ

دکھاتی سکی جھلک کاں نین میں
ترا بی (بے) ہنر سب ہنر تھے الذ

گھنگروالے تیرے لٹاں کے کھبال
دسیں نیر پر کی لہر تھے الذ

کمل پھول پر تو بھنور ہے لذیذ
ولے مکھ پہ تج تل بھنور تھے الذ

ترے مکھ برن سم سو گنجن نہ آئے
ترے کیس ہیں مشک تر تھے الذ

خضر نیر تو جن پیوے سو جیوے
ولے تج ادھر ہیں امر تھے الذ

گہر کوں تو ہے رنگ ہور جوت لے
ولے تج دسن ہیں گہر تھے الذ

ترے دو کچاں پر سجن نکھ کی لکھ
سُہاتی بچتر چیتر تھے الذ

سو رنگ مد میں لے لذتاں ہیں ولے
تری دشٹ ہے مد اثر تھے الذ

خبر تو ترے وصل کا ہے لذیذ — تجے دیکھنے ہے خبر تھے الذ

نبی صدقے تج نہہ شہر میں ہے قطب

نہیں کوئی شہر اس شہر تھے الذ

(۱۰۳)

سکی تج ادھر تھے پلا منج نبیذ — چمن کے نقل سوں پلا منج نبیذ

جیا کوں دیا ہے صفا نہہ شراب — دیا دل کوں کوثر جلا منج نبیذ

مرے نین جوں سور پر نور کر — دلا کوں ولا کر کھلا منج نبیذ

تری نین تھے منج چڑیا ہے اثر — دیا تج تلا کی کلا منج نبیذ

جوبن کی صراحی قطب ہت ہیں و

بشارت دیا قلقلا منج نبیذ

(۱۰۴)

دو جگ منے مجہ کوں اہے کرتار معاف
میں مجھے ہے خالق
بندا ہوں اسی کا وہی ہر ٹھار معاف
جگہ

امت ہوں محمد کا کروں شکر خدا
تو ہے مجھے جم احمد مختار معاف
مجھے ہمیشہ

پایا ہوں ملک کوٹ اُنن پیار تھی میں
اُن کے سے
مجہ کوں ہے سدا حیدر کرار معاف
مجھے

پنجتن کا منجے داس کیا پیا تھے حق
مجھے غلام سے
پنجتن ہیں ازل تھے منجے ہر بار معاف
سے میرے لیے

اللہ محمد علی ہور بارہ امام
اور
یو سب اہیں قطبا کے سو آپار معاف
یہ ہیں اوپر

(۱۰۵)

رقم دیکھو اِس پر جب پیا کا نیہہ بچن کا غذ
اگر لکھ رکھو اپنے پاس عشق کی بات کا
گلابی رنگ سوں نازک ہوی جوبن کے سمن کاغذ
سے پھول

تھوڑی پر چوی تو نیں ہی پرت کے راز نیناں کے
نہیں محبت آنکھوں
وو حرفاں ہیں جو دستے ہیں اسی سیب ذقن کا غذ ۸۰
وہ نظر آتے ہیں

بڑائی مجہ ہی بس ہی پرت کے نیہہ باز ان میں
مجھے محبت عشق بازوں
پیا لیکر رکھے اپنے نین اوپر ہمن کا غذ
آنکھ پر ہمارا

نین پتلی لکھن ہارے سیاہی کاجل انکھیاں لے | اچھر تج حسن کے اس کوں سفیدی سو نین کاغذ

تون حس کا غذ اُپر کرتا ہے نقطا دلنوازی کا | جھمکتا ہے او سب کاغذاں میں جیو رتن کاغذ

(۹)

لکھے تا صنع کا کاتب خدا کے وصف مصحف کوں | سو اس تیں لیکھے آیا ہے بہت رنگ کے چمن کاغذ

نبی کا مدح لیکھیا ہے قطب شہ جیو کلک سیتی
تو اس خوش مدح کوں سہتا ہے جم سورج برن کاغذ

(۱۰۶)

شہد و شکر نبات تھے ہے تج ادھر لذیذ | لاگے تو قد سرو کوں سو جوبن ثمر لذیذ

امریت چشمہ تھڈی ہے ناسک چمپا کلی | تو بیچ آئے نیں ہے الک کے بھونر لذیذ

سنگ باس چنپئی کا رہی مکھ موڑ الک بھونر | پایا نہیں بھونر مگر اس کا اثر لذیذ

پنکھی نجانے بات سو اس باس چنپئی کا | اس چنپی باس راس پچھانے بشر لذیذ

مکھ کے کنول پہ چھائے ہیں چھند کے بھونر ۷۹۰ | متوال ہو کے جھلتے ہیں وہ بے خبر لذیذ

کاوڑ بھواں ہی پتلیاں سنپاسے ماسبد — ہے ناگ چوٹی ناگ سہے ناگ سرلذیذ
بڑھی
گھمتے ہیں بھونری سور سو سراں کی سراں پکڑ — مکھ دیکھ کرتے ہیں سورسر بسر لذیذ
گھومتے — سورج — آفتاب رخ
والے تلاں منتر کہ اکھٹ مار گارڑے — دنت چھند ادھر پہ ہی سو منتر کی اچھر لذیذ
شکل — دانت — ہونٹ — حروف

صدقے نبی کے رات دنا بھوت انند سوں
رات دن بہت آرام سے
امرت ادھر پلاتے قطب کوں سندر لذیذ
آب حیات ہونٹ سے — کو

(۱۰۷)

یک دو پیالی پیار سوں منج ہات تھے لے یار خذ
ہاتھ سے — سے میرے — لے
اپنے ادھر امریت میں منج لب نقل کے ٹھار خذ
ہونٹ کے آبحیات — میرے — کے

تج سات مدل پینے کوں بھو دن تھی دھرتا ہوں ہوس
تیرے ساتھ شراب ملکر — کو بہت — سے
اپ نہہ مد پیالے کے تیں منج ہات تھے یک بار خذ
اپنی محبت کی شراب کے پیالے کو — میرے ہاتھ سے

تج منگ میں جب شوق سوں لاگوں گلے اے چھند بھرے
سے لگوں — فریبی
کچ سک نکو منج لب سیتی توں بوسے دو تن چار خذ
کچھ سکھ نہ چاہیے میرے سے تو تین

منج من اتالا ہے اَدِک اے نارنج سنگرام کا
میرا دل جلدباز زیادہ عورت تیری ذیل
لٹ پٹ ہوا ات پیم سوں منج باہہ کے گلہار خذ
بہت محبت سے میری بازو گلے کا ہار

عشاق اپن من ہیش کش لیاتے ہیں تج زلف تیں
اپنے دل لاتے کے لئے
ٹک دیک کر خاطر میں لیا اپ زلف سوں آیار خذ
ذرا دیکھ لا اپنی سے

بہوون تھے نیں سنیا بچن تیرے ادھر امرت تھے یا
بہت سے نہیں سنا بات ہونٹ آبحیات سے
عشاق کے تیں اے پری اپ لب تھی کہہ گفتار خذ
کو اپنے سے

تج عشق کا میں برہمن ہو کر سو آیا تج کنے
تیرے تیرے پاس
اجھوں کتے ہیں کے منجے منج زلف تھے زنار خذ
آج تک کہتے کیوں مجھے میری سے

سنگار تج سینے کا ہے اپ سینے تیں توں نا چھپا
تیرے اپنے کو تو
منج نل گیرے ہار کوں اے چنچلی ولدار خذ
میرے

صدقے نبی کے آج دن ہے عیش ہور عشرت ادِک
کے اور زیادہ
قطبا نبی سوں کر رلیاں ہور خطای چوسار خذ
کے ساتھ عیش اور

(۱۰۸)

سکی تج زلف ہے جیواں کے آخذ
تیری — دلوں
دسن تیرے اہیں ترناں کے آخذ
دانت — ہیں — موتیوں

تری نیناں تھے پیچے ہیں نظر سب
آنکھوں سے — نکلے
ترے ناراں ہیں سب ستھراں کے آخذ

سہے تج سیس پر انچل سہیلی
زیب دیتا ہے تیرے سر
سہے سب عاشق دڑاں کے آخذ
زیب دے — درباں ؟

تری پتلیاں بھلائیاں ہیں جگت کو
بھلائی — دنیا کو
نین دوست ہیں مستاں کے آخذ
آنکھیں

نکھاں تیرے ہیں تج جوبن کے مشتاق
ناخن — تیرے
ادھر میرے ترے بوسیاں کے آخذ
ہونٹ — بوسوں

علیؑ ناناں سو کیا یو غزل قطب
کے ناموں — کہا یہ
علیؑ ناناں ہیں سب کاماں کے آخذ
کے نام

(۱۰۹)

خدا تج حسن کوں دیتا ہے تعذیذ
تیرے
ہمن من کوں او سوں کیتا ہی تعذیذ ۸۱۰
ہمارے دل — کو — اس سے — کرتا

نہیں آتے سنگاراں تج نظر تل
تیری — تلے
تجے اپ حسن کا بھاتا ہے تعذیذ
تجھے — اپنے

کیا مکھ نور چسارا مُنج نین کا — وہی منج نین کوں سہتا ہے تعذیذ
رخ — میری آنکھ — میری آنکھ کو زیب دیتا

# ردیف ر

(۱۱۰)

خیال سوں سورج پکڑنے کوں ہیں اس مے پیکر — مچھلی کے نمنے چمکتا اہے مو دشٹ کے گھر
مانند — میری نظر

شوق کا جال استیا ہوں سو سمندر عشق میں بھر — آس بند صبا ہوں وو جالے ہیں تھے کیا ہوئے مظہر
ڈالا — سمندر — اس — سے — ظاہر

سِر چڑھا نینہہ کی مستی متی کچ چڑائی — ان پیکا داُسکے اُپر پڑ کہ دموں ہیں صرصر
عشق — پڑ کر دم کروں

عشق کا کچھ سٹے ہیں بھید سوں منج راہ منے — پنتھ یو بوجھو ہیں میرے پنتھ کا سواہی توں داور
مگر کچھ — سے — میری میں — راہ

ہر دن یک ناز کا بینج پیرتے ہیں دل میں مرے — کہو کس ناز سیتی باندھوں مو جیو اے ہمدرد
تخم — سے — میرا دل

چمنے چمناں تو نزاکت تھے جھڑیں پھول ورق — باور شکاں تھی انوں سب کوں کیا ہے ابتر
چمن چمن — سے — سے ان

تو طلب کا کرے تسبیح معانی دن رات
تیری
مرتضیٰ نور تھے یارب کریں مو گھر انور
کے — سے — میرا

(۱۱۱)

خدا جیو کی جاں کوں دکھا ئیک بار ۸۲۰ دُکھاں عرضہ کر غم کروں خوار و زار
دل کو ایک اپنے دکھ

سمند ناز کا گرد سرمہ کرو کہ انکھیاں دَ چکھتے سو ہووے قرار

اُساس آس کا باٹ باندھیں سب نزاکت چپل چلبلی نین نار
آہ آنکھ

کہ جیوں ذرہ یک پُف سیتی بند ہوں اگر پُف کریں سب ییں ہوؤں گا خوار
مثل سے

کرے کن دلیل و ولائل سوں عشق دلیلاں ہیں الجے ہیں عالم ہزار
کون سے گرفتار

جھلک نین شمشیر تھے توں نہ ڈر نمک چاک کر ھم ہوئے اختیار
آنکھ کی تلوار سے تو چک

کرے یھوں کا تل تل میں بید ہمن وو تل باج بخشیں ہور تل موا دھار
لمحہ ہم کو اُس کے بغیر اور میرا سہارا

کرے نالہ تج نار زلفاں تھے جن وو مجلس تھے کرنا ہے اُس کوں بہار
سے جو اس سے کو باہر

معانی کا دھاگا بندھی زلف سوں
سے

اُسی تھے دیئے مصطفیٰ ؐ وو انار
سے وہ

(۱۱۲)

صورتاں سب مرے نیناں نتھے کیئے ہیں باہر — جیوں مجنوں ہوا مرتے ہی تمہارا ذاکر

سے — مثل

باندیا احرام کہ تیرا کروں گا جیوں سوں طواف — لعل رنگ انجھو ہمن کوں نہیں ہوتا ناصر ۸۲۰

باندھا — دل سے — پھر سے — آنسو ہم کو

نین پیچاں منے الجھے ہیں مرغ سب جنگلی — خانگی مرغ نہ الجھے تو کرو اس قاصر

آنکھ کی پیچوں میں گرفتار — بھٹکے

اپ پیشانی پہ دھریا داغ غلامی کا ترا — کھر اکھوٹا نہ گنو اس کوں کرو تم وافر

اپنی — دھرا

دو انچل نازیں جب ہات چڑھیگا بیرے — او انچل پرہے منجے میں اڑوں گا جیوں طائر

وہ — اس — میرے لئے — مانند

عیسیٰ دم پھونک کے مرے کوں کری زندہ و لے — تو نزیک آنے میں مرے ہوتے ہیں سب ظاہر

تیرے نزدیک

تیری یاداں سیتی کد آہ نہ ماروں ہرگز — آہ ماروں تو کہیں نہیں میں نہیں ہی صابر

سے کبھی — عشق

میں کتاباں تو علم کیا پڑیا ہوں بہوت و لے — گال خط مشکیں جتا پڑتا نہ ہوتا آخر

کی پڑھا — بہت — جتنا

کر دیے ناز معانی کے جیا میں تیرا

دل — یہ

کد نجا سے او رقم بیٹھیا ہے اس کے خاطر

کبھی سکے وہ بیٹھا

(۱۱۳)

کھلیاں ہیں کلیاں یوں مستی سیتیں جیوں تو پیا
کھلی سے مثل
مے پلا ساقی ہوا ہو سر تھے ہیں بے اختیار

دیدار پر جب دید ہووے ہے غنیمت وو گھڑی
سب گھڑیاں کوں نا پوچھوں ہے وو گھڑی منج کوں شمار
بھر سے شمار میں

کیس تھے ظلمات پچھے مکھ کے پانی تھے حیات
بال سے نکلے سے وہ
یک ڈوبنداں تھے کرو تم کام میرا خوشگوار ۴۰
بوندوں سے

میرے جیو کا دھاگا اس کے مو سیتی باندھے میں کھینچ
دل
دن ازل تھے کیتے ہیں قسمت منجھے یہ روزگار
سے کرتے

دو نین کی چلبلائی کھیل ہر یک وضع سوں
آنکھ سے
کس سوں دل باندھوں کہو دو لو تھے ہوں میں بے قرار
سے

میرے دل کا بھید نہ سکیں سمجھنے مدعی
سکیں سے
عاقلاں میں دستے ہیں اس تھے اوس سب شرمسار
نظر آتے ہیں اس وجہ سے وہ

تیری یاداں سوں معانی پیتا ہے پیالا مدام
یاد میں

آپنے پیاراں سیتیں توڑو تمیں اس کا خمار
سے تم ہی

(۱۱۴)

تیری طلعت تھے نہوئے کم جو کرے منج پر نظر
سے مجھ
ذرے سب تیرے سو مکھ نور تھے ہوتے ہیں قمر
سے

راز بھو سال کا میرا کیئے انجھو ظاہر — کیا گنہ انجھواں کا ہن دریا اُبلیا دِگر

موتی انجھواں کے رکھیں کان ہیں صاحب خیال — صبر کر راز ترا لکھتے اُنو دھر سر سر

تا بوجھیں بھید ہمن جا سو ساں کا مورکھ کد — پچ نہ بوجھ جھوٹے کوں لکڑیا ہیٹ بیتی وو در

کیوں پڑیا گرد چمن کا ترے امن پہ پیا — ڈھلیں وو گرد کی خاطر انجھواں تن تھے بہر

پھول سم ہونے کوں منتر سکے ہیں کانٹے سب — باطل السحر نہ جانوں نہ تو پڑتا منتر

قد ترا دیکھ پگلتا ہے گلا قند کا سب — کیا اندازہ کہ تیرے سم آوے بیچارہ شکر

کلک قدرت تھے لکھے حسن ترا اول تھے — کس قلم سوں نہ سکے کوئی لکھیں تیرا چِتر

یاد تیری تھے ہوا نام و نشاں مو ظاہر — عاشقاں کس کا گنوائے ہیں سبھی آپ خبر

عشق کے پنتھ منے پلچے ہے مائی منگل — عاقلاں دیکھ انوں کوں تو ہیں سب ابتر

درد میرے کوں طبیباں کا دوا حاجت نہیں — منجے پیو یاد کی مدتھے چڑیا ہے سرکوں اثر

اب معانی کوں نہیں ڈر دند ہور دشمن کا
پڑتا ہوں جیو سینتی ناد علیؑ کا مظہر

(۱۱۵)

لوچن دکھائے جیو دلم خانہ خانہ کر — عشق تو مج تنم زن و مستی بہانہ کر

آنکھ — میرا دل — تیرا عشق میرے

ای وصنعہا کہ کل جو کیا تازہ اے صنم — او غمزہ تازہ تازہ ترا عارفانہ کر

یہ — وہ

جے دِشت عشوہ کا کہ زینہار وا ں کرے — او دل و لِ گسستہ میرا یگانہ کر

جو — نظر سے

لے چابکت ابرشت اے ناز کے سوا — ۸۶۰ — منج سینہ میانے اسپ ترا تازیانہ کر

باہر — میرے — میں

بیدار ہیم تمن سوں ہماری کہانی ہے — او چشم ساحرانہ ترا ٹونہ ٹانہ کر

وہ

پیوستہ باد یا تو معانی عروس عیش

قلقل کی صوت بجتی ہے مجلس شہانہ کر

(۱۱۶)

کافر سلاح سجاب سُرا ییک آیا بہار — صاحبقران اپ تو مرے جیک آیا بہار

سجکے شراب — باہر — بجا کے — باہر

جبقہ سو جو ہراں کا وضا سیس پر رکھا — سو جیقہ لاکھ مجنوں گندا ییک آیا بہار

سر — گرز ہا — باہر

عاشق ہنے ناتواں نہ کرے باد ے وفا — مجنوں ببار کر لے ساریک آیا بہار

بھول وہ ساری باہر

دُکھ دینا ہے وفائی ان کا تو عادت ہے
عادت بسر کہ مت تُسر اپیک آیا بہار

اس کانٹے کے جفا سوں معافی یک رہیا
آخر سو خار سات تو پھل نیک آیا بہار

(۱۱۷)

دیپے جو گاہ سور گہے ڈو لے کیا ہے ڈر
مکھ سور حور نور سدا دیپے میرے گھر

تج مکھ جھلک کی ساج تے رب پند اسور
ٹک مکھ دکھاویں لاج چھپیں نانوین تیرے ہر

قدسی لکھے ہیں دل میں تمن نور کے برن
جھلکا دکھاو تل میں حیرت جیتہ موج پر

تج انگ باس من منے پھل ہو کھلے سوہن
سو باس نا سمن منے نا مشک و نا عنبر

حوراں طبق سو نور کے لیا یا ہیں چاؤ سوں
آرت نتارے سور چند اکر نے تج اوپر

عاشق کھتے ہیں باغ کو بہلانے جائیں دل
کیا بوجھے پھول زاغ مگر بوجے تو بھنور

گھنگرو و گھنٹ مست جھنک سا زکر چلے
سونا دُنک مست منتی جائیں ہار ڈر

ہنسن سکیاں سو گھنٹ سنت گڑ بڑا اُٹھیاں
ہنسنے والی گھنٹہ سنکر اُٹھیں
باور گیند تنت پچھانیاں سو سر بسر
اصلت پہچانی

قطبا تو دکھ بسار بحق علیؑ ولی
بھول جا

لے ہات کھڑگ مار کمر خارجی جسر
ہاتھ میں تلوار

(۱۱۸)

تمہارے مکھ کی تجلّی تھے پایا نور
چہرہ سے
تمہاری چھاؤں تھے چند اپنم ہوا سنپور
سے چاند پورا

تمن پرت کری پیچاں پڑے ہیں اب دل میں
تمہاری محبت
ملائکان مقرب سُندر بہشتی حور

میا کی دشٹ سوں یک دن لٹک عدن میانے
محبت نظر سے ناز سے آ میں
مرداں جلاؤ اَدھر کے زلال تھے بھرپور
مردوں کو ہونٹ سے

نچھل جل آرسی تج مکھ میں قوت روح دسے
صاف پانی آئینہ تیرے نظر آئے
ہمن حیات سو جاگا کیا باذن غفور
ہماری

خدا کے پیار تھے پایا ہوں میرے من کی مراد
سے دل
اسد اللہ کی کھڑگ تھے ہمارے دند چُور
تلوار سے دشمن

تمن خیال متے میں نہ بوجوں مسلہ چک
۸۸۰ پڑیگی عاشقاں میں مسلہا حل کروں مشہور

تمہارے میں
نبجن معانی ہیں گوہر کے دل جو اول تھے
سے

نبجن نظر کی کرن تھے سدا دپے جیوں سور
کی سے چمکے مثل سورج

(۱۱۹)

ہندوئے ہند جب نہ کرے مجہ جانِ نبی آرام کوں | نبات مصری مصر سوں ہیں ۔ اوں اسکے جام پر

ساقی اُبار یا جام دے ہے او مجھے آب حیات | پی کر او جھوڑا میں کروں تو قاصی جنت بام پر

نیناں کے پانی ہیں سدا مجہ دل نترا آوبن کر | کوڑیاں پتلیاں کوں چرالے جائے استہحام پر

میرے سراہنے تجھے کہو اُن کیا سرایا جائیگا | پایا ہے او پرورش جنّات کے احکام پر

قصاۓ جگ ہیں لیلےٰ و مجنون ہور فرہاد کا | اب عشق میرا جلوہ کرتا ہے ترے پیغام پر

گالیاں سنتے او ناز ہیں مجہ یاد کرتا کر سنیا | اب دل کروں قربان اُس دشنام کے انعام پر

ہم بت پرستی چھوڑ کر زاہد نکہہ پوچو صمد | ہم کام ہیں تج کیا غرض رہ دھیان لا اپ کام پر

دنیا کا حکمت نا بوجھیں ہر گز حکیماں علم سوں | گاوو ترنا عیش کا نس دن پیا کے نام پر

شعر معانی آن بندے موتی ہیں جگ ہیں حسن کے

۸۹۰

ہر دے صدف موتی جمیا اپ وار ایزد نام پر

(۱۲۰)

سورج نمن پیالے میں ساقی شراب پور کر ‏ ‏ مو غم دبیر سالہ کوں یک دو قدح سوں دور کر

سائیں کے مکھ گلال تھے مستی عشق اپڑ چڑھی ‏ ‏ دور کروں بنفشہ رنگ پیسر ہن آج پور کر

میرے خیال کھیل پر ہنستے ہیں عاقلاں سدا ‏ ‏ جانو نجانو کھیل کچھ کھیل پیا کے سور کر

بادِ سحر کت کرے یہ ہدیہ دوا دوی ‏ ‏ یک دو خبر خوشی کی لیا موں جاں سرور کر

میری سو آہ تھے شفق چھایا ہے رنگ شام کا ‏ ‏ برق نمن جھمکتا ہے شعلہ بطور نور کر

گوشہ کروں موجیو کوں گوشہ تھے سر بر دو کرے ‏ ‏ خاص و عام میں مجے اب تو اپس حضور کر

مستِ نگاہ ہوں سدا اس بت ناز ہیں اپر ‏ ‏ مو دل دردمند تھے صبر لجائے گھور کر

سر نہ بھائے دیکھنے یک تل اگر او قد دکھوں ‏ ‏ باوں اساس دمبدم شوق سوں ہات جوڑ کر

صبر نہیں ہے نتیجا صبر توں نیک جھن دکھا

اب تو معانی عشق سوں درد و جہا ظہور کر

( ۱۳۱ )

اندھارے شہر پر خورشید تاباں ٹک منور کر ۹۰۰ اُجھالاں آہ کے واٹے ہیں منج سینے منے در کر

اندھیرے　ذرا　میرے　میں

کھیا عرضہ سنو ہیں ناز سوں کھئی کام ہے منجکوں　　غروری آہ کرتے ہیں کتیا حسن کے زرگر

کہا　سے　کتنا

کرے ایراں زمیں پر بادشاہی تج نہیں ہے غم　　مدن کانٹیاں پہ سوتا ہوں پیا توں دیکھ سر بر کر

تجھے　عشق کا دیوتا کانٹوں　تو

سو اُس زنجیر زلفاں سوں کتاں کوں توں کریا ہے بند　　مسا داغِ غلامی دے منجے مجمر میں عنبر کر

کی　سے　کتنوں　کو

تمہارے عکس تھے روشن ہوا ہے چاند سب جگ میں　　وگرنہ زنگ کا ٹھکرا ہے تج بن خاک بر سر کر

سے　دنیا　ٹھیکرا　تیرے بغیر

غباری خط سو اُس مکھ پر عجب خط ہے جو بنچا ہے　　سو پڑنے اُس ورق نا یک رہی ہت جو ہر بر کر

نکلا　نہ لکھ کر　ہاتھ

ہماری آہ کی شعلیاں تھے پایا ہے شفق لالی　　اُساساں دود میرے تھے اُپر چھایا ہے منظر کر

شعلوں سے　آہوں کا دھواں سے

خدایا لطف کا باراں بھیج اُس شعلہ کے اوپر　　کہ جیوں نمرود کی آتش میں ابراہیم سُمر در کر

رقیباں کہنیاں سُنکر ہماری ہوتے ہیں حیراں

کہانیاں

معانیؔ آپنے دل میں علیؑ کا مہر مظہر کر

(۱۲۳)

ہمیں ہیں بے ہنر گر ہوے نظر یار ہنر داراں ہیں ویسیں گے ہنر دار

نظر آئیں

طلب کرتے سو نیں ہے منج نظر بیں ۹۱۰ نین ہوتے ہیں اُس تھی موتیاں بار

نہیں میری آنکھیں سے

نظر تج پر الٰہی کا ہوا ہے تو بیٹھے ہیں شہاں سب تیرے دربار

تجھ

دنیا کا پیالا اُچھایا ہے خدا سوں پنہ میں رکھ خدایا منج اس آزار

پناہ مجھے سے

محبت مے دسے اُس مکھ صفا میں ہمن پیالے میں مے بھر ساقی گلنار

کی نظر آئے اسکے چہرہ کی ہمارے

دیا اُستاد منج تعلیم کچھ ہور ہمیں کچ دیکھ کر باندھی ہیں زنار

مجھے اور ہم کچھ

صراحی کے اوپر پیالا اچھا ہے کہ اُس چھجے بغیر چھجے ہیں بے کار

درد جانے حکیم خوب دانا ہمارا درد کیا بوجھیں گے اغیار

پہچانیں گے

معانی پر نظر اُس یار کا ہے

سدا اُس نہہ سوں ہے بیدار دیدار

کی محبت سے

(۱۲۳)

مو نظر سامنے نہیں ہے یا ۔۔۔ نین پانی ہیں تیرتا دلدا

میری گے ۔۔۔ آنکھ کے

پلک پر ہیں پلک جتا موندو ۔۔۔ وو بھی نکلے بھر ابہالی ما

جتنا

قبلہ کا پنتھ نہ کوئی دکھاوے ساج ۹۲۰ ۔۔۔ منجکوں چوندھر نماز یک قرا

راہ سچا ۔۔۔ چاروں طرف ایک

سامری سحر میں جتا کہ کروں ۔۔۔ باطل السحر ہے بچن درکا

جتنا

دارو کرتے ہزار وضع طبیب ۔۔۔ توں دکھا غمزہ ناز سوں یکبا

تو سے

غم کے خواراں میں نین بند بھرلے ۔۔۔ تجھ سٹنتا ہوں تا کیوں آوے با

آنکھیں بوند ۔۔۔ ڈالتا

عشق ناگر کیا زمیں دل کا ۔۔۔ سٹوں انجھو کہ ہوئے شجر دہ با

گراؤں آنسو

بار دہ میرے جھاڑ کوں یاز ۔۔۔ پھول و پھل ہوویں تا سبھی گلترا

دے کو

ہے معانی گناہگار بندا

رکھ محبت نظر سوں تج دربا

کی سے تیرے

(۱۳۴)

سنبل باغ پانی تھے ہوتا ہے پرور | چمن شاخ بن پانی ہوتا ہے سرور

ہماری

ہندو ریت کوں تیرے ہیں تم رو اچھال | کہ بتخانہ تھے ہے تو بی چمن سر

مانند ہمارے سر

مذہب کو

تری یادو کا بحث عشق سیتی کرتے | چمن جینت ناسک دو کرتا ہے عزوفر

سے

ہیں اسنا و تسلیم تھے سر نہ کھینچیا | جسے کوئی کھینچے پکارے گا جیوں خر ۹۳۰

است جو مانند

ہوا ہے چمن قصہ پاک بے سیتی بند | جے کوئی بسم نا جانے ہو خر تھے کمتر

سے ب ہمارا سے نہ جو

بلائی صبح اونانز میں مست ہوکر | سدا ارکھ یا رب وو مستی کا شکر

مجھے وہ رکھو وہ

کلا قند و نابات کا کیا کروں گا | سو مکھ چھوتی تھے باندھیا گیا قند کھر

سے

دعا کھ تھے پیتا ہوں مد ارغوانی | تو وندیاں سوں لڑتا ہے مریخ اختر

سے دشمنوں سے

ترے مکھ کے پانی پہ ظلمات ہے زور | نہ دستا کہاں چیوں اللہ اکبر

نظر آتا پیوں

ترے عشق کے نیر تھے ہیں چوں زندہ | ازل تھے ہوا ہے یہ روزی مقرر

پانی سے سے

معانی کی ثناخاں کوں نا بات لاگیا
وو میٹھائی رکھتے ہیں شہراں میں گھر گھر

(۱۲۵)

ہونٹاں کے چین ہیں توں چومن رکھیا ہے پرکار
چومن وو منجکوں روزی کر توں خدائی یکبار

منج دیکھ کر یکیلا غم کاہے کرتا فریاد
تو عشق منج کیا ہے سب خسراں میں ہمرار

قرآن کی ہے آیت سب سینی راجوٹ کر
اس پنتھ میں ہوں دوانا لیجا منج اسکے دربار

تج دیکھ کر بھولے ہیں سب کافر و مسلماں
نا جانوں ریت کیا ہے اس کا ہے گرم بازار

کھوٹے ہمارے پیکے بازار میں نہ چلتے
گر ہوئے نظر تمہارا ہم زر چلیگا سنسار

اپ عشق کے نگر کی کتوالی دیو منجکوں
پہنچیا ہے بریت نمنے میرے گلے وو زنار

آیا ہے وقت مہدی ہادی جگت میانے
جس کوں اچھے گنجینا اسکوں کھلیں گے اسرار

اس یاد میں ہے جے کوئی اسکوں نہیں کدھیں غم
غم توں نہ کھا معانی تج کوں خدا ہے غم خوار

(۱۲۶)

پیا مکھ تھے چوتا شرابِ منوّر
پلا یک دو پیالے ہمن ساقی بھر بھر

چکا نقل ہوٹاں کا مستی سوں منجکوں
خوشی سات غم کوں بساروں گا از سر

شمع بے شہر نور میں ہے دھواں تج
تپیٹ کور دل اس سوں ہوئے برابر

ترے کام میں گام راکھیا ہوں میں تو
دیا عشق شاباشی کی منج کوں چادر

منجے آگ کوئیلیاں کی کرسے نہ تاثیر ۹۵۰
ترے عشق کی آگ کا ہوں سمندر

سنا تو نبی کا ہو سے مرے سم
گھڑیا عشق کندن سیتی منج کوں زرگر

براہیم کا قصہ بیچیا ہے جگ میں
نکو لیا و بھی کوئی کہانی آذر

عشق کے منارے اوپر جیو و دل سوں
معانی کہے بانگ اللہ اکبر

# ردیف ز

## (۱۲۷)

سبز مکھ پر دمیا ہے سبزہ ہوا مستی خیز
آرزو مد جو وے منج جو تھی جیوں گلریز
کی شراب ٹپکا دے میرے دل میں سے مثل

دایرہ نا دحریفاں پکڑے ہیں دنبال
ہوش سوں راکھ قدم کانٹے ہیں تج پنتھ خونریز
کی طرح سے رکھ تیری راہ

کیوں چھپا پیویں ہیں مے پھلاں گلزار منے
کہ صراحی کرے قلقل اُس اوپر قاضی تیز
ہم پھولاں میں

دل کباب آساں اُساساں تھے ہوا ہے میرا
لھو سیتی دھویا گیا پیرہن لھو آمیز
آہوں سے لہو سے

دنیا کے پھول میں توں باس وفا کا نہ منگیں
کہ سبی پھول کوں چوپھر لگے ہیں کانٹے دُکھ آمیز
تو مانگیں سبھی

کہاں کیخسرو دارا و سکندر جمشید
دل پیالے میں بھریں ساقی شراب لبریز

شعر تیرا دُر و گوہر ہے معانی سب میں
۹۶۰
شعرِ حافظ کے سرا اوپر ہے تاج پرویز
ہے

(۱۲۸)

دیکھیا ہوں سہنہ کہ میخانہ کا ہوا در باز — کروں گا شکر گزاروں گا سو دوگانہ نماز

بجاتے سو بجنتر کیا کم آوے گا مجھ کوں — ہمارا او ہے بجنتر کہ آوے خم تھے آواز

ہمیں سو عجز کریں او کرے بڑائی کی بات — سوال نا دینے سک کرتا ہوں او در پہ نیاز

مو دل کا بات کھیا نیں کدھیں کسوں ناکس — نہیں ہے کہنے کہ حاجت عیاں ہے انگوں راز

نہ لکھ سکیگا کنے شرح منج کتاباں کا — ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیوں اعجاز

برہ کا درد کرو سینچ پرت کی یاداں سوں — اے دونوں مل چلیں گے تو کریں گے ہم پرواز

بسئے ہیں میری دونوں آنکھیاں بہری کے ننجے — انکھیاں کھلے تو تجھے دیکھ کر ہو اشہباز

تمارے مکھ کے کعبہ کوں جن طواف کرے — نہیں ہے حاجت اسے جاونے کو تا بہ حجاز

معانی اس تمیں کیا بوجھیں اے میخواراں

تماری بزم میں کرتا ہے شمع بات مجاز

# ردیف س

(۱۲۹)

تج روپ دیکھ پانتے ہیں جیت کے نین اُمس ۹۷۰ استُت تری کرن کرتے تل تل بچن اُمس
تیرا دل آنکھیں تعریف کرنے کے لئے ہر لمحہ بات

تج حسن کیرے دور میں رقاص ہوئے کر کرتا ہے رقص مستی سوں پا کر گگن اُمس
تیرے سے آسماں

جس دیس تھے تج دیکھیا اُس دن تھے بے سدھ ہو بھی تج سوں ملنے تائیں کرے جیو من اُمس
دن سے تجھے دیکھا سے بیہوش پھر تجھ سے کے لئے دل

ہے بے بہا رتن سکی توں تونترے اُپر آپس کے تئیں نوار لے کرتے رتن اُمس
اے سکھی تو اپنے تئیں نثار کرتے

تیرا اُمس سکی کدھیں جاسے نہ منج سینے راکھیا ہوں دل کے طبلے میں نیر اجتن اُمس
کبھی جاسکے مجھ سے رکھا حفاظت سے

تج مکھ کے نیر تھے سو تری پائے کر سدا پانتے ہیں تازہ ہوئے کہ سب پھول بن اُمس
تیرے عرق سے

صدقے نبی کے قطب سدا عشق باز ہے
اس کام میں منجے دیتے ہیں پنجتن اُمس
مجھے

(۱۳۰)

اے نار موہنی نار ہے تیرا سرس درس — جس ہین پر جو دشٹ کرے ہووے اوپرس

عورت رسیلا درشن — حقیر نظر وہ پارس

دل لوٹنے باج تل رتی نہیں شوخ سندری — دل لوٹنے کے کام میں تجکوں بہوت ہے جس

بغیر نہیں — تجھے شہرت

ناجانوں تج درس میں سکی کیا منتر اہے — لیلی تجے سو دیکھ کہ مجنوں کئے اپس

تیری دید — تجھے دیکھ کر اپنے کوں

شیریں ہی توں و خسرو شیریں ہی تیرا ناتوں — ۹۸۰ — فرہاد ہو کہ جیو کرے تج سیری ہوس

تو نام — دل تجھ سے سیر ہونے

یوسف حسن ترا ہے زلیخا ہے دل مرا — تج منج پریت کسوٹی پہ دیکھیاں ہو کس

تیرا اور میری محبت دیکھا

معشوق ہور عاشق ہمیں مل کے دو توں ہیں — نا آدوتن ہمن منے تیرا ہے سنگ لبس

اور ہم — نہ آ رقیب ہمارے درمیان ساتھ قرب

صدقے نبی قطب کے دل میں جو عشق ہے

او عشق ہے جگت منے سینسار کا کلس

وہ دنیا میں

(۱۳۱)

تج مکھ کمل پہ پھرتا ہے بھونرا ہو کر اکاس — دیوے پہ جوں پتنگ پھرے بے خبر اکاس

تیرے چہرہ کے آسمان — چراغ پروانہ

تج عشق کے وفا میں کمر باندیا ہے کر
چند سور کا سو بابہ اہے زر کمرا کاس
(تیرے باندھا — چاند سورج ڈالا ہے)

بہر خدا نہ دیکھ تجھا آسماں کدیں
تج نین دولتی ہو ناز یر وزبرا کاس
(تیری آنکھ دولتے؟)

تو میری باس ہے سکی ہور تیری پاس ہیں
پھرتا ہے ڈاواں ڈول کدھر کا کدھر اکاس

تج درس دیکھ دور تھے بے تاب ہوئے کر
سر تج چرن سوں لانے کوں آوے اُترا کاس
(اور — تیرا درشن سے — تیرے قدموں پر)

چند سور کے انکھیاں سوں تج دیکھنے کے تیں
لایا ہے نور نیر نین تھے بچھڑا کاس
(چاند سورج — سے — تجھے — لئے — پانی آنکھ سے)

کرتا ہے شاہی قطب محمدؐ کے ناؤں تھی
(نام سے)

تو داس ہو رہیا ہی محمدؐ کے گھر اکاس ۹۹۰
(تو غلام ہو رہا)

(۱۳۲)

ہر بار منگتا جیو مرا تج لب سیتی اے نار بوس
ہر ٹھار دے ہر بار منج اے نار دو تن چار بوس
(مانگتا دل تیرے سے عورت بوسہ — جگہ مجھے عورت)

روز ازل تھے مست ہیں دو نو ہمیں آنا سکے
توں مست ہی ہیں مست ہوں مستی سوں دے ابار تو بوس
(سے نہ آسکے — تو)

مستی میں سٹ.... کے بوسے نہیں دیتے منج
مانگیا ہوں عاجز ہوے کر تج پاس کیتے بار بوس
(گرا کیوں مجھے — سے — مانگا کتنے بوسہ)

بوسیاں کالذت اسکی اس کج منے تو بھوت ہے
بوسوں میں بہت
آما لذت وصفرتا ہے کچ تیرا سو شکر بار بوس

تج بوسے امرت کا لذت منج باج ہور کو نی جانا
تیرے آبحیات میرے سوا اور نہ جانی
ہیں جانتا ہو قدر وے تل تل منجے دلدار بوس
ہر لمحہ

تج بات ہور گفتار ہیں تا جانوں ہیں کیا ہے منتر
تیری اور نہ
منگتا ہے تل تل کوں اے دل شکر ترا گفتار بوس
مانگتا ہر لمحہ

تج لب منے عیسیٰ کا دم ہور خضر کا امرت ہے
تیرے میں اور آبحیات
صدقے نبی کے قطب کوں دے اے سندر جو سایا رس بو
کو

(۱۳۳)

اے خیال لیجاوو تو خبر میری پیا پاس
لیجا
منج تائیں طلب زندگی کا نہیں اس البیاس
میرے لئے پانی

دل توں پنکھی ہو مار پنکھاں عشق کے پنتھ میں
تو پھڑپھڑا راہ
چوندھر تھے خیال اسکا منجے پڑیا ہے اس پاس
چاروں طرف سے

مقصود کی باٹ آہ بہوت دور دسے منج
راہ بہت نظر آئے مجھے
نا مار پلک پر پلکاں ٹھاوہ ہوں تج آس ...۱

دن رات اجالا اچھے او دن توں دعا کر
رہے اس دن کے لئے تو
مقبول دعا تیرا ہو غم جاوے کہ سب نہاس
بھاگ

شکر کی صفاں کھینچ کہ غم آیا ڈرانے
کیا ڈر ہے منجے ہات میں ہے کھڑگ جیوں الماس
مجھے تلوار مثل

دل آس ومنے سو کسر سیتی ہیں رقیباں ۔۔۔ دو جگ میں کرین لعن انو پر کہ ہیں خناس

درپن ہے سکندر کا ترے مکھ کا صفا ییں ۔۔۔ دیکھیں دیو مکھ تا کہ دسوں کا یے قیاس
آئینہ

دکھ درد کی فریاد نہ کر صبر کر اک تل ۔۔۔ ہے یار ترا سب میں حکیماں منے جیا ماس
میں

رشتہ ترا اس رشتہ سوں ہے بند معانی
اسکے سے

شادی و خوشی کر کہ اہے مشتری تج راس
تیرے لئے

(۱۳۴)

راز رس کا تم سیتی کہنا ہوس ۔۔۔ تیری بات انکار کا سننا ہوس
رات سے

لے کچی کلیاں بھری باغاں منے ۔۔۔ رس کی کلیاں باغ باغ چننا ہوس
بہت میں

بزم تیرا دستا ہے رنگین بہشت ۔۔۔ یک دو باتاں پیالہ لیکو کہنا ہوس
نظر آتا

کیسے موتی ڈھال نظراں سوں ڈھلے ۔۔۔ ۱۰۱۰ اسکوں ہی نظراں سیتی بندنا ہوس
سے باندہنا

کنولی ڈالی کوں لگے پھل رنگ رنگ ۔۔۔ اس پھلاں سیتی طرا گندنا ہوس
پھول پھولوں سے گوندہنا

بہشتی حور اس باساں جیو یں — روح کوں اس باس ہے سنگنا ہوس
سونگھنا خواہش

شاعراں پڑتے معانی شعر لیک
لیکر
شعر حضرت مدح پر پڑنا ہوس

# ردیف ش

(۱۳۵)

ہوا ہے فرح بخش ہور ساقی سرکش — سمند ناز چڑ باندی ہیں کس پہ ترکش
اور
سو اس نعل کا گرد عنبر ہے جیو کا — دو خوشبوئی سنگ ہونے عطار بے غش
پتنگ کر
تھنی کوپ ہیں کو نپلی کچ کا پچ ہے — لکھیا ہات قدرت سوں صورت منقش
وہ سونگھ
سورج چاند کوں کیوں کروں تج برابر — ہمن نین کا نور ہے توں پری وش
پستان سے
کھکتا ہے تن پنجرے میں جیوں کبوتر — کھٹکنا ترا صبح کا ہوگا دل کش
تیرے ہماری آنکھ تو

---

ن[۱] نوی روت ن[۲] کھکنا اسے۔

ادھر تیرے کا عکس[1] پیالے میں جھمکے — عجب ہے کہ دستا ہے پانی میں آتش
ہونٹ — نظر آتا

بہت دن تھے تھا آرزو منجکوں جیو میں — کہ پیوں سرنگ آگ کا پیالہ بے غش ۱۰۲۰
مجھے دل — سے — خوشرنگ

دلا اہل مجلس کوں ساقی سماعاں — کہ تشریف تج دیووں گا لالہ رنگ وش
تجھے

معانی[2] ریا ترک کر عیش سوں اچھ
کہ سنپڑیا ہے تج ہات آنچل مبارک‌وش
رہ
حاصل ہوا ہے تیرے ہاتھ میں

(۱۳۶)

منجے اس دھات سوں کیتی او چنچل چھند بھری بے ہوش
مجھے — طرح — سے — کرتی وہ

کسے یوں آج لگ جگ میں نہ کینتی کوئی پری بے ہوش
تک دنیا — کرتی

جواہر نیں کہیں تج سار کا خوبی کے دکاں میں
نہیں — تجھ جیسا

جو آوے مول کرنے تج تو ہووے جوہری بے ہوش
قیمت — تیری

---

ن ۱؎ عشق۔ ن ۲؎ قطب شہ ریا ترک کر خوش اچھیں جم۔

عجب کچ سحر دھرتے ہیں سکی تج نین ساحر دو
کرتے تیری آنکھیں
کہ تج نیناں کے سحراں دیکھ ہوئے سامری بے ہوش
تیری آنکھوں

اگر محمود ہور فیروز بے ہوش ہویں عجب کیا ہے
اور
ہوے تج وصف تا کرسک ظہیر ہور انوری بے ہوش
تیرا ذکر سکنے سے اور

پون مورت اہے تیری نہ آوے چھانو جوں ہت میں
ہوا کی ہے کی طرح ہاتھ
ترے پاداں کے سنگا کی تھے ہوے دھرمری بے ہوش
سے (دھرتری۔ زمین)

نہ منج مدکی پیالی اس جنس بے ہوش کیتے ہیں
میری شراب طرح کرتے
دکھا جھلکار اپ مکھ کا کیتی وہ سندری بے ہوش
اپنے کرتی

نبی صدقے قطب کو ندیا بچن اچھی ثریا سے

فلک پر یو غزل سن سن کے ہوے مشتری بے ہوش
یہ

(۱۳۷)

نہیں تج نین پتلیاں سار او باش ۱۰۳۰ یکس تھے ایک ہی عیار او باش

تیری آنکھ کی کی طرح ایک

ترے دو زلف ہیں سحراں میں ماہر ترے دو لعل ہیں خونخوار او باش

خونخوار

لکھے تج سیس ازل تھے چھند چالے زبس تا پائے تج رفتار او باش

تیرے سر سے چالیں تیری

جگت میں تو بہوت او باش آما نہیں تج سار ہی کوئی یار او باش

بہت لیکن تجھ جیسا

انکھیاں پتلیاں دو پلکاں ہور بھواں اہے یک ٹھار میں دو چار او باش

اور جگہ

نبی صدقے قطب سوں راستی ہے

سے

اگر چہ ہے ادک او نار او باش

زیادہ وہ عورت

(۱۳۸)

منج تج میں جے کچھ راز ہے کس سوں نکرے نار فاش

میرے تیرے درمیان جو کچھ

اے راز ایسا نہیں جو کہیں کوئی جا کرے ہر ٹھار فاش

یہ نہیں کہیں جگہ

پیرت کوں کہتی نار ہے اما نہ کوئی دیکھیا او سے
اس نار کوں ہر تل گھڑی کرتا ہے تج مکھ نار فاش

لمحہ تیرا

ہیں راز اپنے جیو کا تل تل چھپاتا ہوں و لے
دل ہر گھڑی
آپس سینتی اور راز لیے ہوتا اہے اظہار فاش
خود سے وہ ہے

از بس تزاکت ہیں اہیں نازک ترے دونو ادھر
ہیں ہونٹ
بو یاں کی نیناں نیاں کیئے او لعل شکر بار فاش
کرتا ہے

کہتی پیا تیرا ہوں ہیں سنبھال توں اس راز کوں
تو ۱۰۴۰
دو تن سنے گی بات اے کس دھر نکر اسرار فاش
رقیب یہ کسی طرح نہ کر

ہیں فاش کیوں نا ہوں سکی تج عشق تھے دو جگ منے
تیرے سے
منصور سا عاشق ہوا آ کر سو تیرے دار فاش

صدقے نبی کے قطبؔ شہ منگ پنجتن سینتی مدد
ماںگ سے
تج عشق کے میدان ہیں چالاک ہے رہوار فاش
تیرے

(۱۳۹)

دیکھت تیری نچھل صورت نورانی ہور شکل نقاش
دیکھ کر — پاک — اور
گنواں سُدبُد ہوئے ہیں کم اپس میں اپ سکل نقاش
گنوا کر ہوش — اپنے — سب

سو دھن کا تن نچھل جیو ہے یہی ہے منج کوں حیرانی
اچھی عورت — پاک — دل — مجھے
کہ کیوں لکھنے سکے گا جیو کی صورت چپل نقاش
دل

نہ جانوں کس وضا سوں اس وضا کا نقش لکھیا ہے
وضع — وضع — لکھا
کہ ہرگز نیں لکھیا ہے یوں ابد لک بھی ازل نقاش
نہیں — لکھا — تک

صورت لکھنے میں جب لیکھے نمونہ زلف کا تیرا
لکھے
بھونک یو ہے بسالا کر پری جھل جھل اچھل نقاش

جو دھن کا روپ لیکھے تو نقاشاں نقش چُنتے ہیں
عورت — چہرہ — لکھے
کہ دھن چھند ناز کوں کیوں لکھ سکے وہ کم عقل نقاش
عورت کے

پنکھل تج روپ لکھنے تھے قلم جیو پائے کرنا چے

پائل تیرا چہرہ سے جان

لکھے منشور نامہ تج حسن کا بے بدل نقاش

نامہ تیرے

قطب دل کے صحیفے پر اول تیرا لکھیا صورت

لکھا

کیا منج پر کرم آخر دیا سوں وو اول نقاش

مجھ مہربانی سے وہ

(۱۴۰)

منج دل منے جیو کے من تج نیہہ کیا ہر ٹھار نقش

میرے میں روح کی طرح تیری محبت جگہ

نقاش تیرے خیال کا کیتا ہے ...... نقش ۱۰۵۰

کرتا

تیرا عجب کچہ نقش ہے دستا نہیں یوں نقش کیں

کچھ نظر آتا کہیں

اول نہ آخر لیکھ سے نقاش تیرے سار نقش

لکھ سکے طرح

جس صدر کی صورت اپر توں پگ دھرے موہنی

تو قدم

تو جیو پاکر پھر لکھے تج نازنیں اوتار نقش

تیرا روح

جب نار لٹکے سوں چلے یوں نقش بیٹھے بھیں اُپر

عورت ناز سے بھوئیں زمین

گویا کہ پانی کے اُپر تیرا کیاں ...... نقش

تج نکھ تھے تو چند نپجے آچھے شفق رنگ تن اُپر

تیرے ناخن سے نیا چاند نکلے

جوں پھول پر ریکاں سہیں تیوں تن پہ پھار ڈھارے نقش

جسطرح لکیریں زیب دیتے ہیں اسطرح جسم پر جگہ جگہ

دیکھے نہیں کوئی نین تج توں سب نین تھے ہے چھپیا

آنکھ تجھے تو آنکھوں سے

تیری سونیکے حسن کا دستا ہے سنسار نقش

اچھے نظر آتا ہے دنیا

صدقے نبیؐ کے قطب شہ اپ دل کے صفحے کے اُپر

اپنے

حضرت علیؑ کے حب کا لیکھا ہے جیو کے سار نقش

لکھا روح کی طرح

(۱۴۱)

پیا سوں رات جاگی ہے سو دستی ہے سو دھن سرخوش

کے ساتھ اسلئے نظر آتی نازنیں

مدن سرخوش سین سرخوش انجن سرخوش نین سرخوش

کام دیو بستر سرمہ آنکھ

پیاری پیار سوں پی ہے پیالا پیم کا تو ہے
سے محبت
دہن سرخوش، دسن سرخوش، رسن سرخوش، بچن سرخوش
دانت زبان گفتگو

نین متوالی ہو جھلتی، پیالی پیم پی پی کر
آنکھ محبت کی
جوبن سرخوش ہے، من سرخوش، سو تن سرخوش، کرن سرخوش
دل حواس

سکی لٹ سنبلستاں تھے بتاے باو پر ل تو
زلف سے ہوائے خوشبو ۱۰۶۰
چمن سرخوش ہے، بن سرخوش، سمن سرخوش، انگن سرخوش
پھول

پڑی ہے نیہہ کی مستی سکی کوں پیو کے سنگ تھے
عشق پیا قربت سے
چرن سرخوش، چلن سرخوش، ہلن سرخوش، ڈلن سرخوش
قدم چال ہلنا پھرتا

مدن سو لٹ پٹاتی سو عجائب کچھ ہے چھب دھن کا
کچھ حسن عورت
ذقن سرخوش، چومن سرخوش، لگن سرخوش ہے، من سرخوش
بوسہ محبت دل

نبی صدقے قطب بہو گن رین دن عیش کرتے تھے
بہت خوبیاں رکھنے والا دن سے
یون سرخوش، مدن سرخوش، جگن سرخوش، کمن سرخوش
جوانی کام دیو جاگنا

(۱۴۲)

نین کے سحر دستے ہیں ترے گالاں جھلک تھے خوش
آنکھ نظر آتے کی سے

سہاتے ہیں ترے عشاق ...... للک تھے خوش
زیب دیتے

سکی چندر مکھی سوں مل تجے مد پینے کے تائیں
چاند جیسا رخ رکھنے والی سے مل کر تجھے شراب لئے

سنوارے ہیں ہزاراں مجلساں رنگیں فلک تھے خوش
سے

عجب دستا او مکھ چند سور سے او پر تلک روشن
نظر آتا وہ چہرہ چاند سورج تک

جھلکتی ہے پشانی سندری کی اس تلک تھے خوش
پیشانی ٹیکے سے

او قد رفتار سہتا ہے ہر یک یک ڈکھ تھے یک بہتر
وہ زیب دیتا سے

او چند رخسار دستاہی ...... الک تھے خوش
وہ چاند جیسا رخسار نظر آتا ہے سے

جھلک تیرے دسن الماس کی تج لب تھے ہیں رنگیں
دانت تیرے سے

ڈھلک تیرے نین مخمور کے ہیں چھند پلک تھے خوش
آنکھ ناز سے

دوتن کا ناؤں نیں منگتا ہوں لیانے کد زباں اوپر
غیر نام نہیں چاہتا ہوں لانے کبھی
کہ اس کا ناؤں سب ناواں منے دستا ہے جگ تھے خوش
نام ناموں میں نظر آتا ہے سے

نبی صدقے قطب کا دل اماماں نیہہ سوں ہے روشن
کے عشق سے
موجیو کیچن کے تیں اے بارہ ناواں ہیں محک تھے خوش ۱۰۷۰
میرا دل لئے نام سے

(۱۴۳)

پیدا کرے دو جگ منے سنگار کی روش
میں
یک ٹھار اچھے کے دھرتی نوں مر ٹھار کی روش
جگہ رکھنا رکھتی ہے تو جگہ

وعا اتیبارے کا توں مجے دے ہے پیم سوں
بھروسہ تو مجھے دیتی ہے محبت سے
یا رے دیکھیں سکی تری گفتار کی روش

اپروپ روپ بات کرے جگ کوں باولا
یوں دل رلجانے کوں اہے ان نار کی روش
عورت

ناکیچ ہیں کوئی دیکھیا ہے نا کیک ہنس منے
میں
ان نار میں جو دستی ہے رفتار کی روش
عورت نظر آتی

لیلے ...... چل کے روش ولے
تازی روش اپس سکی چوسار کی روش
اپنی

جیواں کے مانکاں کے گلے ہار پینی ہے
دلوں موتی پہنتی
کوئی آج لگ کیا نہیں یوں ہار کی روش
تک

تج سات یاری کرکے قطب شہ پچھوڑ سے
تیرے ساتھ
یاری میں لیچ اچھتی اہے یار کی روش
اس طرح رہتی

(۱۴۴)

چنچل چھبیلی چھند بھری رفتار پکڑی ہور روش
شوخ ناز اور طرح سے
ساری رویشاں چھوڑ کر او نار پکڑی ہور روش
وہ عورت اور

سب مذہباں کی بھیس لے باتا ہوں اس سوں بیٹنے
دل دیتی نیں ہے منج کوں دلدار پکڑی ہور روش
نہیں مجھے اور

جگ خون کر بھی خوں کرن ٹیلا پشانی لای لال
کرنے ٹیکا پیشانی پر لگائی
۱۰۹۰
نا جانو کس عشاق تئیں اتبار پکڑی ہور روش
نہ معلوم کے لئے اور

دو زلف سیامی رنگ ہیں تج گال کیرے مال پر
سیاہ تیرے رخسار
جگ بس چڑانے نیں سو دھن ہت مار پکڑی ہور روش
زہر کے لئے حسین عورت ہاتھ میں اور

دھن ہات کی لالی نہ یو مہدی کے رنگ تھی لال ہے
عورت ہاتھ یہ مہندی سے
رنگیں کئے اپ ہات او خونخار پکڑی ہور روش
اپنے وہ خونخوار اور

سب جگ کی ناریاں کے تیں ٹک دھرتی نتوا دیونے
دنیا عورتیں دئیے
کل کار پر اختیار ہور پر کار پکڑی ہور روش
اور اور

بوجھیا نجائے وکس کوں الجھن تری سنپڑیاں ہوں میں
سمجھا نہ جائے
بولی کہ اے قطبا پتی اتبار پکڑی ہور روش

# ردیف ص

(۱۴۵)

ہوئی تج نین پتلی دل میں رقاص
تیری آنکھ کی
سدا منج نین کی منزل میں رقاص
میری آنکھ

تہیں منج خواب و بیداری میں دیسے
توہی مجھے نظر آئے
جدھر دیکھوں کھڑی تل تل میں رقاص

بھواں کی طاق میں سجدا کروں میں
ہوے سائیں مری محفل میں رقاص

نیں مس ...... ہوے بھونر جوں	انچل او جھل گھنگر پا ئیل ہیں رقاص
جیسطرح

قطب شہ پا ئیا ہے بے بہا دُر
پایا

ہوی اپ ناچ تھے کا مل ہیں رقاص
اپنے سے

(۱۴۶)

سکی کا مکھ برن جھلکے کنچن حساص	۱۰۹۰	کرے پھُل پھانک کسوت اپنے تن خاص
رنگ سونا

ہوا غرق عرق شرموں تھے پھُل نیر	کھولے ڈورے سکی تن یاسمن خاص
سے

وو پیاری ناری قدرت کی سنواری	سُہاتا اُس کے تن تھے اُبھرن خاص
عورت سے

نہ تھا کچ روپ رنگ اُس تو کرہ کوں	چڑیا خوباں تھے رنگ اس ہور برن خاص
کچھ چڑھا سے اور

نین تھے سیت آ سیت نیلم و موتی	ادھر تھے لعل رنگ مانک رتن خاص
آنکھ سے ہونٹ سے

ہوا خط سبز تھے رنگیں زمرد	وجر رنگ سیت پایا تس دسن خاص
سے دانت

نبی صدقے ترکماں کوں میا تھے	دیتے دکھن کی شاہی پنجتن خاص
کو

(۱۴۷)

تیری زلفاں کے قلابے میں الجھ و دستا ہوں خاص
پھنسا نظر آتا
بنسبی کھینچو نہ کھینچو الجھا ہوں میں تو اخلاص
تیرے

نامراداں کی مراداں کوں اگر بر لیا وے
کو بر لاوے
سبھی خیراں منے او خیر اہے خاص الخاص
میں ہے

تری نہہ راوتاں میں کوئی نہیں ہم ہیرے
مقابل عشق
تج کما سوں نہہ ہیں میں جوں سعد وقاص

توں گھری گھر نکو پھر ہور نہ منگ کس کن بھیک
تو نہ اور مانگ کسی کے پاس
بھیک اُس گھر کنے منگ شوق سوں تو اچہ رقاص
عشق مانگ تو رہ
۱۱۰۰

مشک نافا تری کھونپے تھے ہوتا ہے ظاہر
نافہ سے
عقل نا بوج چرندے کوں جھوٹے کرتے قصاص

چین و ماچین کے نقاش صورت لکھتے کتے
کہتے ہیں
صورتاں کھینچے تو کیا لکھ نہ سکیں تیرا خواص

تیری بیعت میں معانی کا قدم ثابت ہے
سیس اوپر ہات صندل کا دھر کر غم تھے خلاص
سر اسے

(۱۴۸)

ازل تھے ہے مجے خوباں سوں اخلاص
سے مجھے سے
ابد لگ مج ہے محبوباں سوں اخلاص
تک مجھے سے

لہ قطب شہ۔

اگر توں عاشق صادق ہے طالب — نکر توں باج مطلوباں سوں اخلاص
تو — نہ کر تو بغیر سے

سکی کا حسن کیتا جذب مولود — اُسی تے مج ہے مجذوباں سوں اخلاص
کرتا — سے مجھے سے

پیاری کے چھنداں ہیں سب کوں مرغوب — مجے لازم ہے مرغوباں سوں اخلاص
فریب — مجھے

جو ہے مکتوب مانند خال و خط سوں — دھروں ہیں اس تھے مکتوباں سوں اخلاص
سے — اس لئے سے

نین ناری کے قلابے ہیں مشہور — دھروں ہیں اس تھے مقلوباں سوں اخلاص
لئے سے

نبی صدقے قطب شہ یک جہت ہے
سدا دھرتا ہے تو خوباں سوں اخلاص
سے

۱۱۱۰

(۱۴۹)

ہوا ہوں ایک چت سوں جیو سنتی یار کا مخلص — نہیں مج باج کوئی دوجا جگت اس نار کا مخلص
ایک دل سے جان سے — میرے بغیر

حقیقت برت تا ہوں میں مجازی عشقبازی منج — دکھاؤ چکہ درس مج میں تمن دیدار کا مخلص
برتتا نہیں ہے مجھے — دکھاؤ ذرا دیدار مجھے تمہارے

کروں تن من تماری دشٹ پر تھی آرتی چھن چھن — فدائی ہو ہوا دیدار کی تروار کا مخلص
تمہاری نظر سے لمحہ بہ لمحہ — تلوار

# ردیف ظ

(۱۵۰)

سکی توں مہر گھڑی منج پر نکر غیظ
محبت پر نظر رکھ کر بسر غیظ

کپٹ کیناں سکی پر چیا آ ہے ڈھولا
بساقی کے توں اپ دل میں نکر غیظ

نہ دیکھیا کس پہ پیو دھرتی برا ہیں
کہ جوں دھرتی ہی توں میرا پر غیظ

اول تج نین مہر دیکھنے تھے
سو اب منج دیکھتے ہیں دل میں دھر غیظ

.....ہو مجے واجب نہیں یوں
ایس عاشق پہ کرنا بیشتر غیظ

وتا منج دل میں آتا ہی اَبل مہر
جتا کرتی ہے توں منج سر بسر غیظ

نبیؐ صدقے تجے سوں ہے خدا کی
قطب سوں آگلے لگ چھوڑ کر غیظ

(۱۵۱)

ترا کنٹھ سُن کوبلاں پاین خط
گلا
نرا تنگ مُن دیکھ کلیاں پاین خط

چنچل تج نیناں کی چمکار دیکھ
تیری آنکھوں شوخی
نت اسمان کیاں بیجلیاں پاین خط
کی بجلیاں

ترے تن کیرے پھول کی باس لے
خوشبو
ترہ جگ کی جیو کی رکھیاں پاین خط
تینوں عالم

جے رلیاں جو کرتے ہیں توں ناز سوں
جو تو سے
تجے دیکھ سو ہے رلیاں پاین خط
تجھے

مناسب تج انگلیاں کا دھرتے ہیں کیر
تیری
اُتم مونگ کیر یان پھلیاں پاین خط
اچھے

رین دن ترے نقش کوں دیکھ دیکھ
رات کو
چیتر سال کیاں پتلیاں پاین خط
تصویر خانہ کی پتلیاں

نبیؐ صدقے تلتل ہنسی میں اُتر
ہر وقت
قطب تج کوں کر گدگلیاں پاین خط
تجھے

(۱۵۲)

جن پیو تھے بچھڑے ہیں اُسے سنسار میں نیں کوچ حظ
جو پیا سے دنیا نہیں کچھ لطف
جس ٹھار میں وو پیو نیں اُس ٹھار میں نیں کوچ حظ
جگہ وہ پیا نہیں جگہ نہیں کچھ لطف

اے چاند جانا کی توں یوں جھلکارتا ہے آج نس

کیوں تو　　رات

اُس پیو بن مُنج کوں تری جھلکار میں نیں کوچ حظ

پیا کے بغیر مجھے　　نہیں کچھ لطف

جس ٹھار جاتی ہوں بی ہیں کچ وقت گھٹتا نیں ا

جگہ　بھی　کچھ　گزرتا نہیں

۱۱۳۰

انگن دیسے کونڈ بارسو ہور دار میں نیں کوچ حظ

نظر آئے بند کرنے کی جگہ　اور دروازہ　نہیں کچھ لطف

ہر حال میں اس حال سوں خوشحال ہوں میں اے سکی

سے

کی یوں توں مُنج سنگارتی سنگار میں نیں کوچ حظ

کیوں　تو　مجھے　سجاتی　نہیں کچھ لطف

گا ہے مُنجے گلزار میں لے جاوتی توں کھینچکر

کیوں　مجھے　جاتی　تو

اُس سرو بن ہرگز مُنجے گلزار میں نیں کوچ حظ

کے بغیر　مجھے　نہیں کچھ لطف

میں اپنے پیو کے پیار سوں دھرتی ہوں دو جگ میں غرض

پیا　سے

گر جگ کئے بی پیار مُنج اُس پیار میں نیں کوچ حظ

اگر دنیا　بھی　مجھے

میں قطب عاشق ہوں کوئی پند کی نکو گفتار مُنج

مجھے

عاشق کوں کس کی بندگی میں...... نہیں کوچ حظ

نہیں کچھ لطف

# ردیف ع

## (۱۵۳)

عشق پھولاں تھوں گوندے ہے مرصع — نوی پچونیاں سوں گینتے لے مرصع

گوندے ہے — ہی، سے، کرتے بہت

بہوت چھند بند سوں مجنوں رجھانے — گینتی ہے آپ دو لیلے مرصع

بہت، سے، کو مائل کرنے — کرتی، خود کو وہ

سکی پینی سراسر چھند ابھرن — گلے کنٹھ مال پیے در پیے مرصع

پہنی، زیور — ہار، در

پرت کے نورتن کا لائے طرا — سکی پیتے نقل سوں مے مرصع

محبت — سے

عشق پتلی کوں اتہہ چھند سوں سنوارو — ادسے کسوت پناوو لے مرصع

کو بہت عشوہ سے — اُسے پہناؤ بہت

لیاوو اتہہ چاو سوں مجلس کے میانے ۱۱۴۰ — طنبورا ہور کماج دانے مرصع

لاؤ بہت سے میں — اور

نبی صدقے سو تر جگ دیکھ کہتے

تینوں عالم

قطب شہ کا سو مجلس ہے مرصع

## (۱۵۴)

پیشانی پر سعادت کی لکھیا کیرا ازل طالع
رقم میرا سکل طالع کی کیتا ہے اول طالع

کتیک کہتے ہیں طالع کوں ہمیں کیوں آزماں دیکھیں
دنیا جیوں آرسی تس ہیں اپے دستا تجھل طالع

دنیا کوں ہیچ کر جے کوئی خدا کی باٹ پکڑے ہیں
او نو افضل ہیں سارباں میں ان کا ہے بدل طالع

دیا کی مہر سوں دیکھیا ہوں طالع کی انچائی میں
سکل طالع ہیں ٹینکاں ہور سو میرا جے جبل طالع

مجے جو پیمبر ہے سو تس طالع کی خدمت کوں
دیا کے حکم سوں خدمت کوں دیتے ہیں سکل طالع

نبی کے ہور علی گھر کا سو توں بندا ہے اے قطبا
نکو کچ فکر کی غم کر کہ تیرا ہے نول طالع

## (۱۵۵)

نجھا تجہ نین دیکھیا حسن تو ہوتے ہیں پلک مانع
کہ جب تج گال دیکھن کے تو واں ہے تو الک مانع

سکی تج کیس نس ہور بات سارو مانگ موتیاں کی
اجالا مکہ کا دیکھ آپی سو ہوتا ہے تلک مانع

سو دھن کے دیکھنے مکھ کوں پھر کے چند سورج رین آتا ۱۱۵۰
حسین چہرہ کو چاند سورج رات
سکی یا دیکھنے چند سور مکھ ہوتا جھلک مانع
نہ دیکھ سکیں چاند سورج رخ کو

کہ جب عاشق اپے لے داٹ کر دھن آونے لو سب کوں
سو تو نوں مین مکھڑے کوں اُس کنے تا مین رک مانع
بہن رکھ

گلے لگنے کوں منگتا ہوں وہ لے دھن کیا کیے گی کر
چاہتا عورت
جتا دھنا ہوں اتنے کوں سہو ہوتا ہے شتاب مانع
جتنا بہت

چنچل کے پگ کا عاشق ہوں منگے بھوین پاون پڑنے کو
قدم چاہے زمین پانو سمجھ کر
سو تس کے پاؤں کے پینجن کا ہوتا ہے جھنک مانع
بہت

قطب جوبن پہ سٹنے ہات آتے ہیں او من سے
ڈالنے خواہش سے
سو نولے ہات کوں ہوتا ہے چنچل تج پدک مانع
بہت کو تجھے

(۱۵۶)

ازل تھے کئے مکھ دھن کوں مرصع
سے رخ عورت کو
کہے جائے تس کے بدن کوں مرصع
کہا جاسکتا ہے اس

سکی سیام کیساں ہیں پھولاں سے یوں
کے سیاہ بالوں نظر آئیں
کہ تاریاں سوں کیتے گگن کوں مرصع
جسطرح تاروں سے کرتے ہیں آسماں کو

بہوت پی سکی مد اُسی تھے ہوا ہے
نے شراب اسی لئے
سرنگ لعل کا سب نین کوں مرصع
خوشرنگ آنکھ کو

سکی دانت چھلنا لگا پان کھاوے
کندن کر کئے جوں دہن کوں مرصع
سنار کرتا جسطرح دانت

نکھل موتی ہور پاچ یاقوت لاکر — کئے دو علیفاں جوبن کوں مرصع
صاف اور

دسے یوں زر بناں نکھل وصن لن بد پر ۱۱۶۰ — کئے پھولاں سوں جوں چمن کوں مرصع
نظر آئے صاف عورت سے جسطرح

قطب شہ نبی صدقے آپی کیا ہے
آپ ہی
نوا طرح جگ میں بچن کوں مرصع
نئی طرح سے دنیا میں شعر کو

(۱۵۷)

ترے درس کا دھن نین ہے متابع — کہ جیوں نین سوں مل انجن ہے متابع
دیدار اے عورت آنکھ — جسطرح آنکھ سے مل کر سرمہ

سکی سنگ ترے مکھ کے دو زلف یوں ہے — کہ جیوں دیس سوں دو رین ہے متابع
اے سکی قریب چہرہ — جسطرح دن کے ساتھ راتیں

ادھر لعل یاقوت تھے ہے نکھل تج — ترے لب کا دل تجھ نین ہے متابع
ہونٹ سے زیادہ صاف ہیں تیرے — سے

کہ گل لعل کے پھانک پر ریکھ جوں ہے — سو تیوں تج ادھر میں شکن ہے متابع
پنکھڑی لکیریں جسطرح ہیں — اسیطرح تیرے ہونٹوں

تری بات نابات سنکر دھلیا ہے — سو نابات کا نو رسن ہے متابع
زبان

مرا ہاتھ کرتا سلگ جوبناں سوں — کہ جوں جوبناں کا کسن ہے متابع
کھینچنے کی قوت

نہ جانوں کہ کیا ہے سحر تج کنے وھن — مٹھے تج بچن کا یو من ہے متابع
تیرے پاس آ عورت — تیرے شیریں یہ دل

تجے ڈر نہیں کچ سکی ہور سکیاں سوں — اپے آپ تیرا سجن ہے متابع
تجھے کچھ اور — خود ہی

سو بارہ[12] اماماں مدد ہو قطب کوں
اُسی تھے یو سارا دکن ہے متابع[1170]
اسی لئے یہ

(۱۵۸)

سکی مکھ صفحے پر تیرے لکھیا راقم ملک مصرع — خفی خط سوں لکھیا نازک ترے دو نوں پلک مصرع
کے — سے لکھا

قلم لیکر جلی لکھیا جو کوئی بھی نا سکیں لکھنے — لیکھیا ہے دو کدھن مکھ تیرے صفحے پر الک مصرع
لکھا — لکھا زلف

نزاں کر خوشنویساں ملک کے کینتے ہیں سیم ہوئن — بہت چھپ چھپ کے لکھتے ہیں نظر ٹک دیکھ کر مصرع
ملکر کرتے ہیں مقابل ہونے

سو لکھ مکھ کر پریشاں ہو قلم لٹ آپ کہتی ہیں — مقابل اوسکے ہو نہ لیکھیں کے گردو لک مصرع
از نفیس — ہو نہ سکے لکھیں دو لاکھ

نزاں کر دیکھ مکھ دھن کا دوانی ہو بہانے سوں — کئے سب خوشنویساں سٹ قلم لکھ نہ سک مصرع
ڈال — نہ لکھ سکنے کی وجہ سے

قلم کھڑے سوں نا سکے لیکھے ہے لب کو سرخی سوں — جو کوئی بھی دیکھ کہتے ہیں لکھیا ہے کیا خوب کیک مصرع
چہرہ سے ناک سے

سکی کے کچ پہ نازک خط نہ بوجھے کوئی کنے لکھیا
کس نے لکھا
پستاں
قطب کوں بوجھے تو یوں کے لکھیا ہے میزانک مصرع
کو کہے لکھا ہے ناخن

(۱۵۹)

لکھیا ہوں وصف مکھ تیرے کا اے دھن خوب اول مطلع
لکھا رخ عورت
ویسا مطلع بی ہو سے نا کہ او ہے بے بدل مطلع
اس طرح کا چھوڑ نہ ہو سکے وہ

جتا اپسے سنواریں گے انچل بن کچھ سُہاسے نا
جتنا اپنے سے کے بغیر زیب نہ دے
ترے سنگاریں اے دھن اول ہے سو انچل مطلع

کیتاں کوں خوبصورت ہور نیں چھنداں کی توں کامن
کتنا کہوں دوسرا نہیں
اُنو کیا کام آویں جو اونوں کوں نیں اصل مطلع
وہ ان کے پاس نہیں ہے

جو کوئی ہے چھند بھری اے دھن سکیاں میں اسن جنچل کینے

سُہاتا ٹک چھنداں کا ہے کگر تج کوں نچل مطلع
زیب دیتا کھکر بچے

۱۱۸۰

ترا مکھ دیکھ کر اپسے غلاماں ہیں چند رکھیا
رخ خود ہی چاند رکھا

جتے ہیں عاشقاں لکھ لے کے پڑتے ہیں نکھل مطلع
جتنے پڑھتے صاف

چنچل تج ناؤں کے بیتاں کوں دل میرا کیا ازبر
تیرے نام

سو تیرے ناؤں کا دل میرا پڑتا ہر محل مطلع
نام

تری چھاتی پہ دھن قطبا لکھیا ہی بھو قلم سیتے
اے عورت بھوکے سے

اوسی تھے ڈھانک رکھتے ہیں سو موتیاں کے اوجل مطلع
اسی لئے چھپا

(۱۶۰)

چنچل مکھ ترا دیکھ ڈھلتا شمع
سو عاشق ترا ہو کے ڈلتا شمع

ترے حسن کوں دیکھ شرموں سیتے
شرم سے
عشق کے بہانے تھے گلتا شمع

ترے زلف کی دکھ پریشانی کوں
دیکھ کر
پون جوں پریشاں ہو جلتا شمع
ہوا کی طرح

ترے نین کا کاجلا دیکھ دھن
آنکھ کاجل دیکھکر اے عورت
اپے کاجلا ہونے جلتا شمع
خود کاجل بننے کے لئے

گھرے گھر ڈھونڈے تج چنچل رات کوں     ترے تیں عس ہو نکلتا شمع
ڈھونڈتا ہے تجھے
پکلتے جوں ہوئے سورج سامنے ۱۱۹۰     تجے دیکھ دھن دوں پگلیتا شمع
اوسے   نئے   تجھے   کر   اسطرح
قطب آئے جب صبح اپس کے مندر
تو تسلیم کرتا کوں چلیا شمع

(۱۶۱)

مُرَوت میٹھے زبانی ہے یار کا متاع     خوش شکل خوبصورت دیدار کا متاع
بے دل ہو کو دل کوں دیدار بن نہ رکھے     بھی ہونا دل کوں رکھنے دلدار کا متاع
سکے
منگتا جو کوئی سنوارے مجلس کوں شوق سیتے     ہے جام ہور سکیاں ہیں سنگار کا متاع
چاہتا ہے   کو   سے   اور
میرا پیار دھن لے دل میں پیار تیرا     دونوں کے دل میں ہوتا یک سار کا متاع
ایک طرح
میرے گلے میں پھولاں کے ہار کیا کروں میں     دھن نار ہوتا میرے گلہار کا متاع
پایل پینجن جو گھنگرو دھن پین کر جو ٹلکے     آگن بھی خوب ہو نار فتار کا متاع
پہن   آنگن ؟

باتاں کی لے نزاکت بن شاعراں نہ بوجھیں
بہت سی بغیر کے دوسرے نہ پہچانیں
دیتا خدا قطب کوں گفتار کا متاع

(۱۶۲)

تیرے مکھ پر سہاتا ہے لعل انجل کا دھن برقع
اے عورت
کہ جوں رنگ رنگ پھولاں کا لیا ہے پیر چمن برقع

نکو منج تھے چھپا کے دھن کہا مے پی کہاں جاگی
نہ مجھ سے عورت
پچھانیا ہوں جو پہنیا ہے خماری کا نین برقع
پہچانا پہنا آنکھ

چنچل توں پہنی مکرے کوں سو جانیا ہوں سبب کا ہے
تو پہنتی کو جانتا
سو تل تل ہات مکرے پہ کرتی ہے ہن برقع
ہر لحظہ ہاتھ ڈال

توں ہیرے جیو میں دائم میں ترے جیو سوں بک ہوں
تو دل سے
میلی سو جیو حاضر ہے دلے پہنے بدن برقع
پہنے دل

سکی ہو نیاں کی جالی میں دسے کوچ تیری یاں منجکو
مجھے نظر آئے باتاں
کیتیاں کے من تپانے میں کیا تیرا جوبن برقع
کتنوں دل جلانے کیلئے

بجر کا جو انگن تیرا چھولاوے نا کیتیاں کے دل
کتنوں
ترے پگ کی نشانیاں کا جو پہنیا ہے اگن برقع
قدم پہنا

قطب شہ تیرے انجل کا ڈو... دیکھنا زلف منگتے

کہ جوں حاجی مکہ کا آکے منگتا ہے دیکھن برقع
چاہتا دیکھنے

(۱۶۳)

دھن مکھ پہ تیری لٹ ہے لنس شاب کا طلوع
لنس لٹ میں مکھ دسے جو مہتاب کا طلوع
اے عورت چہرہ پر زلف رات
شب زلف چہرہ نظر آئے

مد دھن جو پی لئے ہیں پلکاں ہے ہیں ملیل
جاگے چنچل نین میں ہے خواب کا طلوع
شراب

دھن مکھ نکھل ہے دن لیا ہور صبح تجہ پیشانی
تس پر سو مانگ جوں ہے آفتاب کا طلوع
عورت کے رخ صاف اور تیری
اس

عاشق شفا کے تائیں تج لب کا پانی پیوے
یاں تھے مگر ہے زم زم کے آب کا طلوع
لئے تیرے
سے

دل منگتا ہے جو دھن لب ترا جو من کا
مکہ تیرا خم سو تس میں شراب کا طلوع ۱۲۱۰
چاہتا اے عورت (چوس)

چنچل انچل جو مکہ پر کھس کر لیو تھے آوے
چند پر بدل کا جوں ہے حجاب کا طلوع
چاند بادل جس طرح

صدقے نبیؐ قطب شہ یوں شعر بولے ہر دن
دریا کو روز جوں ہے موجاب کا طلوع

(۱۶۴)

تج کیس رین اندکار کا کرتا ہے مشک تر طمع
تج لب کے امرت نیر کا دھرتا ہے اسکندر طمع
تیرے بال رات اندھیر
تیرے آبحیات

دل کوئی دھرتے ہیں طمع اس چھند بھری کی ناز کا
تس ناز ہور گھونگٹ کے تیں دھرتا اپے چادر طمع

اور

جھلکار پر جھلکار کر یو مکھ دکھاتے چھند سوں
عاشق اپے ہور دیپ کر دھر کر کھڑا چند طمع

سے — خود — چمک

باتاں میٹھی دھن یو کرے جو کڑوے میٹھے ہوئے
باتاں کے تس کے دھرتے ہے نا بات ہور شکر طمع

جو

جب کھول مکھ باتاں کرے انبریت ہو تا نیر جو
تس پانی کے یک بوند کا دھرتا اپے کوثر طمع

پسینہ

شاعر کے یک ڈونگر پرین جوبن سوں تشبیہہ دیو کر
دھن کے جوبن تائیں کھڑے دھر کر سدا ڈونگر طمع

قدم — پہاڑ — کے لئے

بندا نبی کا قطب شہ دھرتا طمع خدمت کوں یو
کیلئے — بندہ
جوں کرنے خدمت شاہ کا دھرتا اتھا قنبر طمع
جس طرح — تھا

# ردیف غ

(۱۶۵)

دھری ہوٹاں کی مکھ میرے دل منے دیا ہے داغ ۱۲۲۰
خوشیاں تھی پھول کھلے ہیں میرے جیو کے چراغ

میں — سے — دل

تمھاری بندگی کا حلقہ کن میں پایا ہوں
تمھارا عشق جسے نیں ہے دیو داغ پہ داغ

کان — ڈالا — جنکو — نہیں

| | |
|---|---|
| تمہارا حسن سو قدرت تھے روشنی پایا | ہوراں کا حسن ترے حسن آنگے جیسے چراغ |
| شراب پھول کھلے تیرے باغ تو خط میں | پلا توں ساقی سرمست منجکوں ایک دو ایاغ |
| برہ کا باؤ منجے باورا کیا ہے اب | صبا کا باؤ معطر کریں توں میرا دماغ |
| تمہاری یاد تھی بھانیا ہوں کہ اپس دل تھے | خوشیاں کا وقت ہی شادی کریں ہمیں بفراغ |
| ہمارے پھول کے جھاڑاں کوں پھول پھل لاگے | ثواب ہے تجھے مالی اوڑا مو جھاڑ تھی زاغ |
| خمار پکڑیا ہے منج نین کوں ترا سرتھے | پیالہ نا دے ہمن سیتی کرتے کیتا لاغ |

معانی شکر خدا کر نہ کر توں غم ہرگز

نبی کے ناوں تھی آتا تو جھے خوشی کا سراغ

(۱۶۶)

| | |
|---|---|
| سرج چاند تج مکھ تھے پاتے فروغ | اپے دیپ جگ میں دپاتے فروغ |

---

نسخۂ قطب شہ نسخہ آیا۔

دین ہار جیتے ہیں اس جگ منے | ۱۲۳۰ نہ دپ لاج تھے سب چھپاتے فروغ
چمکنے والے جتنے میں | نہیں چمکتے شرم سے روشنی

اگر تو بنچنی نہ اس جگ منے | سورج چاند یوں کاں تھے لیاتے فروغ
پیدا ہوتی میں | اسطرح کہاں سے لاتے

ترے بال سے نمنے ترے گال پر | ابھالاں ہو کر چھند سوں چھاتے فروغ
کی طرح | بادل سے

جو شہ کوں بھلانے کوں جاتی ہے یو پیا | تو قدرت تھے تج مکھ پر آتے فروغ
| سے تیرے چہرہ

اگر دل پکڑتا نہ تج زلف کوں | تو مکھ نیر میں اس ڈباتے فروغ
تیری | چہرہ پانی اسکو

نبی صدقے قطبا کوں تل تل سکی
ہر گھڑی
جھلک مکھ تھے تیرے بھلاتے فروغ
سے

(۱۲۷)

تج مکھ کوں دیکھت سورج چندر تھے ہوا فارغ | لے لب میں ترے دو لب شکر تھے ہوا فارغ
تیرے چہرہ کو دیکھ کر چاند سے | سے

توں پاؤ جھونا باندے ہور پینے رتن تن پر | تاریاں تھے ہوا یو دل انبر تھے ہوا فارغ
تو پاؤں میں اور پہنے | سے اسمان سے

بادل ہو تری نیہہ میں پھرتا ہوں گلتان میں | الحمد للہ یارے بن گھر تھے ہوا فارغ
عشق | سے

تج خوبی سوں یک آیت سکیا تو ہوا مطلق | افسون سحر ٹونے منتر تھے ہوا فارغ
تیری سیکھا | سے

لاگیا ہے لذت جب تھے تج لب کا لگی تب تھے ۱۲۴۰ امرت نہیں بھاتا، کوثر تھے ہوا فارغ

تج جوڑے ڈھلک نیکا دیکھ تھاٹ سکی چنچل طنبورے ببر کے سب جنتر تھے ہوا فارغ

(۱۶۸)

اے نار ہے اس جگ منے تج مکھ عجب روشن چراغ
دیکھے نہیں اجنوں کہیں اس دھات کا نو کھن چراغ

حاجت نہیں جو سور چند دن رات یوں نکلیا کریں
بس ہے دیائے دو جگت تج مکھ کا درپن چراغ

ملّا ہے خدمت گار تل، دھن مکھ کی مسجد میں
پلکاں بتیاں، کاجل دھواں، دیتا اہے لوبن چراغ

دھن دیکھنے کوں آئے کی یک دیس تو نے ان سب
پھولاں کرے شعلیاں سیتے روشن ہوا گلشن چراغ

عشاق پروانے ہو کر چوندھیر تھے پڑناگکر
چاروں طرف سے گھر
اپ تن اُپر ہر یک رتن جھمکائے ہے سودھن چراغ
اپنے پر موتی حسین عورت

کیا رسم ہے تج فام میں اس عشق کے مندھیر میں
تجھے فہم نہیں مندر
جو عاشقاں ستمیں اپے آجالتے اپ من چراغ
ستم کرکے خود آکر جلاتے اپنے دل کا چراغ

صدقے نبی کے جو تلک روشن ہے یو گھن تو تلک
جب تک آسمان تب تک
روشن اچھو جم قطب شہ جگ سایں کا روشن چراغ
رہے ہمیشہ دنیا کے مالک

(۱۶۹)

مدھیر تھے پھولیا ہے سکی تج نین باغ — بوسے کے پھولاں بار لے آیا ہی دھن باغ
آب شراب سے تیری آنکھ کا

# ردیف ل

(۱۷۰)

اچپل پیارے کے مندھر منگتی جو توں جانے چنچل
مکان چاہتی تو
تو یوں چھپے چوری سوں جاجی کوں جانے چنچل
اس طرح سے

۱۲۵۰

دو تیاں گگے پر چو طرف تاریاں نمن بھرے ہے چندا
اغیار ماننند چاند
تس پر برستا چندنا سو تجکوں دکھلائے چنچل
چاندنی تجھے

توں کیس کے نس بھبیس او جھل چھپ چا چھپے دبکر نمن
بال رات
جو چھانوں تج دیکھیں گے تو منگتی ہے سنپڑائے چنچل
تجھے

بل کیک پیتیا کر چھانو کوں نا دے خبر چک پا کے تو
نہ
دنبال لگ گر پانو پر آوے گی پھسلائے چنچل
پیچھے

سن سرگ بن تجھے حور اپن کھن ہن تھے تٹ تارے نمن
جنت خود آسمان سے ٹوٹ کی طرح
سو لک فریباں کھائے کے جو آے سکلائے چنچل
سو لاکھ سکھلانے

چت کر دو چت یک چت ہو چت لاچلی ہی پیو سوں
پیاسے یکدل
سو نس چکا پیو مکھ اپر یوں نور برسائے چنچل
رات

پیو اج سورج آیا ہے دیکھ نس میں سورج دن نور لیا
رات
چندا پنم کے چھانے لے پگ دھوتے ہیں .... چنچل
چاند پونم چھانواں قدم

تس پیاری کوں گل لائیا شوقوں سوں لے بوسے دیا
گلے لگایا سے بہت

ہنس مانگوں لیانے سیج چک تو لاج لے آنے چنچل
(مانگ) لانے بستر شرم سے

حضرت نبیؐ صدقے پیا قطبا رکھیں ہو خیال اُس

لک بھاؤ سوں سمجا تجے آتی ہے ریجھانے چنچل
لاکھ سے سمجھا کر تجھے دل لبھانے

(۱۷۱)

ترے دو نین ہیں مد مست متوال — ترے دو گال ہیں خوبی کے گلال
آنکھ شراب کے متوالے

ترے مکھ کی لٹاں نیں ہیں کہ دو ناگ — سلیماں کی انگھوٹی کے ہیں رکھوال ۱۲۶۰
چہرہ زلفیں نہیں مگر انگوٹھی

بھواں تیریاں کوں کیوں لیکھے گا نقاش — کماں دو کھینچیا ہے سخت اشکال
تیری لکھے

سکیاں کے ہات میں دیکھ پیالی مد کی — نہیں دیکھیا اگن کے تیں جو بیال
ہاتھ دیکھے شراب دیکھا آگ کو

توں موتی بے بہا ہے تج بہا نیں — جگت کا مال ہے تیرا سو پامال
تو تجھے قیمت نہیں دنیا

جہاں ہے سیمیا کا نقش اس تھے — کہے ہیں عارفاں سب اس کوں تمثال
اسی لئے

نبیٔ صدقے قطب جم عیش کر عیش
کہ تج در پر کھڑے ہیں فتح و اقبال

# ردیف م

(۱۶۲)

پیو مکھ کی آرسی میں دیسیا ہے سچ آپ نام
جے کو نجھا یقین سوں دیکھے من پائے کام

متاں کوں جائے پوچھو تمیں راستی کی بات
نیں ہی غلط یہ بات انو کن ہے راست جام

او مرغ وحشی رام ہوئے آپ دانہ سوں
ہر چند پچھاویں دام نپڑ کسی کے دام

تج سیس اوپرے چھاؤں ہما کا ہیں ہٹے
مرغان خوش کلام تب آویں سو تج سلام

روزی ہوا وصال تجے یک دو جام پی
اس تھے بہوت طمع کرے ہی درد سر مدام

انجانی میں جو انی گیا پند نا سنیا
قران ہور حدیث سوں ترکیب کر کلام

ثابت رہے آپ کام میں دنیا کوں نیں وفا
آدم کیا ہے کوہ سراندیپ پر مقام

ن اچ

باندیا ہوں عشق میں کمر آساں اساس سوں ۔۔۔ ن پن تھے میں ہوا ہوں تجے نیہہ کا غلام

ہا ۔ آہ سے ۔ بچپن سے ۔ عشق

مکہ کعبہ کوں طواف قطب[1] شہ کرے سدا

سب حاجیاں میں میں حجِ اکبر کیا تمام

(۱۷۳)

منجے اُس گگلے کا حمایل ہے دام ۔۔۔ او یک جوت جو ہر سورج پایا نام

مجھے ۔ وہ

تو مکھ صافی میں نور کا ہے نشاں ۔۔۔ اوسی تھے گیا چھپ کہ جمشید جام

تیرے رخ ۔ اُسی ۔ سے ۔ کر

نین تیری کوں باو انپڑ کاں سکے ۔۔۔ قبولیا ہے تو چاکری جیوں غلام

آنکھ ۔ پہنچ ۔ کہاں ۔ تیری ۔ مثل

سراوے کِن اُس نار کی ناز کی ۔۔۔ کہ عاجز زباں ہور قلم ہے تمام

سراہے ۔ کون ۔ عورت ۔ اور

طلسماں تھے مشکل ہے نیہہ کا طلسم ۔۔۔ جے[2] راکھے قدم بوجھے افلاک کام

عشق ۔ سے ۔ جو

دو تن گوند کر ڈاولی کے نکھو ۔۔۔ ۱۲۸۰ ۔۔۔ نین کس چٹک لاگے کیا جائے عام

ڈالی (؟) ۔ آنکھ ۔ لگے

---

[1] ن معانی [2] جکوئی بسیے بوجھے او اسمان نام ۔

معانیؔ عشق جنیا ہوں کر نہ کہہ
جنے عشق جنیا کہے او ہے خام
جو وہ

(۱۷۴)

تج شہر کا سو کیا ہے پری بول منجکوں نام
احرام اس کا باندھوں گا ہور پکڑوں گا صیام

جن نام و پنتھ نا بوجھے وو گن دگیان کیا
کن نا بوجھے سو عقل انوں کا سبھی ہے خام

تج یاد تھے ہوئے ہیں سبھی طالیاں کباب
ساقی پلا توں لطف سینتی اب تو یک دو جام

ایسا پلا شراب کہ سب دل تجی جائے دھوئے
وو نقش کار قوم کریں میرے دل مدام

انگار خاک یاد کیا تج تو جیو دیا
جیت تجھے دیکھیا ہوں تو تجے کیا ہوں تجھے سلام

عالم منجھے سکھاویں گے کیا آپنا سو علم
وو ناں کے حرف ہمن دل میں ہیں کلام

کرتے عزوری اپنے بغل میں سو رکھ کتاب
وو نیہہ کا سو باس نکلتا ہے ہم مشام

---

(۱) قطب شہ (۲) وو کان و کیان (۳) جے (۴) نگار (۵) جیو دیکھ اس پہ بھیجیا ہوں توں اپنا سلام۔

دوڑایا ہے عقل جتا اتنا دوڑیا ۔۔۔ دوڑائے ناتو کچھی دیوے دشنام میرا کام
جتنا

اے پند گو معانی کوں کیا پند کہتی ہیں ۔۔۔ اس کام باج آپ پہ کیا ہے سبھی حرام ۱۲۹۰
یہ ۔۔۔ کے بغیر

(۱۷۵)

کرے ناز نیں ناز سوں منج کرم ۔۔۔ عشق بات سوں موں[۲] اچھیا یا علم
سے مجھ پر ۔۔۔ سے میرا

ازل کے قلم تھے پشانی لکھے ۔۔۔ سدا اس کا ہور و اچھے تج بھرم
سے ۔۔۔ رہے تیرا

تیرے ہندسی دل پر گنت چو کوں کیوں ۔۔۔ حساباں نیں آیا ہوں نیں تج قلم
گنتی بھولوں

میٹھے لب سیتی ناؤں میرا لئے ۔۔۔ ہزاراں شکر بے کرے منج دھرم
سے نام

ترے مکھ کا مکرا کرے لب سوں بات ۔۔۔ وو محرم نہ کیوں آسیا در حرم
سے ۔۔۔ وہ

انجھو جو ہو دوڑیں تری بزم میں ۔۔۔ توں مکھ دھوے تو ہو کا شرف منجکوں جم
آنسو ۔۔۔ تو

ہمن سیتی آڑے ہوے جان بوج ۔۔۔ سنگھاتیاں سوں پیالے پیتے دمبدم
ہم ناراض ۔۔۔ ساتھی سے

بچھایا ہوں میں سفرہ امید کا ۔۔۔ بھرو صحنکاں نعمتاں محترم

بہوت دن تھے ساقی مو ہمسایہ ہے ۔۔۔ پیالہ نہ دیتا منجے یک دم
سے میرا ۔۔۔ ایک

---

ن[۱] قطب شہ ن[۲] منج ۔

اچھو عیش و عشرت سدا بزم میں ۔۔۔۔۔۔ معانیؔ گدا کوں دلاوو درم

(۱۷۶)

ترے قد تھے سرو تازہ ہے جم ۔۔۔۔۔۔ اوچایا ہے یا تو چمن میں علم

توں ہے چند تارے ہیں لشکر ترے ۔۔۔۔۔۔ توں ہی شاہ خوباں میں تیرا حشم

ورق صنع پر میں لکھیا تج سا ہور ۔۔۔۔۔۔ ازل کے مصور کا ہر گز قلم

سکندر کوں تھی آرسی جم کوں جام ۔۔۔۔۔۔ ترے ہست ہی درپن ہور جام جم

ترے مکھ کے پھل بن کوں دیکھ لالا تھی ۔۔۔۔۔۔ چھپایا ہے مکھ آپنے کوں ارم

سدا تج اپر دھیان تارے رکھوں ۔۔۔۔۔۔ سدا تج سوں کھیلوں نویلا پرم

نبیؐ کے میا فیض تھے قطب شہ

محبت کے پھلبن کا پایا ہے سم

(۱۷۷)

کیوں لکھے بینگی تری لٹ کا صفت سیدا قلم ۔۔۔۔۔۔ ہے نوا چاند بہوت تیرے بھواں چاند تھی کم

نازکی مِن نہیں ہے پھول تیرے مکھ کے نمن — چند سورج مشتری تیری کیوں تج سیتے ہم
چہرہ کے مانند — تیرے ساتھ برابری

مکھ دکھایا ہے رنگ روپ عجب لالی تھی خوب — ۱۳۱۰ — قد او چایا ہے ہریا سرو تھے بھی اچھا علم
سے — اٹھایا ہرا سے

کیوں نہ جیویں سدا عشاق نیرا مرت نمنے — تیرے گال لاکے سو خوی تھے چوتا ہی جیو کا نم
آبِ حیات کے مانند — پسینہ سے ٹپکتا حیات کا پانی

غمزے تیرے جو پلک مارنے میں زخم کریں — اُس کوں کر میٹھے بوسیاں کے شہد سیتے ملم
بوسوں — سے مرہم

ایک چھن انجھڑیں میا سوں نین میں رکھیں پگ — باندکر پلکاں کیے پردے کیا ہوں تیرا حرم
قدم
محبت سے میری آنکھ

نبی کے صدقے کہے قطب زماں خوباں میں

تجھا دیکھیا نہیں ہو کوئی تیرے حسن کے سم
مقابل

(۱۷۸)

سو دھن کے لب تھی منگیا تو میں تو پوچھی نام — جو کہیا نام اُسے بولی نام دے دشنام
سے
نازنیں

ہنسی ہیں سٹ کہ اپس مستی کے بہانے سوں — دکھا کے چھند چلی ہت میں لے صراحی جام
سے
ڈال کے اپنی — غمزہ ہاتھ

شراب پیکہ سورج کر دکھائی اپ توں سبج — اول تو نین ستاریاں سوں مکھ تھا بدر تمام
پی کے — تیری آنکھ ستاروں سے

جو پھول پین کھڑی دھن سوں جو نہال کھلیا — مرگ میں سرو نہ تج سا اے سرو گل اندام
پہن کر — عورت جیسے طرح — کھلا — جنت — تجھ
سمن پہ وال سنبل یاد دیکھا کہ تل رکھے — جیواں کے پنکھی پکڑنے الک کی مکہ پر دام
دلوں کے — پرند — کے لئے زلف
بین پہ لبد کرا و لب خنداں ازل تھی کہے — ۱۳۲ — ابد لگوں منجے تج سوں ہے تج کوں مج سوں کام
سے — تک — مجھے تیرے سے تجھے — مجھ سے

نبی کے صدقے قطبؔ لگیا ہے دھن کے گلے
لگا — عورت
جوں لام الیف نمن ل رہے الف ہور لام
الف کی طرح — اور

(۱۷۹)

ترے ہونٹ خرما نین تج بدام — ترے تل اہیں دانے ہور زلف دام
آنکھ تیری بادام — اور
عجب ناو شیشے کے قلقل میں ہے — کہ اس ناو پر رقص کرتا ہے جام

ترے لب نقل سوں ہے منج حلال — تیرے نین نرگس بناں ہے حرام
سے — مجھے — آنکھ — کے بغیر
نین مرگ تیرے ہیں ہور سو کے شاخ — چند الکھ ترا ہے سو ہور لٹ غمام
آنکھ ہرن — اور خط سرمہ — اور زلف
اپس زلف تاراں سکے تیں نا ہلا — ہوے ہیں جگت جیو پنکھی اس سوں رام
اپنی — دنیا کے دلوں کے پرند

نوں خسرو ہے شیریں بچن ہیں تیرے سنیر بانیں ہے فنر ہاد ایسا کلام
(سفیا) نہیں

نبیؐ صدقے قطبا کوں جم عیش ہے
کو ہمیشہ
مدد ہیں اُسے آٹھ ہور چار امام
اور

(۱۸۰)

رین چندنی میں سائیں سوں پیو جام سجن من ہات لینے میں ہے آرام
رات چاندنی کے ساتھ پیو کا دل ہاتھ میں

کرو روشن انداں شمع چھب کوں ۱۳۳۰ کہ راکھے ہیں پیا منج بزم میں (جام)

پیا بن کیوں گمے نس منجکوں ساری موہن مکھ تھے یہ لیوں سکھ جب وام
کے بغیر گذرے رات مجھکو کے چہرے سے

پیا گل باہنہ دے کنٹھ لار ہوں گی بلا کر میں کھلاوں نُص بادام
کے گلے

سو اس نس نین ناکھولوں کہ ہوی صبح پیا کے ناؤں بن نا لیو کوئی نام
رات آنکھ نہ نام کے بغیر نہ

موہن مکھ چند ہور سکیاں ہیں تارے ہمن دل مرغ ہور پیو زلف اُس دام
کا چہرہ چاند اور ہمارا اور پیا کی اس کے لئے

نبی صدقے محمد قطب شہ جم
ہمیشہ
پریم پیالے پیوے نت صبح ہور شام
محبت کے

# ردیف ن

(۱۸۱)

ساقیا آ شرابِ ناب کہاں
چھند کے پیالے میں آفتاب کہاں

عاشقاں منگتے ہیں سماع کرن
چھند گانے کہاں رباب کہاں

مد کے پیالیاں کا دور پھرتا ہے
نقلِ مد کا کہاں کباب کہاں

او کنول مکھ ہیں نیس ہے سینور
اُس کے انگے تنک سراب کہاں

سو کہ دیکھو گے ہیں ساجن کوں
ولے میرے نین کوں خواب کہاں

نیند کی ہے خماری نیناں میں
او کنول مکھ دھوویں گلاب کہاں

صبح کے بن لے پھول کھلے ہیں
شُرب کا وقت ہے شراب کہاں

پردے میں کیوں چھپے گا او جھل کاں
سور کے نور او پر نقاب کہاں

سکی مجلس شہاں سنوارے ہیں
مجلس قطب کامیاب کہاں

(۱۸۲)

منگیا جو توبہ کے تیں میں صبح استخارہ کروں
چاہا ـ لئے ـ (میں)
ہنگام توبہ توڑن آیا کیا میں چارہ کروں
توڑنے کا

درست بات کتا ہوں نہ جاسے منجہ تے دیکھیا
کہتا ـ مجھ سے نہ دیکھا جاسکے
شراب پیوں حریفاں و میں نظارہ کروں
اور

سجن کے مکھ تھے کھلے ہیں امید پھول مرے
سے
دندرے کے سر کوں چھپر پر پچھاڑ پارہ کروں
دشمن

شراب خانے کا مسکیں ہوں دیکھ مستی میں
کہ لاڑا نبر پہ کروں حکم تل سو تارہ کروں
آسمان ـ کے ماتحت (کو)

جو منج میں نیں اہیں پرہیزگاری کے کاماں
مجھ میں نہیں ہیں
شراب خور کوں اہانت سوں کیوں اشارہ کروں

پھولاں کے تخت پہ بیلاؤ میرے سلطاں کوں
بٹھاؤ ـ ۱۳۵۰
سنبل سمن کوں گلے ہانس کر سنگارہ کروں
کی ہنسلی بناکر

(۱۸۳)

پیا تج آشنا ہوں میں توں بیگانا نکر منج کوں
تیرا ـ نہ کر مجھے
رتی تیں یک رتی تج یاد بن توں نا بسر منج کوں
رہتی نہیں ـ گھڑی یالمحہ ـ تیری کے بغیر ـ نہ بھول مجھے

ترے پگ تل رکھی ہوں سیس ازل دن تھے ابد لگ بھی

پاؤں تلے سر سے تک

عجب کیا ہے جو جنت سر پہ بھیں دھریں ساتو انبر منجکوں

زمین پر رکھیں ساتوں آسمان میرے سامنے

جہاں توں واں ہوں ہیں پیارے منجے کیا کام ہے کس سوں

وہاں مجھے کسی سے

نہ بت خانہ کا منج پروا نہ مسجد کا خبر منج کوں

مجھے

جنت ہور دوزخ ہور اعراف کچ نیں ہے مرے لیکھے

اور کچھ نہیں اور قسمت میں

جدھر توں واں مرا جنت جدھر نیں واں سقر منج کوں

تو تو نہیں میرے لئے

جنت کوں ہور دوزخ کوں سو مسجد بت خانہ کیا

اور

کسے نا جانوں ہیں معلوم نیں کوئی تج بغیر منج کوں

نہیں تیرے بغیر مجھے

ترے نینہہ مد کا ہیں سرمست ہو متوال ہوں پیاری

شراب عشق

کہ اس مد باج نا چڑسیں بھی ہور مد کا اثر منج کوں

شراب کے بغیر نہ چڑھ سکے پھر دوسری شراب

نبی صدقے قطب شہ کوں نہیں آدھار کا حاجت

کہ دو نو جگ منے آدھار ہے خیر البشر منج کوں

عالم میں سہارا مجھے

(۱۸۴)

نکی آ پھول اُچھالیں ہور سٹیں مدنہہ ساغر میں
سورج کی کھول کر کھڑکی سٹیں نو طرح انبر میں

اگر لشکر لے آوے غم جھگڑنے عاشقاں کے سھم
ہمن ہور ساقی ہو ہمدم سٹیں گے شور اس گھر میں

سٹیں گے لال مد میانے پرت کے خوے کا گلاب
پون خوش باس ہووے تیوں سٹیں سکر کوں مجمر میں

جو ہے تج ہات میں تا تاں بجا مطرب خوشی تا تا
خوشیاں سینے لویں لاگاں انند ہور عیش ہے ستر میں

صبا توں باٹ دکھلا ٹک ہمارے یار کے گھر کی
کہ شاید آوے وو لالن یکایک عیسیٰ منظر میں

کتک کرنے بڑی یا تاں کتک کرتے خرافا تاں
چل آواں واولے جاویں کہ ہے سب حکم داور میں

اگر جنت توں منگتا ہی تو آ مہخانے میں منج سوں
کہ خم نزدیک تھے میلیں او ڈیاں خوش حوض کوثر میں

رتن قطبا کے ہیں نرمولاں نہیں کس شہر میں مول اس
لیکر آووں جو بکھرا ہووے اُس کا شہر حیدر میں

(بکری. خریدی) حیدرآباد

---

(۱۸۵)

باغ میں آکہ بھنور پھول سوں کہیا یو بچن | نازکم کر کے کھِلے پھول بہت تیرے نمن

پھول ہنس کر کہیا سچ نار ٹھسوں ولے | عاشقاں نا کہیں معشوق کوں یوں سخت بچن

گر ہوس ہے تجے اُس لعل پیالے تھی شراب | پلک کے انیاں سینتے بیند توں مانیک رتن

حشر لگ باس محبت کی نہ آسے اُس کوں | جن پیشانی سینتیں جھاڑیا نہیں میخانے انگن

بہشت کے باغ میں گل باد کے ات لطف سیتے | لٹ سنبل کا سو بکھریا ہے سحر کا پون

ہوں کہیا جم کے تخت کوں کہ ترا جام کہاں | جواب دیتا کہ توں چپ ہو گئے لے ایسے قرن

عشق کی بات نہیں او جو زباں میں اُس کی | ساقیا آکہ پیالا دے کہ بس کر یو بین

قطب کے صبر سو انجھواں دئے دریا کوں اُبھک

کیا کروں عشق نہیں دیتا ہے یو بات چھپن

(۱۸۶)

کہاں ہے چھانو شاہی ہر یک پنکھی کرے پنکھ میں
ہما کے پر میں ہے اے مرتبا سارے طیوراں میں

یہ

ہمن شوقاں کے آہاں کے جوتا ہیں بھریا ہے دھن
نہیں کس یاں میں او تازگی ہور رس طنبوراں میں

عورت

تیر وہ اور

پلک پر میں پلک مارے تلک سو دل چورانے میں
نہیں دیکھیا ہوں اے پنکی کسی نیناں کے چوراں میں

شہ چرانے

یہ انکھوں

نبی صدقے قطب کے شعر کی بحراں میں ہے بازی
اگرچہ شاعراں باندے ہیں شعراں لے بحوراں میں

کئی

(۱۸۷)

سکیاں جیواں چرانے اپ نوی ترزاں نپایاں ہیں
چراکر عاشقاں کے جیو لٹاں میں لے چھپایاں ہیں

دل نئی طرز

دل زلفوں

جو کہتے آج لگ جگ میں نہیں کوئی جیو کوں دیکھے کر
تک روح
سو مج انکھیاں دیکھ ادھراں دو بھتے جیو آں پایا ہیں
میری ہونٹ اُس سے
جو جگ عشاق عاشق اس لباں کے ہو دئیے جیواں
دل ۱۳۸۰
سو جا نیازاں ہر عاشق کر اچھوں پیار پا نپایا ہیں
اب تک
جو توں کھا اپ نمک لبکے بدل بوسے لیں جیو عاشق
اپنے
بدل بوسے جیواں لیکر نہ دے بوسے تپایاں ہیں
دل
عجب دغا دے دروغاں ہو دغا دیں عشق بازاں کوں
یکس میں ایک لا دعوی جو پچ نس دن چپائیاں ہیں
رات
سہیلیاں پی سرنگ پیالے دھڑیاں دت جھلنے کیاں لاکر
شراب کے دانت کی
نوے چاندا ...... نس میں سو دن سوراں دیپایاں ہیں
رات سورج چمکا
نبی صدقے فواد یاں، تاریاں نوے شیویاں کے نو قصے
نئے شیووں نئے
نول قطبا سو کہنے وو نپایاں سو نپایاں ہیں
نئے سے وہ

(۱۸۸)

ترے گل گال تھے اے دھن ہوے میرے نین گلشن
سے / عورت / آنکھ
سو پتلیاں بھونرے ہو پھر تیاں دیکھت او من گلشن

وہ دل کو گم کرنیوالا
سکل گلزار کے پھولاں کوں مانند تیرے مکھ کے کر
سب
لگے مرغولتے بلبل مرے جیو کے بھرن گلشن

دل
کھیا پھل غنچہ دھن تیرا دہن ہی کر خوش ہو کیئے
سراہنے تھے دہن میرا ہوا تیرا دہن گلشن
سراہنے سے

جو لے ہت آرسی پیاری دکھن تیں آپنا مکھ تو
دیکھنے کے لئے
ہوا ہے سر بسر زل ترے درپن کا تن گلشن

دِسے یوں پاچ رنگی پاپ ہیں زنناں سوں تن دھن کا
نظر آئے
ہمن پایا ہیں سہتا تیوں سہے دوں تن رتن گلشن
اس طرح

سرگ بن کا نہال ہے کہ کہے ناری کوں دیکھ نیناں
باغ جنت

لٹکتی جب جو ہنس ہنس کر تو ہوئے منج گھر انگن گلشن ۱۳۹۰
ناز سے چلتی

میرا
نبیؐ صدقے قطب شہ آج یو بھیداں عجب دیکھیا

یہ
جو کھلیا وصن کے نیناں تھے طرف چار و گگن گلشن
چاروں

(۱۸۹)

پیارے گرچہ میں تج بن نہیں تل رہنے سکتی ہوں
تیرے بغیر لمحہ

ولے لوگاں کے ڈرتے بھی اپس تیں کوں بند رکھتی ہوں
سے خود کو مقید

چھپی چوری کدہیں مد میں یکٹ پاتی ہوں تو کیں تج
کبھی اکیلا کہیں تجھ

تو دیکھ تج مست ہو جیوں مورا پس میں اپ ٹھمکتی ہوں
مور خود ہی آپ

دیکھ کر تجھکو
لگی تھی میں انا چینتی گلے تج پھول سوں یک دن

سے تیرے
تدہاں تھے سرتھے پاواں لک اجھوں خوشبو مہکتی ہوں
تب سے پھر سے پاؤں تک اب تک

مرا بس ہوے تو الٹ پٹ ہو تج تیں جیو دینے ہیں
تیرے ہاتھ دل

کہ فرصت نیں کروں کیا فکر اس غصہ تھے بکتی ہوں
نہیں

تسوں میں بات کرتی تو تھی دوتن ہیٹ سوں اس تھے
سے

نہ تیا چھانوں کوں اپنے کھڑی جا گا دیکھتی ہوں
تجھ سے غیر۔رقیب قریب سے

پھر وسہ کیا جائے

دوتن کے جھوٹ کوں سچ مانتا توں یو تو واجب نیں
نہیں

دو کیوں کے جھوٹ آج کوں بری جا اس ہٹکتی ہوں
رقیب اس طرح وہ کیسے

قطب شہ مست ہوں اس وقت پر تو ان بخش ہو مجکو
تجھ

نہ جانوں کیا کتی ہوں میں نہ جانوں کیا پھر کتی ہوں
کہتی

(۱۹۰)

کوپ سوں آئے ہیں شہ میرے انگن | چند من جھمکتا او مکھ سمن
غصہ سے

کیا ہوا ہے سہو سائیں منج تھے کو | ناز چھند سوں کی لگی لالن بسن ۱۴۰۰
مجھ سے کہو | چاند کی طرح وہ سے کیوں زبان

سب سہیلیاں میرے ستر ناٹا دیاں ۔ نا ہو سے منج تھے کدہیں ابال پن

طعنہ ۔ نہ ہوسکے تجھ سے کبھی یہ بچپن

ایک چت سو پیو کوں لوجھی ہوں ہیں ۔ لائی ہوں پیو پنتھ میں تو دیوے نین

دل سے کو ۔ پیا کی راہ چراغ

مصطفےٰ صدقے علی قطبا سینتی

سے

او پری ہور اری شہ پر نور تن

وہ اور

(۱۹۱)

پرت دعوے وتن کرتی سہیلیاں ۔ ولے ہرگز نہ بوجھے عشق باتاں

محبت کے غیر

جسے روں روں میں بھریا عشق مستی ۔ تو اس کوں نیہ کی پنتھ میں سراناں

روئیں روئیں بھری ہے (کی) ۔ عشق راہ سراہنا

بہو چنچل چپل گن گیان گائیں ۔ کہ تا پیو کے ادھر تج دیو جاماں

ہونٹ سے تجھے جام

جوبن دے کر پیا چت سو ملا چت ۔ کہ دیوے تج سجن اپ حسن رنگاں

پیا کو دل سے دل ۔ تجھے اپنے (کے)

نبی صدقے قطب من پھول کھلیا

(کے) دل کا کھلا

تو چوندھر سب مہکتا جیو باساں

چاروں طرف دل کی خوشبوئیں

(۱۹۲)

نھنا جیو باندی ہو تیرے میا سوں — کہ بیچا کیا دل مراج اداسوں
چھوٹا دل باندی — بیچا (گیا)

بہوت دھات سیتی بھلائی سجن کوں — کہ پیوں ادھر کا پیالا صفا سوں ۱۴۱۰
بہلائی — ہونٹ

سکل شد بد کھوی ساجن پرت ہیں — او دیکھ شمع پر بھولی ہوں نت جیا سوں
سب — اُس

عشق کا بچھوڑا نکہ مار یا ہے منجکوں — اتار و اپ ادھراں کے دار و میا سوں

نبی صدقے قطبا کی ہو نیہ کی تاتی

تو پائی اُن و صل نس دن جا سوں
اُنکا رات

(۱۹۳)

پیارو پیں نین ماتے اہیں — سجن کے نین ہیں بھلاتے اہیں
کے چہرہ — آنکھیں متوالی

سورج نمنے جب ..... نکلے — چندر تارے اس سوں ڈپاتے اہیں
سورج کی طرح — چاند — سے چمکاتے

او نازوک قد سرو جب ڈولتا — تو چمناں کے پھولاں سہاتے اہیں
ڈولتا — چمن — زیب دیتے ہیں

اجت کے کرن سے روما لاں کیتیں — چندر دیکھ کے خوباں اُڑاتے اہیں

چاند جیسے چہرے

پرم کی رنجھا اَربسے ہنس ہنس — کلیاں نیہہ کی سب کھلاتے اہیں

عشق

محبت

پیاری سو مُہتر پرم دیکھ کر — سکی من سوں اپ من ملاتے اہیں

کے دل سے اپنا دل

محبت

قطب شاہ کی سیج سنگرام پر

بستر وصل

۱۲۲۰

نول مل کر دو تن رجھاتے اہیں

نئی رقیب شرماتے ہیں

(۱۹۴)

یک چھن خبر کر اے صبا موہن ہندستان کوں

میرے ہندوئے

اپ زلف کے جنگل منے ہلجائے مینج نادان کوں

اپنے میں پھانسے مجھ کو

مو درد مند عشق کوں ہرگز دوا کرتا کیا

کبھی مجھ

گر پوچھے مینج کیا کام ہوے تج حسن کے رجحان کوں

تج شکرّ ایسے بول تھے نرخ شکر سب کم ہوا

تیرے جیسے سے

شہر بدخشاں میں نواروں لعل ادھر کے دان کوں

جب نغمہ داؤدنوں گاوے سو نہہ کے بن منے
عشق ہمل
سن کو ملاں الحان تج سجدا کریں قرمان کوں
تیرا
اغیار سیتی بولیئے کیوں بات منج جیو انس کا
میرے دل کی محبت
یک تل کی صحبت میں پیا بسرے ہمن پیمان کوں
لمحہ
رنگ محبت نا دیکھیا یو مکھ میں تجنا میں چھپیا
دیکھیا
کیسے دعا و سحر سوں اپنا کروں جانان کوں
سے
شعر معانی پر سدا کرنے نبی صدقے سماع
اس یاد سوں یک دو قدح ساقی پلا خاقان کوں
سے

(۱۹۵)

بھلیا بھنوا دنمنے جیو ہبر اشکر نسان سوں
بھولا بچہ کی طرح دل سے
کہ جیوں بلجے مگس کے پر محبت شہد اساں سوں
جس طرح پھنسے ڈھیر سے
کتا پر مار یا اس تے کہ مت پاودں خلاصی میں
کتنا
مگر دیوے خلاصی تجکا پنے نہہ کے ہاتاں سوں
تجھے محبت ہاتھ

خیالاں کے سو پھانسیاں سوں دیکھیا ہوں دل میں نینہہ کا ۔ ۱۴۳۰ ۔ سعادت کا سو حاصل اس کہ او پڑ پیچ تاواں سوں

محبت

نہیں ہے کچ اے جیو گرنا بوجھی اس پیچ کوں دو جگ میں ۔ اگر بوجھے تو پوچھ ہور سوجھے علم جاناں سوں

نشگافین کی جو ہیرے مو مو کوں پیوین کیچ نہیں ۔ ازل تھے خاک ہیریاں کوں گھڑے ہیں عشق فرماں سوں

سے

ترنگ نینہہ چڑکر آج جولاں دیو میداں میں ۔ کہ کھیلو ڈاو ایک تم داو سنتی اپنے منتاں سوں

لئے جب ناؤں ڈاواں کا گئے ہم بھاگ گردن تھے ۔ کہ دل کو ہوک لگیا ہے تمارے ہات چوگاں سوں

تمہارے

بہوت دن تھی تمن سوں آرزو تھا ڈاو بولوں کر ۔ ہوا جب ڈاو پر منج دید بسریا آ میں جاں سوں

بہت سے

معانی کہتے ہیں لوگاں پریشاں حال ہے تیرا

کہ لیدیا جیو میرا باز اس زلف پریشاں سوں

(۱۹۶)

کجل آنکھ کا علم پکڑیا ہے روں روں ۔ دوروں روں کا طرا لایا ہے گردوں

جے کوئی ایک روں طرارا کھے آپ سر ۔ کہ ہووے سب شہاں میں جیوں فریدوں

جو طرہ اپنے مثل

فلک پر کا دیا نی شعلہ جاوے | کہ اُس شعلہ کے انگے کیا ہے جیحوں
مقابل

بھٹی کی پھوکنیاں پھو کیا ہوں دل سوں ۔۴۴۰ | اُسی تے ہیں تیرے نیناں پُر افسوں
سے

منتر پڑ راکھ پر چونڈھرتے ہیں | عجب ہے پے نہ بوجے راکھ مضمون
یہ

تمن نوراں تھے ہے پے نور حوراں | تمارے نور تھے جنت ہے موزوں
سے | سے

تراوے آس کے پانی ہیں منجکوں | کہ غم دا اٹیا مگر میٹی لے میچوں
مجھے

دنیا کا باٹ منجکوں دور دِستا | خوشی سوں پی تو یک دو پیالے گلگوں
نظر آتا | سے

ہمارا عشق ہنستا عاشقاں پر | نہ بوجھے عشق مو لیلے و مجنوں
میرا

تری سبزی تے دمنتے سبزورقاں | گلالی رنگ مے چوتا ہے اجنوں
سے | ٹپکتا | اب تک

معانی کے بچن تے پیچ نا بات
سے

دِسے سب شعر میں میٹھائی افزوں
نظر آئے

(۱۹۷)

وو نازک نار کی جھمکار سنتیں کرتی ہے بے دیں

سے  وہ

کہ اس جیوتاں کی جھلکاراں سوں باندے دل منے آئیں

سے

میں

تمن مکھ روشنی شاباں سورج چند دیتے ہیں تاواں

بچارے تارے دیسے کاں تمن نور انگے ایسائیں

نظر آئے  کہاں  آگے

ہمارا قصہ ہے شیریں کرو ہم قصہ پر تحسیں

۱۴۵۰

کہ کہتے خسرو شیریں ہمن آنگے نہیں شیریں

ہمارے آگے

لکھیا تج ناؤں دل میں جب ہوا مقصود جیو کاتب

تیرا نام

ندھاں تھے شعر میرا سب ہوا ہے گوہر رنگیں

سے  تب

محبت پنتھ کوں جو کر نوار یا آپ کوں تو پر

تجھ

لیجاؤ تم خضر ہو کر منجے اس کعبہ کے تائیں

نبی کی بندگی لوڑیا صفاں سب کفر کیاں توڑیا

عشق کے صدر اُپر جوڑیا تکیا بہو عزت و تمکیں

رقیباں میری باتاں کے کریں کوتوال کوں آ کہہ

مو دل بیٹھا ہے شاہنشہ دسوں تو جوت سوں پرویں

نین اُس کے ہیں دو نرگس بھویں کانٹے اسے چوندس

وو کانٹے کا چوبے نا بس کلیاں وستیاں ہیں جوں نسترس

معانی ہے گنہ گار رکھیں یارب آپ آدھارا

رکھیا سر تیرے دربار آ کریں اُس کا دعا آمیں

(۱۹۸)

نین کی بنداں تھے جو تا ہے شراب ارغواں

لعل تیرے کھاتھے یاقوت کا پیالا پلا

غم کے کپڑے پھاڑ سٹ کریں ہوا سر تھے جواں

نقل اُدھر کا سکہ ہے ہنج جیو پر اے دلستاں

سام سیس اس بھنواں کا چپک اُچانے نا سکے — منج اُپر کیوں کھینچتے ہیں غصے سوں زوریں کماں

زور سے

میں بجانوں ہشت جنت میں تموں کس جنت کی حور — ۱۲۶۰ کافر و مومن کریں تج دیکھ کر جیوں فغاں

دل سے

تیری میٹھی بات تھے پیچی شکر دو جگ منے — تو جہاں ہیں ارل جو چاو سوں بکا تا ہے رواں

سے پیدا ہو — میں

تاب دوری کا بہوت میرے اوپر کرتا ہے زور — شربت اس قند کا چکا واں دھر تھے منج دہاں

اپنے ہونٹ سے

تیرے کہتے بن جے کوئی ہنگامہ میں کہنے پڑے — بہو عجب ہے اے کہ نیں ہوتا ہے گنگ اُس کا زباں

یہ نہیں

کرتے ہیں باتاں خیالاں سوں ہمیں تمناں سنگات — میں کہا ہور تم کہا جھوٹے کریں لوگاں گماں

ہم تمہارے — اور

اے معانی تیرے رازاں تھی ہوتے آگاہ سب

سے

تاج توں رکھ سر اوپر اہے اماماں کا نشاں

وہ

(۱۹۹)

عشق بازاں ہیں او نین جو خمار اچھیں — ساقیا پھاڑ و ورق غم کا کہ سرشار اچھیں

وہ آنکھیں ہیں — رہیں

بول آن بول کے چلتے ہیں ہمن سینتی پیا — پھر ہم پر نہ کریں پیو وے ہم یار اچھیں

ہم سے

چندا سورج گال او پر دیسے جھن کا چھاؤں
چاند (جیسے) نظر آئے
ابر سوں اس کوں برابر نہ کریں عار اچھیں
سے سمجھیں

تمہارے نین سیاہی منے ہے نیر جیون
آنکھ کی میں آب حیات
اس تھے اس چشمے میں الیاس و خضر یار اچھیں
اسلئے

جن جنم ناں بند و تبخانہ کے لوگاں منجکوں
جنیو نہ باندھو
میری گردن میں کرن کے زنار اچھیں ۱۴۷۰

برہ تیزاب کا تردار بہوت تیز اہے
فراق کے
ڈر نہیں منجکوں سپر منے جو دو لدار اچھیں

کیوں کروں چاند سورج تار یا سوں تشبیہ تمن
سے تشبیہ
دم بدم چرخ تمن حسن پہ ایثار اچھیں
تمہارے

میرے درداں کا دوا ہے تمہاری دست سینتی
نظر سے
سو حکیم آویں تو اس کام میں بیکار اچھیں (۱۰۰)

نجانوں کس گھڑی کیتے ہیں معانی پہ نظر
کرتے
اس کے دل میانے علیؑ مہر کا گلزار اچھیں
میں رہے

(۲۰۰)

پیرت کے ڈاداں کھیلنے تج سوں کدیں نا ہار سوں
محبت تجھ سے کبھی نہ ہارسکوں
تن میں رکھوں کیا کام جیو جو عشق پر نا دار سوں
کس کام کے لیئے دل نہ وارسکوں

جوں منج بسرتے ہیں تمیں تم نا بسر نتے ہیں
جس طرح مجھے بھولتے تمکو نہ بھول ہم

ہمنا تمن بن نا گیں جا تا بہوت دشوار سوں
ہمکو تمہارے بغیر گذارا نہیں جانا بہت دشواری سے

جوں جیو سینے مل ہے تن دوں جیو منگتے تج سوں ملن
جسطرح روح سے ملا ہوا ہے جسم اسیطرح دل چاہتا ہے تجھ سے ملنا

ڈونین پیا تج دیکھن نچھڑا نہ اپ دیدار سوں
آنکھوں کو تیری دید اپنے سے

کیوں رہ سکوں تج سوں یکٹ جاتا مجے ہر تل یکٹ
تجھ سے تنہا جدا مجھے لحہ دشوار

لائے ہیں چوڑے اجوٹ تم آپ لنے پڑار سوں
وارنے کیلئے

داٹے نہ دن صاوے منجے پانی نہ ان بھاوے منجے
مجھے کھانا مجھے

یک تل برس جاوے مجے کیا پوچھے تکرار سوں
ایک لحہ برس کی طرح گذرے مجھ پر پوچھتے ہو بار بار

جب تھے جگت میں آئیا جو جیو منگیا سو پائیا
سے دنیا آیا دل چاہا پایا ۱۴۸۰

ڈورا ذکر کا لائیا ہیں حیدر کرار سوں
ڈوری تسبیح لایا

جب لگ ہے تن میانے جیا تب لگ ہو تج سوں پیا
تک میں روح تک تیرے ساتھ

قطبا جیا دل باندیا حضرت نبی دربار سوں
جی سے باندھا

(۲۰۱)

پیا جوں ملے تیوں تیوں دو تن دل داغ جالی ہیں
رقیب کے دل پر جلائی

ہرا سر دو تنی کے تیں کری جوں زاغ کالی ہیں
رقیب کو مثل

پیارے آج کل آویں گے کر لے آس لارہ کر

ہر یک تل کوں قرن کر کر گسائیں باج ٹالی ہیں
لمحہ کے بغیر

جیوں ہیں جاگنے ہیں تج سیوں سپنے منے بھی تج
یاد کروں تجھے دیکھوں خواب میں تجھے ہی

جنم تج دھیان میں گھٹیا نہیں ہوں تج تھی خالی ہیں
تیرے تجھ سے

تمن بن دیس منج نس ہی تمن سوں رین منج دن ہے
تمہارے بغیر دن میرے لئے رات تمہارے ساتھ رات مجھے

کھڑی اک پانو پر جوں سرو ملنے کی اوتالی ہیں
مثل

نبی صدقے قطب کن ہیں بچن کہہ جاتی کے منکر
کے پاس

سکیاں سب گواہی ہیں تو بات کرتی دیکھی جالی ہیں

(۲۰۲)

کسا ئیں پاس میرے ہے کہ دیکھی آج سپنے میں ۔۔۔ اٹھی جب ہڑبڑا کر میں نہ دیکھی سیج اپنے میں

پیا کی چھاتی لگ کر میں ہی تھی چھپ کے چھاتی میں ۔۔۔ تماں تجھ جیو دو تن کاڑے جو مت دیکھی تجھ چھپنے میں
جہاں سے یہ رقیب نکالی

نہ پوچھوں تج پرت پیا مینے اجینت کیوں آئے گا ۔۔۔ نہ منج میں صبر تا تج مہر جاویں قرن جینے میں
تیری محبت میں

تماری سوں تمن کوں میں کہیں بھی یاد آئی تھی ۱۴۹۰ ۔۔۔ تمن جینے تھی بس دن میں ہم چند جوں کھپنے میں
تمہاری قسم تم کو کبھی ۔۔۔ تم کو یاد کرنے سے رات

نبیؐ کے صدقے رے قطبا بھریا ہے عشق کا بازار

چلے منگتا ہے سوداگر نفا کچ نیں ہے تپنے میں
نفع کچھ نہیں ہے بھاؤ کرنے میں

(۲۰۳)

پیا تج عشق کوں دیتی ہوں سُد بُد ہور جیو دل میں
اور

ہنوز یک ہوک نیں ملتا کسے بولوں تو مشکل میں
تیرے
ایک نہیں

خوشی کے انجھواں سیتی بھرائی سمدراں ساتو
آنسوؤں سے سمندر ساتوں

کہ شہ کے وصل کی دولت کرے دُر گنج حاصل میں

بھونر کالا کیا ہے جیس تیرے مکھ کمل کے تئیں

دلے اُس بھونرے تھے تیرے پیت میں ہوی لہو کا ل میں

سے محبت

ازل تھے سائیں کا دل ہور میرا دل کئے ہیں یک

سے اور

بچھڑ کر کیوں رہوں ایسے جیون پیارے تھی یک تل میں

سے دلی

نبی صدقے رین ساری دو تن جیوں شمع جلتی تھی

رات رقیب مثل

جو تارے کے نمن رہی تھی قطب شہ چاند سوں مل میں

مانند رہی سے

(۲۰۴)

اپ نیہہ کی کسوٹی پہ شہ منج کسیا نہیں
دل بات کھول کہہ کہہ کد ٹک ہنسیا نہیں

اپنی محبت مجھے کس کر نہیں دیکھا (کی) کبھی ذرا ہنسا

منج جیو منے ازل تھے ترا نیہہ یوں بسیا
س دھات بھی کسی کی جیا میں بسیا نہیں

میرے دل میں سے عشق کے دل

پلکاں کے تیر مارے جہاں سائیں ناز سوں
منج باج سینہ کرنے ہدف کوئی دھسیا نہیں

سے میرے بغیر

مُکھ یا زلف سنپولا کھسیا گاڑے عجب ... ۱۵
اس دھات کا سنپولا بھی کس پر ڈسیا نہیں

ناسک کے ناکسر کا سو دھن بھون کا بھونک — بے سد ہو کہ ٹھار اُپر تھے ٹھسیا نہیں
تاک — جگہ پر سے

دو تن جدائی پاڑنے تدبیر کی ولے — سائیں ہمارا ہم تے کدھیں بھی رُسیا نہیں
ڈالنے — سے — رنجیدہ ہوا

صدقے نبیؐ کے دیپے مرا بھاگ سور تھے
چمکے — سورج سے زیادہ

پنجتنؑ کے چرن باج قطب سر کھسیا نہیں
قدموں کے بغیر

( ۲۰۵ )

پیا کس سات جیو لائے کہ سمجے کس کوں جاتا نیں
عاشق ہوے — سمجھے — کسی — نہیں

جو آسوں پوچھنے جاد وں اُساساں بات آتا نیں
آنسوں — آہ

پیا تو شرط بولے ہیں کہ میں تج سیج آ وں گا
تیری — (پر)

ولے منج سیج آئے باج میرا دل پتیاتا نیں
میرے — (پر) — بغیر — بھروسہ کرتا

کہتے ہیں باغ میں گئے تو گنوایا جائے دکھ دل کا
کہتے

ولے مکھ باغ پیو کا دیکھے بن منج دکھ جاتا نیں
بغیر — میرا

پھولاں سب باس کے بن میں کھلے ہیں من بھلانے تیں
دل کے بہلانے کیلئے
ولے پیو باس عرق بن باس بن ہر باس بھاتا نیں

محمدؐ ناؤں دل میں رکھ محبت سوں محمدؐ توں
کا نام — سے اے محمد قلی
علیؑ کے عشق بن کچ کام بھی تجکوں سہاتا نیں
کے بغیر کچھ — پھر تجھے زیب دیتا

## ۲۰۶

سکی نیہہ کا نین مندر کیا ہیں — جیا جیو جیو کا جیو کر را کھیا ہیں
کی محبت آنکھوں کو — رکھا
جیسے روں روں مرا تج تا ہیں نس دن — ۱۵۱۰ — تجے جپتے تھے دو جگ میں جیا ہیں
یاد کرتے رواں تیرے لئے رات — تجھے یاد کرتے سے زندہ رہا
تیں جپتے ہیں باندی تیری صورت — تو تیرے نور اپر نیناں سیا ہیں
آنکھ خوب باندھی — آنکھیں
خدا جو را کھیا منج ہور تج کوں — جدائی جانتی نہیں ہوں پیا ہیں
رکھا مجھے اور تجھے — نہیں
دیا ہوں دکھ کی باتاں دکھ کے تیں — جے کچ سک کے تجن تھے سو لیا ہیں
جو کچھ
نبیؐ صدقے فنا نا جانے قطبا — محبت میں بقا پیالا پیا ہیں
(کا)

( ۲۰۷ )

اُجالا جگ منے جھمکیا جو باندے بال بھولی جوں
میں باندھی
ہوا پھر رین اندھارا بندے سو کیس کھولی جوں
رات کی تاریکی باندھے ہوے بال

لٹکتے جب چلے سودھن سکے ہیں چال ہنس کی کاں
نازنین سیکھے کہاں
بنے بن پھول سب بھرئے جو ہنس کر بات بولی جوں
ہر بن میں

منجے جب دیکھ کر سودھن دسن تل لیاے لب ویسے
مجھے دانت کے نیچے نظر آئے
دسن نابات آدھر امریت کے پانی سوں گھولی جوں
دانت مصری ہونٹ آب حیات

کرو اب عاشقاں دل گھٹ بچن معشوق کا یک نیں

وفا کے اچھراں جو تھے سو اپنے دل تے دھولی جوں
حروف سے

محمد کا محبت آ کیا ہے ٹھار منج دل میں
جگہ میرے
علی گھر بھیک منگنے تھے بھری منج دل کی جھولی جوں
سے میرے

(۲۰۸)

تج بن پیارے نیند ٹک نیناں میں منج آتی نہیں
تیرے بغیر ذرا آنکھوں میری
ریبی اندھاری ہے کٹھن تج بن کٹی جاتی نہیں ۱۵۲۰
رات تیرے بغیر

تیرا خبرا ے موہنی منج کوں کیا ہے بے خبر
مجھے
دل تجے خبر کی یاد سوں اپنے کے جلاتی نہیں
سے کیوں

ہاوے پیاوے روم روم بجتے ہیں تج یاد نت
تیری
اونا د پاویاں کا منجے کے یاد دلاتی نہیں
مجھے کیوں

کیتا صبوری میں کروں جوں مین پانی تے بچھڑ
کتنا (مچھلی) سے
توں گل سناتی ہے ولے کے منج گلے لاتی نہیں
گالی کیوں مجھے

کیتا اپس کوں ناز ہور چھند میں پوانگی اے سکی
کتنا اور
آسیج پر ل بل گمیں تج بن منجے راتی نہیں
گذاریں تیرے بغیر مجھے عیش سے گزرتی

اے دھن گھونگٹ میں ناز کے کیتا چھپا کے آپ سے
عورت　　کتنا

کی منج نین تاریاں ہیں تج مکھ چند جھمکاتی نہیں
کیوں میری آنکھوں کے تاروں　　تیرے چہرے کے چاند کو

خانا نبی صدقے قطب عاشق کہاتا ہے ترا
خاندان　　کہلاتا

اس بن یقین پہچان توں بھی کوئی تج ساتی نہیں
کے بغیر　　پھر　　تیرا ساتھی

(۲۰۹)

او لالے عشق کے دل میں ہلا کے جان سوں کرتے ہیں
سے

نجانوں اے او لالے ہم سوں کس فرماں سوں کرتے ہیں
یہ　　سے　　سے

ہمیں بیٹھے ہیں غم کشتی منے باد موافق کاں
میں　　کہاں

صبا نوں باد طالب لیا کہ جنگ طوفاں سوں کرتے ہیں
تو　　لا　　سے

سکندر کا ہے درپن ہات تج سب راز دستا ہی
تیرا　　نظر آتا

ہمارا راز جان انجان ہو باتاں سوں کرتے ہیں

بساط دنیوی ہے بڑ بڑا توں جان اے غافل

۱۵۳۰

وفا اس بِن نہیں گر عشق سوں کامان سوں کرتے ہیں

پرت گلزار میں سب بلبلاں الحاں سوں کہتے ہیں

ہوا خوش دیکھو باتاں رات دن پھولاں سوں کرتے ہیں

مرا صاحب سلیماں تخت سیارہ حشم جگ میں

غروری اپنی شاہی کی ہمن موراں سوں کرتے ہیں

ہمارے شاہ کی شاہی عجب حکمت ہے لقماں کن

پیاتے دوستاں کوں دوستی وندیاں سوں کرتے ہیں

شراب تلخ دے ساقی کہ رنگ اس تھے شفق پاوے

او تلخی کا اثر بیٹھا ہمن مستاں سوں کرتے ہیں

اس

جوانی کا عجب ہنگام ہے پھر کر نہ آوے او

کہ اس ہنگام کی خاطر بہوت درماں سوں کرتے ہیں

منجے تج عاشقاں کی بزم میں ٹھارا نہ تھا لیکن
مجھے تیرے جگہ
پرت بازی ہماری سب پرت بازاں سوں کرتے ہیں
عشق عشق

حرارت عشق کا تیر اکیا منج بے عبادت کر

جراحت پر سلابہ نازکی مژگاں سوں کرتے ہیں
سے

نکو جانی سلیمانی ہمن مرہم پری رویاں

دوا سب عاشقاں ہیں منج اپس ہاتاں سوں کرتے ہیں
ہیری اپنے

معانی نا بوجے خوبی برائی پیسم داروکی

ہزاراں شکر مو دارو اپس ہاتاں سوں کرتے ہیں
میرا علاج اپنے ہاتھوں سے

(۲۱۰)

خدا کا لے ناؤں پیت پھل کھلائیں ۱۵۴۰ تو تارے اُپر تارے بھی بار لیائیں
لیکر نام محبت کے پھول پھر پھل لائیں

یک یک بھاؤ ہے ہور یک یک رت سو مکھ شہر میانے یک یک کو جلائیں
اور ایک

سو دھن آسمانی انچل اوڑی ہے — سورج چاند رخساراں جگمگائیں
نازنین اوڑھی — وہاں

منجے ایک کر جانوں ناچار کر — منجے ڈھونڈنے جیو جوتی سو پائیں
مجھے — مجھے

صراحی ہی ناسک ادھر تنجیڑیاں — نین سوگی زرغت سوں نینہ بھرائیں
ناک ہونٹ — آنکھ (سوکے) عشق کی شراب

دوی سنبلا جگ منور کرے — پیالے سوہت سور ہو کر دپائیں
ہاتھ میں سورج

قطب نینہ کے دعوے کی کرتی تھی
کی محبت

نبی صدقے اسکوں اپنیاں آزمائیں
اب

(۲۱۱)

پتلیاں مصلی طاق بھوں اس بے نیاز کوں — احرام باندکر سو کھڑیاں ہیں نماز کوں
باندھکر کھڑی

پلکاں طواف کرتے اہیں کعبے نین کوں — تا مد عابر آوے اپیں دل کے راز کوں
کعبہ چشم کو — اپنے

ہاتاں کو دیکھ بجکتے سو جوبن کوں جیو ہے — بھٹیں نین سوں دیکھتے ہیں ہات باز کوں
ہاتھوں کو دیکھ کر پر دل — سرپتیاں کی آنکھ سے کا

باندے ہی کھیچ جوڑے میں بیاجی ابھال دھن — بند خوی بربیں بیانت نمن سرو ناز کوں ۱۵۵۰
باندھے سیاہ بادل عورت — بوند پسینہ کے کی طرح

کرتار ہر یکیں کوں دیا ہے ہر یک کام　　لاگیا ہے کام عشق کا منج عشق باز کوں
خالق ہر ایک کو ایک　　لگا
بھو منتراں سوں پالے سنپارا سو ایک ناگ　　روں روں سنپولے لبد ہے میں اس غمزہ باز کوں
بہت سے سنپیرا　　مجھ ہر روئیں میں

حضرت علی کی لے کہ درازی اہے تمام
(ہے) (کی)
صدقے نبی کے قطب کی عمر دراز کوں

(۲۱۳)

کنگی چھوٹ ہات تھے دھن کے رہی یوں سیام بالاں میں
چھوٹ کر ہاتھ سے نازنین بطرح سیاہ بالوں
کہ جوں چند راز دکرناں سوں ہل دستا ابھالاں میں
جطرح چاند سے ملکر نظر آتا ہے بادلوں

نین تپلی سیہ جوں مشک جوہر جام بھیتر یا
آنکھ کی کے اندر
جڑے ہیں جوہری نیلم پچھل لیا موتی ڈھالاں میں
لا

کریں جوں سیر پانی میں بھونگ سیاہی اپس میں آپ
آپ
دسیں تیوں عکس بالاں کے سو درپن صاف گالاں میں
نظر آتیں اسیطرح بالوں آئینہ کی طرح گالوں

گلابی لال پھانکاں دو ادھر پر وال میں وھن کے
ہونٹ
تتن جھلکار جوں دامن چمک ہیں پھول مالاں میں

پتنگ دل عاشقاں کے مل رہے جلبل کجل ہوکر
جل بل کاجل
سو تس بھیتن تو چھو کوئی جو بن نوری ہلالاں میں

پون جوں پیچ کھاڈنڈلاے صبحی ات تنک پن تھے
ہوا ڈھونڈے سے
دیسے نازک کمر تج وو خماری ڈول چالاں میں
نظر آئے تیری اُسی طرح ڈلتی چالوں

عجب کچ کھان مخفی تھے سو پرگٹ پر قطب شہ دل
سے ظاہر
کچھ
جواہر سمندراں ابلیں ہریک تانے خیالاں میں
کے سمندر

(۲۱۳)

تیری دوری تھے مرا دل کوں نہیں یک دم قرار
فراق سے
مچھلی منے تلملاں ہوتا جو لد دور توں
مچھلی کی طرح کبھی

تیری مجلس کا سو باقی پیک پریاں مست ہوئے
تلچھٹ پیکر
ہشت جنت میں تھی کس جنت کی چنچل حور توں
سے

رنبہاریاں کے نین تھی پردہ تھا تجہ نین پر — تیری دِستی تھے اُڑیا پڑا عجب دستور توں

آنکھ سے — میری — نظر سے

تج نین بجلیاں تھے بجلی سب سہیلیاں کی چھپی — سچلی دِستی ہت سُندر جیوں طور پر کا نور توں

تیری آنکھ — سے — سچی نظر آتی

سب فقیہاں مل الف تا پڑک کہتے ہے پڑو — میرے دل کے شہر کوں وایم رکھے معمور توں

(ا) (ب) پڑھ کر — پڑھو

پند گویاں تھی ہوا ہوں عاجز و بیہوش میں — میں سو عاشق با نوا و علم میں سنپور توں

سے — اور — کامل

کوئی بوجے رمز تجہ بن قطب کا

لب شکر ساقی پیالا بھر کہ ہے فغفور توں

کہ

(۲۱۴)

بھواں کی کوشکی جب تھی تمیں چڑائے کماں — سو ادر خشن ہوئے جیوں کہ رستم دستاں

سے تم چڑھائے — مثل

تماری نازکی جب اوس جیو کے باغ پڑی — چوے وو اوس تھی ہر دم شراب لعل رواں

تمہاری — دل — (میں) — ٹپکے — اُس — سے

وو باس اپنی پری مل سوں چھید تا دم دم ۱۵۰۰ — ہر بیک پھول اپس وضع سوں دکھائے کتاں

وہ — اپنی

بڑائی کرتے ہیں سب پھول اپنی باساں کی — یکایک آئی تمن پھول باس اونوں کا میاں

خوشبو — تمہاری — ان کے درمیان

تمارے چھن کے کرشمے سوں علم ہے ہر جب عالم
بغیر سحر سوں کھینچے ہیں طالباں کوں دل

تمارے نین کوں نرگس سوں کرتے لوگ تشبیہہ
کہاں بوجھیں اُنوں جھڑتا ہے اس تھی دو جہاں نوں

نماز و روزہ سوں اچھنا کہ دل میں ہے ہیر ہے
دکھاتے شیوے عجائب منج اس زماں کے بتاں

شراب صاف میں دھو کپڑے ہور غسل کیا
رقیب کے مکھ او پر توڑتا ہوں تال تتاں

کہ سات سمند من سمسکرت علم بہے
تو توڑے جیو وہ کاری کھاوے اسکے گتاں

بھولیا ہے جیو مرا اس کے تل کے خال اوپر
کہ پڑے ہیں منجے چوندھر تھے اسکے موخطاں

ہزار شکر الٰہی کا کرتا ہوں ہر دم
دیا ہے فتح کے بجتے معانی شاہ نشاں

۲۱۵

بلبلاں کرتے ہیں باتاں خوشی تھے پھولاں سوں
منج دسے تج دسے سہم ناآویں گے جاناں سوں

کر سونا رسومیں راستی کی بات کھیا ۱۵۰۰
ہنہ ترازو منے جو کھ کر کھیا ہوں تمناں سوں

مے ادھر لعل تھے منگتا ہوں پینے بہو دن تھے — کون اُودن اچھے کا پیالہ پیویں ہمناسوں

ہونٹ سے چاہتا بہت سے — وہ ہو کا — ہمارے ساتھ

تخم پیت کا ازل تھے پیرے ہیں دل میں مرے — تو تمن بات کوں جاوے کروں پلکاسوں

محبت سے بوئے — تمہاری

عشق کے باغ میں گل پا و محبت کا ہلیا — کروں اسپند لے ڈرتا ہوں اُس پاتاسوں

ہوا

آپہی آرسی کا لاف سکن در نہ کرے — تیرے ہت آرسی دکھ گم ہوا اپ ناماسوں

ہاتھ میں دیکھ کر

عشق کا بات نہ آوے کتے ہور لکھنے میں — ساقی پیالا پلا ہور رقص کرو ہمناسوں

کہنے اور — ہمارے ساتھ — اور

تمارے شہر میں بیٹھے ہیں نٹ ہو کہ ہمیں — کی نہیں کرتے تیر اندازی اپس نیناسوں

تمہارے — کیوں — اپنی آنکھوں

صبر کر رہیا ہے صبوری تھے معانی تیرا

سے

بر ہا تند ہو لطف کرو نازاسوں

فراق سخت

## ۲۱۶

جدہر دیکھوں تو دسے حسن تیرا مہر نین — کہ دل چمن میں تمارا ہی پابن جیسے سمن

نظر آئے — آنکھ میں — تمہارا خوشبو — کے

پیالہ سر تھے پیونگا رقیب کے ہت تھی — کہ مستی سر کوں چڑہا کر پھرواں نوں کے انگن

پھر سے — ہاتھ سے — آن

نھدی کے رنگ تیرے تھے جھڑیں باغ کے سیب ۱۵۹۰ تو زیب دیکھ کے یو چھوڑیا ہے آپ وطن

تو نار جھاڑ تھے پھل چننے ہات ناں اپڑے پرتیں وال ہو اقد عصا کے چننے رتن

خبر ہو بھاگ کا بھیجو نین کے حاجب سوں تماری یاد تھے جیتا ہوں سب خطا و ختن

او بت کا ناز دسے کچ ہر یک کے نیناں تل نظر ہمارا سو کچ دیکھ کر لیا ہے چمن

کرے سوال معانی تمن تھے سال بسال
کہ سوال دیو بن تو کیا کم ہوئیگا حسن ٹپن

۳۱۷

دیس آنند کا تو یاراں طرح عشرت کیتے ہیں خوش مکھاں جا کر تو بج پھل ار صحبت کیتے ہیں

گوشہ پھل جھاڑ خوب ہے اب میں جو سارا ن مست یک بکے پھل جھاڑ تل او جھاک خلوت کیتے ہیں

کام پڑیا ہے تو عاشق کوں کہ اس جنگل و باغ چندریاں ہر روز مجلس کوں عوت کیتے ہیں

آہ ایسے مناں کہ جو اپجے جگت آئے بھر سو ہمارے تائیں سو نگاں سوں فرقت کیتے ہیں

وقت او آیا کہ اس عالم میں ہت آوے پھٹ | پی شراباں کیوں کہ کانٹے سوں امت کینتے ہیں
دوست اکھو وضع مے پیناں کا کت دشمن نزیک | اس زماں میں مست اس جام محبت کینتے ہیں ۱۶۰۰
مندر باقو ناں کا نوں جانے نہال کل کلال | اس کے ناں میں مجلس صاحب مروت کینتے ہیں
تب کہ مست ہو انکھ اس لطف ازل را کیا امید | واں کہ حاضر تھا ہو میں جیو قت جنت کینتے ہیں
رکھا

پیالہ ڈھاں کیا کر معافی تا نہ لیوی نام کو
ڈھانکا
کیمیائی آن بسو کراں سوں حیلت کینتے ہیں

(۲۱۸)

میں عاشق بیباک کھیلوں عشق بن آدھار سوں | پیرت کے لا کا پڑا پن دل جیو کنوں ناوار سوں
دار سکوں
سنتی سوں تم گالی دئے ہیں بھی تو کچ کہتی ولے | یک حرف کہتی مت رسیں گر چپ پے رو نثار سوں
آ گھر مرے میں تج لکھی چپ جیو میں تج صورت بسی | لوچن میں روشن توں دسی پتلیاں جیو میں پیار سوں
پنچھی
طعام و پانی باج میں کیوں رہ سکوں تج پیار بن | مج جیو کا آہار ہے تج یاد کی آدھار سوں
میرے دل تری

مج اس ازل تھے لکھیا ہے ناداں سکیا کیا پو چھنے | میری زباں عاجز ہے تم گن بولنے تکرار سوں
(سے)

پنکھی ہزاراں جگ منے بن ٹٹ جو اڑتے ہیں و لے | تو جوت مج پر چھائی تو جگنا ہوی چو بار سوں
(پرند) (میں)

ذرے سکل جگ بھر رہیں تج عشق کیرے گرد میں
(سب دنیا میں)

۱۶۱۰

تو نور تھے ذرہ معانی ظاہر ہے انوار سوں
(تیرے) (سے)

(۲۱۹)

جداں تھی عشق بن بوجھے تداں دیکھے تج اپنے میں | سکل سُدبُد گنواں پوجے رہے تج ناؤں جپنے میں
(تیرا نام)

(اسکے بعد دیوان میں صفحات چھوٹ گئے ہیں)

# ردیف و

(۲۲۰)

پیاری کے چکر بال کوں ہیری عجائب سو | بنا مالی گنا پالی رہیا تیری عجائب سو

غباری کا خطاں ٹپر ہنے سو چشمک سوں رکھی | قلم بال سوں ہنت صنع رقم کیری عجائب سو

معلم سو ہرن آئے دکھا حرف نوا خط سوں | جگا جگ میں ہوا بحث عنبر پھیری عجائب سو

نظمی کیں ایچھنے کا معمّا سو بوجھو شیخ     کہ ہر کیں تجھے لکھ وضع شمائیری عجائب سو

ہے

سُہن بال چمن مکھ پہ لٹک تیری سنبل جھیلے     اُو تو لاں سو کھیلے پھول سنگ سیری عجائب سو

چڑہیا تیری پکار اٹھیا سو چو مدھر جیو برق     یوں منتی کجل انکھ میں چمک تیری اعجائب سو

سکل کیں بلا کھو پ بندی کوپ معانی پہ

سب بال

بچن کوپ ولا کوپ تیر دے ری عجائب سو

(۲۲۱)

کہیا کہ بوسہ سیتی ہمن تم جواں کرو     کہے پرت کی بات تمن جیو کا جیاں کرو

ہے

کہیا کہ آفتاب کرن آئی قول کوں ۱۶۲۰     کہئے کہ قول جوت سوں لکھ کراں کرو

کہیا ادھر تمارے جیون کوں جلاوتے     ہنس کر کہی یہ بات نکو تم بیاں کرو

ہونٹ   تمہارے

کہیا کہ حق پرستی کرو بت پوجن سٹو     کہیا کہ دونو بات میں ایک امتحاں کرو

کا پوجنا چھوڑو

کہیا کہ آدمی کا مروت نہیں تمن     کہے کہ بس ہے عشق تمارا نہاں کرو

تم کو

کہیا کہ عاشقاں کوں کھانے کا بھید کیا — کہئے کہ عاشقی منے گونگی زباں کرو
میں

کہیا کہ مرگلالی جلادیوے جیو کوں — کہئے ازل تھے مست ہوں تم ناسماں کرو
سے

کہیا کہ مرحمت کی نظر سوں نوازو مجھ — کہئے ہماری پنتھ منے جاں فشاں کرو
سے — راہ میں

کہیا تماری سیوا معانی کا دولت ہے
کہئے کہ تم بھی سیوا برابر شہاں کرو

(۲۲۲)

حسن بعضے دکھو ہور حسن اے محبوب دکھو — زمین اسماں تمن فرق اہے خوب دکھو
اور — کے مانند

سبحۂ دیں دکھو ہور حسن جنیم کفر دکھو — خرقۂ زہد دکھو جامۂ مشروب دکھو
اور

قصہ یوسفؑ دکھو بیرحمی یاراں دکھو ۱۶۳۰ — پیرہن باس دکھو دیدۂ یعقوبؑ دکھو

دوری دیکھو سو تماری وہمن صبر دکھو — خندۂ ناز دکھو گریۂ ایوبؑ دکھو
تمہاری — ہمارا

درد میرا دکھو درمان سو اس کر دکھو — اس غروری دکھو ہور منج مرہ جاروب دکھو
اسکی — اور میری

آب زمزم دکھو ہور اس ٹھڈی کا نیر دکھو | صافی چشمہ دکھو نائب منسوب دکھو

سرو کا قد دکھو ہور اس لٹکن چال دکھو | عشق کا آہ دکھو منج دل مجذوب دکھو

ناز کا ناز دکھو ہور انچل اس سیس دکھو | سو کے کے بھالے دکھو سینہ مطلوب دکھو

نہہ کا زہی دکھو ہور ہو دل مجنون دکھو

کوہکن دیکھو معانی دل مکتوب دکھو

(۲۲۳)

آہوان پائے خطا کی زلف مشکیں باس بو | کچ عجب ہے راز اس کی باس منتھے وار دو

منج کرے مجنون دیوانہ پیاپ نہہ سوں | بھی کیئے زنجیر زلفاں سینتی ولکوں بند او

دود کے تھنوا دہیں مونین تیلیاں چلبلیاں | تو لبد کیتی ہیں تیرے ہیتھے جو میاں سینتی خو

منتی ہیچ ناؤں کی میرے سو بیس اوپر سدا | ۱۶۴۰ تاج وافسر میں کیا اس منتی کوں کیا کینگے کو

طوف طاق کعبہ کرنے دے منجے فرصت خدا | خاک سرمہ کر دماغ اپنے کو دیوون عود بو

منج محبت اُس ترک کا ملی ہے اسکا شکار میں شکاری ہوں کھیا ابرو کماں ناندے دو

باز جنگل باگ کا سیمرغ کوں کرتا شکار

اس کے جنگل میں معانی ہے بچارا مور و مور

(۲۲۴)

مرے مذہب کی باتاں کھولکر اب کیا پو چھینگے کو ہمیں جانے و مذہب آرقیباں کیا غرض تمکو

پھولاں کی شاخ پر بیٹھا ہے بھنوا نیہہ سوں جھلتا بھریگا شہد سوں اب تو ہمن اللہ جیو کا جو

ابروں روں کا چھپایا ہے ترے مکھ سور کے اوپر او ابراں تھے جو وے مہ بند اس تھے دل کیا ہے خو

کئے بنیاد مستی کا تمن دیکھ زاہد و جاہل کروں کعبہ میں سجدہ ہر کدہر کوئی کہینگے مو

ازل تھے ہم تمن میں یاری ہے اے پری مینا عجب کیا ہے چھپا کر دیو مئے منجکوں پیالی دو

موں میں یک بات و دل میں بات یک میری نہیں عادت تمیں سنگ دیکھو انگ میرا کہ بکڑیا ہتہ کہے مدتھے بو

ہمارا عشق کا مجمر سو سر تھے روشنی پایا ۱۶۵۰ اگر ہو رعود عنبر سونگھ کر ماغاں کوں کردں خوشبو

کروں تعریف میں کس دھات سوں میوہاں کہ رنگا رنگ کا
یوں جوبن کے ملکیاں کوں لگیا ہے میوہ رنگین ہو

بہشتی میوے ارزانی ہوے ہیں اب معانی کوں
رقیباں اے برائی دیکھ کر جاتے ہیں جگ تھے محو

# ردیف ہ

(۲۲۵)

شبیہ نبی روں کا خوش تج مکھ پہ ہوا چردہ
باندھے ہیں تمہاری کا اس نین اپر پردہ

تھا حکم سلیماں کا خاتم ستیں جن اوپر
مکھ حکم ستیں حکماں دو جگ میں سدا کردہ

نور نبوی مکھ پر تیرے سوا دیتا ہے
دانش کی نظر میں ہے اس نور تھے پروردہ

بے دانہ و پانی تھے آدم اچھے کیوں زندہ
مکھ دانہ ازل تھے سچ منج جیو میں آوردہ

دائے او پر انچل کا دو جھل کرے ہے نہ کا
کیوں جاؤں چراچر نے دو دم ہے گستردہ

اس دانہ کے تئیں میرا دل دانہ ہوا چھتنے
دے خمس وہ دانہ کا مونیر خضر خوردہ

تج عشق کے پنہاں ہیں مکین معانی ہر

باجوت نین منج پرتاو بسوں کروہ

(۲۲۶)

تمن روشنی بن ہمن روشنی ناہ ۔ ۱۶۶ ۔ تو دیدار بن سبھی دیدار ہیں کاہ
تمہاری — تیرے

سبھی جھاڑ کوں پت جھڑی باو آیا — چکر کھانس پر ہی نظر تو دسوں شاہ

تمن خیال سیتی ہمیں خیال باندھے — رقیباں بو جھیں یے با آہ ہی آہ
تمہارے سے — یہ

نمازاں کروں رات دن ملنے کیا ہیں — ہوا منجکوں روزی ذوالحمد للہ
کی

اندھارے کے بادل منجے بڑی جو پہر — خدایا تو بھیجیں ہمن باد دلخواہ

کتا صبر فریاد کر چپ نرہ توں — کروں آہ آہاں توں نہیں ہوتا آگاہ

ہوا بیقرار آہ آہاں تے میں اب — نظر بامنج اوپر سونگا کہ جیوں ماہ
سے — ڈال مجھ پر نظر ہونگا

کریگا اگر یاد وو منج دکھی کوں — کروں یاد اگر کس کوں استغفر اللہ
وہ — کسی

معانی ہے عاجز تری خدمتاں میں
نہیں سُدبُد اسکوں توں کر سب تھے آگاہ

(۲۲۷)

نیناں کے بند میں ہلجیا ہوں کن نہیں ہے آگاہ
نا بوجھ سک کہتے منجکوں دیوانہ گمراہ

نیہہ کھرگ دھار اوپر چلنا بہوت ہے مشکل ۱۶۷۰
چل نا سک اس کے اوپر کھوئی ہیں سب اپنی راہ

پیار عشق کا ہو کر نیہہ صف میں ڈرتا ہوں
ہے مدعا یہ میرا سجدا کروں وو درگاہ

لکھ پھول آسماں میں دستے ہیں تارے جوہر
اپ کام میں ہیں پھرتے نہیں کس تھے کوئی آگاہ

ہیں مات تیرے جسم انگے کیقباد و رستم
چیرے بندے ہیں تیرے ہمکوں رکھ اپنے دلخواہ

کن لکھ سکے حساب تیری صفت کے یارب
منشی نبوجھیں انشا قلماں ہوے ہیں جیون کاہ

کافر کہو منجے کوئی یا زاہد و مسلماں
احرام باندیا اس کا نا سوجے ہور درگاہ

تج نیہہ صور کوں جھارن کوئی جگت میں (؟)
یک رنگ ہوے سو جھاڑے تو دیسے سب میں جلوہ

ترکیب ہے ہماری ترکیب لے ترا کیب — ٹک نوش دار و بھیجو ترکیب ہو و یگا دشاہ
(بہت)

میں طفل ہو تمہارے مکتب تھے علم بوجھیا — تو دیویں عالماں سب شاباشی منجکوں گہ گاہ
(سے)

یہ سرفرازی بس ہے دو جگ منے معانی
(یہ ۔ میں)

منج سیس پر لکھیا ہے اسم محمد اللہ
(میرے سر)

(۲۲۸)

رکھے ہے منجے گوشہ میں اپنے دلخواہ — ۱۶۸۰ ہزاراں شکر کرتا ہوں تا سحر گاہ

ہمن بزم میں نہیں ہے شیشہ کا حاجت — کہ دل شیشہ کرتا ہے قلقل شہنشاہ
(ہماری)

کیا ابتدا ظلم تم حسن کا اب — منج اس ظلم تھے اپ پنہ میں رکھا اللہ
(سے اپنی پناہ)

اٹھیا باد چو ندھر تھے تج عشق کا یو — گئے ذرہ اوڑ میں رہیا ذرہ درگاہ
(سے)

ہمن کوں ہے بتخانہ او خال ہندو — کروں سجدہ اسکوں دکھاوے منجے راہ
(وہ)

نھنے پن تھے رکھیا ہوں تج در پر سر — کہ پایا ہوں دولت اسی تھے گمیں گاہ
(بچپن سے ۔ سے)

معانی گنہگار ہے بخش یارب

بندیا دل ترے مہر سوں توں ہی آگاہ
باندھا

(۲۲۹)

عشق گھر میں کرے اپ آشیانہ — سچیں تجکو سہاتا ہے اسے خانہ
اپنا — سچا

ہنسی میٹھائی سیتی دل بہلائی — نہو جے کن کجل انکھ رکھے دانہ
سے

تمن باساں سینی پنکھی ہوائیں — نہ لے گی بوج بلبل منج فسانہ
سے

چڑیا ہونٹاں کی مسی کا اثر منج — اے مستی نیں ہے کس خمار خانہ ۱۶۹۰
چڑھا مجھ پر — نہیں یہ

دیکھوں جب آس سوں ہوے آہ پردہ — ہوا ہوں اس تھی میں سرتھی دِوانہ
سے پھر سے

سُنا روپے کی چوری میں بچانوں — چُراتا ہوں اودیا قوت خزانہ
سونا روپیہ — وہ

ترنگ تج ناز رستم نا سکے چڑ — تین تیز آب سوں کرتے نشانہ

کشش بیڑی اپر کن چل سکیگا — ہزاراں لرزہ ہی اس کار خانہ

فلک قلاب سوں باندھیا ہے ہیٹری

معانی تو دے سے شاہ یگانہ
اسی لئے نظر دے

(۲۳۰)

میں دعایاں پڑوں کیتا نکرے منجکوں نگاہ
ٹیلا پیشانی پہ لاجاؤوں گا اس کی درگاہ

مے ہے مجلس منے کن لاف صبوری مارے
اسے عاقل نہ گنو تم وو ہے سب میں تباہ

نور ہو قد کے بچن بولتے صحبت میں تیج
جل نکلتا ہے دھنواں تج تھے سحرگاہ پگاہ

عرضہ کرنے کوں پھولاں کن تھی صبا آوے یاد
کیمیا دشٹ کرو تا دھریں سر پر سب شاہ

پگ ہیں نازک ترے ہور ناز کا رفتار ہے
سروبک پاپہ کھڑا ہے کہ ہمن بخشو گناہ

مستی سوں جب ..... بگڑی بھنواں اوپر کج
میں دعا کرتا ہوں یا رب کر رکھ اس اپنی پناہ

پکڑے اغیار نپٹ اب تو معانی دنبال
صبر گز ریگا تو ہشیار ہمیں مار ینگے آہ

# ردیف ی

(۲۳۱)

سہیلی کہی یوں کہ تج نیہہ تھی بالی　　سو مدمست ہو ملنے کی ہوی اوتالی
تیری محبت　　ہوکر　کیلئے　جلد باز، مشتاق

مدن بان سانڈے پاکاں تھے چھند سوں　　کہ جیوں ہرن پر سرک زلف کھالی
سے عشوہ سے　تیر مارے　　دلوں کے

پیا بن برہ دکھ ستاوے سدا منجہ　　پیا سوں ملاوے سو دھن منج جو آلی
کے بغیر فراق　ستاوے　مجھکو　　نازنیں　مجھے

سجن کے درس تیں ہمن تیں پیاسے　　دکھا کر پیا کوں سگھڑ منج سنبھالی
درشن کیلئے　ہم　　دکھا　مجھے

مرے دل میں نس دن تھے یہ پند بستا　　کہ شہ کے چرن تھے نہوؤں نرالی
رات　سے　　قدم　سے　جدا

سہیلی توں خاطر پیا کا پکڑ کر　　سجن کے خیالاں ہے سب لاوبالی

نبی صدقے قطبا کی پیاری ہو سر سوں
شروع سے
جوبن نادنارنج چولی میں کھالی

---

(۲۳۲)

نہ بچھڑوں سائیں تھے یک تل سہیلی ۱۷۱۰ پیا کی رنگ سوں ہیں ہوں بکیلی
لمحہ سے / سے اکیلی

سدا پیو جوت سوں میں جگمگاتی پیا نیہہ کی چھب سوں ہوئی ہوں چھبیلی
پیا کی جھلک سے / کی محبت سے

سکیاں پیاریاں منے ہیں پیو کی پیاری ہوی پیو نیہہ سوں پھل جوں نویلی
میں / پیا کے عشق سے پھول

سجن قد سرو سوں منج دل ہندہانا پلیٹی روکہ کوں جوں کونلی بیلی
کے سرو جیسے قد سے میرا / درخت کو جیسے

پیا مطلق منجے دل تھے بسارے پیا بن کیوں جیووں کہہ ری سہیلی
مجھے سے بھلا دیئے / کے بغیر زندہ رہوں

سیتے تھے منج پیاری نیں اُتاری رکے رنگ رس سیتی منج تت نویلی
سینہ سے مجھ نہیں / سے مجھے

نبیؐ صدقے قطب شہ ہر سیتے
سے
بچھوڑے سیج پر منج کد بکیلی
مجھے کبھی اکیلی

(۲۳۳)

پیاری سہاتی ہے ابھرن سوں بھاری تو جاگا کرے من میں چھند سوں پیاری
جگہ / عشوہ سے

او چنچل کوں دیکھیا ہوں ہو گن میں ماہر — بھلائی ہے تو عاشقاں کوں او تاری
وہ — دیکھا

محباں کے من لبدے ہیں تج سوں دایم — گھلی ان نین میں برہ کی خماری
دل مائل ہوے — تیری طرف — آنکھوں — فراق

مدن بان ساندے ہی چھنداں سوں موہن — ہوئے عاشقاں دل کے اس تھے شکاری ۱۷۲۰
عشق کے تیر مارے — عشووں سے — سے

نین سوں نین لاکھ موہی ہوں پیو پر — کہ تن من ایس اس کے انگ پر تھے واری
آنکھ سے آنکھ ملا کر فریفتہ ہوئی ہوں پیا پر — سے — جسم — اپنا

سجن کے چرن پر رکھی سیس اپنا — جگت کوں پیا دھیان ہیں من بساری
قدم — سر — دنیا کو — پیا کے خیال — بھول گئی

نبیؐ صدقے قطبا پچھانیا ہے تجکوں
پہچانا — تجھے
کہ سب میں ہے توں اسکی من کی پیاری

(۲۳۴)

پیا کا عشق ہے میرا ایار جانی — بن اس نیہہ کوں جیو کر من نجانی
بغیر اسکی محبت کے کس طرح جیوں مجھکو معلوم نہیں

محبت ہے منج جیو چمن کا سو میرا — پرت پھول رنگ رنگ کے اسکی نشانی
میرے دل میں — محبت کے

ہوے عاشقاں روپ لیلی نہ مجنوں — ولے ہوی ہمارے وقت او کہانی
وہ

عشق پنتھ میں جن نہ بے تاب ہووے — اُسے عاشقاں کیں نہیں او سیانی
کی راہ جو — نہیں کہ وہ

محبت کی سلطانی ہی سب جگت میں — کہ اُس سم نہیں کوئی گیانی و دانی
کے مقابل دانا

سمج سے نا ہر کوئی معنے پرت کے — نہیں فہم ہر کس کوں یہ اپے پچانی
سمجھ سکے نہ محبت — یہ پہچانی

نبیؐ صدقے قطبا کوں بن سائیں مکھ بن
بغیر چہرہ یار کے — ۱۷۳۰

نہیں دیستا ہور مکھ یوں نورانی
نظر آتا اور چہرہ اسطرح

(۲۳۵)

چھبیلی ہی صورت ہمارے سجن کی — کیا پُتلی اس کہوں اپ نین کی
پتلی اسکو اپنی آنکھ

نہ دیکھیا پچھل کوئی اس سار صورت — سراؤں کتنے زیبا اپنے موہن کی
صاف پاک کی طرح — سراہوں کتنا ہی

چند اسا دیکھیا مکھ اس سرو قد پر — تو ہوتی ہے شرمندہ پتلی گگن کی
چاند جیسا دیکھا چہرہ جیسے — آسمان

ترا حسن پھل بن تھی نازک دیسے تو — نہ دیسے ترے آگے چھب کوئی بن کی
پھولبن سے نظر آئے — نظر آئے مقابل

نین تیرے دو پھول نرگس تھی زیبا — نزاکت ہی تج مکھ میں رنگیں چمن کی
آنکھ سے زیادہ — تیرے چہرہ

ترے زلف پھنداں میں دل عاشقاں کے رہے ہیں سو عاشق ہو پیو کی نین کی
آنکھ

نبیؐ صدقے قطبا سوں او پیو ملیا ہے
تو کیا کہہ سکوں بات اس مکھ سمن کی
ملا

(۲۳۶)

چندر کوں سائیں کے مکھ تھے سہائی بخت اس کے جن اس چند کوں منائی
چاند کو چہرہ سے جو چاند کو

او خوش تج چندنی کوں لا دوں گلے کہ منجکوں مر روٹھے پیو سوں ملائی
وہ اچھی روشنی والی چاندنی لگاؤں مجھے (ہوے) پیارے

انگن کاچ پر موتی چوتی بچھاوں کہ سائیں کے پھل پگ اس او پر بنائی
صحن پھول جیسے قدم

چندن ہور عنبر کدم کر لگاوں کہ موہن کوں خوش باس تیں من بھائی
اور

گلاب آچھے انگن میں چھنکاو کے پیاری ہو مندر کوں چھنداسوں آئی
میرے مکان کو ناز سے

بچھاوں صدر تج ہیرے کا جوں سہے میرے لالن کوں اچھب کہ جائی
زیب دے یہ

نبیؐ صدقے قطبا پیا مکھ کنول کل
بھونر نمنے منج دلکوں تل تل ہلائی
کی مانند میرے ہر لمحہ

(۲۳۷)

مرے چاند کوں چندنی کی نس سہاوے
چاندنی رات زیب دیتی ہے
کہ جوں نور کسوت سوں سورج پناوے
پہناوے

موہن چھند بھرے کوں منالیا و ہم گھر
کہ تا اپنے چھند بند سوں مومن رجھاوے

پیا سوں کھیلی نیہہ ات بال پن سوں
کے ساتھ محبت بچپن سے
ہمارے
تو رنگ رنگ سوں او گڑ بھر یا مج بھلاوے
میرا دل سے وہ مجھے

سجن بول تھے پھول جھڑتے ہیں جیو کے
سے دل
عجب کیا جو اُس باس سوں مج بھلاوے
سے مجھے

جکوئی اس دو نرگس کے سرمست ہیں
جو کوئی
او تو کوں نین رنگ کا مد پلاوے
اُن کو آنکھ کے کی شراب

توں سورج ہے چند تارے تج تھے سہاوے
تو چاند تجھ سے
کہ جوں ..... اپس نور سینتی سہاوے ۔۱۰۵
اپنے سے

نبیؐ صدقے قطبا کے تیں نت نویلی
انند راگ نیہہ مطرباں ہت گواوے
کے عشق کے مطربوں کے ہاتھ سے

(۲۳۸)

گوری سر پ ناری ہو چھند سوں اپ نواری
بہت عشوہ سے خود کو
توسائیں کے سو من میں ہوی ہے وو ناری پیاری
اسلئے وہ

سہنتا ہے رنگ بر ان اس یا نین یا ادھر اس — پھل پگ ہے یا چرن اس یا زلف یا نسکاری
پھول جیسے قدم

یاقوت دو ادھر ہیں دو گال پھل نظر ہیں — یا نس ہیں جوں قمر ہیں کیوں لکھ سکے چتاری
ہونٹ پھول رات مثل کس طرح مصور

خوباں کا من ریجھاوے پیاری کا دل بھلاوے — مد رنگ نیں پلاوے جس تا اچھے خماری
نہ سے زیادہ رہے

رخسار گل گلالی دو پھول سہیں ہلالی — بہو رنگ سوں بن کہ بالی مد بزم کوں سنواری
سے بہت

شیشے رکھے بھر اکر نقلاں ریچ بنا کر — نا پیوے اپ پیا کر پی مد ہے مست ناری
پیا ہے مست ہے

صدقے نبیؐ قطب شہ تج سوں ملی آ بالی
تجھ سے یہ
جس حسن کا ہے جگ میں چو کھنڈ شور بھاری
چاروں طرف

(۲۳۹)

ہمارا سجن خوش نظر باز ہے — تو اُس دل ہیں سب عشق کا راز ہے

گلے یا ہتہ دے کھیلے ناریاں سوں کھیل — جوں کھیلے پیوا و سرافراز ہے ۱۷۶۰
میں ہاتھ ڈالکر عورتوں کیا تھا جس کے ساتھ پیا وہ

ادھر رنگ بھرے سہتے ماتک نمن — کہ یاقوت رنگ اُن تھے ورباز ہے
ہونٹ رنگین زیب دیتے موتیوں کی طرح سے

سکیاں سائیں چھندسوں ہنو آو اپ — تمن حسن کے تیں سو او ناز ہے
تمہارے
ستوارے ہین مجلس پیاروپ سوں — مدن مطرب اس میں خوش آوازہے
وہ
اپنے چہرہ سے
سنوا نر یا ہے من موہنیا اپنے تیں — پیا کوں اینوسوں نر کتا ز ہے
سنوارا — اپنے لئے — ان سے

نبیؐ صدقے قطبا پہ آنند دار
عیش کا دروازہ
علیؑ کی میا تھے سدا باز ہے
محبت سے

(۲۴۰)

سجن کے نین پھانسے مستی کے ڈھالے — اس اوپر سہے نقش چھند بند چالے
پھندے — زیب دے
پیاری سوں ملنے کا پھانسا پڑیا ہے — سکیاں من ہو ہیں اوسی تھے اوتالے
سے — پڑا — سکھیوں کے دل — اسی لئے
لٹک چال سوں جب چلے سر وقد سوں — او چھب دیکھ کر سرو اپ نا سنبھالے
سے — (جیسا) لیکر — وہ — خود کو
پیرم رنگ رسیلے کوں گر سور یجھا کر — لگاووں گی چھاتی پلاوونگی پیالے
محبت کے — سے — کو
چکاونگی اس حسن ماتی نین کوں ۱۷۰۰ — پرت بین سوں سائیں کا من بھلالے
حسن کی دیوانی آنکھ کو — سے — دل

سُہیں دو۲ ادھر رنگ بھر اچھی بیو کے    دیسیں دونو او گال جوں پھول ڈالے
زیب دیں    ہونٹ    نظر آتے ہیں    وہ

نبیؐ صدقے قطبا کہ اس باس سُہتے
پرم مد کی مجلس میں مے دیتے پالے
محبت کی شراب    کم عمر

(۲۴۱)

پیا کے نین میں بہوت چھند ہے    او دو۲ زلف میں جیو کا آنند ہے
بہت عشوہ    وہ    آرام

سجن یوں میٹھائی سوں بولے بچن    کہ اُس خوش بچن میں لذت قند ہے
سے

موہن کے او دو گال تشبیہ میں    سورج ایک دوجا سو جو چند ہے
وہ    دوسرا    چاند

نول مکھ سُہے حسن کا پھول بن    نین مرگ ہور زلف اُس پھند ہے
آنکھ ہرن اور پھندا

او کسوت تھے جیو باس مہکے سدا    تو او باس ناریاں کا دلبند ہے
اُسکی سے زندگی کی خوشبو    وہ خوشبو

پیا کوں بلا لیائے ہو اپ مندر    دو تن من میں اس تھے ہمن دند ہے
اپنے مکان میں    رقیب کے دل میں اسو جہ سے ہماری مخالفت

نبیؐ صدقے قطبا کوں اپ سیج لیدی
اپنے
تو چوندھر خوشیاں ہور آنند ہے
چاروں طرف سے    اور

(۲۴۲)

میں اپ پیو سوں آج رین جاگی ساری ۱۷٫۰۰ پلک پر پلک شوق سیتی نہ ماری
اپنے پیا کے ساتھ رات ۔ سے

پیا بن گمے ناں منجے ایک تل خوش ۔ پیارے کوں یوں جپنا سُن میری پیاری
کے بغیر گذرے نہ مجھے لمحہ ۔ یاد کرنا

او مکھ سم چندا نیں ہے جھلکار چھب میں ۔ او نیناں کے انگے چھپے رُج تاری
اُس چہرے کے مقابل چاند نہیں ہے ۔ ان آنکھوں کے مقابل

پیارے کے کنٹھ لاگ آنند سوں رہنا ۔ زمانے کے کاماں کوں نیں کچ پتیاری
گلے لگ کر عیش سے ۔ کو نہیں ہے کچھ بھروسہ

نہ رہ سک سوں یک چھن پیا تھے جدا کب ۔ کہ ہرگز کدہیں پیو تھے نیں ہوں نیاری
نہ رہ سکوں لمحہ سے ۔ کبھی پیا سے نہیں

پرت کا تِرا ہا و جس کوں لگیا ہے ۔ جیا اُس کا تج سوں بندایا ہی بھاری
محبت ہوا کو لگا ۔ دل تجھ سے بندھایا

نبیؐ صدقے قطبا سوں مل کر رہوں گی
کے ساتھ
او شہ کے چرن سیتے ناں ہو سوں نیاری
وہ قدم سے نہ ہو سکوں جدا

(۲۴۳)

پیاری کے نیناں ہیں جیسے کٹارے ۔ نہ سم اُس کے انگے کوئی ہیں دو دھارے
برابر آگے

انتر تج محبت کا جس کوں چڑے گا ترے لعل بن اسکوں کوئی نا اتارے
چڑھے ہونٹ کے بغیر

تیری
دو لوچن ہیں تیرے لنگ چور رات اونو سوں دلیری نکر سب ہی ہارے
نہ کرے

ان سے
سُہاتا ہے تجکوں گماں ہور غروری ۱۷۰ کہ ماتے اہیں تج حسن کے پیارے
اور تیرے

سکیاں میں ہے توں مرگ نینی چھبیلی سجن تو نہیں ہو تج تھی کنارے
آہو چشم تجھ سے جدا

عجب تیہ چنچلائی ہے تیری نین میں کہ کھنجن منن ایک تل کیں نٹھارے
شوخی آنکھ کی طرح لمحہ نہ ٹھہرے

نبی صدقے قطبا سوں مدپیو جم جم
کے ساتھ
دو چند مکھ کہ جس مکھ تھی جوتی سنگارے
وہ چاند جیسے چہرہ والی کے چہرے سے روشنی کو آرائش ہے

(۲۴۴)

نین ہیں دو پیاری کے جیسے ممولے بھنواں کی ترازو سوں بھو چھند تولے
سے بہت عشوہ

کندن کی ہے پتلی جیون کی ہے مورت تو سہتی ہے امرت بچن اس امولے

چمن پھول سب باس خوشبو کا پائے سگھڑ سندری جب اپس کیس کھولے
اپنے بال

دسن جوت ہیریاں تھے آلے دیے تب
دانتوں کی چمک سے اعلیٰ چمکے
سکی جب ادھر لال تھے موتی رولے
ہونٹ سے

نین کوں کیاں ہیں دو کھنجن پیا کے
نین کو تی کیاں چلبلاتے سپنولے

نظر جوت پایا ہے اُس مکھ صفا تھے
چہرہ کی سے
کھولے دل کو اڑان جیو بات بولے
دروازے

نبی صدقے قطبا کی دشٹی پرم تھے
نظر محبت سے
سکی مکھ تھے جوتی ابیں نور سولے
سے جھلکتی ہے ۱۸۰۰

## (۲۴۵)

ہمن سوں یاری یوں لائے پیارے
ہم سے اس طرح
کہ یک تل ہم سوں مل سکوں بسارے
لمحہ سے ملکر بھول گئے

پیا گل کنٹھ مالاں تھے نسو ہے
سے
کہ اپ جوتاں تھے کنٹھ مالاں سنوارے
اپنی جھلکوں سے

کو ں پرمل چنداں یو رنگ مہکے
کہ اس باسوں ہوئے سرت سارے
خوشبوؤں سے

کجل نینی تجے مستی سہاوے
تجھے
کہ تج نیناں تھے ٹٹتے لعل تارے
تیری آنکھوں سے ٹوٹتے

سو رنگ تنبول تج ہونٹاں بنیاں تو
خوشرنگ تیرے
کہ قدرت ہت سوں پھل پھنکڑی نگارے
ہاتھ سے پھول کی

ترے مکھ تھے دِپے ایسا اوجالا　　　اوجھلکاراں کوں دیکھ چند سورہارے
چہرہ سے چمکے　　　اُن　　　چاند سورج

نبیؐ صدقے قطب سائیں سوں ملکر
سے
کرے خوشیاں اسی تھے ٹک نہ ہارے
اسی وجہ سے ذرا نہ ہارے

(۲۴۶)

دوتن ہمن سیتے برائی دیکھاتی　　　جلجے دھرتی اپ من میں سو بھاتی
رقیب ہم سے　　　جو کچھ اپنے دل باہر ڈالتی

پھتر بات ناہوسے تانبے کے کاماں　　　کسنڈ کوں سُنے نادکا ہے بناتی
پتھر کے ہاتھ سے سکے　　　سونے کی طرح کیوں

برے کوں نگسے سو کوئی خوب کرنے　۱۸۱۰　کھتیل اپنا زرگر کوں کاہے دکھاتی
نہ سکے　　　کٹھل　کیوں

دیکھانا فلک اُنکے تیں جو برے ہیں　　　پلک پر پلک مار لگ ہاتی ہاتی
جو

گنوائی ہے دوتی جنم سب برائی　　　بھری ہیں سکیاں دشمنائی سوں چھاتی
رقیب　　　سے

جو کوئی دھیان ہور گیان میں دل رکھے ہیں　　　خدا تھے سدا اُنکوں خوبی سُہاتی
اور　　　سے

نبیؐ صدقے قطبا کی دوتی کا مکھ ہے
رقیب
سدا نیلا پیلا کہ او ہے کُھاتی
وہ بدذات

(۲۴۷)

مرا من کندن ہے منجے کی کساتے　　نبی کلم سنائی ہے تس آزماتے
مجھے کیوں کستے

محبت منے میں ہوں جوں پاک سنا　　کہ سنگار سکیاں کے منج تھے سہاتے
میں سونا　　مجھ سے

برہ موس میں دوتی کوں باک گالو　　کہ گن اسکے پیو پیاری کے تیں سنتاتے
فراق رقیب کو　　ستاتے

دو کھاں کے ہتوڑیاں سیتے خوش سنواری　　کہ دوتی کے چھند بند نیں پیو کوں بھاتے
سے　　نہیں

جہاں لک ہی من موہنیاں کی سنگار　　پیا مکھ کہن جوت تھے رنگ پاتے
سے

برے سنے کے نمنے دوتی کوں جالو　　۱۸۲۰　　برہ آگ میں کرتی ہے اپنی بھاتے
سونے مانند غیر کو جلاؤ　　فراق کی

نبی صدقے دوتی کے ہت سو قطب شہ
غیر ہاتھ سے

پیاری سوں ملکر ہوے راتی ماتے
سے　　رات کو

(۲۴۸)

آج کل نیں تھا ازل تھے عشق کا مکتب منجے　　تو ابد لگ یوں پھبیا ہے عشق کا مذہب منجے
سے نہیں بلکہ　　سے　　مجھے　　تک اس طرح　　مجھے

عاشقی کے علم کا دیکھ عشق سب عشاق مل
معشوقی استاد کن بسلائے روز و شب منجے
کے پاس بٹھلائے مجھے

تو ہوا عالم میں یو پھر عالم میں نیہہ سوں کر عمل
عشق سے
علم سارے میں عَلَم ہو کر کنے جگ تب منجے
عالم کہتے مجھے

اگرچہ
پڑ کتیاں کے تحقیقی عشق یک بحث سوں
پڑھ کر کتابیں تعشق عشق سے
تِس پہ لکھ مسئلے سکھائے چھند بند و ولب منجے
لاکھ مسائل وہ مجھے

نیہہ کی نگری میں چڑ دل تخت چھوڑا کھیا
عشق شہر چڑھ کر کے
لامکاں میں کا مکاں بی آج دستا سب منجے
بھی نظر آتا ہے مجھے

عشق پیچا پیچ لے کر بار پیچاں پیچ لاگ
دھن سوں ملنے تیں سکھایا روز و یارب شب منجے
معشوق سے کے لئے مجھے

عشق سوں بولیا غزل حضرت نبی صدقے قطب
کے متعلق بولا
صافی کے اوصاف میں کے صوفی کی مشرب منجے
(کہیے؟)

(۲۴۹)

پھلے رین یا تارے کھن یا بھونرے مکھ لے موگری
رات کو آسمان پر
یا نیلمی تاراں سوں بھر موتی پروے سو کری
سے

سرون ہے او یا سیوتی پھل یا سینپیاں جو ہریاں کے
وہ کا پھول
۱۸۳۰
یا چند نو دو کان دیکھ پائے جگ جوہری سنتو کری
چاند نیا

بھوّاں ہے او یا دو نوآن یا مدّ ہے دام کے

یا چند نوی یا بھونرے پرنا سمج لئیں جگ جوکری

یا مکھ ہے او یا چند پُنم یا سور شعلہ نور یا

یا درپن او یا جام جگ یا پھل سرک کی لوگ ری

دھن کا دہن ہیرہ یاں کا کھن لب لعل کن ذقن

سُتنے سینے پر کچ رتن نیں ایسی کیں کس یوکری

جو لے طنبورا ہات میں گانے لگے سہیلیاں سوں مل

کنٹھ زیل اپنا تن کے جوں گھوڑاں گلے ہیں کھوکری

حضرت نبیؐ کے صدقے سن باتاں قطب شہ مست ہو

کہیا کہ کر تا رات دن ایسی سکی سوں بھوگری

(۲۵۰)

میرے صاحب نہ لوڑوں تیرے ہاوے
چاہوں
بغیر از بھی منجے ہور کچ نہ بھاوے
اور کچھ

تیری دوری سوا ایسا کام کرتی
و بولاں منج تھے بولیا نجاوے
سے

منجے امید واری وصل کی ہے
مجھے
جتا دوری سجن کی ہاوے لاوے
جتنا فراق

کلی من میا باو بن نا کھیلی منج
دل کی محبت کی ہوا کے بغیر نہ کھلے میری
جو بن پھول بن ساجنا کملاوے

کدہیں بھی ہمیں اوت وکھین ملاوا
کبھی
۱۸۴۰۔
ہمن آس پروی پیا مند آوے
ہماری امید

اے ساتو سنا سے انداں سوں ناچیں
یہ ساتوں خوشی سے
ہمن بزم میں آکے زہرہ سوگاوے
ہماری

نبی صدقے قطبا مستگے یو خماری
یہ
کہ تن من محبت کی مدسوں کھلاوے
شراب سے

(۲۵۱)

پیا بن بچھانی کہو کن سوں مانی
پہچانی کس سے معنی
رکھی ہے تماری سو مکھ پر نشانی
تمہاری چہرہ

گلالی نین رانی ماتی ہین بھاری — تمن مکھ تھے ہین بھیدینس کا پچھانی
آنکھ — تمہارے چہرہ سے — رات

لٹاں مکھ کی جوتاں اوپر توں سہاوے — کہ چندر پہ سنبل سہانا کہ جانی
زلفیں چہرہ جھلکوں پر اسطرح زیب دیں — چاند سنبلہ

پیاری کوں لیاؤ سکیاں تم مناکر — کہ منج پر رین آج بھاری بہانی
لاؤ — مجھ — رات

سجن کے بچن تھے جھڑیں موتی رنگ رنگ — ولے نا بجھے اے بچن کوں ایانی
سے — نہ بوجھے اس بات

سچی باتاں سائیں کئے ہیں ہمن سوں — او باتاں سوں منج کوں کہے ہیں سیانی
ہم سے — ان باتوں سے مجھے

نبی صدقے قطبا سوں سجنی ملی ہے

کہو عاشقاں دھر اے رنگی کہانی
عاشقوں سے یہ رنگین

(۲۵۲)

جیسا دیوانہ گا پڑا ہے تیری کھٹنائی ۱۰۵۰. عاشق جنے چاکے سو بوجے اسکی مٹھائی
گیا — چکھے

معشوق وہی جن جو بوجھے عاشقاں کا قدر — عاشق بھی وہی آکے بجے بیم دصائی
پہچانے — بوجھے

عاشق کوں سدا وصل سوں اچھنا نہیں لذت — پیرت کی مٹھائی سو دونو میانے رٹھائی
رہنا

نیں بوجتی تھی دوتی کچ پیم کے کام | پِرم کا لذت دوتی کوں میں آپی چکائی
نہیں پہچانتی رقیب کچھ محبت | محبت رقیب خود ہی

نا جانو میرا کام پرت کا سو ہووے کیا | سائیں کوں بلانے سہیلی میں سو پٹھائی

اول تھے نو جی میں پیا پھر پچتا کر | میں پیو اپن ہاتاں تھے گر بوں سوں گنوائی
سے | پیا کو اپنے سے

صدقے نبیؐ کے قطب پیاری کیے نس و
رات

پیاری بہو چھنداں سوں پیا آپ رجھائی
بہت عشوہ و ناز سے پیا کو خود

(۲۵۳)

جگ موہنی وو اتم سوناری | شہ پیم ستی جھگڑتی ہی بھاری
وہ عورت | کی محبت سے

امرت بچنی میٹھی زباں سوں | چھند بند ابھرن سوں اپ سنواری
| خود کو

وو چھند بند بھری ہی پیار رجھاتی | کی سوچتی اس سوں توں گنواری
وہ

گر یوں کرتی ہے چھند چھالے ۱۸۶۰ | ہے پیم کی پنت میں وو پیاری
| عشق راہ وہ

ہے مرگ نین کے بند گوری | نیناں سوں کرے کماندار ی
غزال چشم | آنکھوں سے

دو تن توں نکھا ہوشیار بازی
رقیب
پیاری و پیا ہیں ہے سوناری
اور

صدقے نبیؐ ہے قطب کے مانی

سکیاں میں ہوں ہو تنہ کی پیاری

(۲۵۴)

مری پیاری سہاتی ہے تجے اپ حسن زیبائی
زیب دیتی تجھے اپنے
بہت روپونت ناریاں میں دیا اللہ تج شاہی
تجھے

سرو قد ناری جب آوے لٹک مکھ نور جوتوں سوں
کی چمک سے
دیکھت سورج میں رنگوں کلی چند مکھ دکھ جہائی
چاند رخ

اپن قد سرو دکھلا کر کیئے شرمندہ سرواں کوں
اپنا
توں اپنی چال دکھلا کر ہنساں کیے چال بسرائی
کی بھلا دی
بہو گنونت ناریاں ہیں اہے گنونت ناری توں
بہت
پیاری ایسی بچناسوں سنوارا سیج میری آئی
باتوں سے خود

قطب شہ پیارے کوں چھاتی لگیا چھاتی محبت سوں
لگا
جو سارا اس کی دل کا دکھ یک تل ما نہ گنوائی
لمحہ میں

(۲۵۵)

پیاریاں اے کہو مُنج دھراول تج مندر آنیاں کی
یہ مجھ پہلے چھوڑ کر آتی ہیں کیوں
جو آر نجانی جابوسیاں سوں پھر منج چوک لانیاں کی
مجھے ذرا لاتی ہیں کیوں

اول تھے اپنے ادھراں کوں دسن سوں دستی لائے
سے ہونٹوں کو دانت سے
نشانیاں نیہہ کی لالی سو پاناں کی چھپاتیاں کی
عشق کیوں

پنچھل تو ہے بند کے موتیاں ست نکھاں چاند کے ہاراں تج
صاف عرق کے بوند ڈال کر ناخنوں (چاند جیسے) چھوڑ کر
پر وکر پیو نیائی یو خوشی سوں گل میں باتیاں کی
سے گلے ڈالتی ہیں کیوں

سکیاں کی نین عیسیٰ کا اثر دھرتیاں کھیا میں تو
چشم مسیحا دھرتی ہیں کہا
پھرا دے نین جیو اُس کا کرشمیاں سوں چراتیاں کی
آنکھ دل کرشموں سے چراتی ہیں کیوں

عجب بے رحم معشوقاں ہے یاراں اس زمانے کے

جو عاشق کچ کہے سن کچ اپ بچن اس کی پھراتیاں کی

کچھ کہتا ہے تو خود کچھ اور سنکر بات اسکی کیوں پلٹ دیتی ہیں

جو اعراضی ہوا عاشق کہ سن یو ہمارے معشوقاں

یہ

دیئے تو اس کا وصل اس اگر نیں تو بلاتیاں کی

نہیں

نبیؐ کے صدقے خوش قطبا سکیاں کوں عشق کی باری

اگر ایسی نہ دیتا تو او نوں پگ پڑ مناتیاں کی

وہ تیرے پاؤں پڑکر

(۲۵۶)

سکیاں او بھی ہوں میں سن خوش خبر پیو منند آنے کی

پیا کے منکا ہیں

نجانو سپنے میں مل میں کئے چالے سو جانے کی

خواب چالیں کیوں

جو دن دل میں جتا تھا منج و تا اس رین کیتی ہیں

جتنا تھا مجھے اتنا رات کرتی

مگر بیاری ٹھکانے تیں مجے آتی دورانے کی

صبا کیتا اشارت منج پیا ماتی ہو آتی کر
کرتا
مجھے
پیاریاں کیا کروں اب ہیں مرے شیوے پچھانے کی

سو اپنے میں پیا مست ہو ہنستے آ گل لالہ
کہے کیوں پیاری کر بوجھتی سو منج جیو کوں لجانے کی
میرے دل

کدھیں بھوں سوں نین سوں کدکدھیں لب سوں نین سوں کد
کبھی سے آنکھ سے کبھی کبھی سے آنکھ سے کبھی
۱۸۹۰
بشارت دیتی ہیں چھند بندسوں مایا من کا بانے کی
دل ڈالنے

سمج تھے جاب کچ دی نیں پیا سوں مُسکتی ہو ہاں
سمجھ سے جواب کچھ نہیں
کہے اتیا کی یو سیج یا پیا تم کرتے بھانے کی
اتنا یہ بہانے کیوں

نبی صدقے کی قطبا کوں ...... کنائی سوں
کیں ایسے زمانہ میں بہوت بات ہی سمانے کی

(۲۵۷)

نین تج کھنیر و تو منتر بھر کے سٹاتی کی
آنکھ تیری کیوں

وے سو کے ٹکرے بجلیاں کے ان ست کھاباتی کی
خط سرمہ انکے ذریعہ ڈالتی کیوں

نکھنڈ انس گنٹھ جوڑی کوں جو کھوں یک سو نارے توں
رات

خزینے جیو دلا مخزن ہے گھر تھے چیراتی کی
دل کے سے کیوں

نین عشاق کھوجی ہو کہ پا کر کھوج یو کھیلیں
آنکھیں

جو پتلیاں نیں چراتیاں تو نین پر ماگ جاتی کی
نہیں آنکھ کیوں

ادک ہاکاں کھکاٹی ہور زلف سنگ لے بچاوے نل
اور

بجنتر یک پینجن گھنگرو کیتاں کشتاں پھراتی کی
قدم

نین عشویاں کے شہراں ہیں کرشمے تیرے کتوالاں

دے پتیاں ناز کے غمزیاں کوں سو نوبت کراتی کی

بیتا دھٹیا گی کیا پیاری جو انکھ مج انکھ کھولے لک
اتنا تک
جو اُن بے کرنت لینے کوں نہیں تج عار آنی کی

اگر تج مد جوانی کا نہیں توں مست کیتا تو
تیری شراب کرتا
قطب شہ کوں بیاں لک لک منا کر سیج لاتی کی

(۲۵۸)

سُورج مکھ پھول پر پھلیے ہیں عنبر پھول کنتل کے
۱۸۹۰
نپائے یو عجب پھولاں سو مشکیں کیس اچپل کے
بال
گھنگر والیاں چھب الکاں چھب نین پر فتنے کرتیاں لک
سو جو تکے مست ہرنیاں گل زنجیر باپائے ہیں ...... کے

چکوراں ہور پراویں ہنس سو رنگ سرخابی پھل دیکھت
خوش رنگ اور
چندر مکھ لب شکر تے سر خوبی ..... ند وانی چنچل کے
سے

جو نرمل موتیاں چولی سوں جوبن دیکھ پوچھا ہیں
پوچھتا
سو کے چھند سوں چھپا لیکر کہ آئے دن آج آنچل کے

پدک دھن پین چھند بند سوں پھرے دھن جواں ہوا حیرا ں
پہن
مگر لیائے پکڑ سورج کوں موتیاں ہار تج گل کے
موتیوں کے ہار تیرے گلے میں

ترے جوں بام آجل میں دسے رو ماولی یوں اس
تیرے جس طرح مچھلی پانی نظر آئے اس کی
نجانے نے رکھے لہراں سوں کندن زیر زل کے

چھبیلی سن غزل قطبا کی خوش ہو آپچن کن میں
کان
کھونگی ایک گر لو سے دو دے ہے اوچھل انچل کے
آڑیں

(۲۵۹)

نچھل کندن ترے لب کا کسن سوں تل کسوٹی ہے
صاف
کہ یا او اہرمن کے ہت سلیماں کی انگوٹی ہے
وہ ہاتھ میں انگوٹھی

اُتم منگ سیں مکھ میں یوں دِسے جوں شاہ سیساں کے
نظر آئے شل

پہن تس کا سو سنبل رنگ بھوں کا رنگ چوٹی ہے

زر بینا سر تھے پگ سنیں کوں ناداں سو سندراں کر
سرسے پاؤں تک پہننے کے لئے

ملک زرگر کے ہت گھڑنے سو نو چند کی ہتوڑی ہے
ہاتھ سے نئے چاند ہتوڑی

جے توں ہت پگ نکھاں ہندی زمر رنگ رنگی سو
جو ہاتھ سے پاؤں کے ناخن مہندی خوش رنگی سے

۱۹۰۰

ہر یک نکھ رنگ ہیریاں پر لعل رنگ بر ہوٹی ہے
ناخن

گلالی تافتا بند پین چولی لعل رنگ تس میں
پہن کر

جو بن بالا چھپا کے منج ہر یک ہیرے کی کوٹی ہے

سن اے بالی اپن بالے کے سینے پر توں ہو بالا
اپنے

نہ سن ہیری دو تن تجھے کچ کہ دو تن بھوت کھوٹی ہے
رقیب سے کچھ رقیب بہت

چنچل ناداں ہو دانا نہ کرنا دان کے چالے

توں سن قطبا سو ملنیں تس بھولاں سو تن تخت اوٹی ہے
ملنے کے لئے

(۲۶۰)

چھبیلی کیس کب کب دیکھ مرے نیناں خیالاں کے
کہیں کجلی سنجل موجاں کہ ہندو سیام ڈھالاں کے

کھباں سوں کج سجل ہے کر نین پیالے ہو دوڑے سو
سو جل سم رنگ سراپاں ہے جوانی دھوپ چھالاں کے

چھٹ آچھ سوں گھنگھر والیاں لٹاں نیناں پہ چلبلتیاں
سو جوں دیں نیر کوں لہراں کنور نر روپ چالاں کے

مری نیناں کی پتلیاں کے نین پتلیاں ہیں سامی سو
اہیں اوصاف جل درپن نین میں عکس خیالاں کے

جو موتی ڈھال سرتن کے بچاوے پھول گالاں پر
تو زلفاں کے سو حلقیاں کوں نمو لے کر لے بالاں کے

کرن پھل چاند چو پھرتارے موتی سو سنبل تارے
کرن پھول (کان کا زیور)
جو چاند آسمانی رنگ چھڑیاں گندن برن دالاں کے

اچنبا بھید دکھلائی سندر منج آج آپ کن پر
اپنے کان
۱۹۱۰
ستارے سنبلا ہور چاند او جھل اپنی بالاں کے
اور
سو نوں مکھ سور راچے پر رو مالاں زلف مشکیں کے
اوڑتا ہو محلدار آپ دیکھ پھنداس رومالاں کے

جوبن جیسے کمل اوپر بھونر بیٹھیں اہیں یادو
سر پستان
پہنے بیٹھے ہیں کنڈل کر جو دیکھیا اس مالاں کے

بھرے مے لعل پیالے لعل ہیں اب لعل سوں پینے
اپنے ہونٹ سے
سو تس بند لعل مے تھے ہوئیں ادکھ رنگ لالے لالاں کے

اچنبے بھید تشبیہاں نویاں قطبا تھے سن کر سب
سے
لگے کرنے صفت میری چمن میں پھول ڈالاں کے

(۲۶۱)

پیاری پیاری سوں پیار کئے — سو لباں سن تھے لب پہ عیار کئے
(لباں سنتھے)

نقش ادھر دسن کر چھندو — چوم چوم گال ا ُرنگار کئے
ہونٹ پر دانت سے کر چھند بنا — بوسہ اٹھے لا کر رخسار پر نقش

نکہ سوں تصویر کرے جوبن پر — کنچکی پھاڑ پھاڑ تار کئے
ناخن سے

لیکھ کچ ہات کے ارم میں لیے — لے کہے کچ دیکھت انار کئے
لکیر

خوش ہو نوا کھ نور بتاں سوں — سر تھے پگ لگ ا ُسے سنگار کئے
پہنوا کر — سر سے پا تک

کنٹھ مالاں پدک حمیلیاں لیا — ۱۹۲۰ — کئے یو چھند سور کے تنار کئے
حمائلاں لا کر

سو نبیؐ صدقے قطب دھن گل با
گلے میں ڈالکر
رات دن اس گلے کا ہار کئے
اسکو

(۲۶۲)

آئی ناری سلکھن چھند پٹھانی — ہندو لے چت میں لالن کوں پنگاتے

بچن امرت کر نگ نینی سو ودام | پرم کے ناؤں سوں گھنگرو بجانے

سو ناری پدمنی ات چنچلی ہے | سندر مد گل سدھا کر مد جو آنے

فرشتا دیکھ مکھ سد بھول جاوے | سرگ اچھر ہوئی ہے اُس دیوانے
(چہرہ — جنت کی پری — اسکی)

پنکھی دیکھت سو مکھ پڑا ہوے | مرگ نینی مرگ تن میں ریجھانے
(پرند — غزال چشم)

سکی سُندر نہیں اُس سم جگت میں | چمک چمکاوے جگ من بھُلانے
(اسکے مقابل — عالم کا دل)

اس غزل کے بعد دیوان میں سے کئی اوراق غائب ہیں جسکی وجہ سے یہ غزل بھی نامکمل رہ گئی ہے (مرتب)

(۲۶۳)

مے پیک ہو سنگات سو ناشاد کرتا ہے | او ترک مست دیکھو کہ بیداد کرتا ہے
(پیکر — میرے ساتھ — وہ)

رکھیا دہاں امید کہ جانیا ہوں ازمائے | لیتا ہے ہات جام مجے یاد کرتا ہے
(رکھا — ہات میں — مجھے)

عاشق تو جیو تے یک تل اُس کے دوا او دہیں | گلگشت سو بتانِ پریزاد کرتا ہے ۱۹۰۳
(یے — جی سے قدم کے نیچے)

شوخی کہ سر منے ہوس ترک لے وُد | کیں کان میں نصیحت اُستا کرتا ہے
(میں — اور شراب)

داغی ہو جیو سوختہ کوں تازہ بھی ہوا | او بزم جگ ترانہ کا بنیاد کرتا ہے
(میرے دل — پھر — وہ)

آگ فراق زور کری بجلی نمن ‏ ‏ آچھوں وو داغ کہنہ سو آباد کرتا ہے
(بجلی کی طرح) (اب تک)

سب دھر نکھہ توں قطب عاشق ہوں مگر
(جگہ نہ کہنہ) (کہکر)
اے حال تیرا طور سو فریاد کرتا ہے

(۲۶۴)

کب لگ منگنا آچھے منگاؤں جو نا اچھے ‏ ‏ لورو نوں تو اس پاس لگاؤں جو نا اچھے
(تک)

ہیرے ترے میا لے بھوی کی کاغذاں (؟) ‏ ‏ دل درو میرا تاب پراون جو نا اچھے

جس جا کہ چرا کر دیکھیں دل ماہ پرستاں ‏ ‏ یکجا نہیں پاتے کہ سراون جو نا اچھے

وو..... برہ وو دل پاکہ رکھیا آچھے تو اچھے ‏ ‏ نرل ہو ہے وشٹ دیکھیاون جو نا اچھے
(صاف بہت) (نظر دکھانا) (نہیں ہے)

لیلیٰ مجنوں کے سو گتاباں کی کہانیاں ‏ ‏ قصا تیرا نازک ہے سناؤں جو نا اچھے

یک جھلک جھنک ناجو غم عشق نپایا ۱۹۴۰ ‏ ‏ او دل سو کیا ہے صبر سماون جو نا اچھے

دل بدنکرا و یار آدم لکہ کا قطب شہ
یاری کہ تپا دے نہ سہاون جو نا اچھے

(۲۶۵)

پھل بن رخ یار خوش ندیسے — بن مدپھلی جھاڑ خوش ندیسے
پھول کے بغیر — نظر آئے

گشت چمن و ہوائے کلیاں — بن پیالہ کنار خوش ندیسے

ناچے دِتا سُرواب سوحالت — بن نار ہزار خوش ندیسے
بغیر معشوق کے

مو یار سکر بنب و چنپا انگ — بن چمن یار خوش ندیسے
میرا شکر لب (؟) جسم

(اسکے بعد صفحات غائب ہیں)

(۲۶۶)

دو تن کے کد پرت گے گن نہ پائی — دیوانی گانڈی میں نیں ہے مٹھائی
رقیب کبھی محبت — گنا نہیں

سکی نیہہ کے نہالاں پھل کھیلے ہیں — کہ باس آنند کی جمناں تھے آئی
عشق پھول — خوشی

پیا مورت رکھی ہوں یوں نین میں — کہ اب تپلیاں کوں رشکوں نیں دکھائی
اس طرح آنکھ — کہ خود اپنی پتلیوں کو بھی رشک سے نہیں

امولک لعل رنگیں دو ادھر ہیں — کہ جیو کے مد کا رنگ رس اُن تھے پائی
بے بہا ہونٹ — زندگی شراب سے

سجن کنٹھ لاؤ پیاری کوں میاسوں — پون نمنے تمن نیہہ پنتھ میں دھائی
گلے وہ محبت سے ۱۹۵۰ ہوا کی طرح تمہارے عشق کی راہ

پرت مجلس کے تیں ہے زیب تم تھے — تو نیناں کے دیوے تم ہنتھ لائی
محبت کی لئے سے آنکھوں چراغ تمہاری راہ میں

نبی صدقے قطب شہ کوں چھنداں سوں
رنگیلی موہنی سُندر ریجھائی

(۲۶۷)

جلکچ سنگار سوں تج کوں سُہاوے — عشق شیریں سوں تیرا دل گماوے
جو کچھ تجھے زیب دے

جو چولی نازکی توں جینت پہنی — عجب نیں جو گگن تج گن کوں گاوے
چُست ؟ پہنی نہیں تیرے

چندر تج مکھ انگے کاں دسے گا — سورج بی تیری جوت انگے نہ آوے
چاند تیرے چہرے کے مقابل کہاں نظر آئیگا بھی روشنی کے سامنے

بجائے ہیں بہت راگاں سوں سازاں — کہ ساجن اپنی پیاریاں کو مناوے

پلاتے ہیں مدن پیالے میا سوں — سکیاں پیاری کوں تا پیو من کوں بھاوے
محبت سے پیا کے دل کو

منترا وپر منتر کرتی ہے دوتن — سجن کے تیں اپس گن سوں ریجھاوے
رقیب اپنے

نبی صدقے قطب شہ جن مدد تھے
سے جنکی
جلکچ مانگے سو او اپ من ہیں پاوے
جو کچھ وہ اپنے دل

(۲۶۸)

ترے درسن کی میں ہوں سائیں ماتی — مجے لاو و پیا چھاتی سوں چھاتی ۱۹۶۰
دیدار دیوانی — مجھے لگاؤ

پیارے ہات دھر سنبھالو منج کوں — کہ تل تل دوتی تج ماتی ڈراتی
ہات بڑھا کر — ہر لمحہ رقیب تیری دیوانی کو

پرم پیالا پلاو و منج کوں دم دم — کہ توں ہے دو جگت میں منج سنگاتی
محبت کا مجھ کو — تو میرا

نہ راکھوں تج نین میں راکھوں دل میں — کہ توں میرا پیارا جیو کا ساتی
رکھوں تجھکو آنکھ میں بلکہ رکھوں — ساتھی

پیا کے دھیان میں ہوں مست ہوں مت — منجے برہے کے بیناں کی سناتی
مجھے فراق کیوں

اگر یک تل پڑے انتر پیا سوں — نین جل سوں سپت سمدر بھراتی
آنکھ آنسوؤں سے سات سمندر

نبی صدقے کہے قطبا کی پیاری

ریجھا دم دم ادھر پیالا پلاتی
ہونٹ کا

(۲۶۹)

سکی اپ حسن کا مندر بنائی — عرق اپ مکھ تھے پیالا مد پلائی
اپنے — اپنے رخ سے شراب کا

دکھائی درس اپنا چھند بند سوں
دیدار
پیا دھر سائیں کوں اپ سیج لائی
محبت دکھاکر

چند سورج دین دو گال دھن کے
چاند کیطرح چمکیں معشوق
کہ اس تھے پائی مجلس روشنائی
اپنے سے

جو نالاں مشتری پکڑے سبد سات
اانند سوں زہرہ پر مالاں سائی ۱۷۰

پرم کی بھید بن میں کوکی کویل
محبت
سوناواں سوں پنکھیں رت بجائی

سبز رنگ کنچلی ناری کوں سہتی
زیب دیتی
کچا چکوا او چکوی کوں نچائی

نبی صدقے قطب پایا او ناری
وہ عورت
کہ سب ناریاں میں او شہ من کوں بھائی
وہ کے دل کو

(۲۷۰)

موہن لال تل سوں نیہہ لاوے
کرے توں جلیج او مرے من کوں بجاوے

کہے اے دل سدا منج سو پیرم کہانی
مجھ سے محبت کی
کہ تج وصل کا نید منج نین آوے
جو کچھ وہ تیرے نیند میری آنکھ میں

عشق کیا کلیا جن نہ ہوا نیہہ بن ہیں
کی چھپتا ہے عشق کے
کہ منج کوں پیا باس ہور رنگ دیکھاوے
مجھ اور

پیا کا مورت آپ دل میں لکھیا ہوں
که مو من میں بن پیو ہور نا سماوے
میرے دل بغیر پیا کے اور کوئی نہ

بہوت چھند سوں لاؤں لالن سوں اپ من
اپنے
که او چھند بھر بانچک موسوں نیہہ لاوے
ذرا مجھ سے محبت

موہن سات کھن کھن کرن نیہہ او کا
اپنے دل میں
که او نیہہ تل تل انند سوں رجھاوے
وہ
اس کا عشق

نبیؐ صدقے قطبا او من موہنی کو
اس

اپس کنٹھ لا کر میا سوں مناوے
اپنے گلے لگا محبت سے
۱۹۸۰

(۲۷۱)

بالی سندر آلی اہے گلال کی ڈالی اہے
بالاں کی مہکاری سہین جس مکھ گلالی اہے
بالوں خوشبو

ڈلتی موں ڈالی من آلی سجن نیہہ باو تھے
سے
او چال دیکھ ہنس موہیا چنچل سگھڑ بالی اہے
فریفتہ ہوگیا

بھری صراحی عشق کی کیتے او دھراپ نقل اس
کی طرح
ہونٹ اپنے
وہ
ساجن رنگیلے نین کی رنگ رس کی متوالی اہے

جگمگ ستارے سوہتے ناری کے جوبن پھل اوپر
زیب دیتے کے پھول
یا عاشقاں کے پھند میں موتیاں کی رے جالی اہے
پھانسنے کے لئے

صدقے نبیؐ قطب زماں پیاری سو ل عیشاں کری
کیوں نا کرے نیہہ ملک میں تج عشق تھے والی اہے
عشق کے تیرے سے

(۲۷۲)

کوملی بالی نہہ میں او تالی کھڑی
عشق او تالی سوں پیا تیں بدھڑی

عشق

ایک تل نا ٹہیرے پیاری باج کد
چنت سجن کے عشق لائی شہ پری

لمحہ نہ کے بغیر کبھی دل میں

پیو بن تل بیلی لاگی ناری کوں
من نہ ٹہیرے باج اوس یک تل کھڑی

پیا کے بغیر لگی عورت نہ ٹہیرے

ساقی سچ مانو یقیں یکچت سوں
میں ہوی دیوانی دل تج پنتھ دہری

تیری راہ میں

صدقے حضرت مصطفےٰ کے قطب شاہ

۱۹۹۰

نیہہ میں پایا ہے تج اسی چھند بھری

عشق تجھ جیسی

(۲۷۳)

میں اپ تن او پر چولا نیہہ کا چڑائی
بہوت انگ انگ کستاں کوں سجائی

عشق اپنے

بندیا ہے سجن خیال یوں میرے من میں
کہ اپ چولے میں اس خوشی تھے نہ پائی

بندھا سے اپنے

برہ کے او بالاں تھے نیں ٹہیر من کوں
کہ میں اپ جنم سب پیا سوں گمائی

فراق سے نہیں قرار دل اپنی زندگی کے ساتھ گذاری

پراو پیا تھے چڑت زرنگاری		سبھی شہ پریاں ہیں او کی موکی پائی

نبی صدقے قطبا سوں مل اپ ادھر
گلالی سورنگ مدانند سوں پلائی

(۲۷۴)

پیاری پرم ناز سیتی سہاتی		اپس حسن سوں عاشقاں دل بہلاتی

چندرناد ٹیلا پیشانی کوں لاکر		سو نس کیس تھے تارے جگمگ دپاتی

گگن تارے اس ست جو تھے جھڑ پڑینگے		جو یوں لال کسوت مکلل بناتی

کدن کا طرا کان اوپر دھرے ہے		کہ یا چند تو اسورج انگے دیکھاتی

ترے نین آچھے ہیں رنگ ہے مدن کا ....		نجے چاک مستی ہیں ہنس کی سہاتی

مرے تن تھے سنتاپ سب دور کرتوں		کہ ہیں ہوں ترے وصل کے مدکی ماتی

نبی صدقے قطبا کوں اپنی میا سوں
دیکھا کر چھبیلے چھنداں سوں رجھاتی

(۲۷۵)

چھوڑو بہنے قطبا تمن پر تھے واری ۔۔۔ کرو منج میا میں ہوں چیری تماری
بہانے ۔ تم ۔ سے ۔۔۔ میرے ساتھ محبت ۔ باندی ۔ تمہاری

جکچ حسن تج ہے سوکن کوں نہیں ہے ۔۔۔ تو پیو کی نظر میں ہے توں سب تھی پیاری
جو کچھ ۔ تیرا ۔۔۔ اسی لئے پیا ۔ سے

پیا ہور پیاریاں کی رنگ سنگ دیکھت ۔۔۔ دو نن رشک سوں آپ سُد بُد بساری
اور ۔۔۔ رقیب ۔ سے ۔ اپنا ہوش و حواس بھول گئی

سہیلی اشارت کرے نین چھند سوں ۔۔۔ منجے یوں کہ سائیں کوں تل تل پچھاری
کہہ

پیاری کے طالع قوی ہیں پیرت میں ۔۔۔ کہ ساجن او پر آپ تن من کوں واری
محبت

نکر بھانہ پیو مد دیو اپ لعل او دھر تھے ۔۔۔ کہ اس مد کی منج کوں لگی ہے خماری
بہانہ ۔ اپنے ۔ ہونٹ سے

نبیؐ صدقے قطبا توں اے رتبہ پایا
یہ
کہ تج دور میں دین کوں ہے استواری
تیرے

(۲۷۶)

پیارے ستو منج پرم کی کہانی ۔ ۲۰۱۰ ۔ کہ میں بھید تج حسن کے سب پچھانی
میری محبت ۔۔۔ تیرے

عشق کے بدہاوے کروں یوں سجن سوں — کہ نا بوجھے تس دوتی مورکھ ابانی

نہ سمجھے اسکو رقیب میری

سجن کوں ریجھار اکھی ہیں اپنے من میں — او جیو کوں نظر نا لگے نیوں برائی

کیا جب تجے پیو عشق منج من میں ٹھارا — سجن ذکر تسبیح کر اپنی مائی

سے میرے دل قرار

گلے میں سو ہے پیو کوں موتیاں کے ہار — بچھل ڈھال دھرتی سواب صاف پانی

دو تن توں پرت میں اپس کی بنوائی — سکیاں جنچلیاں میں نہیں توں بیانی

نبی صدقے قطبا کی ماتی ہوں میں نت

ہمیشہ

نہیں میرے من میں محبت برائی

(۲۷۷)

سرو قد پتلی ہے ساریاں میں تاری — توں سب چھند بھریاں میں ہے لالن پیاری

محبت کی ڈوری سوں باندی ہے اپ دل — تو ساجن پہ رتنا کی طبقاں نواری

اپنا

زلف پیکھ ہیں پیو کے دل کے ہنڈولے — نین جگ اموں لے ہیں کھنجن تجے بھاری

سے

# بلقیس زمانی

عشق پادشاہی کو سہے تج آج
حسن ملک میں نا سہے تج باج

تو چمنے مٹھائی شیریں کو نہ آئے
دیکھ اس مکھ تجلی سورج پکڑیا لاج

سچی اس زمانے کی بلقیس توں
انچل سیس سہاتا ہے تج جیوں تاج

تو خدمت میں حوراں کھڑیاں ہات جوڑ
اُنن قول بیڑا دے کرو تم ساج

کھنجن تیر کھنجن پہ کرتی بڑائی
تیری چوٹی گندے ہوئے مشاط آج

جوبن پیالا دے ہت میں پیالا پلا
اودھر نقل سوں توں دے کر کال ساج ۲۷۰

عرضداشت عاشق کوں معشوق پاس
عشق تاراں سوں تم بجاوو کماج

ہے سرپانوں لگ توں کندن کی بنی
دو تن کوں توں نا دیکھ کر مکھ مانج

نبی صدقے پایا ہے جنت کی حور
محبت قطب کر خوشیاں سوں توں راج

# ۴
# جاتم

ناری سبھے تجہ آتا لے چالا — جھلکار سہی
زیب دے تجھے — چال

سنپولی اُپر بھونگ سٹیا چام — چھوٹے آرکاں میں پھول مالا
لٹوں

رنتن تھے ادک دمیں ہوٹاں پر — ادھراں کے اُپر جڑے سو لالا
سے زیادہ چمکیں — ہونٹوں — لال

دیکھ چندنی میں چند مکھی کوں — سورج کوں پڑے چھند سوں پیالا
چاندنی — سے

دن رات ہوا جو کھولے دھن کیس — نس میں جو ہنسے پڑیا اوجالا
عورت نے بال — رات

ناریاں میں جو ناز بھاگ آچکل — انگ سنگ سوں کرے بیا نہالا

نت ہووے علیؑ کے صدقے جاتم

قطبا کے ادھر تھے مے پیالا ۲۳۸۰
سے

(ج)

## ۳

# بہمنی ہندو

---

اس بہمنی ہندو کا کس دھر کروں سنکایت
نین لیکھے ہیں مورخ تاریخ اس حکایت

نہیں

بے داماں اس کا خدمت کرناں ہوا اپنے دل کوں
دینے ہیں دام انوکوں کرتے ہیں عنایت

ان اور

آساں اُساساتھے شب ہونٹاں سو لکھے ہیں تج نین
نین ہے صولب پانی دیتا تمن ولایت

امید کہ آہوں سے

اس شہر کی سورتیاں کن نا دیکھیا نہ سنتا
ناکوتوال نا قاضی ناکس کا ہے حمایت

کوئی دیکھتا سنا

غمزے کے سمند میانے تیر اتر ہنت نہ دے کر
ڈوبن ہوئے ہیں اب تو تم ٹک کرو ہدایت

آہان اُساس دل کا راہ خیال باندھیا
اب ناز روشنی باتا منجکوں ہوئے ترایت

ڈال تاکہ

نوانت ہیں جیو کا دوری کدھیں اپڑ نہ سکتا
تج حسن کے جھجی کا کوئی نہ بوجھی ہدایت

---

ن آن۔

یک چھن اگر نہ دیکھو تج یاد کا جو سہلا — تج باج گلنا منج کوں مشکل ہے بغایت

تیرے بغیر گذرنا مجھے

نیناں کے لال تجھے دل پکڑیا ہے جو تس پہر — سٹ چھپانوں عشق کا منج توں آپنی لوایت

سے

تم یاد مجھے ہوا ہے مو مور تمنے موتن ۲۲۹۰ اب نا کریں تو ہم پر مور کبیں رعایت

تمھاری سے — اور

کوئی نا سکے معانی اپ کی پرت بیاں کر

پڑتا ہے اپنے دل میں سب دن علی روایت

(ق۔ج)

---

## ۴

# ہندی چھوری

رنگیلی سائیں تجھے تو رنگ بھری ہے
(کی وجہ سے)
سُگھڑ سندر سہیلی گُن بھری ہے

لٹکنا بجلی نمنے اُس سہاوے
(کی طرح — اس کو زیب دے)
وہ ہندی چھوری بہو چھند شہ پری ہے
(وہ — لڑکی — بہت)

چندر مکھ موہنیاں جب ناچتیاں ہے
(چاند جیسی صورت والی)
وُتن میں توں سو رنگی جوں پری ہے
(اُن توں — خوش رنگ)

سبھی حوراں نہ آسیں آج تج سم
(آسکیں — تیرے مقابل)
کہ توں بالاں میں سب عنبر بھری ہے
(بالوں)

اُبجتا ہے ترے مکھ تھے جے شابی
(پیدا ہوتا — سے — جو — جوانی)
او شابی تھے سدا تج سروری ہے
(اس — کی وجہ سے — تجھے)

گگن منڈپ ستاریاں سوں سنوارے
(آسماں)
اوہاں گاوں سو زہرہ مشتری ہے
(وہاں؟)

نبیؐ صدقے ریجھائے قطب شہ کوں

تو سکیاں میں توں جیسی شہ پری ہے
(اس لیے)

(ج)

# ۵

# پدمنی

(۵)

تج ناک موتی مکھ اوپر دیتا ہے آب سوں

یا خضر کے چشمے منیں ترتا بڑبڑا شاب سوں

وہ بڑبڑے کا عکس تیرے مکھ اوپر یوں چھائیا
اس

جیوں چاند کی جوتی منے مشکیں کلنگ ہے دب سوں
میں

تجھ نین کی راوت چڑھائی بھنوں کماناں روس کر

سب عاشقاں میں منجہ اُپر راکھے چاپ ناب سوں

جب ناک میں مکرا سہاگن مین آئی جلوہ میں

وہ قفل دے منجہ گیان پر سکہ کرے شتاب سوں

(۲۸۷)

جو دیکھی رُل ہیں پیو کوں سو پیو کا چت بہاری ہے
کپٹ پُھل گُندے جیو کوں سو مالن دندساری ہے

چھپے چند سُور اُجیالا نہ چھپیئے نور پیو کا لا
دو تن کے من حسد بھالا کہ شر مج سات باری ہے
میرے ساتھ

بچھڑتے لاکھ دشواری بچھڑ شہ مج مرن کاری
ولے پیو یاد کی یاری ہمن جیو تیں ادھاری ہے

دو تن لے گڑ براتی توں پر دکھ بھوں جپڑاتی توں
بہت ڈاواں میں ناٹی توں ولے یہ ڈاو کاری ہے

اماماں کی دُعا اور دھے دُعا کا کوٹ چوگرد ھے
معانی قطب تج بر دھے علی کا حُب حصاری ہے

ق

(۲۸۸)

گرو گھڑ میں گرہ کیاں کئے اُو ترنے دو واں سٹ بھرائی

چاند سورج کے پیالے آپنے گھڑ میں پھرائی

عشق کے سو صدر اوپر لے کھڑی ہت میں پرجب

بڑی بیڑی میں دکھاتی آب ہونٹاں کی چورائی

صدر اوپر آ جھمکتی ہور ٹھمکتی ہے کھڑی ہو

نین کشیدے کے تاراں سوں مرے دل کوں پرائی

ہے بھنی سب میں ولے دستی بڑیاں میں سب بڑی او

انچل او جھل میں دکھاتی ہے پریاں کی سب بڑائی

پریاں اوڑنے کی ولے پر نا ہلے اوڑنے کے تائیں

دیکھ اے رشکوں پرت تا نتاں ہٹوں سینی چوائی

۲۰۹۰

سب سکیاں تانتاں جھلاں سیتی چرھایاں ہیں دکھوم
آب پیاراں سیتی مے بھر مجلس اپنے میں پلائی

قطب شہ سیتی جھگڑتیاں نا جھگڑ سک اس سکی سوں
اُس کے سیس اوپر لیکھے ہیں دن ازل تھے خوش ٹرائی
ق

(۲۸۹)

ہیں متوالا و توں متوالی کھلائی
نین پھانسیاں سیتیں اب نین ہنڈولا جھلائی

تری الجھن بری الجھن کہ نا کر منج سیتیں بات
ہٹوں سیتیں ہٹوں سیتیں پیالا منج پلائی

وو چندنی چند نے مکھ پر چندا کا ٹیلا لاہی تی
تو ے غمزے نوے چھند سو میریاں رور و لکھائی

لگے نا چاک تیوں اکھے ہی اپنے کان پر طرّا
سپند کے پاتراں کوں تتہ تھے سیتی بجائی

چنچل ناداں دکھاتی ہی ہر یک یک آپنے دل میں
چوہیاں چومنے کی تومیاں سیتیں منج لذت چکھائی

پیارے گال ہیں تیرے میٹھے نابات تھے اکلے
کہ چھاتی سیتیں چھاتی لا اپس سوں منج ملائی

گروگروہے سہیلیاں کی سو چترائی منے نس دن
میں
محمد قطب شہ کوں دے ہے اپ نیناں کی دوائی

ق

(۲۹۰)

پرت پیاری پیرت منتر سینتیں ملی ۲۱۰۰ مکڑے کے پھول نمنے دل باغ میں کھلی

کونلی کلی میں چھمکی چھمکار چونپ سوں تج لال ادھر کے پھل پر بیٹھا بھنور بلی

طرا رکھے ہے سر پر سر تھے نشان کا صاحبقران سکیاں میں دستی ہے چنچلی

گرجیا ملہار ہر یا جھینا اوڑی سکی اس اتاگ سو رجوتی جھینے میں جھلملی

ناسک کے پھل پہ پھلپڑی مہ بند جیوں رکھے ٹیلا جیوں پر پھوئی جوڑے ہے سانولی

بوسیاں لاوے سینتی جنتیاں ہوں میں آسے انجھوں نہیں سمجھتی نن پن کی جا ملی
جنتیا

صدقے نبی تو یلی ناری سوں عشق کر
قطب زماں محمد دھن تجکوں آملی

ق

(۲۹۱)

نوی پیاری نوی نیہہ میں نوے چھند سوں پلاتی مے
جو بن چھبیاں اوپر سیلم بھنور مستی سوں راکھی ہے

کہوں اس قد کہ یا صورت کہ یا اُس چونپ میٹھائی
گلالی گال تھے چوتی عرق کی بُند پے در پے

کری کسوت نوی چندنی سوماوے اوپر جھینے کا
جے کچ منگے خدا تجکوں دیا ہے توں دعا کرلے

جھمکتا رات کوں جگنا پیاری رات دن جھمکے
پیشانی پر رکھے جگنی کا ٹیلا کد نہ دیکھیا کے

۲۱۱۰

کرے جے دامنی سوں عشق او ہے عشق بازاں میں
اگر میں باورا ہوؤں تو کیا اُس ہت میں دارو ہے

کیتے ہیں شاہ کو سلطاں ولے ہے ان مدن سلطاں
کیتے وھاتاں بجاوں کد نپو چھے کن بجایا ئے

جدھاں دیکھیا پیاری مکھ مصحف میں مبارک فال
تدھاں تھے قطب شہ جینیا ہے شرطاں سوں سو ملک رے

(۲۹۲)

مکت راگاں پیاری اب رگے رگ راگ گاتی ہے
تکھاری راگ گاتی مکھ اہاراں سوں سہاتی ہے

صباحی راگ گا کر منج صبا کے تخت بلاود
دھنا سریکا کہہ دھن منجکوں سو رنگ پیالا پلاتی ہے
خوشرنگ

مرے سنگ مل بجاتی سنگھ گاتی سنگھرابھرنا
سری راگاں جو گاتی استری تو منجکوں بھاتی ہے

الاپے گر اگر راکماں ہوں کا چڑائی ہے
عشق کی آگ میں ابرو کماں کو شی سکاتی ہے

کہ گوری راگ جو گاوے تو گوریاں کا ملکت جنیتوں
سو سارنگ نینی سب نانگ میں سو رنگاں سو اسہاتی ہے

سبھی راگاں کے کل پھل ہار ربایا ہے سو ملہارا
جو گاوے رام گیری رام کر راواں جھاتی ہے

میٹھے راگاں محمد قطب شہ کوں جم سہاتے ہیں
نبیؐ دولت غزل میر اشکر نمنے چکھاتی ہے
۲۱۲۰

(۲۹۲)

ہمن پیاری پری صورت گری تھے | پریاں حیران اس صورت گری تھے
اپس ہاراں میں تیاں عشق گوندے سے | حمایل چوسرہ جنجم گری تھے

بخت اُس کے کہ پیاری سوں پیوے مد ۔۔۔ صراحی کر بھنواں میں مدبھری تھے

ہمن ہور اُس ہیں میں تن پن کے بھید ۔۔۔ سہیلیاں بھید پایاں بلگری تھے

خماری باس تجھ نوتاں تھے ہکی ۔۔۔ چمک مینا منے خوش دلبری تھے

لجے مینا کی قلقل سینتی بلبل ۔۔۔ پریاں حوراں لجیں میں ہم شہ پری تھے

خدا پیاری دیا ہے قطب شہ کوں
دعا ہور بندگی ہور چاکری سے

(۲۹۴)

میری بھیری بھیریاں میانے سو بھیری ۔۔۔ لٹکتی ہے تاج ہور گاتی ہے گوری

مستی حملے کا سوکن پکڑے عنان ۔۔۔ جیو جگنا جھمکتا ہے جیوں جگا جی

عشق سہنے میں میں دیکھیا ایک سہنا ۔۲۱۳۰ ساتو کہنیاں کہتے سنتا میری کہنی

خسرو و شیریں کا ہے سو ایک دفتر ۔۔۔ زلف پینگاں میں پینگاتا ہوں مراجی

باس باساں سوں محبت گیسند میلی بہار پھل نالیوے میری نئی بالی

نبی صدقے رنگ رنگاں بھر رکھی رنگ

قطب شہ سوں مل رہی ہے اے نویلی

ق

(۲۹۵)

ترا حسن حسناں میں بھایا دسے مدن پیالہ رنگ انگ سہایا دسے

جیو پیاری چھنداں سوں چنداں چتی پلک تال سیتی رجھایا دسے
(نظر آئے)

ہندو زلف کے میانے الجیا ہوں میں نین پینگ میانے پنکایا دسے

عشق نیند تج نین میانے سہے صراحی پیالہ بھرایا دسے

انند ناد گرجیا ہے تج گج سیتیں عشق تانت کا راگ گایا دسے

عشق بیج پیریا ہوں دل باغ میں انند پھول اُس تھے کھلایا دسے

نبی صدقے قطبا کے سر پر سدا گگن رنگ کا چتر چھایا دسے ۲۱۴۰
(سے)

ق

(۲۹۶)

پیرم پیالا پیکیہ نون نہ لائی ہی کو کنکھڑی | دریا عشق میں تیر کر باندھے ہی اپ گل گلسری
باندھے ہے عشق کے کوپے ان کھٹو میں دعویکا نیت | پر چھم پریم چاواں ہلے سہتے سکیاں میں مہتری
پیرم کی باتاں سب سنیا اپ کی پھراتی ہی نین | اپنی میں اس نینہہ لا اوڑیا عشق کا چادری
ہم تم منے یک قول تھا او قول نا بسرو تمیں | پیت برن شرطاں اہیں تج منج منے آباوری
دیو عشق روشن ہوا تج نین کے رسا سوں ب | سا تو سراں گا کر سکے آلا پتی آساوری
اس پیچیاں کی نا و سوں منج نیند جا و نین تھے | کن و عا کس سحر سوں باطل کروں اے ساحری

قطب زماں سب شاعراں کا شعر میں شاگرد ہے
صدقے نبیؐ باندیا کمر جیوں لشکریاں میں لشکری

(۲۹۷)

توں ہے لاڈلی لاڈ سوں آتی اہے ری | عشق چو نپے سوں من میں بھاتی اہے ری

عشق کی کن کی شیریں نا کر سکے کد     جوبن پیالہ سوں توں سہاتی اہے ری

کفر باغ میں پکڑیا تیری سوی کوں    ۲۱۵۰    چنچل نادیں ناد گاتی اہے ری

عشق بھاو سوں تن سنگاری ہی سب توں     عشق چونپ سیتیں سُہاتی اہے ری

نہوں نہ کے تج لگ کہ پہنچے ہیں تن میں     بُجھاری جوبن سوں ہلاتی اہے ری

اپس غمزے کی چادر اوڑی پیاری     نین سیتی صاحب بلاتی اہے ری

نبیؐ صدقے تج ہے خدا ترس خانے

گلے لگ پیالے پلاتی اہے ری

(۲۹۸)

چھنداں سیتیں آتی ہی بھاواں دکھاتی     نین سوں ہمن رات ساری جگاتی

عشق پیم سوں انچل اوڑ کر کھڑی ہی     اے نادان بالی ہے بھاواں سُہاتی

توں جب روٹھ کر بول انکت بولتی     کہ سور ایسے گالاں اُپر چھند بناتی

نین بھاؤ سیتیں پلکھا وچ بجاوے پرم چوری پر بند بھاواں دکھاتی

نبیؐ صدقے توں ہے پرم......
قطب چھاتی لگ نیہہ کا دان ولاتی

(۲۹۹)

توں پھر نیم کر چیر بناتی اہے ۲۱۶۰ سو مسکاتی اور رنگ لکھاتی اہے

کر بوں تھاوے ہو پیو نیند دیکھتے چوری چوری سائیں بجھاتی اہے

گناں پرکھتی اور بول چوکھتی بھوری بہور چین جناتی اہے

کھسے کیس سو نکھتی ساجتی نیکی کنٹھ کنٹھ مال سہاتی اہے

قطب پیاری کس تھے نہیں ڈرتی ہے
نبیؐ صدقے منج دان ولاتی اہے

(۳۰۰)

سہیلی مدن لال مو چیت بھاوے کہ تل تل دل اس چھند پرواری جاوے

کسے چیت بلاوے کسی رین جگاوے ۔ کسے دل تپاوے کسی من رجھاوے

کسے نیہہ لگاوے کسے مد پلاوے ۔ کسے روپ دکھاوے کسے پیم پلاوے

کسے لب چکھاوے کسے چھپ رجھاوے ۔ کسے سیج مناوے کسے گز کڈلاوے

کسے اپ دکھاوے کسے تخت سرآوے ۔ کسے پک بتاوے کسے چھپ دکھاوے

کسے پرم لگاوے کسے چیت بھلاوے ۔ ۲۱۰۰ کسے بہہ ڈلاوے کسے پان ڈلاوے

نبیؐ داس کر آب کے تیں پوآوے
قطبؔ شہ سدا بیر مالاں گواوے

(۳۰۱)

ا؎ جے کو کہ ہتا میں جام لی ہے ۔ سلطانی جسم مدام کی ہے

پانی کہ خضر حیات پایا ۔ مد گھر تھے تنک سو جام پی ہے

ا؎ دیوان قدیم میں یہ غزل دو جگہ لکھی ہے یعنی یہ غزل ردیف الف میں بھی ہے مگر اس میں صرف قافیہ و ردیف کا فرق ہے یعنی ردیف میں قافیہ جام مدام ہے اور یہاں لئے پئے کئے وغیرہ اسی لئے درج کردی گئی ورنہ اشعار وہی ہیں۔

سر دھاکہ جی مو کام راکھو — اے دھاکہ کہ اسو نظام دی ییے

میں و مد و عاقلاں و تس پے — مو یار نین کون سوں سی ییے

باہر تو اودھر تے ساقیانا — اس دور منے کو کام جھی ییے

لو چن ترے شیوہائے مستی — او دشٹ چنچل تھے وام لی ییے

ذکرِ مکھ و زلف تج ہمن دل — بو حسن تھے صبح و شام جی ییے

مو سینہ داغ درد دوکھوں — تج مکھ نمکی تمام وی ییے

اوچاہ تھڈی معانی کی جان

۲۱۸۰

تو حسن دو سو غلام کی ییے

(۳۰۲)

جے پیک مو سگات سونا شاد کرتہ ہے — وو ترک مست دیکھو کہ بیداد کرتہ ہے

راکھیا وہاں امید کہ جانیا ہو اے زماں — لیتا ہے ہات جام مجھے یاد کرتہ ہے

عاشق تو چیونٹی پگ تل اس کے وو ہیں — گل گشت سو بتان پری زاد کرتہ ہے

شوخی کے سر منے ہوس تر لی لی وو مد — کب کان میں نصیحت استاد کرتہ ہے

داغ مو جیو سوختہ کوں تازہ بھی ہوا — او بزم جب ترانہ کا بنیاد کرتہ ہے

آگ فراق زور کرے بیجلی نمن — اجھوں وو داغ کہنہ سو آباد کرتہ ہے

سب دھر نکہ توں قطب معانی کہ عاشق ہو
اے حال تیرا طور سوں فریاد کرتہ ہے

۳۰۳

کب لگ منگنا اچھے منگاون جو نا آچھے — لوروں توں ہس پاس انگاون جو نا آچھے

میرے تیرے میانی بھومئی کے کاغذاں ورد ہے — دل درد میرا تاب پڑھاون جو نا آچھے

جس جا کہ چیرا کر دکھیں دل ماہ پریتاں — یکجا نہیں پاتے کہ سراون جو نا آچھے ۲۱۹۰

وو دیدہ و دل پاک رکھیا آچھے تو آچھے — نرل ہوہے وحشت دکھاون جو نا آچھے

لیلے مجنوں کی سو کتاباں ہے کہانیاں
قصا تیرا نازک ہے سناون جو نا اچھے

یک جھلک جھلک نا جو غم عشق نپایا
او دل سو کیا ہے صبر سماون جو نا اچھے

دل بد نگرا و یارا دم دکھ کا معانی
یاری کہ تپاوے نہ سُہاون جو نا اچھے

(۳۰۴)

پُھل بِن رخِ یار خوش ندیسے
بن مد پھلی جھاڑ خوش ندیسے

گشت چمن و ہوائے کلیاں
بن پیالہ کنار خوش ندیسے

ناچے د تا سرواب سو حالت
بن نا دہزار خوش ندیسے

مو بیار شکر بنب و چنپا رنگ
بِن چُمن بیار خوش ندیسے

باغ و پھل و جل سُہے تواما
بن صحبت یار خوش ندیسے

ہر جیتر کہ جگ کی عقل بندے
بن جیتر نگار خوش ندیسے ۲۲۰۰

چت نقد چکارہ ہے معانی

اس تائیں نوار خوش ندیسے

(۳۰۵)

سکی کے مکھ پانی میں چنداسورج سدا جھلتے

اڑن چکوے سو دن مل اچھ رین چولی میں تھی کھلتے

رہکر
سے

جوبن کھل سائیں ہت دی ہڑ ہلاوے عشق کے کی ہے

کھول کر

سجن سنگ رات جاگی ہے سو لہراں نیند لے کھلتے

مدن مکھ گال پر لاتی سو صورت یاد جو آتی

جیا کے باغ میں بھاتی پھلاں نکھ مکھ پہر کھلتے

پھولاں

گھلی ماروا پن جیو سک برہ صحرا میں دیوا مکھ

سو دیکھت نور جھلکا چکہ پنکھیر و مرگ سب بھلتے

معانی تج عجب کیا ہے کہ وحشی شد بھلے گا ہے
فلک سارے برس ماہے پری کے نیہہ میں ڈلتے

(۳۰۶)

دسے جیوں بر بڑے پانی نگاری خط اُپر تیرے
ارسطورا ہوا مج من دیا از بک رخن دیرے
لٹاں کھل مکھ اُپر کھیسے علم جھبلے سوہن دیسے
شرف جمشید کی جیسے ہوئے اُس عاشقاں جیرے
دو رخسارے ہے خوں والے غرانے تا نواگھٹالے
ہے پلکاں تیرا بنالے سو ناندے دل اُپر میرے
دو پتلیاں را و تاں تیری بندی اپا اسپ کوں سیری
سو چوگاں کھیلتے پھیرے، ہمن دل گیند کر گھیرے

۲۲۱۰

معانی نیہہ کے گھوڑے چڑہتوں لے جو بنا کے گڑ
مرصع جیغہ لا کر پڑسکی آئی ہے تج نیڑے

(۳۰۷)

مکھ رنگ تھے موتی جو تی نگاری لگی دسے
چندنی جیون چند پو تھے سنگاری لگی دسے

لبلاٹ کے چمن میں ٹلا چند چوترا
موتیاں کے جل گوں میں دو دھاری لگی دسے

سندر کے مست گال گلابی برن سہیں
یاقوت نین لال خماری لگی دسے

منج عاشقی کے نیہہ میں سو ثابت نہ پا نچل
سب عاشقاں کے دمہ میں سناری لگی دسے

زاہد نماز کبھی کریں سو نپٹ ریا
منج یاد تیری تسبی سو ساری لگی دسے

دو تن عجب کپٹ جو منج اوپر گندی سدا
سب جگ مینے نپٹ سو گنواری لگی دسے

معشوق ہنس کہے کہ معانی کی عاشقی میں
منج جیو میں حب رہے سو پیاری لگی دسے
میرے

تو حسن قدرت سوں لکھیا نیکا دسے | جگ حسن پر تج نور جیوں نیکا دسے
مکھ نور تھے چندا سورج جھمکیں سدا (اچھا) | تج کیس بادل تھے فلک پھیکا دسے ۔۲۲۲۰
سب جوہراں کا کھان مکھ یک ہی عجب | پھلری کا موتی ناک پر سیکا دسے
فتنا ہے موتی ناک کا فتنہ نکر | دیکھ آرسی فتنا ترا جیکا دسے

توں ہے پری یا حور یا ہے پدمنی
قطبا معمّا یو عجب ہیکا دسے

(۳۰۹)

نہ دیکھوں پیو چھن آدم نمن مج لاگ دوری ہے
رھیا پانسو برس آدم جدا اچھ ج صبوری ہے

بہت دن جب رھیا تھا سائیں کا مکھ دیکتے یک تل
لگیا ڈھلکا دیکھیا سُہنا کہ جھلکا کوہ طوری ہے

پیا سوں عرض دکھ کہنے نہیں مارگ مگر خیالوں

کہ جیوں پھل باس ہل رکھوال ہیں مج یار دوری ہے

تمارے ڈاو کے پیچاں کوں بوجے کہ مشکل ہیں

معلم نا بوجھیں عاشق نہ سمجیں صیغہ پوری ہے

کہ جب من ہیں کہ جب سکھ ہیں کہ جب دکھ میں کروں یاداس

تو تب وتن سمج جاوے عجب مکار پوری ہے

رقیباں جان توں ساجن ہمارا راز پایا ہے

پیو اوے توں کتا تج بہوت انتر کی دوری ہے

نبوجے توسے گل ملکہ کیتیاں کے سنگ ہو بیدیں

معانی کہہ محمد ہور علی کا دین نوری ہے

۲۲۳۰

(۳۱۰)

بن مست تج نین تھے پتلیاں کتا کھلاتی | اس کھیل میں بھلیا ہو بھی کیا سرا پلاتی
تجھ مد اثر کی مستی دایم ہمن میں اچھتی | کیا گن بدل حکیماں کے ہت دوا دلاتی
جوبن کے طور اوپر مکھ نور مجھ دکھا کر | موسیٰ نمن بھلا کر عیسیٰ نمن جلاتی
کنٹھ ناگ سر بجا کر ناگاں کنٹل کھلا کر | شکر ادھر چکا کر مجھ جیو را بہاتی
کنتاں کنٹھ یا کر انچل جھمک دکھا کر
معانی کا دل بہلا کر ہت ہیں ہت ملاتی

(۳۱۱)

مے لعلی تھے مکھ زردی ہمارا دور کر ساقی | مجالس زہرہ رقاصی سوں توں پر نور کر ساقی
پیا رخسار کرتا جلوہ مو شیشے خیالاں میں | رقیباں عکس کرتے ہیں توں یک چھن دور کر ساقی
لطافت پیش ہے دن دن سو اس سر سہی قد سوں | پیالا آس کا میرا سو بھر سمدر کر ساقی

جکوئی ہے عشق میں ثابت سدا ہی جیو ناہکا　　سو اس کے ناؤں سوں میخانہ سب معمور کر ساقی

بجانوں روز محشر کیوں اچھیگا خاب پر شش منج　　۲۲۴۰　　کہ میخواراں منے اب تو ہمن مشہور کر ساقی

بہشتی باغ میں کھیلے ہیں پھولاں منج مراداں کے　　ہمن مجلس کوں مست نغمۂ طنبور کر ساقی

نظر کی مرحمت سوں دیکھ منج مسکین کوں یک پل　　پیا کی کیمیائی دشٹ سوں فغفور کر ساقی

پیا کی سور کی کرنا دسے منج دل کوں قلا بے　　ہوا ہے مدعا حاصل مے انگور کر ساقی

پلک کانٹے نین باندیا نجاوے خیال تیرے کن　　رقم اس خیال ہو پیشانی کوں سیندور کر ساقی

محبت پیو کا منجکوں بڑ دریا میں کشتی ہے　　اس اوپر عشق بازاں میں منجے دستور کر ساقی

معانی شوق کے انجھو ڈھلیں مکھ پر کہ جیوں موتی
کہ یک تل جیو منج ہنس کوں نظر منظور کر ساقی

(۳۱۲)

ترے مکھ لعل تھے رنگ گوہراں کا بھانے جائے　　جو ہر صاف تھے ہر کس کا گناں جانے جائے

پھولاں کا باس نہ ہے پنکھی سکی گا پوچھنے
بلبل او باس پوچھے گر خوشی سوں گانے جائے

تل کی آیت رکھے ہیں مکھ او پر اب علم سیتیں
عالماں کوں کدھیں تفسیر تو نا جانے جائے

داکھ کے باغ میں پھولاں کھلے کر ساقی ہمن
خوشی و خرمی سوں پیالی ہو پیلانے جائے ۲۲۵۰

ملکِ دل میں و کھیا ہو ڈھونڈکہ کاماں سو تمام
کام اختیار گیا دل تھے توی دانے جائے

پکڑے جب گھانس ہریا ہوے تمن ہات سیتیں
قدرت اس ہات کا دکھ جیو سو قربانے جائے

نتھ کے شہراں منے انگشت نما ہو سر تھے
چپ دو تن ڈر نہیں تیر انکو ترسانے جائے

منجے پیو یاد تھے آسایش و سکھ دل میں بھریا
عیش کا وقت رہے غم کا جنس رانے جائے
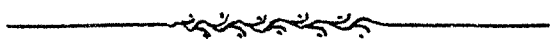
# کلیّات محمد قلی قطب شاہ

## تیسرا حصّہ

## دیگر اصناف سخن

قصیدہ ۔ رباعی ۔ مرثیہ ۔ ریختی ۔ مثنوی
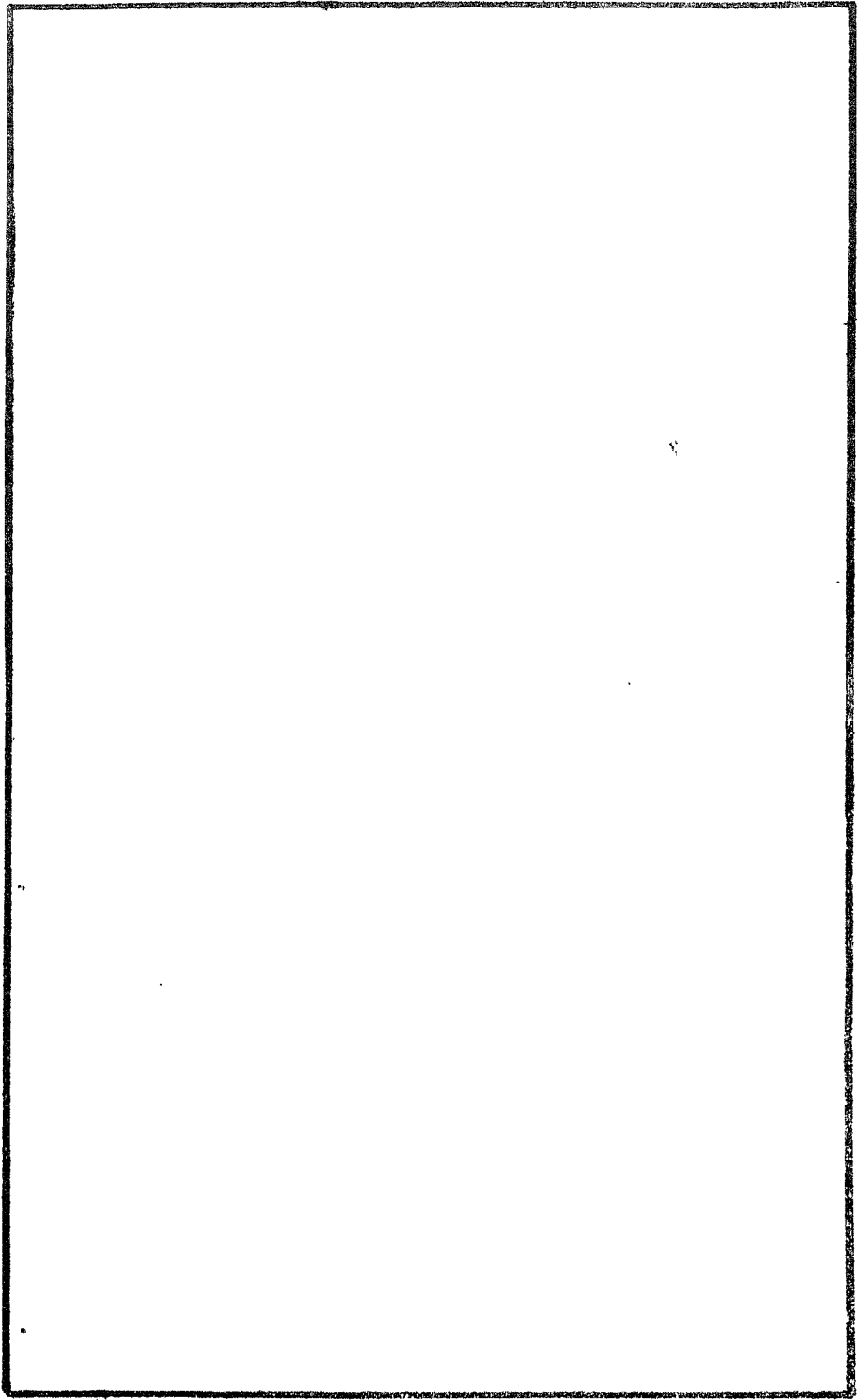
# دیگر اصناف سخن کی تفصیلی فہرست

(جملہ ۶۳ نظمیں ۳۸۹ اشعار)

## ۱۔ قصائد (۱۲ قصیدے۔ ۲۱۶ اشعار)

## ۲۔ رباعیات (۴۱ رباعیاں ۔ ۱۸۲ اشعار)

---

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۴۔ اپنڑ یا ہے علی ہنت تجے مدن جام منجے | ج | ۔ | ۴۳ |
| ۵۔ اپ دوست سوں مل پینغ کہ میں جام منگوں | " | ۔ | " |
| ۶۔ کہتی کہ تری ہوں گی نوار اندیشہ | " | ۔ | " |
| ۷۔ نابات او محبوب سندر کا کہے جائے۔ | " | ۔ | " |
| ۸۔ کہیا ترے لب کیا ہیں کہی آب حیات۔ | " | ۔ | " |
| ۹۔ اس لٹ کوں لٹاپٹ سوں پکڑ کیتا نیاز۔ | " | ۔ | ۴۵ |
| ۱۰۔ خوبی وبدی سب کے بوجنہار سو توں۔ | " | ۔ | " |
| ۱۱۔ احمد علی کے رتنے تھے نج ہے جو خبر۔ | " | ۔ | " |
| ۱۲۔ تیرا شرف ادراک میں نیں ٹاک آیا۔ | " | ۔ | " |
| ۱۳۔ جنیا نوں دل وجیوں سوں قرآں دیکھے۔ | " | ۔ | ۴۶ |
| ۱۴۔ جس ٹھار مے لعل پھرے دور پہ دور۔ | " | ۔ | " |
| ۱۵۔ ہے پھول کا ہنگام مدسوں یاراں حاضر۔ | " | ۔ | " |
| ۱۶۔ کہئے کہ یکٹ ہو جو اچھے گا گھر میں۔ | " | ۔ | " |
| ۱۷۔ کب لگ اچھے لب پہ زہد ہور دل میں جام۔ | " | ۔ | ۴۷ |
| ۱۸۔ مستی کے ملک میں سنے جہانبانی منجے | " | ۔ | " |

۳۴ ۔ انند منگے تو کدہیں توں جاناں کوں نہ چھوڑ  ج ۔ ۵۱

۳۵ ۔ تج زلف کا جپ مال کروں ساری رات  〃 ۔ 〃

۳۶ ۔ اللہ کالے نالوں تو یک چت سوں اول  〃 ۔ 〃

۳۷ ۔ تج حسن تھے تازہ ہے سدا حسن و جمال  〃 ۔ ۵۲

۳۸ ۔ پائے ہیں لطافت ترے مکھ تھے ارواح  〃 ۔ 〃

۳۹ ۔ لال ادھر لال لا آدھار کرو  〃 ۔ 〃

۴۰ ۔ خدایا دے مدد تج جم محمد سوں ملا پنجتن ۔  〃 ۔ ۳۵

۴۱ ۔ نہیں کیں تج ایسی سہیلی گہیلی ۔  〃 ۔ 〃

## ۳ مرثیہ ۔ (پانچ ۔ ۶۱ اشعار)

۱ ۔ محرم مہینے میں آیا اماماں کا سو غم پھر کر  د ۔ ۶ ۔ ۵۶/۱

۲ ۔ او لہو لال کا رنگ سا تو گگن اپرال چھایا ہے ۔  د ۔ ۱۶ ۔ ۵۶/۱

۳ ۔ او سی تھے دو جہاں تیں نیل کا کسوت پنایا ہے ۔  د ۔ ۸ ۔ ۵۶/۵

۴ ۔ آؤ ل کر مانمیاں سب اس غماں تھیں لہو روئیں  د ۔ ۱۹ ۔ ۵۶/۶

## ۴ - ریختی ( ۴ نظمیں ۲۴ اشعار )



## ۵ - مثنوی - ( ایک - ۶ - اشعار )

# قصائد

# عیدِ نوروز
# و
# روزِ عید

نوروز لیایا ہے خبر روز ید سلطاں عید کا | سُکھ کارواں بھر تھے لیکر آیا ہی ساماں عید کا

روز ید کا خوش عید ہے ست عید کے روزاں منے | باندھے کمر جیوں بنہگر یو رلیائے تاواں عید کا

وہ کیا برستا نور شرعی اس ہیسے میں بھل | خورشید ناداں چھپ گئے جب وجھتی تاباں عید کا

اس عید چھنے تھے سگل عیداں حساباں میں رہن | حلقہ غلامی کان با بکڑے ہیں گلداں عید کا
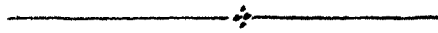
شیراں و خرمے سوں کیسے مہماں نبی کے تیں خدا | عیداں کے بھاراں میں نیٹ وھالا دیر افشاں عید کا

روز ید کے روزی پکڑتے ہیں ملک ہور آدمی | شیرہ شہد سوں سب فلک کھولے ہیں دُکاں عید کا

تج عشق کا انت کوئی نا پایا ہی دنیا دیں منے | پایا سو اُن لیکر گیا ہاتاں بہ بھاتاں عید کا

روز ید کے پھولاں ہنی نوروز کے پھولاں کھلے | پھولاں کے باساں تھے ہوا ہی جیو خواہاں عید کا

دُکھ پھول کھند لے گئے انگے رہے بھار ابھار تھے | آلاتی ہیں کُولاں منی سوں الحاں عید کا

روز یدیں امید کے پھولاں کھلے مانگو دعا ۱۰ سب ہی وناں میں دیتا ہے وِن نمایاں عید کا

دنوں دکھائی دیتا

برسا و مہ آنند کا نا ہوئیں منج رو کھاں ہرے | دل کے چمن میں طرح سٹ بسلاوں ریحاں عید کا

مینہہ میرے درخت — ڈال بٹھلاؤں

نوروز ہور روز ید صیغہ بھائی پن کا مل کہے | دونوں ہوئے ہیں ایک ہور لیائی ہیں خوشیاں عید کا

اور — اور لائے

لاکھاں سلام و سجدہ ہے دایم ہمارے قبلہ کوں | منج تیں دیئے امن و اماں سالاں بسالاں عید کا

لاکھوں — مجھے

انعام تیرے سوں اگھائے گئے زمیں ہور آسماں | انبر کیا روشن سورج چندر رہیا لال عید کا

آسمان چاند تہ

حاتم کی بخشش چھپ گیا ہے تیری بخشش کے انگے | گنجاں گھرے گھر بھر دیا ہے آج دوراں عید کا

مقابل — خزانے

تج حسن جنت حور تھی منشور نامہ لیا یا | منج دور میں بھر دیو تم جوہر و مرجاں عید کا

تیرا سے لایا — میرے

بے منت انپڑیا ہے تمن نعمت بہشتی آدم کے تیں | دایم اچھو اپچی شکر منج عیداں پہ عیداں عید کا

رہنے

ظاہر ہوا ہے شرع کا احکام تیرے خط منے | ترکاں کا ترکی نا چلے آیا ہے ترکاں عید کا

امرت کا پانی پیو کر ہیں جیو تے جاگ جیو سب | برکت نبی اس نبر کوں کرتا ہوں مہماں عید کا

جیتے — پانی کو

تج عدل تھی یوں کا نپیا عالم یو تن تھے پات جیوں ۲۰ آنند خوشی سوں راج کر ہور جینت ڈاواں عید کا

تیرے سے ہوا سے پتہ جیسے — سے

آنند کے منہ تھی کھرے گھر موتیاں براساں بھرے　　حوراں پڑیاں بائے گلے میں کنٹھ مالاں عید کا

تج دشٹ کی تاثیر تھے مردے سو سبز تھی جی اٹھے　　کانٹے سو کلیاں پر مصر فطرتا ہوئے گلستاں عید کا

نہ کا تر نگ کوئی نا سکے چڑنے کوں میرے شاہ سم　　پیرت کئے میداں چڑے جوبن سو ہالاں عید کا

چابک سواراں دے دکھیائے چابکی کس میں نہیں　　کھیلے بھوت ڈاواں الکھ سوں لیکھ چوگاں عید کا

جیکو چڑے گھوڑے اوپر اُسکوں سواراں میں گنت　　تل ہور میسے کی گیند کر کرنے ہیں جولاں عید کا

دیرا دیے ہیں گنج کے چھند انسوں کوہ قاف پر　　موتی کے جالے سایہ بان جوڑیا خاقاں عید کا

تج دولت و اقبال شاہاں میں نہ دیکھیا کوئی کد　　انس و ملک منگنے سدا تج پاس داماں عید کا

میخانہ کوں دھو دھار کھیا چند ابراں دکھیت　　گلال سے گالاں سیتیں مد دیو منج داں عید کا

دھن دیکھ نا لیوں کد ھیں مئے میں کلالاں پاس تھے　　لو چن سو رنگ کے رنگ تھے مد دیو احساں عید کا

۳۰　　میخانہ میرا ہور ہے پیمانہ مستی ہور ہے　　جوبن کے مد خانیاں سیتیں باندیا ہو شرطاں عید کا

---

ن۔ مسی۔

پکڑیا گریباں شیشہ کا کتوال تھے ناڈر کے میں
بہو دیس کوں سینٹریاہی اب ناچھوڑوں دامان عید کا

پیرت منے سینٹریا سو دھن خبر جیا ہوں اس وفن
باندیا ازل کے دیس تھی پیارے سو پیماں عید کا

حیدر نبی کے واس پن تھے قطب شہ کر عیش نت
موتیاں کی سہریا چڑکہ کرتوں وشت ایوان عید کا

جیکوئی محمد دین کا دشمن ہے آیا ہجر اس
دندیاں کے دل ہور جیوں لاگیا ہے حرماں عید کا

احمد ادنے تھے ہور علی صفدر کنے زورا تھے سدا
دشمن کلیجے میں کھڑک مار کھیا وان عید کا

نوروز ہور روز عید کے خوشیاں ملے یک چاندیں
مار و رقیباں کے دلاں میں زہر پیکاں عید کا

دندیاں کا مکھ کالا کیا اسماں ہمارے دند تیں
مے پیوتا ہوں شوق تھے نت آب حیوان عید کا

(ق۔ج)

# ۲

# عید قرباں

نج ترنگ کے نعل تھے روشن ہوا لجاں عید کا / اس کی باساں تھے معطر ہے گلستان عید کا

عید قرباں کوں بڑائی شاہ کی مجلس تھے ہے / تو بڑائی بول کر آیا ہے سلطاں عید کا

رت بسنت تھے پھول کھلیے ہیں سرا سر نور کے / تو کیا کسوت امولک شاہ ترکاں عید کا

دلربا مجلس دیا ہے عید قرباں کوں شرف / طفل نمنے آرزو تیرا ہے خواہاں عید کا

جلد پن تیرے ترنگ کا ہور کھرک جھلکا رنج / عشق کے میداں منے جھمکائے جولاں عید کا

مکھ مصحف میں جو دیکھوں فال تلتیل صبح گاہ / ہر طرف منج نین میں دستا ہے احساں عید کا

اس زمانے میں بڑائی عید اب کیوں نا کمے / کہیں دیکھے ہیں جم جمشید اے شاں عید کا

جب مورخ نا کرے تاریخ منج مجلس کتے نا ہیں / قصہ خواں کیوں پڑسکیں سو قصہ پایاں عید کا

رشک کرتے ہیں ملک ہور حور جنت بزم تھے / اب پلو تج کن پیاریں ہور منگیں پان عید کا

کر علیؑ ہور آلؑ کی برکت تھے نت شادی خوشی
تیری شادی تھے سو شادی ہے نمایاں عید کا

شادی ہور خوشیاں تجے دایم سوا رزانی اچھو
تج بلا دور تائیں آپ آیا ہے قرباں عید کا

عید کا ہے ناؤں جگ میں عید تجہ مکھ تھے اہے
اس خوشی تھے گاوتے داؤد الحاں عید کا

سب خوشیاں عشرتِ تمن مجلس میں باندھے ہیں کمر ۵۰
اے سلیماں کے نمن تم دیو قرباں عید کا

عید اگر عیدی کا دیوے وان سکوں کیا عجب
تیری مجلس تھے اکھایا ہے سو دکاں عید کا

تیری بخشش ہور کرم تھے عید شرمندہ ہوا
کاں دسیگا تیری ہمت آنگے ساماں عید کا

تج محمد ناؤں تھے سہتا ہے تاج احمدی
وو بزرگی دیکھ پگ پڑتا ہے خاقاں عید کا

بخت و دولت تخت چوپھیر چوک جوڑے ہے سدا
اس خوشی تھے رات دن گرجے سو ایواں عید کا

روشنی پایا ہو میں یعقوب نمنے وصل تھے
تج دیا کی باس تھے بستا ہے کنعاں عید کا

اس قصیدہ پر معانی عید جم قرباں ہے
نیں کیا ہے آج لگ یوں کوئی درافشاں عید کا ق

# ۳

# عیدِ قرباں

تیرے مکھ پھولاں تھے تازہ ہی سدا بن عید کا
مکھ کی پھولی تھے پھول کھلیا او پھول آ ہے دھن عید کا

قطب تارا کھینچیا آہن ربا کوں آپ دھر
سب ہی تاریاں میں او سے دستا ہی بڑپن عید کا

عید خوشیاں سیتی قرباں ہونے دہرتا ہے ہوس
او انندان ہے جگت میں شمع روشن عید کا

نین دنبالے علم جھیلے کے نمنے جھولتے
تازہ تازہ رونقاں ظاہر کیا فن عید کا ۶۰

جن دیکھے یک چھن تجے سو عید قربانی کرے
حور جنت کا ہے حیراں دیکھ جوبن عید کا

عید کی خوشیاں تھے نیں معلوم مجکوں راندن
ساقیا پیالی منے دکھلاؤ درپن عید کا

چاند سورج لاج کر بادل منے پنہاں ہوئے
جب نین جھلکار میں دکھلائے جھمکن عید کا

عید کی خوشحالی او ہے جو پڑے پیک شاہ کے
اس خوشی تھے ہے ہوس سوں سب الاپن عید کا

خوش گھڑی او ہے کہ رکھیں منج اوپر پیک نظر
آ دیا منج عیش کے ہاتاں میں دامن عید کا

جیو ں ہما نمنے رکھیں ہیں چھانوں ہما پر تمیں — اس تھے پایا ہوں بڑائی ہور نشیمن عید کا

عید کی عیدی ولاؤ شاہ منجکوں پیار سوں — جیوں جو من طفلاں کوں دیو منجکوں جوبن عید کا

عید نھن پن کا دیکھو ہور عید بڑپن کا دیکھو — ہے خوشی نن پن منے سو لک ر جھاون عید کا

عید مجلس میں کریں آور نقیباں کوں پسند — او سپند جالے او پر سہتا ہے ابرہن عید کا

وقت آیا ہے کہ غم کا جڑ او پاریں پٹر سوں — صد ہزاراں شکر پایا ہوں ہیں وہن عید کا

حج اکبر و بنداراں کے اوپر واجب اہی — میراج او ہے کہ دیکھوں تج سو درشن عید کا

عید مجلس میں کرے جب یاد مسکیناں اوپر — کاج عشرت کا گھرے گھر ہووے گلشن عید کا

ہے محمد ناؤں تھے جگ میں محمد قطب شہ

تو طبل اس دار پر گرجیں سو گرجن عید کا (ق)

# ۴
# عیدِ میلادِ نبیؐ

نبیؐ مولود لیایا ہے خبر سر تھے خوشی کا ۔۔۔ سدا صلوٰۃ بھیجو سب محمدؐ ہور علیؑ کا

بڑائی ہی بہوت اس دیس ہمکوں عیدِ مبارک ۔۔۔ سعادت میں سعادت ہی سعادت اس گھڑی کا

سو ساعت کی سعادت میں دعا منگے کوئی ۔۔۔ لکھیں بخشش کا خط اُس کی پیشانی پرجلی کا

سُنی کافر کے بتخانے ٹوٹے ہیں اس گھڑی ۔۔۔ سو معجز تھے خوارج کوں ہی ہیبت گڑبڑی کا

نبیؐ مولود ہی دیباچہ سب مولود میانے ۔۔۔ سو ہی نوروز عیداں میں اتندیے سروری کا

ازل تھی عید کیاں خوشیاں جگت میں تھیاں ولیکن ۔۔۔ ہمارے دور میں دایم خوشی ہے ہاشمی کا

خدا کہیا پیمبر کوں حبیب اپنا دو جگ میں ۔۔۔ محبت سوں کیا داماد حیدرؑ کوں نبیؐ کا

کیا قرآں خدا نازل محمدؐ ہور علیؑ ہیں ۔۔۔ سدا جبریل لیا تا وحی ہور رحمت ربی کا

پیمبر ہے ہمارا سرداراں میانے سو سرور ۔۔۔ کہ صیغہ لوڑے ہیں جبریل سوں ملک راجی کا

اشارت کر چندا کوں پھاڑے جیوں کپڑے کیے نمنے　　تو بوسا پانوں کوں دے نور پایا روشنی کا

خوشیاں کے فوج داٹے ہیں ہمن دل پر انند سوں　　کہ چھن چھن جگ ہیں معجزہ دیسا پیغمبری کا

اُنوں تھے دین قایم ہے ہزاراں شکر کر تو　　کہ ہے یارا اماماں تانوں سدا اسکندری کا
(اُن سے)

منگے پیغمبراں اپ تیں شفاعت نت خدا تھے　　ہمارے مصطفےٰ منگتیں شفاعت امتی کا
(مانگے)　(اپنے لئے)

مسلماناں محمد مرتضیٰ پر بھیجو صلواۃ　　کہ تو ہوگا تمن روزی شراب کوثری کا

دیا ہاتف ندا منج رات دن جم جم خوشیاں کر　　کہ بجتا ہے دمامہ دو جہاں میں حیدری کا

نبی کے نور تھی روشن ہوئے ہیں عرش و کرسی　　علی صدقے کئے ہیں شیعہ کسوت زرزری کا
(سے)

پریاں حوراں سید چندنا چتیاں ہیں عرش اوپر　۹۰　اکھٹے تال دھارے تال لیکر مشتری کا

بدل نمنے گرجتا ہے مندل تل تل خوشیاں سوں　　الاپیں مشتری ہور زہرہ سُر لے پنچمی کا
(بادل)　(اور)

فلک ساتو بند سے آئیں ستارے چاند سورج　　وو آئین طرح دیکھ حیراں ہوا عقل آدمی کا
(ساتوں)　(وہ)

خوشیاں ثنا دیاں اسی مولود تھی ہوتیاں ہیں ظاہر　　زباں قاصر ہے حضرت وصف کہنے انوری کا
(سے)

صفت کرنے پیمبر کا منجے اندازہ کہاں ہے ۔۔۔ ہوا مولود وصفاں تھے ہوس منج خادمی کا

ہوا ہوں شرمسار اپنے گناہاں تھے سدا میں ۔۔۔ کرو تم حاتمی نانا نوں جاوے حاتمی کا

نبی کے صدقے بخشے گا خدا میرے گناہاں ۔۔۔ علی کا نانوں منج سر تاج ہے جم خسروی کا

پیمبر کی سو بخشش تھے نہیں کن ذرہ نومید ۔۔۔ کہ منج ذرے کوں دیو و چاشنی تم لنگری کا

پیمبر نانو و منج تن پر سلح سنجو دایم ۔۔۔ . . . . . . . . . . . . .

خوارج مصطفیٰ کے غصے تھے ڈر جیو منتیں ۔۔۔ . . . . . . . . . . . . .

نبی کا نانوں ہے تیرا محمد قطب شہ نادر ۔۔۔ قطبی موسیٰ و فرعون شیعہ کن ہے رہبری کا

خدایا منج سدا شادی سوں رکھ حیدر کے صدقے
کرو غم تھے خلاصی دو دیو فرمان منج خوشی کا

# ۵

# باغِ محمد شاہی

محمدؐ ناؤں تھے بنتا محمد کا اے بن سارا

نام　سے　محمد قلی　یہ

سو طوباں سوں سُہاتا ہے جنت نمنے چمن سارا

سے　زیب دیتا　مانند

دِسے فانوس کے درمیان تھے جوں جوت دیوے کا

نظر آئے　سے　روشنی　چراغ

سو تیوں دستا دوالاں میں تھے میویاں کا برن سارا

سے　میووں　جسم

بہے دم عیسوی دایم چمن میں گل لگانے تیں

ہرے نہالاں کے جلوے تیں مشاطا ہو پون سارا

سڑک تھے باغ کوں دیکھت کھلے منج باغ کے غنچے

سے　دیکھ کر　میرے

سو اُس غنچے کے باساں تھے لگیا جاگ مگن سارا

سے　لگا

چمن کے پھول کھلتے دیکھ سکیاں کا مکھ یاد آیا

سُہاتا تھا محمل پھل نمن اُن کا نَین سارا

زیب دیتا     مانند     آنکھ

دِسے ناسک کلی چنپا بھواں دو پات ہیں تس کے

نظر آئے     ناک

بھنور تل دیکھ اُس جاگا ہوا حیران من سارا

جگہ

سو خوشے داکھ لاکھاں کے ثریا سنبلا ہے جوں

انگور     سنبلہ

سُہے اُس داکھ منڈوا سو جیا انبر کہن سارا

زیب دیتا ہے     آسمان

اناراں میں سُہے دانے سو جیوں یاقوت پتلیاں میں

زیب دیتے ہیں

ہر اک پھل اس اناراں پر سُہے سکے نمن سارا

زیب دیتے ہیں     مانند

کھجوراں کے دِسیں جھونگے کہ جوں مرجان کے پنجے

نظر آتے ہیں     گچھے

پیاریاں لعل خوشے جوں دِسیں دِن ہور رین سارا

۱۱۰

نظر آئیں     اور رات

دسیں ناریل کے پھل یوں زمردھر تیاناں جوں

ہور اس کے تاج کوں کہتا ہے پیالہ کر دکھن سارا

اور

دسیں جاموں کے جھل بن ہیں نیلم کے نمن سالم

مانند

نظر لاگے نہ تیوں میویاں کوں راکھیا ہی جتن سارا

لگے رکھا

صفت کرنے کوں سوسن بی کھلیا ہے دس زباں اپنی

بھی کھولا

دکھن سب سندریاں کے تیں کھلیا نرگس نمن سارا

جیسوں مانند

چمن آواز سن بلبل اپس میں آپ الاپے ہیں

اپنے

سو تس آواز سن حوراں کریں رقصاں اپن سارا

سُنکر

دکھت رکھ مست ہو دستک بجاویں پات ہاتاں سوں

دیکھ کر درخت ہوتا پتے

سو ڈالیاں ڈلتے ہو متوال پی پھول ابرہن سارا

مگر شبنم کا مے ہے یا ادھر جلاب کا پیالا

ہونٹ لعاب

یو بی خوب ہور او بی خوب تج سوں مل پون سارا

یہ بھی اور وہ بھی تجھ سے

امنگاں آپ امنگاں سوں اپس میں آپ مل ناچیں

سے

تننا کا تنن ناچیں ہوے تن تن تنن سارا

(ناقص الآخر)

# ۶

# عیدِ نوروز

کہ بس دن عید ہور نوروز منج کوں نت خدا دیتا

رات اور

مرے دل مرغ کی خاطر پھولاں عشرت نوا دیتا

پھولاں کا عید ہے یک دِہر خوشی نوروز کی یک دِہر

انداں طرح کر ساقی طرب مو دل پیپا دیتا

میرے کو

جو اپنے برج اوپر مشتری ہور زہرہ آئے کر

اور

۱۲۰ بڑائی اُن تھے پا نوروزِ نوروزی صفا دیتا

سے

اے دل پنکھ مار ذوقاں سوں کہ نوروزی برات آیا

براتاں بیگ غم کی پھاڑ سٹ او سب جفا دیتا

وہ جلد

خوشی شب رات کی ہور عید رمضاں کا خوشی نت نت

شب برات — اور

اے دونوں عید کیاں خوشیاں خدا تج کوں سدا دینا

کی — مجھے — یہ

ہوئے ہیں جھاڑ سب ہرے خوشی سب جگ منے بھرئے

میں — ہرے

عجائب عید ہے شہ ہور گدا کوں کیمیا دیتا

اور

خوشیاں سیتی غماں کوں بھا فکر خوشیاں کرو دایم

غم — کو

اے نوروزی کے دیباں سب غماں کے تیں دوا دیتا

یہ — دل

دعایاں تھے کھلے ہیں سب ہی اسماناں کے دروازے

سے

کہ حاجت اب منگو یاراں کہ سب حاجت قرا دیتا

نہ آوے گنج قاروں کام کچ تج حسن کا گنج ہے

خوشی سوں نو گدایاں کوں پیا بخشش نوا دیتا

نئی

تمہارے چھند بھرے چالے پورو کے جیو کی ڈوری میں

چالیں پرو کر

دو تن کے نین ہور دل میں ای یاتاں سب ریا دیتا

رقیب آنکھ اور یہ

محمدؐ کی غلامی تھے محمدؐ قطب شہ شاہ ہے

سے

اِسی برکت تھے دایم سب خوارج کوں بلا دیتا

سے

(ق)

---

۷

# قصیدۂ منقبت

## (تشبیب کے چند شعر)

آج شہ چیں چلیا شرق نگر تھے شتاب

سے

ڈھال فلک کی اچا او شہِ عالی جناب

اُٹھا وہ

باند خنجر کرن کی، زریں فرنگ ہات لے

باندھکر تلوار ہات میں لیکر ۱۳۰

صبح کے وقت آئیا پیکِ دو پیالی شراب

آیا پی کے

چڑکِ فلک فیلِ مست مستی سوں مکھ لال کر

چڑھکر

گرم ہو چلنے لگیا ون لے کٹک بے حساب

فوج

سو ہے غلط، یوں نہیں ہے یو قضیا توں سن

یہ قضیہ تو

فتح و ظفر چند کا چرخ دیا اُس جواب

چاند

شاہ ختن سن چلیا غرب نگر تھے لے فوج

سنکر چلا سے

تن کے تناں رین رنگ جیسے اہے مشکناب

جن جسم رات کے ہے

اتنے میں دیتا اہے صلح خدا تن منیں

ان کے آپس میں

ہے تمیں نس دن کے شہ نا لڑو تم اتنے باب

تم رات بادشاہ

ہیں کیا تم دو کو شاہ، یک سورج ہور یک ماہ

دونوں اور

دھرتی تمیں دونوں جادونوں کوں سر پر نہ آب

زمیں

دن کوں سورج، نس کوں چند، تد بھی کیا ہے وہاب

سورج رات کو چاند

چاند کو کیتا نجی، سور کوں کیتا ذہاب

کرتا سورج

## ۸

# نوروز

پیا مکھ نور تھے ہے جاوداں ہم عید وہم نوروز
سے
سورج آوو حمل یا نہ عیاں ہم عید وہم نوروز

مبارک پن ترے مکھ نور سورج تھے ہوا پیدا
سے
خراجاں لیکہ آئے ہیں شہاں ہم عید وہم نوروز
لیکر
مبارک باد دینے آئیا نوروز تج دو بار
تجھے
ادکھ سکھ تھے کریں تارے قراں ہم عید وہم نوروز
سے
شہاں آئے ہیں زینت دیکھنے تم بزم و عشرت کا
تمہاری
شہاں کا شاہ دیوے دولتاں ہم عید وہم نوروز

۱۴۰

اتم طرحانسوں باندے ہیں ملک آئیں سورج چندکوں

طرح سے

کرن رنگاں کے تحریروں نشاں ہم عید وہم نوروز

پریاں حوراں مجالس دیکھنے آیاں ہیں چھنداں سوں

دلاؤو پان بیڑیاں باندے سوال ہم عید وہم نوروز

فلک نو تھے سو آئے پیشکش اقبال ہور دولت

سے اور

خوشی شادی سیتی غم بھنجیاں ہم عید وہم نوروز

دوے دم مشتری ہور زہرہ لیائے ہیں خبر نصرت

اور

جو نکلے داب سوں صاحبقراں ہم عید وہم نوروز

پرم موتی سمندر دل تھے ابلیں ذوق سوں بھر بھر

سے

تو آیا سجدہ کرنے آستاں ہم عید وہم نوروز

لجیں شب رات آتشبازی تیرے نور اوجالے تھے
شرمائے
سے
اوسے تعریف کرنے کہاں زباں ہم عید وہم نوروز

تمہاری بزم عشرت تھے اکھائے ہیں خوشیاں شادیاں
سے
سکے نا کوئی کہنے او بیاں ہم عید وہم نوروز
وہ
تمن مجلس خوشیاں کے سم کروں کیوں عید کی خوشیاں

تھکت ہو کر رہے ہیں سب جہاں ہم عید وہم نوروز

خوشیاں عیداں برس کوں کرتے اپنی جوبن کا پکڑا

دسے منج نت ہے سکھ پکڑا خوشیاں ہم عید وہم نوروز
نظر آئے مجھے ہمیشہ
کیا کسوت زمیں نوروز پھولاں کونپلیاں سیتی

۱۵۰
اوکسوت طرح دیکھ ہوتے لجاں ہم عید وہم نوروز
شرمندہ
وہ

محمدؐ ہور علیؑ کا ہے محمد قطب شہ داسا
اور غلام
کریں سیوا اوسے چوبھر پریاں ہم عید وہم نوروز

سٹیا ہے حسن تیرا طرح نوروزی کا عالم ہیں
نزاکت تھے کٹلکتیاں گوریاں ہم عید وہم نوروز

ہما کا چھاؤں نا آوے تمہاری جیغہ چھاؤں سم
سو چھاواں تل کھلیں مکھ چندنیاں ہم عید وہم نوروز

سہیلی جیت پینے ہے سورج کی جوت کی چولی
پہنی
سُہاتا ہے ہریا اس پر چھنیاں ہم عید وہم نوروز

کیا ہے حسن سبزہ سبز سے بن کے روکھاں کوں
درختوں
جھلاں کھاویں بہشتی بوستاں ہم عید وہم نوروز

گُندائے پھول ہاراں ہیں خطائی ہور اسلیمی

اور

پھولارے سب خطا کے ہیں نہاں ہم عید وہم نوروز

خطا دفتر اوپر کھینچے الف لوچن کے کاجل تھے

سے

پری چین بائے حلقہ آپ کان ہم عید وہم نوروز

اپنے

نویلی دھن رنگیلی اب ہتیلی میں نگاراں کئی

نگار اس کا نگارستان حیاں ہم عید وہم نوروز

صفت اس قد کروں یا اس جمال یا اس لٹکنی کا

پڑوں او قصہ سب جیوں قصہ خواں ہم عید وہم نوروز

جگت کے نین پائے نور تیرے حسن پانی تھے

سے

۱۶۰

او سی تھے کھیلتے ہیں پوتلیاں ہم عید وہم نوروز

اسی وجہ سے پتلیاں

یون کا نتھے پگلتا ہے مٹھائی جیوں رتن کاں تھے
جوانی کی کان سے
سے
مٹھائی مصر بسری مصر یاں ہم عید و ہم نوروز

نوا نوروز نو ساقی نوا عشرت نویلی سوں
نوی خبراں سن آئے ہیں دواں ہم عید و ہم نوروز

اچھو ارزانی تم تے عید ہور ای مجلس آرائی
سے اور یہ
سپند با دو دو تن کے کھنجناں ہم عید و ہم نوروز
ڈالو

محمد کا غلامی منج خطاب سربلندی ہے
میرا
سورج کرناں سوں باندے سایہ باں ہم عید و ہم نوروز

تہجد کی نمازاں میں کرو منج تیں دعا دم دم
دعا دم کے اثر تھے ہوں رہاں ہم عید و ہم نوروز
سے

ہوا ہے سب کشف تمنا کتاباں بوجنے حق تھے
سے

سبق لینیں کو آویں عالماں ہم عید و ہم نوروز
لینے

خوشیاں آئے محمدؐ دور تھے منج گھر انداں سوں
سے

یہوں کر شکر دایم ہیں سکھاں ہم عید و ہم نوروز

ازل کے دیس تھے آنند گھوڑے پر چڑ آئے منج
سے

خدایا او در تنگ رکھ میری راں ہم عید و ہم نوروز
وہ

جشن نت نت جشن عید ہور جشن نوروز کا کاجے
اور

سو ہے ماہی مراتب پا تراں ہم عید و ہم نوروز

جشن خاطر لگر آئی ہیں زہرہ مشتری تالا

۱۷۰

بھر آویں بزم میں پیالے سکیاں ہم عید و ہم نوروز

اچھوں دن دن مبارک عید ہور نوروز منج جم جم
رہے اور
بجاؤ گاؤ وسب دن گاؤ تاں ہم عید وہم نوروز
گانا
سہیلا دوستاں گاوو کہ غم کا سب اثر بھاگیا
خبر لیایا خوشیاں کا یوز ماں ہم عید وہم نوروز
یہ
خدا منج بخت دولت کا دیا ہے سب شہاں اوپر
مجھے
تو منج دربار پر گرجیں گجاں ہم عید وہم نوروز
میرے ہاتھی
پیا تج مدح بولیا ہوں امید ہور آرزو سیتی
سے اور
تیری
دیو تشریف گنج لامکاں ہم عید وہم نوروز
تمارے وصف کہنے تھے ہوا منج شعر نورانی
سے
او شعراں کوں پڑیں سب شاعراں ہم عید وہم نوروز
ان

ہوا اس سر تھے غزل کہنے ہوس اس پوتلی خاطر

پھر سے

پتلی

رتن ہے شعر بوجھو جوہریاں ہم عید وہم نوروز

(غزل) کرے نوروز کسوت پر نیاں ہم عید وہم نوروز

دکھت کسوت سہیلیاں وادیاں ہم عید وہم نوروز

سنگاری یوں سکھی پیاری سکے تا اُون قلم لکھنے

سجی ہے چیر زر پھل تاریاں ہم عید وہم نوروز

پیشانی چاند اوپر ٹیلا لگائی سورجوتی کا

دیوے دل بار کے تیں بادلیاں ہم عید وہم نوروز

چھبیلی سرو قد ناری کوں لاگے نار پھل جوڑا

۱۸۰

سورنگ دانے اوپر پھند حسن لٹاں ہم عید وہم نوروز

خوش رنگ

مسکتی ہنستی ہنسلی سچلی ہنس کی چال چلتی او

چمن پھل وارین اس پر مالیاں ہم عید و ہم نوروز

ترے رنگ نور تھے گو ہر کے رنگ میں جوت چڑیا ہے

سے

تمن دھپ بن پھلکے ہیں جو ہراں ہم عید و ہم نوروز

تمہاری

پھیکے

تمارا فیض بخشش کا بہوت ہے عام و خاصاں پر

ہمن بخشو عشق کے لاریاں ہم عید و ہم نوروز

خماری کے برس کا دور کر ساقی پیالیاں سوں

چڑوں گا تو مدن کی سیڑیاں ہم عید و ہم نوروز

تیرے

خدایا عید ہور نوروز شادی راکھ بہو برساں

اور

کروں تا خدمت صاحب زماں ہم عید و ہم نوروز

قصیدہ ہور غزل لیایا تمارے پیشکش تائیں
(اور) (کے لئے)
بھرو منج دور میانے موتیاں ہم عید وہم نوروز

دعا سوں ختم کر رنگیں غزل قطب زماں اب تو
(میرے)
کریں آمیں ملک ہور قدسیاں ہم عید وہم نوروز
(اور)

(ق)

---

# ۹

# بعثتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت نبیؐ پیغمبری حق تھے سو اِس دن پائے ہیں

جبریل کھن تھے مصطفیٰ اکن وحی لے کر آئے ہیں
آسمان سے کے پاس سے

سارے نبیاں پر سروری دیتا خدا حضرت کوں تو

قدرت تھے چتر ہوئے کر سر پر ابھالاں چھائے ہیں
سے بادل

( صفحات غائب ہیں ) (ج)

# ۱۰

# بسنت

بسنت کا پھول کھلیا ہے سو جیوں یاقوت رُمّانی
کھِلا
کرو مل کر سہیلیاں سب بسنت کے تائیں مہمانی

بسنت کا رُت نجھایا ہے برہ اگ کوں خوبیاں سیتی
سے
نویلیاں مل کرو مجلس نویلا آج شاہانی
نئی
سکل جھاڑاں کوں لاگے ہیں جواہر کے نمن پھولاں
سب لگے مانند
سو پھولاں سوں کرے تل تل پیا پر گوہر افشانی

بسنت پھولاں کا شبنم مے سو بھر ساقی صراحی میں
جو اُس مد تھے مدن چڑ کر ہمن رنگ ہوئے نورانی
سے
جو گرچے مست ہو بادل صراحی نت کرے غلغل
پیو و پیالا او غلغل ناد سوں ہے میگھ نیسانی
وہ آواز کے ساتھ

پلا ساقی سراسر مے کہ تا ہوئے کشف ہمنا کوں
ہم
کہ اس مے تھے دسے منج کوں سدا سب راز پنہانی
سے نظر آئے مجھے

عنبر، ہور عود و مشک و زعفراں کا روت آیا ہے
اور
اُسی تھے باس انو کا جگ میں کرتا ہے گلستانی
لئے اُن

پنچھل پھل کے عرق ہیائے کلاؤ تم کدم چھند سوں
میں
ولے فتنہ عرق سب باس میں کرتا ہے سلطانی

بندھاؤ حوض خانے چاند و سورج کے سہیلیاں مل
بھراؤ نیر امرت کا کہ کھیلیں رنگ افشانی

بسنت پھل کا حمایل پہن کر آئی انگن میں دھن
عورت
سو پھل سنگار کے نقشاں منے حیران ہے مانی
پھولوں کے میں

بندی چنری پرت نقشے کری اس پر تمگٹ تارے

نوے قد پر سہاتا ہے پھولاں چولا عروسانی
نئے
پھولوں کا

سورج کرناکی چرکیاں ہات میں لے پھر لے یک چت سوں

سہیلیاں لو سو اچھو منج کوں سدا لے کھیل ارزانی
یہ

نظر ہے مصطفےٰ ہور مرتضےٰ کا قطب شہ اوپر
اور

کہ دشمن کی پیشانی پر لکھے حرفِ پشیمانی

انوں کے دشمناں اوپر ازل تھے لعن واجب ہے
اُن
سے

اگر ہوئے سمرقندی، بخارائی و ملتانی

نزاکت شعر کے فن میں خدا بخشا ہے توں تج کوں

معانی شعر تیرا ہے کہ یا ہے شعر خاقانی

(ق)

سب انبیا پرور تمیں ہے اولیا رہبر تمیں

حیدر تمیں صفدر تمیں امت کو اہدا یا علیؑ

دانش تمیں تھے آبیا جگ پنت تمارا دھائیا

تم سے آیا

بینش تمیں تھے پاییا جگ میں سو پیدا یا علیؑ

تم سے پایا

کرتے ہیں جیواں پیار تھے تم پر تھے رضواں آرتی

سے سے نثار

زہرا سوں نس دن وارتے چند سورتریا یا علیؑ

بندا تمارا تر کماں تج داس ہے دونوں جہاں

منگتا سدا امن و اماں تمنا تھے قطبا یا علیؑ

(ج)

# ۱۴

# ایک قصیدۂ منقبت کی تشبیب کے چند اشعار

نس کے سمند سیام میں سُنّے کی زورق ڈبیا
ڈوبی
ڈُبنے میں ترے لگے بڑ بڑے کے لکھ ہزار
سونے
غرب کے چہ میں پڑیا یوسف انبر کا سور
کئی
جگ سبھیں یعقوب کے نین تمن اند کار
چاہ اسمان سورج
آگ براہیم کا بجک ہوا پھول بن
مانند
رین سو تس آگ کا ہے دھنوے کا دھند کار
بجھ کر
چند ہو سکندر چلیا رین کے ظلمات میں
دھویں
شمع دیپک مشعلاں روشن ہوے اپار
چاند

چرخ کے خُم خانے میں سور پیا جا نوِد
آفتاب
مست ہو جا کر پڑیا غرب کے چشمے منجھار

کھن کے لگن، شمع چاند، تارے پتنگ کے مَن
اُڑتے ہیں اُس آس پاس عشق تھے بے اختیار
سے

کھن کے سو حوض خانے میں رین بھرا نیر جوں
چاند پھو یارا ہمن تارے بُندا ل نیر سار
فوارہ　　بوند　　پانی کی طرح

کھن کے مدرسے کنے چاند مدرّس کنے
بحث کرن تارے آئے طالبِ علماں کے ہار

———— ❖ ————

رباعیات

مردی جو پوچھے گا تو علیؑ تھے جا پوچھ ‏ اسرار چھپے سینجلی تھے جا پوچھ
سے ‏ سے
گر بیا سا محبت کا اہے توں قطبا ‏ او چشمہ کوں توں علیؑ و لی تھے جا پوچھ
اُس ‏ سے

۲

جنت و سقر قسم کرنہار علیؑ ‏ مشکل کے سو گانٹھاں کو کھولنہار علیؑ
تقسیم کرنیوالا
کو لک کریں اے بھرٹ تمنے چوری ‏ بھرٹاں کے سو بھرٹیاں کوں تورنہار علیؑ
کب تک ‏ یہ ‏ کی طرح ‏ توڑنیوالا

۳

میرے سو گنہ گانٹھ کھولنہار علیؑ ‏ ہر مشکلاں میں ہے مرے آدھار علیؑ
کی گرہ
ہر ٹھار مددگار رہو آپ پیار سیتے ‏ دیتے ہیں منجے فتح کا تروار علیؑ
جگہ ‏ اپنے ‏ سے ‏ مجھے

۴

انیٹرا ہے علیؑ ہت تھے مدن جام منجے ‏ متوال کہ اُس تھے رکھے جگ نام منجے
کے ہاتھ سے ‏ حاصل ہوا ‏ مجھے ‏ متوالا کہکر ‏ اسی لئے
دو جگ میں نہیں کام کسی دھیان سوں منج ‏ ہے دھیان سوں حیدر کے سدا کام منجے
مجھکو

۵

اپ دوست سوں مل پنچھ کہ ہیں جام منگوں
اُس ہونٹ شکر ایسے تھے ہیں کام منگوں

آرام دل آرام تھے ہے دل کوں سدا
میں اپنے دل آرام تھے آرام منگوں

۶

کہتی کہ تری ہوں گی تو ارا اندیشہ
دل اپنا خوش کر وبسار اندیشہ

دل کوں کہاں ہی دل ہی کہاں صبر اوسے
یک بند لہو ہور اس کوں ہزار اندیشہ

۷

نا بات او محبوب سندر کا کہے جائے
ناراز اپس دل کے بھتر کا کہے جائے

جے کوئی اچھے جیو کے نمنے دل کے بھتر
اس سانت سجن عشق اچھر کا کہے جائے

۸

کہیا ترے لب کیا ہیں کہی آب حیات
کہیا کہ تیری لب دا کہی حب نبات

کہیا کہ سجن تیری کہی قطب کی بات
اس میٹھی لطافت پہ سدا ہے صلوات

۹

اُس لٹ کوں لٹاپٹ سوں پکڑ کیتا نیاز
زلف
کہیا کہ مرا چارہ کریں اے ور ساز
لہا
منج کی کہ مرا ہونٹ پکڑ لٹ کوں تو چھوڑ
کہی زلف
ہے تج کوں انند ہور سدا عمر دراز
اور

۱۰

خوبی و بدی سب کے بوجھنہار سو توں
انصاف ہر ایکس کا دیونہار سو توں
منج گرچہ چھوٹک نیں ہے گنہ تنتھے سبے
۲۰
میں سو ہوں چھوٹنہار چھوڑنہار سو توں
چھوٹنے والا چھوڑنے والا

۱۱

احمدؐ علیؑ کے رُتبے تھے تج ہے جو خبر
ہے
کر فہم سینتی صرف شہادت پہ نظر
اسے
اللہ محمدؐ علیؑ برحق اہیں
نہیں ہے اینو تینو منے چو تھے کا سنچر
ان میں

۱۲

تیرا شرف اوراک ہیں تیں ٹاک آیا
جم تیرا سبق نعبد ایاک آیا
تیرا سو نشان مصحفِ پاک آیا
لولاک لما خلقت الافلاک آیا

۱۳

جیتا توں دل و جیو سوں قرآن دیکھے
احمد کے سو حق پر توں سب ایمان دیکھے
دیکھ حلقۂ خاتم النبیئین ہیں توں
دل نین سوں تا اضیع رحمان دیکھے
کی انکھ سے

۱۴

جس ٹھارے لعل بھرے دور پہ دور
جگہ
اس ٹھار مے من کوں نبھاوے کچ اور
جے کوئی جو متاں ہیں مد پیالے کے
جو
ہور طور ہیں آیا ہے دیکھت مد کا طور
اور

۱۵

ہے پھول کا ہنگام مدسوں یاراں حاضر
پھولاں کے نمن سارے ہیں یاراں حاضر
مانند
اس وقت پہ کیوں توبہ کیا جائے مجے
۳۰
توبہ شکناں ہور نگاراں حاضر
اور

۱۶

کہئے کہ یکٹ ہو جو اچھے گا گھر میں
رہے
افسانہ کہن آوں گی تب تج بر میں
کہنے
گھر خلوت ہوا ہور نہیں کوئی گھر میں
اور
او بات توں بسرے ہے یا ہے سر میں
وہ

## ۱۷

کب لگ اچھے لب پہ مد ہور دل میں جام
اس پاپ سوں بھریا سو زہد منج کا کام
مد کے مدے لیاد جو صفاتیں میں تمام
یک پختہ برابر نہیں ہے سو لک خام

اور

## ۱۸

مستی کے ملک میں ہے جہانبانی منجے
خوباں کوں دیکھن میں ہے مسلمانی منجے
خمار کا خمخانہ اہے ٹھانوں مرا
ہر مد کا سو بُند نگین سلیمانی منجے

جگہ — بوند

## ۱۹

مُنج یار کے مکھ سار نیں آتا اے پھول
کی کبرے کوں کا رنگ دکھاتا اے پھول
جو لگ اچھے مل کانٹیاں سوں نیں فائدہ کچھ
دھن پگ تلیں آ باس توں پاتا اے پھول

جب — رہے — نہیں

## ۲۰

نج مکھ انگے عاقبت افسانہ رہیا
نج نین انگے عقل سو دیوانہ رہیا
نج فتنے تھے روزگار کُنج میں بیٹھا
ہور سور تیرے چھانو تھے نج خانہ رہیا

تیرے — سے — اور — سے

۴۰

## ۲۱

جس یار میں ہے سب ہی منم ہور منی　　اس غمزے بازی ہے سو لشکر شکنی
(اور)
ایسے کے خیالاں میں نہ پڑیا جاوے　　اپ خیال منے آ توں اگر ہے چوگنی
(اپنے　میں)

## ۲۲

کھل جائے کنچک کا نٹہ جو دھن سینتے اوپر　　مانند سو اُس کا نہ دیسے ساج کدھر
(نظر آئے)
سینے میں تھے یو دستا ہے دل اُس کا　　جوں موتی بِچھل دستا ہے پانی بھِتر
(سے)

## ۲۳

اے بار خدا اپنے درویش کوں بخش　　مجکوں سو محمدؐ علیؑ کے کیش سوں بخش
دشمن کوں توں توڑ دوستاں کوں توں نواز　　دشمن کو نکر رحم سبھی خویش کوں بخش

## ۲۴

عین علیؑ تھے عقیق کلیاں ہوئے لال　　ہور لام علیؑ تھے لعل رتناں ہوئے لال
(اور)
دشمن علیؑ کے کہربا جوں پیلے ہوئے　　حُبِّ علیؑ تھے مکھ محباں ہوئے لال
(کی طرح　سے)

۲۵

اے باد مری بات اوسے چوری سوں کہہ
میری کو گپت بات توں اس چھوری سوں کہہ

پھل جائے نمن وو بات اُس گوری سوں کہہ
سمجا کہہ توں نکو سر زوری سوں کہہ

۲۶

بابل کے سحر تیسری نین بیناں میں
استاد اُنن سحر کا تج نیناں ہیں
تیری آنکھیں

گوش پارے جو کاناں میتے پینی ہے توں
کانوں میں پہنی

قطبا کی تجھیل موتی رتن بیناں ہیں

۲۷

تج روپ بنا میری نظر میں سو نہ آئے
تج کوچے میں بن منج کوں گذر کرنے نہ بھائے

تیرے چہرہ بغیر

تج دور میں نیند سب کوں خوش آئے ولے
منج نین منے نیند سو یک پل نہ سمائے
میری آنکھ میں

۲۸

جے کوئی جو عقل بات منے آتے ہیں
ہور جہل کی بات میں جکوئی جاتے ہیں
اور

جنیا جو خلاف ہے ان دونوں میں
ڈھنڈ کر جو دیکھوں تو سب تجے پاتے ہیں

۲۹

شہ ہات منے جام سو جیوں ماہ دیکھو
پکڑے اہیں سورج کوں بیچ ماہ دیکھو
میں
مریخ اسد پنجے ہیں دیکھن منگے کوئی
سورج
شہ ہات ہیں تنجر سو دندے کا ہ دیکھو
دیکھنا چاہے

۳۰

تج سار سو دھن دھن سو جیوں ہر ہیں اچھو
منج ہونٹ ہیں تج ہونٹ جو دھن گھر ہیں اچھو
دھن دھن سو ں جو ملے تو انند ہوئے اننت
تج عشق ہو من میں جل سکا ز ریں اچھو
میرے دل سکہ

۳۱

تج سات وصال منج سوں دیتا ہے زر
زر نمنے نہیں ہے اس جہاں میں خوش تر
تیرے کی طرح
زر زر دگرے ہجر ملاوے دلبر
رحمت ہے خدا کی سو سدا زر کے اوپر

۳۲

تج زلف سدا لالن کے اوپر ڈھلتی
کد پھول اوپر کدھیں شکر پر ڈھلتی
منج نین کی مچھلیاں تیری مکھ جل میں تریں
یک تل جو نہ دیکھن تج جو پھر پھر ڈھلتی

۳۳

تج ہونٹہ کرا ذوق ہیا پایا ہے
اور رمز کرا شوق پیا پایا ہے
تیری سو کمر میانے ہے معنی باریک
جو جانتا ہے سو او جیا پایا ہے

۳۴

انند منگے تو کدھیں توں جاناں کوں نچھوڑ
پینکن منگے تو زلف کے پینکاں کوں نچھوڑ
جب عشق سوں تو کرنے منگے دھن سنگات
جیوتن میں اچھے لگوں توں مونہاں کوں نچھوڑ

۳۵

تج زلف کا چپ ال کروں ساری رات
نیناں کی وو ی لاکھ دیکھو باٹ کے دھات
یو بیاں دو یو کر کہہ کے یہے آس کرے ہے
لب پر دے حوالہ توں ہیں جانوں وو نبات

۳۶

اللہ کا لے ناؤں تو یکچت سوں اول
ظاہر ہوا ہے جس تھے ابد ہور ازل
اس تھے سو محمد علی کوں ایک جان
ان دو تو کوں نیں ہے دو جہا میانے بدل

## ۳۷

نج حسن تھے تازہ ہے سدا حسن و جمال — تج یاد کی مستی اہے عشق کوں حال

سے

توں ایک ہے تجسا نہیں دوجا کہیں — کیوں پاوے جگت صفحے میں کوئی تیرا مثال

## ۳۸

پائے ہیں لطافت ترے مکھ تھے ارواح — جے تھے اہیں تج جیو جیون تھی اسباح

سے — جیسے

متا مست ہوکر رقص کروں پیالے نمن — اپ لب تھے چکھا منج کوں جگ آنند کا راح

اپنے سے

## ۳۹

لال اودھر لال لا آدھار کرو — وو ادھر لا ادھر آدھار کرو

مکھ گلال...... ادھر کمل لال کرو — اِدھر اودھر ملا آ ہار کرو

## ۴۰

| خدایا دے | مدد منج جم | محمد سوں | ملا پنج تن |
|---|---|---|---|
| مدد منج جم | دے جیو کا منج | دو جگ میانے | کھلا گلشن |
| محمد سوں | دو جگ میانے | رتن تن پر | دلا ابھرن |
| ملا پنج تن | کھلا گلشن | دکھا ابرن | جلا رتن |

## ۴۱

| نہیں کیں | نج ایسی | سہیلی | چھبیلی |
|---|---|---|---|
| نج ایسی | نہ اچھے سے | جگت میں | رنگیلی |
| سہیلی | جگت میں | نہ دیکھیا | گہیلی |
| چھبیلی | رنگیلی | گہیلی | نویلی |

دیگر اصناف

# مراثی

محرم مہینے میں آیا اماماں کا سو غم بھر کر
زمیں ہور آسماں میا لے بھریا سر تھے الم بھر کر

زمیں پر کیا بلا کیا شور کیا غوغا ہوا پیدا
یتا کچ دل میں دکھ دا نیتا نہ نکلے غم تھے دم بھر کر

اماماں تیں سوج جلجل ہوا ہے آگ کا شعلہ
جلایا ہے اپس کوں کوئلے نمنے ہنم بھر کر

مسلماناں ندیاں سارے بھر اُوا پنے انجھواں تھے
کہ آیا ہے اماماں کا بلا سر تھے ستم بھر کر

محرم کا نہ لیو و ناوں کدتم اے مسلماناں
قیامت ہو قیامت کا اُچایا ہے علم بھر کر

نہ تھا دکھ درد حوراں کوں کدہیں جنت منے یکتل
حسیناں کے دکھوں ماتم پکڑتے ہیں جنم بھر کر

(ناقص الآخر)

# مرثیہ

(ناقص الاول)

لہو روتیں ہیں بی بی فاطمہ اپنے حسیناں تیں
کے لیئے

اوطو لالی کا رنگ سا تو گگن اپر ال چھایا ہے
وہ اوپر

اماماں پر ہوا سو دکھ نکو پوچھو مسلماناں

ہر یک ایمام پر یک دکھ بہت گھاتاں بسایا ہے
امام

ظلم کیسا ہوا ہے آہ دنیا میں اون اوپر
ان

یتا ظلم و بلا سب فاطمہ خاطر ملایا ہے
اتنا

اگارہ مہینے کے نمنے محرم کیوں نہیں ہے توں
مانند

سبھی مہینے میں خوشیاں کرتے توں اب دکھ بسایا ہے

کیا ہے میہمانی یوں اماماں کا محرم توں

جنگل میں کربلا کے سب بلایاں کو بلایا ہے

مسلماں کوں نہیں ہے اس برابر کوئی بلا جگ میں

کہ انجھواں کے لہو ستیں پیالے بھر پلایا ہے
سے

اماماں تھے منگے قولاں سو شامی شومیِ کافر
سے

ہوئے بے قول تو اُن نیں خدا دوزخ بنایا ہے
کے لیے

کئے ہیں مومناں کسوت حسؑن کے زہر تھے ہریا
سے

سو اس کے چھاوں تھے اسمان اپنا رنگ بھرایا ہے
سے

خدایا قطب شہ کو بخش توں حرمت اماماں کی

کہ اُن کی مدح کا حلقہ مرے کن میں سُہایا ہے
کان

مدد کرنے ملک آئے قبولے نیں امام اُن کو

کہ حیدر ہات تھے جیار دندیاں سر گرایا ہے
سے دشمن

جدھر

سورج جلتا ہے سارے ماتمیاں کے آہ تھے سب دن

چندا اس شرم تھے گل کر سو اپنا سر نوایا ہے

عمر عثمان تھے دیں میں ہوا ہے سب خلل پیدا

جنکی باتاں تھے مذہب میں بڑا حیلا اٹھایا ہے

یزید و سب یزیدیاں مرگ بن ہوشیار نہ ہوسیں
سکیں
دنیا کے مال تھے اُن کا سو مکھ کہہ یہی پھرایا ہے

یزیدیاں کا سو وقت آیا کر و لعنت یزید اوپر

سور کے گوہ میں داڑی موچھیاں سر بھیں ڈبایا ہے
زمین
یزیدیاں کا سو قصہ ظلم کا کوئی نا سکے کہنے

کہ جانن پن تھے شیطاں ان کنے تعلیم پایا ہے
بچپین
یزید و شمر کے کاماں نہ کرسیں کوئی شیطاں بھی
سکے

ہزاراں لعن ہے اس پر جن ایسا پوت جایا ہے

# مرثیہ

(ناقص الاول)

یتیماں آہ ہور درد اتے ہے ہور کچا جلتا
اور اور

اوسی تھے دو جہاں تیر نیل کا کسوت پنایا ہے
سے

اماماں بارہ کوں آکر ظلم سوں دکھ دئے کافر
سے

اسی تھے فاطمہ کا مکھ لہو سیتیں دھلایا ہے
سے سے

یتیماں واہ پیاسے واہ پیاسے کر روییں مل کر

اسی دکھ درد تھے انجھو گلاں کا ٹسکایا ہے
سے آنسو

اے جیو نا جانتوں دیوے نمن اس دکھ تھے جلتا کر
یہ

پریاں حوراں اپس انکھیاں تھے لہو انجھو چوایا ہے
ٹپکایا

اماماں کا قصہ کہنے نہیں ہے جیب کوں طاقت

شہیداں کے غماں تھے درد بادل جگ پہ چھایا ہے
سے

خدایا داد لے ہور داد لے اس ظالماں کن تھے
اور

کہ جد نہیں سو تیماں پر جفا ہور ظلم ڈھایا ہے
اور

اگر دعوے دھریں ایمان کے تم سب مسلمانان

روؤ دم دم کہ دوزخ اگ تھے تمنا کو چھڑایا ہے
سے تم

اماماں کی دعا تھے قطب شہ کو دے شفا یارب

شہیداں دوستی تھے سب شہاں میانے سرایا ہے
سے

## مرثیہ

آؤ مل کر ماتمیاں سب اس غماں تھے طھو رو دیں
سے

وا اماماں یا اماماں یاد کر کر دل کھوویں !

آہ ہمارے درد تھے دریا کوں سب جوشش آوتا
سے آتا

ماتمیاں کے طھو بُنداں تھے آگ سب بج جاوتا
بوند سے

سب دُکھاں کوں انت ہے اس دکھ کے تائیں انت نہیں
حد
فاطمہ کے پوت بن اس جگ منیں نیں نورکیں
یں    کہیں
فاطمہ دکھ تھے عرش کرسی نیہے غم انجھو سٹے
سے
ساتوں اسماں ہور زمیں میں آگ کی بھڑکی اٹھے

مصطفےٰ کے باغ کے پھولاں کوں بن پانی سکائے
سکھائے
مصطفےٰ ہور مرتضےٰ ہور فاطمہ کا دل دکھائے
اور    اور
نیل کپڑے پہنیں ہیں پیغمبراں اس غم ستیں
سے
دشمنی پکڑے یزیداں مال و ہور خاتم ستیں
سے    اور
جیوں نبیاں میں مصطفےٰ ہیں تیوں اماماں میں حسین
جس طرح
کفر کے تیں بھان کر اسلام کیتے ہیں حسین

دوستاں رو رو لہو غم تھے اسیر ہے ہم امیرؔ
اثر
باپ نیں ماں نیں حسین ہے کربلا بن میں اسیر

اپنے پوتاں کوں کہے پند بند پیو تم چپ رہو
بزرگ
میرے بعد از پیاسا میر میرے لوگاں کوں کہو

ظلم بے حد کیتے یا با ظالماں کن داد یو
کرتے
تم غضب کا تیغ سب یزیدیاں کے سر پر دیو دیو

دین دنیا کے شاہ رکھ قطب زماں کو اپ پناہ
اپنی
تمہیں بخشاؤ خدا کن لطف سوں میرے گناہ
کے پاس سے

# مرثیہ

دو جگ اماماں دکھ تھے سب جیو کرتے زاری وا وائے
کے سے دل

تن روں کی لکڑیاں جالکر کرتے ہیں خواری وائے وائے
کے رویں جلا

ساتو گگن آٹھو جنت ساتو دریا ساتو دھرت
آسمان آٹھوں اقلیمیں

ایکس تھے ایک آپس میں اپ دکھ کرتے کاری وائے وائے
ایک سے

کالا کیا کسوت مکا دیکھو اماماں دوک تھے
مکہ (خانہ کعبہ) دکھ

ظلمات بی کالا ہوا اس دکھ تھے بھاری وائے وائے
سے بھی

لوح، ہور قلم، کرسی، عرش، قدسیاں، ملک، غلماں سب
اور

بجلیاں بدل اڑرا دتے ہیں رات ساری وائے وائے
بادل چلاتے ہیں

اسمان چھچ جالا ہوا سورج اگن والا ہوا
چھچا جل گیا

چندر سو جل کالا ہوا ہے دکھ اپاری وائے وائے

پنکھی سٹے ہیں سب پراں رو رو بھرے سمدر ال
پرند گرادیے سمندر
چھوڑے ہیں سب اپنے گھراں دیکھو تو زاری وائے وائے

کالے ہوے دکھ تھے منگل سر پر سٹیں ماٹی سگل
سے ڈالیں مٹی سب
تو بکڑے اس دکھ تھے جنگل ہے بیقراری وائے وائے
سے

پھولاں سکے سب دکھ ستی مکھ موندے بلبل جھکھ ستی
سوکھے سے خاموش ہوگئے
کوئل جیناد کھ ستی بن بن پکاری وائے وائے
سے

دیکھو تمیں اے مانساں دانے چریں نا پنکھیاں
تم لوگو
دھرتی ہے ماتم کی دکھاں دھرتی بچاری وائے وائے
دوکاں

دو جگ خراباں ہو رہے حیواں کباباں ہو رہے
سمدر سراباں ہو رہے نا ہوے جاری وائے وائے
سمندر

دکھ آگ سوں جگ بن جلے آکاس تا دھرتی ہلے
کی
کھن پر فرشتے کھیلے سٹ اختیاری وائے وائے

حضرتِ نبیؐ کے گیسواں دو نو اماماں کے پگاں

قدم

جبرئیل جھلاوے اپ ہتاں آ رات ساری وائے وائے

اپنے ہاتھ سے

حضرت علیؑ کے دو پتاں کاندھے نبیؐ کر اٹنیاں

پوت اونٹ (مونث)

تس پر چڑھے دو شہ جواں اس دھات ساری وائے وائے

شہزادے کئے سب کیے اونٹاں نمنے پکارے اس زماں

کہے مانند

عفعف نبیؐ تنکوں سناں کے دوی یاری وائے وائے

جبرئیل آ کر کہے تسری براں جو عف کئے

تیسری بار

اس عفو تھے جگ پائے گا سب رستگاری وائے وائے

سے

دو نور دیدے بی بی کے آخر دیکھو کیوں دکھ دکھے

لہوئیں لڑے پیاسے بھکے دیکھو یو خواری وائے وائے

بھوکے

یک پوت کو دیتے زہر یک پوت پر کھینچے خنجر

کافر کئے کیسے قہر یو زخم کاری وائے وائے

یہ

دکھو بات کو تو جیب جلے لکھنے قلم بی نا چلے

کی کہوں

دل جیوں شمے جل تلملے سدکی ہماری وائے وائے

شمع

قطبا کہے دل کے بچن ہر دم مدد منج پنج تن

راکھے خدا منجکو جتن دشمن کو خواری وائے وائے

قطبا کو ہے اللہ مدد بستا ہے اس دل میں احد

تو منج مدد حیدر ولد بیریاں کو زاری وائے وائے

مجھے

# ریختی

سنو ایک دو بات صاحب ہماری ۔۔۔ سہیلیاں چتر میں ہوں بندی تماری

کہو رات کن سات کیتے من میں باتاں ۔۔۔ کہ چوتا ہے تم نین تھے رنگ خماری

کس کے ۔۔۔ ٹپکتا ۔۔۔ سے

نَیَن چت سوں دیکھی ہوں میں تیتھد تمارا
تمن بن منجے کیوں گمے رات ساری
(تمھارے بغیر مجھے) (گذرے)

کہو صاحب آئے نوں ہے کس کی نشانی
کھنے کھن تمن پر تھے جاوں گی واری
(سے)

ان سات تل مل کے منج کوں پیارے
تمن قول ہیرے کنے تھی میں پیاری

تمیں صاحب ہیں کس مناؤ بھلاؤ
مو اندازہ کیا تم کہوں میں بچاری
(میرا)

نبیؐ صدقے بیچاری کوں یوں نہ مارو
الہ کی نظر تھے قطب کی سنواری (ق)
(اللہ)

( ۲ )

پیا میں ہوں پیوے کی بندی تماری
رکھو دشٹ منج پر کہ میں تم پہ واری
(نظر)

کہ میں ہوں بنی بالی تیری پرت کی
اُسی تھے لگی ہے تماری خماری
(سے)

میں ہلچی ہوں تج نیہہ کے بن میانے
اُسی تھے دو تن تم لگاتی ہے جھاڑی
(تیری محبت) (اسی لئے)

عشق بھاگ کھیلتی سہیلیاں سیتی میں
امنگ رنگ کھیلاں سوں میں کوں سنواری

سہیلیاں ہیں شرطاں سوں اگر کھڑی ہو — منجے دیکھ کر بہوں ہیں ناگا نٹھ یاری
ڈال دے
مرے نازنیں مہندی ہت میں نگارے — سہیلیاں منے ہیں ہوں پیو کی پیاری
ہاتھ — میں

نبی صدقے قطبا کے ڈاواں کھیلی ہوں

تمن بولتا کیا ہے میں شہ پہ واری (ق)
تم سے

(۳)

پیارے نکر کھیچ ہوں تو پہ واری — تو آساں سیتیں پچھوں میں پنتھ بھاری
میں — تیری امید میں
تمے بیرم کی سیج کما بھور آئی — موتم یاد کی لاگی نیناں خماری
مجھے تمہاری
سو وصل پاک کھنجناں او جیتی — اے چھند بند دیکھ تو پہ واری ہزاری
یہ
چوڑی جین اب ہوی ہیں تو تے پرگٹ — تمن کوں کون روک راکھی کتواری
تجھ سے

نبیؐ صدقے قطبا کی پیاری ہے توں
ہا
ٹکو جی کی جین چھند بند سوں سنواری (ق)

(۴)

ہوں تل تل تمن پر تھے واری ہو پیاری — کہ تن من جوبن آپ ہوں تو پہ واری
میں — میں

عشق بول اپ چھاتی میانے لکھائی — کہ نکھ جین چُن جین باندھی ہے ساری
سے

پرم پیار سوں آئی ہوں تو کے در پر — کہو صاحبا کن ملے تم سوں ناری
اپنی — کس طرح

موسر بھیر نہ رکھ سار دوتی کا ہت — کہ چوری چوری تم سوں بولی ہے چاڑی
چغلی

پیتے بوج سوں قطب کوں پیاری میلی
(نبی ؟)
کہ تم ہم کوں کیا بوجھتی او گنواری
(ق)

# مثنوی

(نامکمل)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کیلی ہے سب کچ کا جو کیتا حکیم

حمد نجات ہے کرو اُس پر تمام نامِ خدا لے کرو ختم کلام

کیلی ہے اللہ کُلُف کھں کی تیں نامِ خدا فرح ہے دل کُھل کی تیں

کے پھول

حکم اُسی کا ہے سبھی حکم پر ہے الف اللہ نہ زیر نہ زبر

نورؔ خدا کا ہے جہاں نور ہی ایک اپے سب منیں بھرپور ہی

اونچا نیچا جب نہ تھا تب آپ تھا

ہے سو نہ اچھسے وو اچھیگا سدا

رہے وہ رہیگا